کشف الباری
عما في صحيح البخاري
کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب
شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی
مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر-19438

کشف الباری (کتاب اللباس)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

1432ھ / 2011ء

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

نزد جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی نمبر 4
کراچی 75230، پاکستان
فون: 021-4575763
m_farooqia@hotmail.com

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين
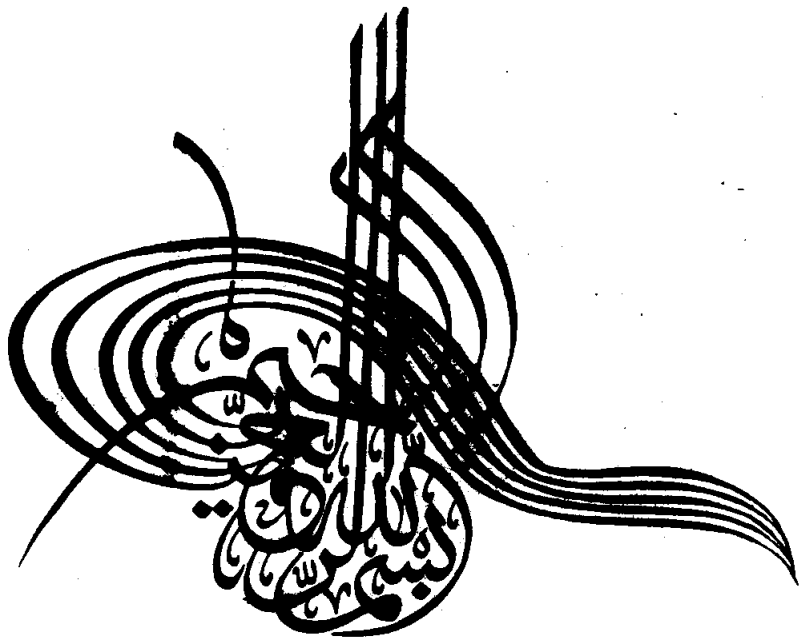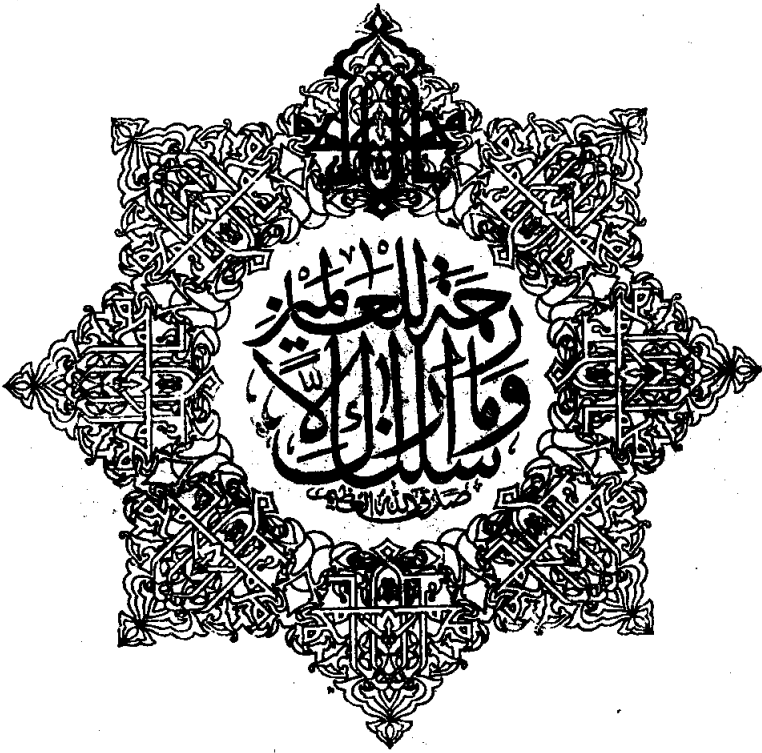
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی یہ پانچویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے پہلے اس حصے سے چار جلدیں آچکی ہیں، یہ جلد کتاب اللباس اور کتاب الادب پر مشتمل ہے، کتاب الطب کے بقیہ ستائیس ابواب بھی اس میں آگئے ہیں، کتاب اللباس ایک سو تین ابواب پر اور کتاب الادب ایک سو اٹھائیس ابواب پر مشتمل ہے۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت ہے کہ وہ ایک حدیث کئی مقامات پر ذکر کرتے ہیں، بسا اوقات پوری حدیث اور کبھی حدیث کا کچھ حصہ ذکر کرتے ہیں، ہم نے کشف الباری کی ان جلدوں میں یہ اہتمام کیا ہے کہ جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ پہلی مرتبہ ذکر کرتے ہیں، اس کا ترجمہ اور مکمل تشریح کی جاتی ہے، البتہ جو حدیث پہلے گذر چکی ہوتی ہے، اس کے ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا جاتا، البتہ ایسی حدیث میں ضرورت محسوس ہونے پر مشکل الفاظ کی تشریح اور وضاحت کردی جاتی ہے، اسی طرح جس راوی کا پہلی بار سند میں ذکر آتا ہے، اس کے حالات اور اس کے بارے میں ائمہ جرح و تعدیل کی آراء نقل کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے...... یوں اللہ کے فضل وکرم سے جب یہ شرح مکمل ہوگی تو صحیح بخاری کی تمام احادیث کا ترجمہ اور تمام راویوں کے حالات بھی اس میں مکمل ہو کر آجائیں گے...... اگر ہر حدیث کا ترجمہ کیا جائے تو بہت زیادہ تکرار ہو جائے گا اور کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جائے گی۔

احادیث کی تشریح کرتے ہوئے کہیں کہیں عربی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں، سابقہ جلدوں میں ایسی عربی عبارتوں کے ترجمہ کا اہتمام نہیں کیا گیا، اس جلد میں ایسی تمام عبارتوں کا ترجمہ کردیا گیا ہے تاکہ عربی میں کمزور استعداد والے قارئین بھی ان سے آسانی کے ساتھ استفادہ کرسکیں۔

اس جلد کی تخریجِ احادیث اور تحقیقِ مذاہب و مسائل میں مفتی محمد واحد، مولوی فیض محمد اور مولانا نورالمتین نے بڑا تعاون کیا۔ اول الذکر دونوں رمضان میں حوالہ جات نکالتے ہوئے رات بھر سحری تک میرے ساتھ جاگتے رہے، مولوی عمیر عادل نے بہت غور سے آخری پروف پڑھے، ان حضرات کا تعاون شامل نہ ہوتا تو اس جلد کا اس قدر جلدی آنا بہت مشکل تھا۔ اللہ جل شانہ ان کے علم و عمل اور عمر میں ترقی و برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی، رہنمائی اور شفقت ہی اس عظیم کام کے لیے حوصلہ بڑھاتی ہے، ابھی قلم کے مسافر کو کئی جلدوں کا سفر درپیش ہے۔ قارئین سے حضرت کی درازیٔ عمر اور صحت و عافیت کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے اور یہ کہ اللہ جل شانہ اس ناکارہ کو بقیہ جلدیں مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابن الحسن عباسی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ

فہرست کشف الباری

کتاب الطب

کتاب اللباس

کتاب الأدب

کتاب ایک نظر میں

فہرست کشف الباری

کتاب الطب، کتاب اللباس، کتاب الأدب

کتاب اللباس

☆☆☆☆☆

ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا نے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے (ر) لگادیتے ہیں۔ یعنی اس

کشف الباری: صحیح بخاری کی اردو میں ایک عظیم الشان شرح

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث، جامعہ دار العلوم، کراچی

احقر کو بفضلہ تعالیٰ اپنے استاذ معظم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (أطال الله بقاء ه بالعافية) سے تلمذ کا شرف پچھلے 43 سال سے حاصل ہے، ان میں سے ابتدائی تین سال تو باقاعدہ اور باضابطہ تلمذ کا موقع ملا، جس میں احقر نے درس نظامی کی متعدد اہم ترین کتابیں حضرت سے پڑھیں، جن میں ہدایہ آخرین، میبذی اور دورۂ حدیث کے سال جامع ترمذی شامل ہیں، پھر اس کے بعد بھی الحمد للہ استفادہ کا سلسلہ کسی نہ کسی جہت سے قائم رہا۔ حضرت کا دلنشین اندازِ تدریس ہم سب ساتھیوں کے درمیان یکساں طور پر مقبول اور محبوب تھا اور اس کی خصوصیت یہ تھی کہ مشکل سے مشکل مباحث حضرت کی سلجھی ہوئی تقریر کے ذریعے پانی ہو جاتے تھے، خاص طور سے جامع ترمذی کے درس میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آئی کہ شروحِ حدیث کے وہ مباحث جو مختلف کتابوں میں غیر مرتب انداز میں پھیلے ہوئے ہوتے، وہ حضرت کے درس میں نہایت انضباط کے ساتھ اس طرح مرتب ہو جاتے کہ ان کا سمجھنا اور یاد رکھنا ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت آسان ہو تا اور اس طرح حضرت نے ایک کتاب اور اس کے موضوعات ہی نہیں پڑھائے، بلکہ اس بات کی تعلیم بھی دی کہ بکھرے ہوئے مباحث کو کس طرح سمیٹا جائے اور انہیں فہم سے قریب کرنے کے لیے کیا انداز اختیار کیا جائے۔ حضرت کے اس اندازِ تدریس کا یہ احسان میرے علاوہ ان تمام طلبہ کے لیے ناقابل فراموش ہے جنہیں حضرت سے پڑھنے کے بعد کسی علمی خدمت کا موقع ملا۔

حضرت نے اپنے علمی مقام اور اپنے وسیع افادات کو ہمیشہ اپنی اس متواضع، سادہ اور بے تکلف زندگی کے پردے میں چھپائے رکھا جس کا مشاہدہ ہر شخص آج بھی ان سے ملاقات کر کے کر سکتا ہے۔

لیکن پچھلے دنوں حضرت کے بعض تلامذہ نے آپ کی تقریر بخاری کو ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا اور اب بفضلہ تعالیٰ اس کی پانچ ضخیم جلدیں "کشف الباری" کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

جب پہلی بار "کشف الباری" کا ایک نسخہ میرے سامنے آیا تو حضرت سے پڑھنے کے زمانے کی جو خوشگوار یادیں ذہن پر مرتسم تھیں، انہوں نے طبعی طور پر کتاب کی طرف اشتیاق پیدا کیا۔ لیکن آج کل مجھ ناکارہ کو گوناگوں مصروفیات

اور اسفار کے جس غیر متناہی سلسلے نے جکڑا ہوا ہے اس میں مجھے اپنے آپ سے یہ امید نہ تھی کہ میں ان ضخیم جلدوں سے پورا پورا استفادہ کر سکوں گا، یوں بھی اردو زبان میں اکابر سے لے کر اصاغر تک بہت سے حضرات اساتذہ کی تقاریر بخاری معروف و متداول ہیں اور ان سب کو بیک وقت مطالعے میں رکھنا مشکل ہوتا ہے۔

لیکن جب میں نے "کشف الباری" کی پہلی جلد سرسری مطالعے کی نیت سے اٹھائی تو اس نے مجھے خود مستقل طور پر اپنا قاری بنالیا۔ اپنے درس بخاری کے دوران جب میں "فتح الباری، عمدة القاری، شرح ابن بطال، فیض الباری، لامع الدراری اور فضل الباری کا مطالعہ کرنے کے بعد "کشف الباری" کا مطالعہ کرتا تو ظاہر ہوتا کہ اس کتاب میں مذکورہ تمام کتابوں کے اہم مباحث دلنشین تفہیم کے ساتھ اس طرح یکجا ہوگئے ہیں جیسے ان کتابوں کا لب لباب اس میں سمٹ آیا ہو۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور مباحث اس پر مستزاد ہیں۔ اس طرح مجھے بفضلہ تعالیٰ "کشف الباری" کی ابتدائی دو جلدوں کا تقریباً بالاستیعاب مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا اور کتاب المغازی والی جلد کے بیشتر حصے سے استفادہ نصیب ہوا اور اگر میں یہ کہوں تو شاید یہ مبالغہ نہیں ہوگا کہ اس وقت صحیح بخاری کی جتنی تقاریر اردو میں دستیاب ہیں ان میں یہ تقریر اپنی نافعیت اور جامعیت کے لحاظ سے سب پر فائق ہے۔ اور یہ صرف طلبہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ صحیح بخاری کے اساتذہ کے لیے بھی نہایت مفید ہے۔ مباحث کے انتخاب، تطویل اور اختصار میں ہر پڑھانے والے کا مذاق جدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں صحیح بخاری کے طالب علم اور استاذ کے لیے تقریباً تمام ضروری مسائل کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ پہلی دو جلدیں تقریباً 14 سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اور ان میں صرف کتاب الایمان مکمل ہوئی ہے۔ جب کہ شروع میں علم حدیث اور صحیح بخاری کے بارے میں نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے دوسری دو جلدیں کتاب المغازی اور کتاب التفسیر پر مشتمل ہیں۔ اور ان کی ضخامت بھی قریب قریب اتنی ہی ہے۔

اس تقریر کی ترتیب اور تدوین میں مولانا نورالبشر اور مولانا ابن الحسن عباسی صاحبان (فاضلین دارالعلوم کراچی) نے اپنی صلاحیت اور قابلیت کا بہترین مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں، وفقهما الله تعالیٰ لأمثال أمثاله، دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور تقریر کے باقی ماندہ حصے بھی اسی معیار کے ساتھ مرتب ہو کر شائع ہوں۔ انشاءاللہ یہ کتاب اپنی تکمیل کے بعد اردو میں صحیح بخاری کی جامع ترین شرح ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبِ تقریر کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر بعافیت تامہ قائم رکھیں، ہمیں اور پوری امت کو ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

احقر اس لائق نہیں تھا کہ حضرتِ والا کی تقریر کے بارے میں کچھ لکھتا، لیکن تعمیلِ حکم میں یہ چند بے ربط اور بے ساختہ تاثرات قلمبند ہو گئے۔ حضرت صاحبِ تقریر اور اس عظیم الشان کتاب کا مرتبہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔

☆☆☆☆

٧٩ - کتاب الطب

کتاب الطب(الأحادیث: ۵۳۵۴-۵۴۴۵)

کتاب الطب میں ستاون ابواب ہیں جن میں چوبیس ابواب کی تشریح اس سے پہلی جلد میں گذر چکی ہے، اس جلد میں بقیہ تینتیس ابواب آگئے ہیں۔

۲۵ - باب : ذَاتِ الْجَنْبِ .

۵۳۸۸ : حدّثني محمّدٌ : أَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ بَشِيرٍ ، عَنْ إِسْحٰقَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ ، وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ، وَهِيَ أُخْتُ عُكَاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ ، أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بِابْنٍ لَهَا قَدْ عَلَّقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ ، فَقَالَ : (اتَّقُوا اللّٰهَ ، عَلَى ما تَدْعَرُونَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذِهِ الْأَعْلَاقِ ، عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ)
يُرِيدُ الْكُسْتَ ، يَعْنِي الْقُسْطَ . قالَ : وَهِيَ لُغَةٌ . [ر : ۵۳٦۸]

۵۳۸۹ : حدّثنا عارِمٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قالَ : قُرِئَ عَلَى أَيُّوبَ مِنْ كُتُبِ أَبِي قِلَابَةَ ، مِنْهُ ما حَدَّثَ بِهِ ، وَمِنْهُ ما قُرِئَ عَلَيْهِ ، وَكَانَ هٰذَا فِي الْكِتَابِ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ وَأَنَسَ ابْنَ النَّضْرِ كَوَيَاهُ . وَكَوَاهُ أَبُو طَلْحَةَ بِيَدِهِ .

وَقَالَ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : أَذِنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ لِأَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْأَنْصَارِ أَنْ يَرْقُوا مِنَ الْحُمَةِ وَالْأُذُنِ .

قالَ أَنَسٌ : كُوِيتُ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ ، وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَيٌّ ، وَشَهِدَنِي أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَسُ ابْنُ النَّضْرِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ ، وَأَبُو طَلْحَةَ كَوَانِي .

جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ذات الجنب ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے۔

ذات الجنب کی قسمیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ذات الجنب کی دو قسمیں ہیں:

❶ ایک قسم اس کی ورم کی شکل میں ہوتی ہے، انسان کی پسلیوں کے اندرونی پٹھوں میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے مریض پانچ تکلیفوں میں مبتلا ہوتا ہے، بخار، کھانسی، نخس (دباؤ)، سانس کی تنگی

وتکلیف اور نبض منشاری، ذات الجنب کی یہ ایک خطرناک قسم ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا "ماکان اللہ لیسلطها عليّ" (۱) یعنی اللہ اس کو مجھ پر مسلط نہ کرے۔

❷ ذات الجنب کی دوسری قسم اس درد کی صورت میں ہوتی ہے جو گیس کی وجہ سے آدمی کے پہلو میں اُٹھتا ہے، حدیث میں ذات الجنب سے یہی دوسری قسم مراد ہے، اس لیے کہ عود ہندی اسی دوسری قسم کے لیے مفید ہے کیونکہ وہ گیس کو رفع کرتا ہے اور باطنی اعضاء کو تقویت دیتا ہے۔ (۲)

البتہ اگر پہلی قسم بلغم کی وجہ سے پیدا ہو تو ایسی صورت میں بھی عودِ ہندی مفید ہے۔ (۳)

باب کی دوسری روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عارم ہیں، ان کا نام محمد بن الفضل ہے (۴)، وہ حماد بن زید سے نقل کرتے ہیں:

قرئ علی أیوب من کتب أبي قلابة، منه ماحدث به ومنه ماقرئ علیه، وکان هذا في الکتاب

حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے پاس حضرت ابوقلابہ عبداللہ بن زید جرمی کی لکھی ہوئی احادیث کا مجموعہ تھا، ایوب کبھی اس مجموعے سے حدیث پڑھ کر سناتے اور کبھی حدیث کوئی دوسرا پڑھتا اور آپ سنتے، یہ حدیث بھی اس مجموعہ میں تھی۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ (زید بن سہل) اور حضرت انس بن النضر (حضرت انس بن مالک کے چچا) نے حضرت انس کو داغا اور داغنے کا عمل حضرت ابوطلحہ نے انجام دیا۔

وقال عباد بن منصور عن أیوب عن أبي قلابة عن أنس بن مالك قال: أذن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لأهل بیت من الأنصار، أن یرقوامن الحمة والأذن

حضرت انس﷜ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھر والوں کو اجازت دی کہ وہ زہر اور کان کے درد میں دم کر سکتے ہیں۔

---

(۱) فتح الباري: ۲۱۲/۱۰، إرشاد الساري: ۴۴۲/۱۲
(۲) فتح الباري: ۲۱۲/۱۰، إرشاد الساري: ۴۴۲/۱۲، عمدة القاري: ۲۵۱/۲۱
(۳) فتح الباري: ۲۱۲/۱۰، إرشاد الساري: ۴۴۳/۱۲
(۴) فتح الباري: ۲۱۲/۱۰، إرشاد الساري: ۴۴۲/۱۲، عمدة القاري: ۲۵۲/۲۱

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ عمرو بن حزم کے گھر والے تھے۔(۵)

آگے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے داغا گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے، حضرت ابو طلحہ، حضرت انس بن نضر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے عباد بن منصور کی یہ تعلیق اس لیے ذکر فرمائی کہ اس میں حضرت انسؓ نے تصریح کر دی ہے کہ مجھے ذات الجنب بیماری کی وجہ سے داغا گیا تھا، اس سے پہلے عارم کی روایت میں داغنے کا تو ذکر ہے لیکن ''ذات الجنب'' کا ذکر نہیں تھا، عباد بن منصور کی تعلیق میں اس کی وضاحت آگئی۔

عباد بن منصور

ان کی کنیت ابو مسلمہ ہے اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے،(۶) یہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، ائمہ جرح و تعدیل نے ان پر جرح کی ہے کہ یہ تدلیس کرتے تھے، ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا(۷) یحییٰ بن قطان نے فرمایا کہ جس وقت ہم نے انھیں دیکھا انھیں حدیثیں یاد نہیں رہی تھیں۔(۸)

ابن عدی نے فرمایا مجموعی لحاظ سے ان کی حدیثیں لکھی جا سکتی ہیں۔(۹) بعضوں نے انھیں مطلقاً ضعیف قرار دیا ہے۔(۱۰)

---

(٥)صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين و النملة والحمة والنظرة: ١٧٢٦/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٩)

(٦)فتح الباري: ٢١٣/١٠، نیز دیکھیے تهذيب الكمال: ١٥٦/١٤، وتهذيب التهذيب: ١٠٣/٥

(٧)فتح الباري: ٢١٣/١٠، چنانچہ اس کے بارے میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "قال مهنأعن أحمد كانت أحاديثه منكرة وكان قدرياً وكان يدلس...... وقال الجوزجاني: كان يرى برأيهم وكان سيئى الحفظ،(تهذيب التهذيب: ١٠٥/٥)

(٨) تهذيب الكمال: ١٥٨/١٤، تهذيب التهذيب: ١٠٤/٥

(٩)تهذيب الكمال: ١٦٠/١٤، تهذيب التهذيب: ١٠٤/٥

(١٠)تهذيب التهذيب: ١٠٥/٥، طبقات ابن سعد: ٢٧٠/٧

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی یہ ایک تعلیق صحیح بخاری میں ذکر کی ہے، اس تعلیق کو ابو یعلی نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۱)

أن يرقوامن الحمة والأذن

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اذن سے کان کا درد مراد ہے۔ أي رخص في رقية الأذن، إذا كان بها وجع(۱۲)

داغنے کے متعلق تفصیلی کلام گذر چکا ہے اور دم کے متعلق تفصیل چند ابواب آگے آرہی ہے۔

٢٦ – باب : حَرْقِ الحَصِيرِ لِيُسَدَّ بِهِ ٱلدَّمُ .

٥٣٩٠ : حدّثني سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ . عَنْ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قالَ : لَمَّا كُسِرَتْ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ الْبَيْضَةُ ، وَأُدْمِيَ وَجْهُهُ ، وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ ، وَكانَ عَلِيٌّ يَخْتَلِفُ بِالمَاءِ فِي الْمِجَنِّ ، وَجاءَتْ فاطِمَةُ تَغْسِلُ عَنْ وَجْهِهِ ٱلدَّمَ ، فَلَمَّا رَأَتْ فاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ ٱلدَّمَ يَزِيدُ عَلَى المَاءِ كَثْرَةً ، عَمَدَتْ إِلَى حَصِيرٍ فَأَحْرَقَتْهَا ، وَأَلْصَقَتْهَا عَلَى جُرْحِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، فَرَقَأَ ٱلدَّمُ . [ر : ٢٤٠]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے خون روکنے کے لیے چٹائی جلانے کو بیان فرمایا ہے، ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "حَرْق الحصير" درست نہیں، صحیح "إحراق الحصير" ہے، إحراق کے معنی جلانے کے آتے ہیں، یا باب تفعیل سے "تحريق الحصير" ہونا چاہیے کیونکہ مجرد میں "حَرْق" کے معنی جلانے کے نہیں آتے۔(۱۳)

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے "حَرْق" کو درست قرار دیا اور کہا کہ اس کے معنی جلانے کے آتے ہیں، جب باب افعال یا تفعیل سے ہو تو اس وقت اس کے معنی جلانے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔(۱۴)

(١١)فتح الباري: ٢١٣/١٠، إرشاد الساري: ٢٤٣/١٢، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٢)فتح الباري: ٢١٣/١٠، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٣)فتح الباري: ٢١٤/١٠، عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

(١٤)عمدة القاري: ٢٥٣/٢١

روایت باب کتاب الجہاد اور کتاب المغازی میں گذر چکی ہے کہ غزوۂ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک زخمی ہو گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لا رہے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خون چہرۂ انور سے دھو رہی تھیں، لیکن جب دیکھا کہ خون رُک نہیں رہا بلکہ پانی کی وجہ سے بڑھ رہا ہے تو ایک چٹائی کو لے کر جلایا اور پھر اس کی جلی ہوئی راکھ کو زخم پر رکھا تو خون رُک گیا۔

کسی بھی چیز کی راکھ ہو، اس میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اگر اسے زخم پر لگا دیا جائے تو خون رُک جاتا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ”التداوي بالرماد“ کا عنوان لگا کر ترجمہ قائم کیا ہے۔(۱۵)

٢٧ - باب : الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ .

٥٣٩١ : حدَّثني يحيى بْنُ سُلَيْمَانَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ، فَأَطْفِئُوهَا بِالمَاءِ) . قالَ نَافِعٌ : وَكانَ عَبْدُ ٱللهِ يَقولُ : ٱكْشِفْ عَنَّا الرِّجْزَ . [ر : ٣٠٩١]

٥٣٩٢ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ فاطِمَةَ بِنْتِ المُنْذِرِ : أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : كانَتْ إِذَا أُتِيَتْ بِالمَرْأَةِ قَدْ حُمَّتْ تَدْعُو لَهَا ، أَخَذَتِ المَاءَ ، فَصَبَّتْهُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا . وقالَتْ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَأْمُرُنَا أَنْ نَبْرُدَهَا بِالمَاءِ .

٥٣٩٣ : حدَّثني محمَّدُ بْنُ المُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ، فَٱبْرُدُوهَا بِالمَاءِ) . [ر : ٣٠٩٠]

٥٣٩٤ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَبَايَةَ ٱبْنِ رِفاعَةَ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ ، فَٱبْرُدُوهَا بِالمَاءِ) . [ر : ٣٠٨٩]

(٥٣٩٢) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل داءٍ دواء واستحباب التداوي: ١٧٣٢/٤ (رقم الحديث: ٢٢١١) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب تبريد الحمّى بالماء: ٣٧٩/٤ (رقم الحديث: ٧٦١٠) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب الحمّى من فيح جهنم، فأبردوها بالماء: ١١٤٩/٢ (رقم الحديث: ٣٤٧١)

(١٥) سنن الترمذي ، كتاب الطب: باب التداوي بالرماد: ٤١١/٤ (رقم الحديث: ٢٠٨٥)

پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار جہنم کا شعلہ ہے اس لیے اس کی گرمی کو پانی سے بجھاؤ۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی عورت بخار کی حالت میں دعا کے لیے لائی جاتی تو وہ پانی لیتیں اور اس کو اس عورت کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پانی کے ذریعے اس کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیتے تھے، احادیث میں تین طرح کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، فیح، فَوْح اور فَوْر، تینوں کے ایک ہی معنی ہیں، تپش، بھڑک اور شعلہ۔(١٦)

الحمی من فیح جهنم سے یا تو حقیقی معنی مراد ہیں کہ بخار کی تپش جہنم کا ایک حصہ اور شعلہ ہے تاکہ اس کی تپش کو محسوس کر کے لوگ جہنم کی گرمی اور عذاب کا کچھ اندازہ کر سکیں اور یا حقیقی معنی مراد نہیں، بلکہ یہ مجازاً اور بطور تشبیہ کہا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ بخار کی تپش، جہنم کی گرمی اور تپش کی مشابہہ ہے۔(١٧)

فأبردوها بالماء

یہاں تو مطلقاً "ماء" کا ذکر ہے، بعض روایات میں "ماء زمزم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، چنانچہ امام نسائی، ابن حبان اور امام حاکم نے "عفان عن همام" کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "فأبردوها بماء زمزم"(١٨) بہر حال اہل مکہ کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آپِ زمزم استعمال کریں کیوں کہ وہ انھیں ہر وقت میسر ہے لیکن باقی لوگوں کے لیے عام پانی بھی مفید رہتا ہے۔

---

(١٦)فتح الباري: ٢١٥/١٠، عمدة القاري: ٢٥٤/٢١

(١٧)فتح الباري: ٢١٥/١٠، عمدة القاري: ٢٥٤/٢١، إرشاد الساري: ٤٤٤/١٢

(١٨)السنن الكبرى للنسائي، كتاب الطب، باب تبريد الحمى بماء زمزم: ٣٨٠/٤ (رقم الحديث: ٧٦١٤)

والإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الطب، باب ذكر الخبر المفسر للفظة المجملة...... : ٦٢٣/٨ (رقم الحديث : ٦٠٣٦)

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں کسی کو یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ بخار کی بعض قسموں میں ٹھنڈا پانی جسم میں استعمال کرنا مفید نہیں ہے، خاص کر سردی لگنے کی وجہ سے جو بخار آتا ہے اس میں پانی کا استعمال نقصان دہ ہوتا ہے تو پھر حضور ﷺ نے مطلقاً یہ کیسے ارشاد فرمادیا؟(۱۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلقاً ہر بخار کے لیے نہیں بلکہ بخار کی ان قسموں سے متعلق ہے جن میں پانی سے جسم کو ٹھنڈا کرنا مفید ہے، عموماً جو بخار گرمی اور گرم لُو لگنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس میں پانی کا استعمال بہت مفید رہتا ہے اور چونکہ حجاز گرم ہے تو وہاں لوگوں کو عموماً گرمی اور تپش کی وجہ سے بخار ہو جاتا تھا، اس لیے حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس سے متعلق ہے، ہر بخار کے بارے میں نہیں۔(۲۰)

بخار میں ٹھنڈا پانی کیسے استعمال کیا جائے

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ جسم کو بخار میں پانی سے ٹھنڈک پہنچانے کا کوئی مخصوص طریقہ ہے یا کسی بھی طرح پانی استعمال کیا جا سکتا ہے؟

اس کا ایک طریقہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ بخار والے شخص کے سینے پر پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔(۲۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں ایک اور طریقہ بیان کیا گیا "إذا أصاب أحدكم الحمى...... فإن الحمى قطعة من النار...... فليطفئها عنه بالماء، فليستنقع نهرا جاريا، وليستقبل جرية الماء فيقول: بسم الله، اللهم اشف عبدك، وصدّق رسولك، بعد صلاة الصبح قبل طلوع الشمس، فليغتمس فيه ثلاث

(۱۹) فتح الباري: ۲۱۶/۱۰، عمدة القاري: ۲۵٤/۲۱

(۲۰) فتح الباري: ۲۱۶/۱۰، عمدة القاري: ۲۵٤/۲۱

(۲۱) جیسا کہ روایت باب میں ہے۔

غمسات ثلاثة أيام، فإن لم يبرأ في ثلاثة فخمس ، وإلافسبع ، وإلافتسع، فإنها لاتكاد تجاوزتسعا بإذن الله"(۲۲)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بخار زدہ شخص صبح نماز کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے کسی نہر میں اُتر جائے اور جس طرف سے پانی بہہ کر آرہا ہے اُدھر چہرہ اور سینہ کردے اور "اللهم اشف عبدك وصدّق رسولك" کہہ کر اس میں تین ڈبکیاں لگائے، تین دن یہ عمل کرے، ٹھیک ہو جائے گا، ورنہ پانچ دن، یا پھر سات دن اور یا پھر نو دن یہ عمل دہرائے، نو دن کے اندر اندر بخار ان شاءاللہ ضرور جاتا رہے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے(۲۳) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں سعید بن زرعہ ایک مختلف فیہ راوی ہیں۔(۲۴)

بزار نے حضرت سمرہؓ کی ایک روایت ذکر کی ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذاحم، دعا بقربة من ماء فأفرغها على قرنه فاغتسل"(۲۵) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بخار میں پانی کا مشکیزہ منگواتے، اسے اپنے سر کے بالوں پر ڈال کر غسل فرماتے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت کی تصدیق فرمائی،(۲۶) لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تضعیف کی ہے۔(۲۷)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور اس کی سند قوی ہے،(۲۸) حضرت انسؓ نے فرمایا "إذاحم أحدكم فليشن عليه من الماء

---

(۲۲)سنن الترمذي ، كتاب الطب،باب: ۳۳، ٤/٤١٠(رقم الحديث: ٢٠٨٤)

(۲۳)سنن الترمذي، كتاب الطب، باب ۳۳: ٤/٤١١ (رقم الحديث: ٢٠٨٤)

(٢٤)فتح الباري: ١٠/٢١٧

(٢٥)المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الطب، باب الحمى قطعة من النار، فأبردوها عنكم بالماء: ٤/٤٠٤

(٢٦)التلخيص للذهبي، كتاب الطب: ٤/١٠١

(٢٧) فتح الباري: ١٠/٢١٨

(٢٨)فتح الباري: ١٠/٢١٨

البارد من السحر ثلاث ایال"(۲۹) یعنی بخار زدہ شخص پر صبح کے وقت ٹھنڈا پانی تین دن تک چھڑکا جائے۔

طبرانی کی ایک روایت میں "وصبوه علیکم فیما بین الأذانین المغرب و العشاء"(۳۰) کے الفاظ بھی آئے ہیں کہ مغرب اور عشا کے درمیان کے وقت محموم پر پانی بہادیا جائے۔

قال نافع: وكان عبدالله يقول: اكشف عنا الرِّجز

یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے یہ عذاب دور کرو، کیونکہ حدیث میں اس کو "فیح جهنم" کہا گیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"وانما طلب ابن عمر كشفه مع مافيه من الثواب لمشروعية طلب العافية من الله سبحانه وتعالیٰ، إذهو قادر على أن يكفر سيئات عبده ويعظم ثوابه، من غير أن يصيبه شئي يشق عليه"(۳۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بخار زائل ہونے کی دعا کی، باوجودیکہ اس میں اجر و ثواب ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنا مشروع ہے، اس لیے کہ بیماریوں اور مصائب میں مبتلا کیے بغیر بھی اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔

۲۸ – باب : مَنْ خَرَجَ مِنْ أَرْضٍ لَا تلَايِمُهُ.

۵۳۹۵ : حدّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ نَاسًا ، أَوْ رِجالاً ، مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ ، قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَتَكَلَّمُوا بِالْإِسْلَامِ ، وَقالُوا : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ، إِنَّا كُنَّا أَهْلَ ضَرْعٍ ، وَلَمْ نَكُنْ أَهْلَ رِيفٍ ، وَاسْتَوْخَمُوا الْمَدِينَةَ ، فَأَمَرَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِذَوْدٍ وَبِرَاعٍ ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فِيهِ .

(۲۹) المستدرك للإمام الحاكم، كتاب الطب، باب عليكم بألبان البقر: ٤٠٣/٤، فتح الباري: ٢١٨/١٠

(۳۰) فتح الباري: ٢١٨/١٠، مجمع الزوائد، كتاب الطب، باب ماجاء في الحمى وإبرادها بالماء: ٩٥/٥

(۳۱) فتح الباري: ٢١٨/١٠

فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَانْطَلَقُوا حَتَّى كانوا نَاحِيَةَ الحَرَّةِ ، كَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ ، وَقَتَلُوا رَاعِيَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَٱسْتَاقُوا ٱلذَّوْدَ ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَبَعَثَ الطَّلَبَ فِي آثَارِهِمْ ، وَأَمَرَ بِهِمْ فَسَمَرُوا أَعْيُنَهُمْ وَقَطَعُوا أَيْدِيَهُمْ ، وَتُرِكُوا فِي نَاحِيَةِ الحَرَّةِ ، حَتَّى مَاتُوا عَلَى حَالِهِمْ .
[ر : ٢٣١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر کسی زمین اور کسی علاقہ کی آب و ہوا انسان کو موافق نہ آئے تو وہ اسے چھوڑ کر کہیں اور جا سکتا ہے، امام نے عرینیین کے واقعے سے استدلال کیا ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے اور یہاں کی آب و ہوا انھیں موافق نہ آئی، بیمار ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینہ منورہ سے باہر ایک مقام پر جانے کے لیے کہا، وہ وہاں گئے اور ٹھیک ہو گئے لیکن پھر انھوں نے ناشکری کر کے ارتداد ختیار کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راعی (جانوروں کی حفاظت کرنے والے) کو قتل کیا، قصاصاً ان سب کو قتل کیا گیا، اس واقعے کی تفصیل گذر چکی ہے۔

٢٩ – باب : ما يُذْكَرُ في الطَّاعُونِ .

طاعون فاعول کے وزن پر طعن سے ہے،(٣٢) طاعون اصل میں وبا کی شکل میں پھیل جانے والی ایک خاص بیماری کا نام ہے جس میں بسا اوقات جسم کے مختلف حصوں، خاص کر بغل وغیرہ میں گلٹی نکل آتی ہے، جسم سرخ یا سیاہ ہو کر جلنے لگتا ہے، دل پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہے، قے آنے لگتی ہے اور آدمی بہت جلد موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔(٣٣)

---

(٣٢)فتح الباري: ١٠/٢٢١،عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، إرشاد الساري: ١٢/٤٤٨

(٣٣)قال الخليل: الطاعون الوباء، وقال صاحب "النهاية": الطاعون المرض العام الذي يفسدله الهواء وتفسدبه الأمزجة والأبدان، وقال عياض: أصل الطاعون القروح الخارجة في الجسد، وقال ابن عبدالبر: الطاعون غدة تخرج في المراق والآباط وقد تخرج في الأيدي والأصابع وحيث ماشاء الله، وقال الغزالي: هوانتفاخ جميع البدن من الدم مع الحمى أو انصباب الدم إلى بعض الأطراف ينتفخ ويحمر ويذهب ذلك العضو، (فتح الباري: ١٠/٢٢١)

حدیث میں آتا ہے کہ طاعون جنات کے اندرونی جسم کو ڈسنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرمائی ہے، آپ نے فرمایا، میری امت طعن اور طاعون کی وجہ سے فنا ہوگی، صحابہ نے کہا، یارسول ﷺ طعن تو ہم جانتے ہیں (طعن نیزہ مارنے کو کہتے ہیں) لیکن طاعون کیا چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "وَخز إخوانكم من الجن وفي كل شهادة" اور ایک روایت میں "وخز أعدائكم من الجن" ہے(۳۴) وخز کی تشریح "طعن ليس بنافذ" سے کی گئی ہے یعنی کچو کا دینا، کوئی چیز چبانا(۳۵)۔

بہر حال ہو سکتا ہے کہ اصل سبب جنوں کا اندرونی جسم کو کچو کے لگانا ہو لیکن جسم کے ظاہری حصے پر اس کا اثر گلٹی اور پھوڑے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔(۳۶)

اسلام میں سب سے پہلے وبا کب پھیلی؟

اسلام میں سب سے پہلے طاعون کی وبا رملہ اور بیت القدس کے درمیان ایک بستی "عمواس" میں پھیلی، حضرات صحابہ اور مجاہدین، شام میں جہاد کے سلسلے میں وہاں موجود تھے، اس میں تیس ہزار کے قریب مسلمان فوت ہوئے۔(۳۷)

ایک اشکال اور اس کا جواب

بعض حضرات نے کہا کہ طاعون اگر جنات اور شیاطین کے چوکے مارنے کی وجہ سے پھیلتا ہے تو پھر رمضان المبارک میں طاعون نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ رمضان میں تو سرکش شیاطین باندھ دیے

---

(۳٤) مسندالإمام أحمد بن حنبل: ٤/٤١٧، وفي رواية "وفي كل شهداء" مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٤/٣٩٥، عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، مسند احمد کی روایت میں "إخوانكم" کا لفظ نہیں ہے۔

(۳٥) عمدة القاري: ٢١/٢٥٦، فتح الباري: ١٠/٢٢٣، النهاية في غريب الحديث والأثر: ٥/١٦٣

(۳٦) عمدةالقاري: ٢١/٢٥٧، إرشادى السارى: ١٢/٤٤٨، فتح الباري: ١٠/٢٢٢

(۳۷) عمدة القاري: ٢١/٢٥٦

جاتے ہیں، حالانکہ رمضان کا کوئی استثناء نہیں ہے، رمضان میں بھی یہ وبا پھیل سکتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے شیطان کا حملہ رمضان سے پہلے ہو لیکن اس کا اثر رمضان میں ظاہر ہوا ہو۔(۳۸)

٥٣٩٦ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ سَعْدًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا) . فَقُلْتُ : أَنْتَ سَمِعْتَهُ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَلَا يُنْكِرُهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ . [ر : ٣٢٨٦]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کر رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا "جب کسی علاقے میں طاعون کے متعلق سنو تو وہاں نہ جاؤ اور جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے نہ نکلو"۔

فقلت : أنت سمعته يحدث سعدا، ولاينكره ، قال: نعم

حبیب بن ابی ثابت کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن سعد سے پوچھا کہ آپ نے اسامہ بن زید کو یہ حدیث سعد سے بیان کرتے ہوئے سنا ہے اور (آپ کے ابا) سعد نے اس کا انکار نہیں کیا؟ تو انھوں نے کہا کہ جی ہاں میں نے خود سنا ہے۔

فقلت کے قائل حبیب بن ابی ثابت ہیں، انھوں نے اپنے شیخ ابراہیم بن سعد سے پوچھا کہ آپ نے اپنے شیخ اسامہ بن زید کو خود سنا ہے کہ انھوں نے یہ حدیث حضرت سعد سے نقل کی اور حضرت سعد نے اس کا انکار نہیں کیا تو ابراہیم نے کہا کہ ہاں میں نے یہ حدیث خود ان سے سنی ہے، ابراہیم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے صاحبزادے ہیں۔(۳۹)

---

(۳۸)إرشاد الساري: ۱۲/٤٤٩

(۳۹) عمدة القاري: ۲۱/۲۵۷، وإرشادى السارى: ۱۲/٤٤٩

٥٣٩٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ ٱبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الخَطَّابِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ الحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ خرجَ إِلَى الشَّأْمِ ، حَتَّى إِذَا كانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ .

قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : فَقَالَ عُمَرُ : ٱدْعُ لِي الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ ، فَدعَاهُمْ فَٱسْتَشَارَهُمْ ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ ، فَٱخْتَلَفُوا ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ ، وَلَا نَرَى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ ، وَقالَ بَعْضُهُمْ : مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، وَلَا نَرَى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ ، فَقَالَ : ٱرْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قالَ : ٱدْعُ لِي الْأَنْصارَ ، فَدَعَوْتُهُمْ فَٱسْتَشَارَهُمْ ، فَسَلَكُوا سَبِيلَ الْمُهَاجِرِينَ ، وَٱخْتَلَفُوا كَٱخْتِلَافِهِمْ ، فَقَالَ : ٱرْتَفِعُوا عَنِّي ، ثُمَّ قالَ : ٱدْعُ لِي مَن كان هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ ، فَدَعَوْتُهُمْ ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُم عَلَيْهِ رَجُلَانِ ، فَقَالُوا : نَرَى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلَى هٰذَا الْوَبَاءِ ، فَنَادَى عُمَرُ فِي النَّاسِ : إِنِّي مُصَبِّحٌ عَلَى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوا عَلَيْهِ . قالَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الجَرَّاحِ : أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ ٱللهِ ؟ فَقَالَ عُمَرُ : لَوْ غَيْرُكَ قالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ ؟! نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ ٱللهِ إِلَى قَدَرِ ٱللهِ ، أَرَأَيْتَ لَوْ كانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ ، إِحْدَاهُمَا خَصْبَةٌ ، وَالْأُخْرَى جَدْبَةٌ ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ ٱللهِ ، وَإِنْ رَعَيْتَ الجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ ٱللهِ ؟ قالَ : فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ، وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ ، فَقَالَ : إِنَّ عِنْدِي فِي هٰذَا عِلْمًا ، سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ) . قالَ : فَحَمِدَ ٱللهَ عُمَرُ ثُمَّ ٱنْصَرَفَ . [٦٥٧٢]

٥٣٩٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عامِرٍ : أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ ، فَلَمَّا كانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا ، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ) .

(٥٣٩٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الحيل، باب مايكره من الاحتيال في الفرار من الطاعون (رقم الحديث: ٦٥٧٢) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها: ١٧٤٠/٤ (رقم الحديث: ٢٢١٩) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الخروج من الأرض التي (اگلے صفحہ پر)

زمانہ طاعون میں حضرت فاروق اعظم کے شام جانے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور ان کے ساتھی حضرت فاروق اعظم سے ملے اور انھیں بتلایا کہ ملک شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ میرے پاس مہاجرین اولین کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا، آپ نے ان سے مشورہ کیا اور انہیں بتلایا کہ شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے (وہاں جانا چاہیے یا واپس ہو جانا چاہیے؟) ان میں اختلاف ہوا، بعضوں نے کہا کہ ہم جس کام کے لیے نکلے ہیں، اس سے واپس ہونا مناسب نہیں اور بعضوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ بڑے بڑے لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اس لیے اس وبا کی طرف پیش قدمی کرنا مناسب نہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے جب ان کا اختلاف دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر فرمایا کہ انصار کو بلا لاؤ، میں نے ان کو بلایا، ان سے مشورہ کیا تو وہ لوگ بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کرنے لگے، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان سے بھی کہا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر فرمایا کہ قریش کے شیوخ کو بلاؤ جنھوں نے فتح مکہ کے سال ہجرت کی تھی، چنانچہ میں نے ان کو بلایا، ان میں سے کسی بھی دو آدمیوں نے اختلاف نہیں کیا اور کہا کہ ہمارا خیال ہے آپ لوگوں کو واپس لے جائیں اور اس وبا پر پیش قدمی نہ کریں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ میں کل صبح واپسی کے لیے پابہ رکاب ہو رہا ہوں، چنانچہ صبح کے وقت لوگ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس آگئے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے کہا کہ امیر المؤمنین! اللہ کی تقدیر سے فرار اختیار کر رہے ہیں؟ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ "کاش تمھارے علاوہ کوئی اور شخص یہ جملہ کہتا، ہاں ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف فرار اختیار کر رہے ہیں، ذرا یہ بتائیں کہ آپ کے پاس اونٹ ہوں، آپ کسی وادی میں اتریں جس میں دو جانب ہوں

(گزشتہ سے پیوستہ) لابن ملائمه: ٣٦٢/٤ (رقم الحديث: ٧٥٢٢ و ٧٥٢٥) وأخرجه أبو داود في الجنائز، باب في فضل من مات في الطاعون: ١٨٨/٣ (رقم الحديث: ٣١١١)

(٥٣٩٨) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها: ١٧٤٠/٤ (رقم الحديث: ٢٢١٩)

جن میں سے ایک تو سرسبز وشاداب ہو اور دوسری خشک ہو تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ سرسبز حصے میں اونٹ چرائیں گے تو تقدیرالٰہی سے اور خشک میں چرائیں گے تو بھی تقدیرالٰہی کے سبب سے"۔

راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے، وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اب تک غائب تھے، انھوں نے کہا کہ میرے پاس اس کے متعلق علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی زمین کے متعلق سنو (کہ وہاں وبا پھیل گئی ہے) تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار ہو کر باہر نہ نکلو۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ حدیث سن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر وہاں سے واپس ہو گئے۔

حدثناعبداللّٰه بن یوسف، أخبرنامالك، عن ابن شهاب، عن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب......

اس سند میں تین تابعی اور دو صحابی ہیں اور سب کے سب مدنی ہیں، امام مالک، محمد بن شہاب زہری اور عبدالحمید بن عبدالرحمٰن تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث اور حضرت عبداللہ بن عباس دونوں صحابی ہیں۔ (۴۰)

عبداللہ بن عبداللہ بن الحارث کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ۹۹ ھجری میں ان کی وفات ہوئی۔ (۴۱)

ان عمر بن الخطابؓ خرج إلی الشام

یہ ربیع الثانی سن اٹھارہ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ سفر لوگوں کے حالات اور نظمِ حکومت معلوم کرنے کی غرض سے تھا۔ (۴۲)

حتی إذا کان سرغ

سَرْغ (سین کے زبر، راء کے سکون کے ساتھ) وادی تبوک کے قریب شام کی ایک بستی کا نام

(٤٠) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨

(٤١) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨

(٤٢) عمدةالقاري: ٢١/٢٥٨، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠

ہے، مدینہ منورہ سے تیرہ مراحل کے فاصلہ پر ہے۔(۴۳)

لقيه أمراء الأجناد أبوعبيدة بن الجراح وأصحابه

اس مقام پر حضرت فاروق سے لشکر اسلام کے امراء نے ملاقات کی، حضرت ابو عبیدۃ (عامر بن عبداللہ یا عبداللہ بن عامر) اور ان کے ساتھی حضرت خالد بن الولید، زید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ اور عمرو بن العاص مراد ہیں، حضرت فاروق اعظمؓ نے شام کو مختلف لشکروں میں تقسیم کیا تھا، اردن، حمص، دمشق، فلسطین، قنسرین...... ہر ایک مستقل لشکر کا حصہ تھا اور ہر ایک حصے کا الگ امیر تھا،(۴۴) اس لیے یہاں "أمراء الأجناد" جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

فأخبروه أن الوباء قد وقع بأرض الشام

وبا سے طاعون مراد ہے، سن اٹھارہ ہجری کے محرم اور صفر میں شام میں طاعون پھیلا تھا لیکن پھر ختم ہوا، جب حضرت فاروق اعظم وہاں پہنچے تو دوبارہ یہ وبا پھیل گئی تھی۔(۴۵)

ادع لي المهاجرين الأولين

مہاجرین اولین سے وہ جلیل القدر صحابہ مراد ہیں جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور دونوں قبلوں بیت المقدس اور بیت اللہ شریف کی طرف نماز پڑھی۔(۴۶)

معك بقية الناس وأصحاب رسول الله ﷺ

بقية الناس سے بقية الصحابة مراد ہیں، یعنی آپ کے ساتھ زندہ رہ جانے والے صحابہ ہیں "أصحاب رسول الله" اس کے لیے عطف تفسیری ہے، أطلق عليهم ذلك تعظيماً لهم أي ليس الناس إلاهم یعنی ان کے لیے تعظیماً "بقية الناس" کا لفظ استعمال کیا گویا اصل لوگوں میں سے تو یہی

(٤٣) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠، فتح الباري: ١٠/٢٢٦، ٢٢٧

(٤٤) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠، ٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

(٤٥) فتح الباري: ١٠/٢٢٦، إرشاد الساري: ١٢/٤٥٠

(٤٦) عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١

حضرات بچے ہیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ بقیة الناس سے عام صحابہ اور أصحاب سے خاص صحابہ مراد ہوں۔(۴۷)

ادع لي من كان ههنا من مشيخة قريش

یعنی یہاں جو قریش کے بزرگ حضرات ہیں انھیں بلالاؤ، مَشِیْخَة شیخ کی جمع ہے،اس لفظ کی دس جمع آتی ہیں ❶ شُیُوخ (شین کے ضمہ کے ساتھ) ❷ شِیُوخ (شین کے کسرہ کے ساتھ) ❸ أشْیاخ ❹ شِیَخة (شین کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) ❺ شِیْخان (شین کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ❻ مَشایِخ (یاء کے ساتھ، ہمزہ کے ساتھ غلط ہے،لوگ عموماً اس کو ہمزہ کے ساتھ لکھتے اور پڑھتے ہیں) ❼ مَشِیْخَة (میم کے فتحہ اور شین کے کسرہ ساتھ) ❽ مَشْیَخاء (میم اور شین کے فتحہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) ❾ مَشْیُوْخا (میم کے فتحہ، شین کے سکون اور یاء کے ضمہ اور واؤ کے ساتھ) ❿ مَشْیُخاء

اس طرح لفظ شیخ کی کل دس جمع آتی ہیں۔(۴۸)

من مُهَاجِرة الفتح

❶ اس سے یا وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے سال مدینہ منورہ ہجرت کی۔

❷ یا وہ لوگ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔

❸ اور یا وہ صحابہ مراد ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کرلی تھی۔

ہجرت کا حکم اگرچہ فتح مکہ کے بعد باقی نہیں رہا تھا، حضور ﷺ نے فرمایا تھا "لا هجرة بعد الفتح" تاہم صورتاً ہجرت انھوں نے کرلی،اس صورت میں یہ ان صحابہ سے احتراز ہوگا جنھوں نے بالکل ہجرت نہیں کی اور فتح مکہ کے بعد بھی وہ مکہ ہی میں مقیم رہے۔(۴۹)

---

(٤٧)فتح الباري: ١٠/٢٢٧، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢١/٤٥٨

(٤٨)عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

(٤٩)عمدة القاري: ٢١/٢٥٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٥١، فتح الباري: ١٠/٢٢٧

اس سے معلوم ہوا کہ جن صحابہ نے اگرچہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کی، ان کو ان صحابہ پر فضیلت حاصل ہے جنھوں نے ہجرت نہیں کی۔(۵۰)

إني مُصَبِّح على ظهر

مُصَبِّح: باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، صبح کے وقت سفر کرنے والا، ظہر سے ظہر الراحلة مراد ہے یعنی میں کل صبح سفر کے لیے پابہ رکاب ہونے والا ہوں۔(۵۱)

أفِراراً من قدر الله

یہ مفعول له ہے أي ترجع فراراً من قدر الله۔

لو غيرك قالها يا أباعبيدة

یہ شرط ہے، جزا محذوف ہے، جزا "لأدّبته" بھی ہوسکتی ہے یعنی اگر کوئی اور اس طرح کی بات کہتا تو میں اس کی تادیب کرتا اور جزا "لکان أولی" بھی ہوسکتی ہے یعنی کوئی اور یہ بات کہتا تو زیادہ بہتر تھا، آپ کے لیے اس طرح کا نامعقول اعتراض مناسب نہ تھا اور "لم أتعجب" بھی محذوف نکال سکتے ہیں کہ کوئی اور کہتا تو مجھے تعجب نہ ہوتا، آپ جیسے ذی علم آدمی سے سن کر بڑا تعجب ہوا۔(۵۲)

واديا له عُدْوتان

عُدْوة (واؤ کے ضمہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے، دال ساکن ہے) عُدْوة طرف اور جانب کو کہتے ہیں، وهوالمكان المرتفع من الوادي، وهو شاطئه۔(۵۳)

(۵۰) فتح الباري: ۱۰/۲۲۷

(۵۱) عمدةالقاري: ۲۱/۲۵۸، إرشاد الساري: ۱۲/٤٥۱

(۵۲) فتح الباري: ۱۰/۲۲۸، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۱/۲۵۹، إرشاد الساري: ۱۲/٤٥۱

(۵۳) عمدةالقاري: ۲۱/۲۵۹، فتح الباري: ۱۰/۲۲۸

إحداهما خَصِبَة

خَصِبَة (خاء پر فتحہ اور صاد پر کسرہ ہے) تروتازہ، سرسبز وشاداب، اس کے مقابلے میں جَدْبَة (جیم کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ) آتا ہے، خشک، قحط زدہ۔ (۵۴)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مثال دے کر انھیں سمجھایا کہ اگر کسی وادی میں دو طرف ہوں، ایک سرسبز وشاداب اور دوسری قحط زدہ اور خشک ہو اور آپ اپنے اونٹوں کو کسی ایک جانب چرانے کے لیے لے جائیں، سرسبز جانب لے جائیں گے تو اس کو بھی تقدیر الٰہی کے سبب سے چرانا کہیں گے، اور اگر خشک جانب چرائیں گے تو اسے بھی تقدیر الٰہی کے سبب چرانا کہیں گے، سرسبز وشاداب جانب میں اونٹ چرانے کو تقدیر الٰہی سے فرار نہیں کہا جاتا، اسی طرح ہم بھی اگر شام کے طاعون زدہ علاقے سے واپس چلے جائیں تو اسے بھی تقدیر الٰہی سے فرار نہیں کہنا چاہیے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے اشکال ہوتا ہے جو امام طحاوی رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل کی ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ جب شام آئے تو حضرت ابو طلحہ اور ابو عبیدہ نے ان کا استقبال کیا اور کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کے ساتھ بڑے صحابہ ہیں، ہم نے شام میں اپنے پیچھے جلتی ہوئی آگ چھوڑی ہے، اس لیے آپ اس سال واپس چلے جائیں، چنانچہ حضرت فاروق اعظمؓ واپس ہو گئے۔

حضرت انسؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کو واپس جانے کا مشورہ حضرت ابو عبیدہؓ نے دیا تھا، جب کہ یہاں بخاری کی روایت میں انھوں نے واپس جانے پر اعتراض کیا ہے۔ (۵۵)

لیکن دونوں باتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ابتدا میں تو واپس

---

(٥٤) عمدة القاري: ٢١/٢٥٩

(٥٥) فتح الباري: ١٠/٢٢٩

جانے کا مشورہ دیا لیکن بعد میں ان پر توکل کا مقام غالب آیا اور انھوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کرتے ہوئے واپس ہونے پر اعتراض کیا۔(۵۶)

إذاسمعتم به بأرض فلاتقدموا عليه

"به" کی ضمیر مجرور طاعون کی طرف راجع ہے، یعنی کسی زمین میں جب تم طاعون کے متعلق سنو تو وہاں مت جاؤ، "فلا تقدموا عليه" حدیث میں وارد یہ نہی بعض حضرات کے نزدیک تحریم کے لیے ہے، لہذا کسی ایسے علاقے میں جہاں وبا اور طاعون پھیلا ہو، جانا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہہ کے لیے ہے، لہذا جو شخص قوی توکل اور تقدیر پر مضبوط ایمان کا مالک ہو، اس کے لیے ایسے علاقے میں جانا جائز ہے۔(۵۷)

وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلاتخرجوا فرارأمنه

کسی ایسے علاقے میں جہاں آدمی رہتا ہو، طاعون کی وبا پھیل گئی تو اس سے بھاگ کر نکل جانے سے منع کیا گیا ہے۔

طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے؟

طاعون زدہ علاقے سے آدمی نکل سکتا ہے یا نہیں، اس میں مختلف اقوال ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ نکل سکتے ہیں، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے صحابہ میں سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ اور تابعین میں سے اسود بن ہلال اور مسروق سے یہ قول نقل کیا ہے، یہ حضرات حدیث میں وارد نہی کو تنزیہہ پر محمول کرتے ہیں جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔(۵۸)

لیکن بعض دوسرے علماء کے نزدیک ایسے علاقہ سے نکلنا حرام ہے کیوں کہ نکلنے پر وعید آئی ہے،

---

(۵٦) فتح الباري: ۲۲۹/۱۰

(۵۷) فتح الباري: ۲۳۰/۱۰، إرشاد الساري: ۴۵۳/۱۲

(۵۸) إرشاد الساري: ۴۵۳/۱۲

شوافع کے نزدیک یہی قول راجح ہے،(۵۹)ان کا استدلال حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ طاعون کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "غدة كغدة البعير، المقيم فيها كالشهيد، والفارمنها كالفار من الزحف" (۶۰) یعنی یہ اونٹ کی گرہ اور گلٹی کی طرح جسم میں ظاہر ہونے والی گلٹی ہوتی ہے، جو شخص اس وبا میں مقیم رہے گا، وہ شہید کے برابر اجر پائے گا، جو بھاگے گا وہ میدان جہاد سے بھاگنے والے شخص کی طرح مجرم ہوگا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور اس کی تین صورتیں نکل سکتی ہیں:

❶ کوئی آدمی وبا اور طاعون سے فرار اور بچاؤ کے ارادے سے نکلتا ہے کہ اس طرح وہ اس وبا کی زد میں آنے سے بچ جائے گا تو یہ صورت ناجائز ہے اور وعید میں شامل ہے۔

❷ ایک آدمی فرار کی نیت سے نہیں بلکہ اپنے کسی دوسرے مقصد اور ضرورت کے لیے ایسے علاقہ سے جارہا ہے، مثلاً ایک آدمی پہلے ہی سے سفر کی تیاری کررہا تھا اور ابھی نکلنے والا تھا کہ اتنے میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور وہ اپنے سابقہ قصد کے مطابق نکل گیا تو ایسے شخص کے لیے نکلنا جائز ہے اور وہ نہی اور وعید کے تحت داخل نہیں۔

❸ تیسری صورت یہ ہے کہ وہاں سے باہر جانے کی اس کی کوئی حاجت اور ضرورت بھی ہے اور ساتھ ساتھ پھیل جانے والی وبا سے بچنے کا بھی خیال ہے، یہ صورت مختلف فیہ ہے کہ نکل سکتا ہے یا نہیں۔(۶۱)

---

(٥٩)إرشاد الساري: ١٢/٤٥٣

(٦٠)مسند الإمام أحمد بن حنبل: ٦/٢٥٥

(٦١) فتح الباري: ١٠/٢٣١،إرشاد الساري: ١٢/٤٥٣، قال الشيخ ابن دقيق العيد: "الذي يترجح عندي في الجمع بينهما أن في الإقدام على تعريض النفس للبلاء، ولعلها لاتصبرعليه، وربما كان فيه ضرب من الدعوى لمقام الصبر أوالتوكل فمنع ذلك حذراً من اغترار النفس ودعواها مالاتثبت عليه عندالاختبار، وأما الفرار فقديكون داخلاً في التوغل في الأسباب بصورة من يحاول النجاة بماقدرعليه فأمرنا الشارع بترك التكلف في الحالتين"۔

اس تیسری صورت میں چونکہ صرف طاعون سے فرار نہیں، بلکہ ایک دوسرا مقصد بھی پیش نظر ہے اس لیے اسے بعض حضرات نے جائز قرار دیا اور کہا کہ یہ صورت نہی سے مستثنیٰ ہے۔

چنانچہ تاریخی روایات میں آتا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کے پاس خط لکھا کہ ''آپ سے مجھے ضروری کام ہے، اس لیے میرا خط دیکھتے ہی میرے پاس آجائیں۔ حضرت ابوعبیدہ سمجھ گئے، جواب لکھا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو مجھ سے کیا کام ہے؟ میں مسلمانوں کے لشکر میں ہوں، انھیں چھوڑ کر آنے کی خواہش میرے دل میں نہیں'' چنانچہ بعد میں اسی ''طاعون عمواس'' میں ان کی وفات ہوئی۔(۶۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

فهذا يدل على أن عمر رأى أن النهي عن الخروج إنما هو لمن قصد الفرار متمحضا، ولعله كانت له حاجة بأبي عبيدة في نفس الأمر، فلذلك استدعاه، وظن أبوعبيدة أنه إنما طلبه ليسلم من وقوع الطاعون به، فاعتذرعن إجابته لذلك، وقدكان أمر عمر لأبي عبيدة بذلك بعدسماعهما للحديث المذكور من عبدالرحمٰن بن عوف، فتأول عمرفيه ماتأول، واستمر أبوعبيدة على الأخذ بظاهره(۶۳)

یعنی حضرت فاروق اعظم کا حضرت ابوعبیدہ کو طاعون زدہ علاقے سے بلانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حدیث میں جو نہی وارد ہوئی ہے وہ اس شخص کے لیے ہے جو صرف وبا سے بھاگنے کی نیت سے باہر جارہا ہو، لیکن اگر کوئی اور ضرورت ہو تو وہ نکل سکتا ہے، حضرت فاروق اعظم کو بھی غالباً حضرت ابوعبیدہ کی ضرورت تھی، اس لیے انہیں بلایا، حالانکہ انھوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے نہی کی حدیث سنی تھی لیکن اس کے باوجود انہیں بلایا کیونکہ وہ نہی کو ذکر کردہ تین صورتوں میں سے پہلی صورت پر محمول کرتے تھے۔

---

(٦٢)فتح الباري: ١٠/٢٣١، ٢٣٢

(٦٣) فتح الباري: ١٠/٢٣٢

طاعون زدہ زمین سے ممانعتِ خروج کی حکمتیں

بہر حال حدیث شریف میں طاعون زدہ زمین سے نکلنے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے، اس ممانعت کی علماء نے مختلف حکمتیں بیان کی ہیں:

❶ جب کسی علاقے میں کوئی وبا عام ہو جائے تو عموماً اس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بھاگنا مفید نہیں رہتا۔

❷ سب لوگ اگر بھاگنا شروع کر دیں تو جو انسان مبتلائے وبا ہو گئے ہیں، یا کسی اور وجہ سے جا نہیں سکتے، ان کی دیکھ بھال کون کرے گا، اسی طرح وہی لوگ نکل سکیں گے جو قوی اور صاحب قدرت ہوں گے، کمزور، ضعیف اور زاد سفر نہ رکھنے والے لوگ نہیں نکل سکیں گے، جس سے کمزوروں کی دل آزاری ہو گی۔

❸ بعض وبائیں متعدی ہوتی ہیں اور ان کے جراثیم پھیلتے ہیں، کوئی آدمی وہاں سے نکلے گا تو ممکن ہے وہ جراثیم دوسرے علاقوں تک سرایت کر جائیں اور یوں نئے علاقے اس وبا کی زد میں آجائیں گے۔ (۶۴)

حدیث سے مستنبط چند آداب

امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ حضرت فاروق اعظم کے سفر شام کا یہ قصہ صحیح بخاری میں یہاں پہلی بار ذکر فرمایا، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق اس سے مختلف احکام و آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھا:

”وفي قصة عمر من الفوائد: مشروعية المناظره، والاستشارة في النوازل، وفي الأحكام، وأن الاختلاف لايوجب حكما، وأن الاتفاق هوالذي يوجبه، وأن الرجوع عندالاختلاف إلى النص، وأن النص يسمى علما، وأن الأمور كلها تجري بقدر الله وعلمه، وأن العالم قديكون عنده

(٦٤) فتح الباري: ١٠/٢٣٢، ٢٣٣

مالايكون عندغيره ممن هو أعلم منه، وفيه وجوب العمل بخبر الواحد، وهو من أقوى الأدلة على ذلك، لأن ذلك كان باتفاق أهل الحل والعقد من الصحابة، فقبلوه من عبدالرحمن بن عوف، ولم يطلبوا معه مقويا، وفيه الترجيح بالأكثرعددا، والأكثر تجربة، لرجوع عمر لقول مشيخة قريش مع ماانضم إليهم ممن وافق رأيهم من المهاجرين والأنصار...... وفيه تفقدالإمام أحوال رعينه لما فيه من إزالة ظلم المظلوم، وكشف كربة المكروب وتنزيل الناس منازلهم"(٦٥)

یعنی اس حدیث اور واقعے سے مندرجہ ذیل آداب وفوائد مستنبط ہوتے ہیں:

❶ مناظرہ کرنا اور مباحثہ کرنا مشروع ہے، جیسا کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابو عبیدہ کے درمیان ہوا۔

❷ آنے والے واقعات و حوادث میں ساتھیوں سے مشورہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت فاروق اعظم نے کیا۔

❸ اختلاف سے کوئی حکم وجوباً ثابت نہیں ہوتا، اتفاق سے ثابت ہوتا ہے۔

❹ رائے میں اختلاف کے وقت نص کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

❺ نص کو علم کہا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ میرے پاس اس سلسلے میں "علم" ہے اور پھر حدیث سنائی، حدیث کو انھوں نے علم سے تعبیر کیا۔

❻ تمام امور اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور علم کے مطابق جاری ہوتے ہیں۔

❼ چھوٹے عالم کے پاس ایسی بات ہو سکتی ہے جو بڑے عالم کے پاس نہ ہو، جیسے حضرت فاروق اعظم علم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے بڑھ کر تھے لیکن یہ حدیث انہیں معلوم نہیں تھی۔

❽ خبر واحد پر عمل کے وجوب پر بھی اس روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی اور کسی نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ اس پر عمل کر کے واپس ہو گئے۔

---

(٦٥)فتح الباري: ١٠/٢٣٣

⑨ جو لوگ مشورے میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ اور تجربے کے اعتبار سے بڑھ کر ہوں ان کی رائے کو ترجیح دینی چاہیے، یہاں شیوخ قریش کا تجربہ زیادہ تھا اور واپسی کی رائے دینے والوں کی تعداد بھی زیادہ تھی۔

⑩ امام اور حاکم کو چاہیے کہ رعایا کے احوال کی خبر گیری کرے۔

٥٣٩٩ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ نُعَيْمٍ الْمُجْمِرِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (لَا يَدْخُلُ المَدِينَةَ المَسِيحُ ، وَلَا الطَّاعُونُ).
[ر : ١٧٨١]

مدینہ منورہ میں دجال داخل نہیں ہو سکے گا، اسی طرح طاعون کی وبا بھی مدینہ منورہ میں نہیں پھیلے گی۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے شرح مسلم "المفہم" میں لکھا ہے کہ " لایدخل المدینة الطاعون" کے معنی یہ ہیں کہ طاعون اس میں اس طرح عام وبا کی شکل میں داخل نہیں ہوگا جس طرح دوسرے علاقوں میں یہ وبا کی شکل میں پھیلتا ہے۔(٦٦)

ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الجملہ مدینہ منورہ میں طاعون داخل ہو سکتا ہے لیکن عام وبا کی شکل میں نہیں۔

لیکن ابن قتیبہ نے اور امام نووی رحمہ اللہ نے "الأذکار" میں لکھا ہے کہ طاعون مدینہ منورہ میں سرے سے داخل نہیں ہوگا، چنانچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مدینہ منورہ میں طاعون کی وبا کبھی نہیں پھیلی، طاعون کے علاوہ دوسری وبائیں تو پھیلی ہیں اور ان سے بکثرت اموات بھی واقع ہوئی ہیں لیکن طاعون کی وبا کبھی نہیں پھیلی۔(٦٧)

مدینہ منورہ کی طرح مکہ مکرمہ کے بارے میں بھی ایک روایت میں ہے کہ اس میں بھی دجال اور طاعون دونوں داخل نہیں ہو سکیں گے، یہ روایت عمر بن شبہ نے "تاریخ مکہ" میں نقل کی ہے اور اس کی

(٦٦) فتح الباري: ١٠/٢٣٤، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٢/٤٥٤

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٢٣٤

سند صحیح ہے۔(٦٨)

لیکن بعض حضرات سے منقول ہے کہ سن سات سوانچاس ہجری میں مکہ مکرمہ میں طاعون کی وبا پھیلی تھی،(٦٩)اب یا تو وہ طاعون کی وبا نہیں تھی، کوئی اور بیماری تھی اور یا طاعون تھالیکن وبا کی شکل میں نہیں تھا(٧٠)اور حدیث میں عدم دخول سے وبائی شکل میں عدم دخول مراد ہے جیسا کہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

سند میں امام مالک کے شیخ نُعیم بن عبداللہ قرشی ہیں،ان کا لقب مُجْمِر ہے جو إجْمار سے اسم فاعل کا صیغہ ہے چونکہ یہ مسجد نبوی کو خوشبو کی دھونی دیتے تھے اس لیے ان کا لقب ''مجمر'' پڑ گیا۔(٧١)

٥٤٠٠ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ : حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ قَالَتْ : قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : يَحْيَى بِمَ ماتَ ؟ قُلْتُ : مِنَ الطَّاعُونِ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (الطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ) . [ر : ٢٦٧٥]

٥٤٠١ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ سُمَيٍّ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْمَبْطُونُ شَهِيدٌ ، وَالْمَطْعُونُ شَهِيدٌ) . [ر : ٦٢٤]

حضرت حفصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے میرے بھائی یحییٰ بن سیرین کے متعلق پوچھا کہ وہ کس وجہ سے وفات پائے تھے، میں نے کہا طاعون کے سبب سے، تو کہنے لگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔

کتاب الجهاد میں یہ حدیث گذر چکی ہے۔

باب کی آخری حدیث میں ہے مبطون اور مطعون دونوں شہید ہیں، مبطون جو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے مر جائے اور مطعون جو طاعون کی وبا میں مر جائے، یہ دونوں اخروی اعتبار سے شہید ہیں۔

(٦٨) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٦٩) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٧٠) فتح الباري: ٢٣٥/١٠

(٧١) تهذيب الكمال: ٤٨٧/٢٩، ٤٨٨

۳۰ - باب : أَجْرِ الصَّابِرِ فِي الطَّاعُونِ .

۵۴۰۲ : حدّثنا إسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ ٱبْنُ بُرَيْدَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ ، عَنْ عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَنِ الطَّاعُونِ ، فَأَخْبَرَهَا نَبِيُّ ٱللهِ ﷺ أَنَّهُ : (كانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ ٱللهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ، فَجَعَلَهُ ٱللهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ، فَلَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَقَعُ الطَّاعُونُ ، فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا ، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَنْ يُصِيبَهُ إِلَّا ما كَتَبَ ٱللهُ لَهُ ، إِلَّا كانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيدِ) .

تَابَعَهُ النَّضْرُ ، عَنْ دَاوُدَ . [ر : ۳۲۸۷]

طاعون کسی علاقے میں پھیل جائے اور کوئی آدمی وہیں رہے، اس یقین کے ساتھ کہ اللہ نے جو تقدیر میں لکھا ہے، وہی ہو کر رہے گا تو ایسے شخص کو شہید کے برابر اجر ملے گا، مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان کسی طاعون زدہ علاقے میں رضا بالقضاء کے ساتھ رہے اور اس کا اس بات پر پختہ ایمان ہو کہ قسمت کا لکھا بدل نہیں سکتا، اگر تقدیر میں مبتلا ہونا لکھا ہے تو مبتلا ہو جاؤں گا اور اگر نہیں لکھا تو اس وبا کے پھیلنے کے باوجود میں ہر حال میں بچ رہوں گا تو ایسے شخص کو شہید کے برابر اجر ملے گا، اگرچہ اس کی موت طاعون کی وجہ سے واقع نہ ہو، تاہم اس یقین و ایمان کے ساتھ اس علاقے میں رہنے کا اجر شہید کے برابر ہے۔

طبرانی کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ آخرت میں طاعون سے مرنے والوں اور شہداء کے زخم ایک جیسے ہوں گے، حدیث کے الفاظ ہیں "يأتي الشهداء والمتوفون بالطاعون، فيقول أصحاب الطاعون: نحن شهداء ، فيقال: انظروا فإن جراحهم كجراح الشهداء تسيل دما كريح المسك: فهم شهداء، فيجدونهم كذلك"(۷۲)

تابعه النضر عن داود: یعنی حبان بن ہلال کی متابعت نضر بن شمیل نے کی ہے، امام بخاری نے

(۷۲)مجمع الزوائد، كتاب الجنائز، باب في الطاعون، وما تحصل به الشهادة:۲/۳۱۴، وفيه إسماعيل بن عبّاس وفيه كلام وحديثه عن أهل الشام مقبول وهذا منه

یہ حدیث پہلے موصولاً ذکر کردی ہے۔(۷۳)

۳۱ -- باب : الرُّقَى بالْقُرْآنِ وَالْمُعَوِّذَاتِ .

٥٤٠٣ : حدّثني إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي ماتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ ، وَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا .
فَسَأَلْتُ الزُّهْرِيَّ : كَيْفَ يَنْفِثُ ؟ قالَ : كانَ يَنْفِثُ عَلَى يَدَيْهِ ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ .
[ر : ٤١٧٥]

رُقیٰ (را کے ضمہ اور قاف مفتوحہ مقصورہ کے ساتھ) رُقْيَة کی جمع ہے، رقیة دم اور جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم اور معوذات سے دم اور جھاڑ پھونک کرنا بالاتفاق جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے اسی جواز کو بیان کرنا ہے، معوذات سے قرآن کریم کی وہ تمام آیات مراد ہیں جن میں شیطان اور اس کے شر اور آفتوں سے پناہ طلب کی گئی ہے اور یا اس سے قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس دونوں سورتیں مراد ہیں، یہ اگرچہ دو سورتیں ہیں اور "معوذات" جمع کا صیغہ ہے لیکن جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سورتیں تو دو ہیں لیکن ان میں آیات دو سے زیادہ ہیں، لہٰذا جمع کا صیغہ ان کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔(۷۴)

دم اور جھاڑ پھونک جائز ہے البتہ اس کے جواز کے لیے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ دم کے الفاظ میں شرکیہ یا موہم شرک یا مجہول المعنی کوئی لفظ نہ ہو، دوم یہ کہ دم کو مؤثر بالذات اور سبب حقیقی نہ سمجھا جائے۔(۷۵)

---

(۷۳) فتح الباري: ۱۰/۲۳۹، إرشاد الساري: ۱۲/٤٥٦

(۷٤) عمدة القاري: ۲۱/۲٦۲، إرشاد الساري: ۱۲/٤٥۷

(۷٥) فتح الباري: ۱۰/۲٤۰

بعض روایات میں دم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا،(۷۶)اس سے وہی دم مراد ہے جو الفاظ شرکیہ پر مشتمل ہو یا اس دم کو لوگ مؤثر حقیقی سمجھنے کا عقیدہ رکھتے ہوں۔

روایت باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مرض میں وفات پائی، اس میں آپ اپنے اوپر معوذات پڑھ کر دم کیا کرتے تھے، جب آپ کی بیماری میں شدت آگئی تو میں معوذات کو پڑھ کر آپ پر دم کرتی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے جسم پر برکت کے لیے پھیر دیتی، راوی کہتا ہے کہ میں نے زھری سے پوچھا کہ کس طرح دم کرتے تھے، انھوں نے بتایا کہ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونکتے تھے، پھر ان دونوں کو اپنے چہرے پر پھیرتے تھے۔

٣٢ – باب : الرُّقَى بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٤٠٥]

٥٤٠٤ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَلَمْ يَقْرُوهُمْ ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ ، إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولٰئِكَ ، فَقَالُوا : هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ ؟ فَقَالُوا : إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا ، وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا ، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ ، فَبَرَأَ فَأَتَوْا بِالشَّاءِ ، فَقَالُوا : لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ : (وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ، خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ) . [ر : ٢١٥٦]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں سورۃ فاتحہ کے دم کا وہ مشہور واقعہ بیان کیا ہے جو حضرات صحابہ کے ساتھ عہد نبوی میں پیش آیا تھا کہ چند صحابہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس گئے جن میں مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قبیلہ کے لوگوں نے ان کی مہمان نوازی نہیں کی، اتنے میں قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا تو انھوں نے صحابہ سے پوچھا کہ تمھارے پاس کوئی دوا یا کوئی

(٧٦) فتح الباري: ١٠/٢٤٠، ٢٤١

جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ تم لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے جب تک تم ہمارے لیے کوئی معاوضہ متعین نہیں کروگے اس وقت تک ہم کچھ نہیں کریں گے، اس پر انھوں نے چند بکریوں کا دینا منظور کیا، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور لعاب دہن سے اس پر تھتکارا، تو وہ آدمی اچھا ہوگیا، لوگ بکریاں لے کر آئے تو دوسرے صحابہ نے کہا کہ ہم انہیں اس وقت تک نہیں لیں گے جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھ نہ لیں، حضور کو جب یہ واقعہ بتایا تو آپ مسکرادیئے اور فرمایا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ دم اور منتر ہے تم ان بکریوں کو لے لو اور میرا حصہ بھی ان میں رکھ لینا۔

فلم يقروهم: انھوں نے صحابہؓ کی ضیافت نہیں کی۔ حتى تجعلوا لنا جُعْلا: جُعْل (جیم کے ضمہ اور عین کے سکون کے ساتھ) اجر اور معاوضہ کو کہتے ہیں۔ قطيعاً من الشاء: بکریوں کا ریوڑ۔ قطیع جماعت اور ریوڑ کو کہتے ہیں شاء: شاۃ کی جمع ہے بکری کو کہتے ہیں۔

بُزَاق لعاب، يتفل: باب ضرب اور نصر دونوں سے آتا ہے: تھتکارنا۔

ويذكر عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم

یعنی رقية بالفاتحة حضرت ابن عباسؓ نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔ ہے چنانچہ اگلے باب میں یہی واقعہ حضرت ابن عباسؓ نے ذکر کیا ہے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

امام بخاری رحمہ اللہ نے "یُذکر" مجہول کا صیغہ استعمال کیا، جو صیغہ تمریض ہے، حالانکہ ابن عباسؓ کی یہ روایت ضعیف نہیں بلکہ امام بخاری نے اگلے باب میں اپنی سند سے نقل کی ہے تو پھر "یُذکر" مجہول کا صیغہ کیوں استعمال کیا؟

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ سورۃ فاتحہ سے جھاڑ پھونک کا یہ واقعہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش نہیں آیا، یہ دم آپ نے نہیں کیا، بلکہ ایک صحابی نے کیا اور آپ نے اس کی

تقریر و تصویب فرمائی تو رقیة بالفاتحة کی نسبت حضور ﷺ کی طرف معنوی لحاظ سے تو کی جاسکتی ہے کہ آپ نے تصویب و تقریر فرمائی لیکن تصریحی اور حقیقی اعتبار سے اس کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی، امام بخاری رحمہ اللہ نے "یذکر" مجہول کا صیغہ لاکر اس نکتہ کی طرف اشارہ کیا۔(۷۷)

❷ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ہو سکتا ہے حضرت ابن عباسؓ سے کوئی روایت اس سلسلے میں منقول ہو لیکن وہ روایت چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے امام نے "یذکر" سے اس روایت کی طرف اشارہ کردیا، گویا اگلے باب میں حضرت ابن عباسؓ کی آنے والی روایت مراد نہیں کوئی اور روایت ہے۔(۷۸)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تلاش اور تتبع کے باوجود مجھے اس طرح کی کوئی روایت اب تک حضرت ابن عباسؓ کی نہیں مل سکی۔(۷۹)

٣٣ - باب : الشَّرْطِ فِي الرُّقْيَةِ بِقَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ .

٥٤٠٥ : حدَّثني سِيدَانُ بْنُ مُضَارِبٍ أَبُو مُحَمَّدٍ الْبَاهِلِيُّ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْبَصْرِيُّ . هُوَ صَدُوقٌ ، يُوسُفُ بْنُ يَزِيدَ الْبَرَّاءُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَبُو مَالِكٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ مَرُّوا بِمَاءٍ ، فِيهِمْ لَدِيغٌ أَوْ سَلِيمٌ ، فَعَرَضَ لَهُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَاءِ ، فَقَالَ : هَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ ، إِنَّ فِي الْمَاءِ رَجُلًا لَدِيغًا أَوْ سَلِيمًا ، فَٱنْطَلَقَ رَجُلٌ مِنْهُمْ ، فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ عَلَى شَاءٍ ، فَبَرَأَ ، فَجَاءَ بِالشَّاءِ إِلَى أَصْحَابِهِ ، فَكَرِهُوا ذٰلِكَ وَقَالُوا : أَخَذْتَ عَلَى كِتَابِ ٱللهِ أَجْرًا ، حَتَّى قَدِمُوا الْمَدِينَةَ ، فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَخَذَ عَلَى كِتَابِ ٱللهِ أَجْرًا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ ٱللهِ) .

---

(۷۷)فتح الباري: ١٠/٤٤٣، عمدة القاري: ٢١/٢٦٣

(۷۸)فتح الباري: ١٠/٤٤٣

(۷۹)فتح الباري: ١٠/٤٤٣

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جھاڑ پھونک میں جانوروں کے ریوڑ کی شرط لگائے تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔

باب کے تحت امام نے جو حدیث نقل کی ہے، اس میں وہی واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو اس سے پہلے باب میں آیا ہے، دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ ہے۔

إن أحق ماأخذتم عليه أجراً كتاب الله

آپ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اس پر اجرت لی جائے۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا مسئلہ

اس حدیث سے استدلال کر کے مالکیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کی تعلیم اور اس سے دم کرنے پر اجرت لینا جائز ہے۔(٨٠)

حضرات حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک کتاب اللہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں،(٨١) یہ حضرات

(٨٠)عمدة القاري: ٩٥/١٢، المغني لابن قدامة، كتاب الإجارة، باب مايعطى في الرقية... ٩٥/١٢،كتاب الصداق، فصول: مايجوز أن يكون مهراً وماتستحقه الزوجة إن لم يتم تسمية المهر:١٦٤/٧-١٦٥ (رقم الترجمة : ٥٥٥٧)، الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية، كتاب الإجارات، نوع في تعليم القرآن والحرف: ٣٩/٥

(٨١)عمدة القاري: ٩٥/١٢،المغني لابن قدامة، كتاب الصداق، فصول: مايجوز أن يكون مهراً وماتستحقه الزوجة إن لم يتم تسمية المهر:١٦٤/٧-١٦٥ (رقم الترجمة : ٥٥٥٧) الفتاوى الهندية، كتاب الإجارة، مطلب الاستيجار على الطاعات: ٦١/٤، الفتاوى البزازيةعلى هامش الفتاوى الهندية، كتاب الإجارات، نوع في تعليم القرآن والحرف:٣٩/٥، تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الإجارة ومطالبه، الفتوى على جواز الإجارة على تعليم القرآن: ١٣٧/٢، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، كتاب الإجارة: ٨/٦، ٩، ١٠، ١١، ١٢، ١٣، ١٤،ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الإجارة، مطلب في الاستيجار على الطاعات ومطلب تحريرمهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه ممالاضرورة إليه: ٥٥/٦، فتاوى قاضيخان، كتاب الإجارات: ٢٠/٣، فتاویٰ حقانیه، کتاب الإجارة،امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم: ٢٤٨/٦، إمداد الفتاوى، تعلیم و تعلم اور کتب مدارس کے احکام :٧٩/٤، ٨٥، كفايت المفتي، كتاب المعاش، پہلا باب نوکری، اجرت، کرایہ، تعلیم، قرآن، اذان اور ملازمت پر اجرت کا حکم: ٣٢٦/٧، أحسن الفتاوى، كتاب الإجارة، امور دینیه پر اجرت کا حکم: ٢٧٨/٧

مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

❶ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوداود اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم دی تو ان میں سے ایک نے مجھے کمان ہدیہ میں دی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کمان کے متعلق پوچھا (کہ میرے لیے اس کا لینا صحیح ہے یا نہیں) تو آپ نے فرمایا "إن كنت تحب أن تطوق طوقا من نار فاقبلها" (٨٢) اور ایک روایت میں ہے "جمرة بين كتفيك تقلدتها" یعنی اگر آپ اس کمان کو لیتے تو اپنے دو کاندھوں کے درمیان آگ کے انگارے کو باندھ لیتے۔ (٨٣)

اس حدیث پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی مغیرۃ بن زیاد پر امام احمد، بخاری اور ابوحاتم نے کلام کیا ہے، (٨٤) اگرچہ ابن معین اور عجلی نے ان کی توثیق کی ہے (٨٥) لیکن علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث چونکہ عبادۃ بن صامت سے دو طریق سے مروی ہے، اس لیے محدثین کے نزدیک یہ حدیث مشہور ہے۔ (٨٦)

❷ ابن ماجہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کریم کی تعلیم دی، اس نے مجھے بطور ہدیہ کمان دی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "إن أخذتَها، أخذتَ قوسامن نار" چنانچہ میں نے اسے واپس کردیا۔ (٨٧)

اس حدیث پر بھی کلام کیا گیا ہے اور علامہ ہیثمی نے فرمایا کہ اس کی سند میں اضطراب ہے، (٨٨)

---

(٨٢) سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب كسب المعلم: ٢٦٤/٣ (رقم الحديث: ٣٤١٦) وسنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن: ٧٢٩/٢ (رقم الحديث: ٢١٥٧)

(٨٣) سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب كسب العلم: ٢٦٥/٣ (رقم الحديث: ٣٤١٧)

(٨٤) تهذيب الكمال: ٣٦٠/٢٨، ٣٦١

(٨٥) تهذيب الكمال: ٣٦١/٢٨

(٨٦) إعلاء السنن، كتاب الإجارة، باب الأجرة على تعليم القرآن: ١٧١/١٦

(٨٧) سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب الأجر على القرآن: ٧٣٠/٢ (رقم الحديث: ٢١٥٨)

(٨٨) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب البيوع، باب الأجر على تعليم القرآن وغير ذلك: ٩٥/٤

لیکن صاحب الجوہر النقی نے فرمایا کہ یہ روایت حضرت ابی بن کعب سے متعدد طرق سے منقول ہے، علامہ ذہبی نے اسے ایک مرسل طریق سے بھی نقل کیا ہے اور اس طریق کو انھوں نے جید الاسناد قرار دیا۔(۸۹)

❸امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک روایت عبدالرحمٰن بن شبل سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اقرؤوا القرآن، ولا تأكلوا به"۔

❹علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے "نصب الرایہ" میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے، آپ نے فرمایا "من أخذ قوسا على تعليم القرآن، قلده الله من نار"(۹۰)

ان احادیث میں سے اگرچہ بعض پر کلام ہے لیکن ان سب کو ملا کر دیکھا جائے تو ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

حنفیہ اور حنابلہ کی طرف سے حدیث باب کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

❶ان احادیث حرمت و نہی کی وجہ سے حدیثِ باب منسوخ ہے، لیکن نسخ کے لیے تاریخ کی معرفت ضروری ہے اور یہاں کوئی ایسی دلیل نہیں جو احادیث نہی کے مؤخر ہونے کو بتلائے اس لیے یہ جواب کمزور ہے۔(۹۱)

❷حدیث باب میں جو واقعہ ہے، اس میں معاہدہ کے تحت اس قبیلہ کے ذمے مہمان نوازی واجب تھی، اس کے باوجود انھوں نے مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے حضور ﷺ نے انھیں وہ بکریاں لینے کی اجازت دی۔(۹۲)

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ منتر اور دم قربت محضہ نہیں ہے بلکہ وہ علاج کے قبیل سے ہے، لہٰذا اس پر اجرت لینا جائز ہے، لیکن قرآن کریم کی تعلیم خالص قربت ہے، اس لیے اس پر اجرت لینا جائز

(۸۹)السنن الکبری مع الجوهر النقي، كتاب الإجارة، باب من كره أخذ الأجرة على التعليم: ١٢٦/٦

(٩٠)مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ : ٤٢٨/٣

(٩١)نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة: ١٣٨/٤ (رقم الحديث : ٦٨٢٤)

(٩٢)عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايُعطى في الرقية: ٩٦/١٢

نہیں، یعنی قرآن کریم سے پڑھ کر اگر کسی کو دم کیا جائے تو اس پر اجرت لے سکتے ہیں لیکن تعلیم قرآن پر نہیں لے سکتے۔(۹۳)

لیکن متأخرین حنفیہ نے تعلیم قرآن پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، خیر القرون میں چونکہ معلمین قرآن کے لیے سرکاری وظائف مقرر تھے، اس لیے متقدمین نے اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا تھا، لیکن اب چونکہ سرکاری عطیات اور وظائف کا وہ سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اس لیے ضرورت کی وجہ سے متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔(۹۴)

سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ سیدان بن مضارب ہیں، سیدان سین کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے، ان کی کنیت ابو محمد اور نسبت باہلی ہے ۲۲۴ھ میں ان کی وفات ہوئی،(۹۵) بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے۔(۹۶)

دوسرے راوی ابو معشر یوسف بن یزید ہیں، برّاء ان کا لقب ہے کیونکہ یہ تیر تراشا کرتے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں "صدوق" قرار دیا، امام مسلم نے بھی ان کی حدیث نقل کی ہے البتہ یحییٰ بن معین نے انہیں ضعیف کہا ہے۔(۹۷)

تیسرے راوی عبید اللہ بن اخنس ہیں، یہ بھی اکثر ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک ثقہ ہیں، البتہ ابن حبان نے ان کے متعلق فرمایا، یخطیٔ کثیراً۔(۹۸)

اکٹھے ان تینوں کی یہی ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے، البتہ عبید اللہ بن اخنس کی ایک حدیث کتاب الحج اور ابو معشر کی ایک حدیث کتاب الأشربة میں بھی امام بخاری نے نقل کی ہے۔(۹۹)

---

(۹۳)عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايُعطى في الرقية: ۹٦/۱۲

(۹٤)عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايعطى في الرقية: ۹٦/۱۲

(۹٥)عمدة القاري، كتاب الإجارة، باب مايُعطى في الرقية. ۹٦/۱۲

(۹٦)تهذيب الكمال: ۳۱۹/۱۲ (رقم الترجمة: ۲٦۷۳) تهذيب التهذيب: ۲۹٤/٤

(۹۷)تهذيب الكمال: ۳۱۹/۱۲

(۹۸) تهذيب الكمال: ٤۷۷/۳۲، الجرح والتعديل: ۹/ (رقم الترجمة : ۹۸٦)، ابن حبان: ٦۳۷/۷

(۹۹) عمدة القاري: ۲٦٤/۲۱

تعویذ کا حکم

دم اور جھاڑ پھونک کرنا تو ذکر کردہ شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے، البتہ تعویذ کے سلسلے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ جائز نہیں، وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن الرقی والتمائم والتولة شرك"(۱) تمائم تمیمة کی جمع ہے تعویذ کو کہتے ہیں، جسے اس حدیث میں شرک کہا ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک تعویذ لکھنا اور باندھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرکیہ یا موہمِ شرک اور مہمل غیر معلوم المعنی الفاظ پر مشتمل نہ ہو۔(۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رقی اور تمائم کو جو شرک کہا ہے اس سے وہی دم اور تعویذ مراد ہیں جو الفاظ شرکیہ پر مشتمل ہوں اور یا اس کو کوئی مؤثر حقیقی سمجھتا ہو۔(۳)

صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے تعویذ کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے عمرو بن شعیب کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جو شخص خواب میں ڈرتا ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فرمایا کہ وہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے "بسم اللہ أعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبه، وسوء عقابه، ومن شر عباده، ومن شر الشیاطین وأن یحضرون"...... روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے بچوں کو یہ کلمات سکھاتے تھے لیکن جو بچے سیکھنے کے قابل نہ ہوتے تو یہ کلمات لکھ کر ان کے گلے میں لٹکادیتے۔(۴)

---

(۱) سنن أبي داود، کتاب الطب، باب في تعليق التمائم: ٤/٩ (رقم الحديث: ٣٨٨٣)، سنن ابن ماجه، کتاب الطب، باب تعليق التمائم: ٢/١١٦٦ (رقم الحديث: ٣٥٣٠)

(۲) فتح الباري: ١٠/٢٤٠، ردالمحتار على الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٦٣، نیز دیکھیے کفایت المفتی: ٩/٧٧، باب دوم، عملیات و تعویذات، فتاوی حقانیہ، کتاب الکراهية والإباحة، باب التداوي: ٢/٤٠٠

(۳) فتح الباري: ١٠/٢٤١، ردالمحتار على الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة: ٦/٣٦٣، نیز دیکھیے فتاوی حقانیہ: ٢/٤٠٠

(٤) سنن أبي داود، کتاب الطب، باب کیف الرقی: ٤/١٢ (رقم الحديث: ٣٨٩٣)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ دردزہ میں مبتلا عورت کے لیے ان کلمات کو مفید سمجھتے تھے "بسم الله لاإله إلاالله الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمدلله رب العالمين، كأنهم يوم يرونهم لم يلبثوا إلاعشية أوضحاها كانهم يوم يرون مايوعدون لم يلبثوا إلاساعة من نهار بلاغ فهل يهلك الا القوم الفاسقون"

آگے روایت میں ہے کہ ان کلمات کو کچی سیاہ روشنائی سے لکھ کر عورت کو پلایا جائے یا وہ دم کردہ پانی ماتحت السرۃ چھڑکا جائے اور یا تعویذ بنا کر عورت کی ران پر باندھ لیا جائے۔(۵)

راوی علی بن الحسن فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سے بڑھ کر نافع چیز نہیں ملی،(٦) تابعین میں سے مجاہد، محمد بن سیرین، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر، ضحاک اور حضرت سعید بن المسیب رحمھم اللہ سے تعویذات کا جواز منقول ہے۔(۷)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں تعویذات کے جواز کی تصریح فرمائی ہے۔(۸)

عملیات کا حکم

دم، منتر اور تعویذات ذکر کردہ شرائط کے ساتھ جائز ہیں، یہی حکم عام عملیات کا ہے، مختلف کلمات، مختلف وظائف کو لوگ بعض مخصوص تعداد اور مخصوص پابندیوں کے ساتھ پڑھتے ہیں، شرعاً ایسے عملیات کا حکم یہی ہے کہ اگر ان میں کوئی شرکیہ اور مبہم لفظ نہ ہو تو جائز ہے۔

---

(٥)فتاوى ابن تيميّة، فصل ويجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرض شيئامن كتاب الله وذكره بالمراد المباح ويغسل ويسقى: ٦٤/١٩

(٦) فتاوى ابن تيميّة، فصل ويجوز أن يكتب للمصاب وغيره من المرض شيئامن كتاب الله وذكره بالمراد المباح ويغسل ويسقى: ٦٤/١٩

(٧) مصنف ابن أبي شيبه:٣٩/٨

(٨) فتاوى ابن تيميّة : ٦٤/١٩، ردالمحتار على الدرالمختار،كتاب الحظروالإباحة: ٣٦٣/٦، إمدادالفتاوي تعويذات واعمال: ٨٩/٤

یہ اصل میں لوگوں کے اپنے اپنے تجربات ہوتے ہیں، کسی نے خاص غرض کے لیے کوئی کلمہ ایک لاکھ مرتبہ رات کے وقت پڑھ لیااور اس کا کام ہو گیا، اس نے پھر تجربہ کیااور کامیاب رہا، اس طرح وہ شخص اس کو باقاعدہ ایک وظیفے اور ایک عمل کی شکل دیدیتا ہے، اسے کوئی شرعی حکم نہیں سمجھنا چاہیے، یہ ٹھیک اسی طرح ہے کہ جس طرح مختلف جڑی بوٹیوں کی تاثیر لوگوں نے تجربات کر کے معلوم کی ہے اور مختلف امراض میں ان کا انفراداً یا ترکیباً استعمال مفید رہتا ہے، یہی صورت جائز غیر ماثور عملیات کی ہے کہ وہ لوگوں کے اپنے تجربات کا نتیجہ ہوتی ہیں۔(۹)

لیکن یہ بات پیش نظر رہے کہ عملیات سے کوئی قطعی حکم ثابت نہیں ہوتا، مثلاً بعض لوگ چور معلوم کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں تو صرف اس عمل کی وجہ سے کسی شخص کو واقعتاً چور سمجھ لینااور اس پر چوری کے احکام لاگو کرنا جائز نہیں۔(۱۰)

٣٤ – باب : رُقْيَةِ الْعَيْنِ .

٥٤٠٦ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خالِدٍ : قالَ سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ شَدَّادٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : أَمَرَنِي رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، أَوْ : أَمَرَ ، أَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ .

(٥٤٠٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ١٧٢٥/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٥) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب رقية العين: ٣٦٥/٤ (رقم الحديث: ٧٥٣٦) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب من استرقى من العين: ١١٦٠/٢ (رقم الحديث: ٣٥١١)

(٩) فتح الباري: ٢٤٠/١٠۔

(١٠) فتح الباري: ٢٤٠/١٠، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة: ٣٦٣/٦، نیز دیکھیے إمدادالفتاوى،تعويذات واعمال:٨٨/٤ وقال القرطبي: الرقى ثلاثة أقسام: أحدها ماكان يرقى به في الجاهلية ممالايعقل معناه، فيجب اجتنابه لئلايكون فيه شرك أويؤدى إلى الشرك، الثاني: ماكان بكلام الله أوبأسمائه فيجوز، فإن كان مأثورا فيستحب، الثالث: ماكان بأسماء غيرالله من ملك أوصالح أو معظم من المخلوقات كالعرش ، فهذا ليس من الواجب اجتنابه ولا من المشروع الذي يتضمن الالتجاء إلى الله والتبرك بأسمائه فيكون تركه أولى (فتح الباري: ٢٤١/١٠)

٥٤٠٧ : حدثني مُحَمَّدُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ وَهْبِ بْنِ عَطِيَّةَ الدِّمَشْقِيُّ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا مُحمدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى فِي بَيْتِهَا جارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ ، فَقَالَ : (اسْتَرْقُوا لَهَا ، فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ) .

وَقَالَ عُقَيْلٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

تَابَعَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَالِمٍ ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ .

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں نظر لگ جانے پر دم کرانے کا جواز بیان کر رہے ہیں۔

پہلی روایت حضرت عائشہؓ سے ہے، فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ نظر بد لگ جانے کی صورت میں دم پڑھا جائے۔

أمرني أو أمر أن يسترقى من العين

راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہؓ نے "أمرني" کہا یا "أمر" کہا، يسترقى: رقیہ طلب کرنا یعنی نظر بد لگ جانے کی صورت میں آپ نے حکم دیا کہ دم اور جھاڑ پھونک جاننے والے سے دم کرایا جائے۔

دوسری روایت حضرت ام سلمہؓ کی ہے، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر ایک لڑکی دیکھی جس کا رنگ (کمزوری کی وجہ سے) زرد تھا، آپ نے فرمایا اس کو دم کراؤ، کیوں کہ اسے نظر بد لگی ہے۔

سَفْعة: زردی اور سیاہی کو کہتے ہیں، آدمی جب کمزور ہوتا ہے تو کبھی اس کا رنگ زرد اور کبھی سیاہ ہو جاتا ہے، اصل رنگ باقی نہیں رہتا، اصل رنگ میں واقع ہونے والی اس زرد یا سیاہ تبدیلی کو سفعة کہا جاتا ہے(١١) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس لڑکی کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا(١٢)

(٥٤٠٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ١٧٢٥/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٧)

(١١) فتح الباري: ٢٤٨/١٠

(١٢) فتح الباري: ٢٤٨/١٠

نظر بد کے متعلق چند باتیں

یہاں آپ چند باتیں یاد رکھیں:

❶ نظر بد کا لگ جانا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، اگلے باب میں روایت آرہی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق، یعنی یہ زمانہ جاہلیت کے دوسرے باطل اوہام ورسوم ونظریات کی طرح کوئی باطل چیز نہیں، بلکہ حق اور ثابت ہے۔

❷ جس شخص کو نظر لگتی ہے، اسے معیون اور نظر لگانے والے کو عاین کہتے ہیں، دیکھنے والے کو کوئی شخص، کوئی چیز پسند آجاتی ہے، وہ پسندیدگی کی نگاہ سے اس کو دیکھتا ہے لیکن پسندیدگی کی یہ نگاہ بسااوقات معیون کے لیے مضر ہوتی ہے اور اس کے لیے فساد ومرض کا ذریعہ بن جاتی ہے، اس میں بسااوقات دیکھنے والے کا کوئی اختیار اور ارادہ شامل نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ والدین کی نظر بھی بچوں کو لگ جاتی ہے۔ (۱۳)

اس نظر کی وجہ سے یہ فساد کیوں پیدا ہوتا ہے؟ بعض حضرات نے اس کی ٹوہ میں جانے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ دیکھنے والے کی نگاہ سے زہریلی شعائیں نکلتی ہیں، وہ جاکر معیون کے جسم میں داخل ہوتی ہیں اور فساد وتخریب کا ذریعہ بنتی ہیں، یہ زہریلی شعائیں بعض لوگوں میں زیادہ اور بعض میں کم ہوتی ہیں۔ (۱۴)

لیکن دل لگتی بات یہ ہے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے پیدا کردہ ایک سبب ہے جس طرح تخریب وفساد اور بگاڑ وخرابی کے دوسرے بہت سارے اسباب ہیں، یہ بھی ان اسباب کی طرح ایک سبب ہے۔ (۱۵)

❸ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث باب میں فرمایا کہ نظر بد لگ جانے پر دم کرایا جائے، وہ دم کیا ہے، اس کا ذکر روایت میں نہیں۔

---

(۱۳) فتح الباري: ۱۰/۲٤٥، عمدة القاري: ۲۱/۲٦۰

(۱٤) فتح الباري: ۱۰/۲٤٥، عمدة القاري: ۲۱/۲٦۱

(۱٥) فتح الباري: ۱۰/۲٤٥، عمدة القاري: ۲۱/۲٦۱

سورۃ قلم کی آیت ﴿فاجتبٰه ربه فجعله من الصالحين وإن يكادالذين كفروا ليزلقونك بابصارهم لما سمعوا الذكر ويقولون انه لمجنون﴾ نظر بد کے لیے بطور دم کے مفید اور مشہور ہے۔(۱۶)

اسی طرح نظر لگانے والا اگر "ماشاء الله"، "لاحول ولاقوة إلابالله" کہہ دے تو اس کی وجہ سے بھی نظر بد کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔(۱۷)

دم کے علاوہ نظر بد دور کرنے کے لیے مختلف علاقوں میں لوگوں کے اور بھی تجرباتی طریقے ہیں۔

نظر بد دور کرنے کا طریقہ

حدیث میں بھی اس کا ایک طریقہ آیا ہے کہ عاین اپنے جسم کے بعض حصوں کو دھولے اور اس پانی کو معیون پر ڈال دیا جائے تو نظر بد کا اثر جاتا رہتا ہے۔امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے، انھوں نے فرمایا "كان يؤمر العاين فيتوضأ، ثم يغتسل منه المعين"۔(۱۸)

حضرت سہل بن حنیفؓ کو حضرت عامر بن ربیعہؓ کی نظر لگ گئی تھی اور وہ بیمار ہوگئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو انہیں غسل کرنے کا حکم دیا، چنانچہ انھوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں کے اطراف اور ازار کے اندر کا حصہ ایک ٹب میں دھویا اور وہ پانی حضرت سہل پر ڈالا گیا تو وہ ٹھیک ہوگئے۔(۱۹)

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اس کی تفصیل نقل کی ہے کہ عاین کے پاس ایک ٹب لایا

---

(۱٦) معارف القرآن: ۵۳۹/۸، أنوار البيان: ۴۰۵/۹

(۱۷) فتح الباري: ۲۵۲/۱۰

(۱۸) سنن أبي داود، كتاب الطب، باب ماجاء في العين: ۹/۴ (رقم الحديث: ۳۸۸۰)

(۱۹) مؤطا الإمام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين: ۹۳۸/۲

جائے، ٹب زمین پر نہ رکھا جائے، وہ پانی سے کلی کرے اور کلی کا پانی ٹب میں گرائے، پھر چہرہ دھوئے، پھر بائیں ہاتھ سے پانی پکڑے اور دائیں ہتھیلی دھوئے اور پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ کی صرف کہنی دھوئے، درمیان کا حصہ نہ دھوئے، پھر پاؤں اور ازار کے اندر کا حصہ دھوئے، اس سے کمر کی دائیں جانب ماتحت الازار والا حصہ مراد ہے، پھر اس غسالے کو معیون پر ڈال دیا جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔(۲۰)

فائدہ

باب کی دوسری حدیث میں امام بخاری سے حضرت عروہ بن زبیر تک چھ راوی ہیں اور سب کا نام "محمد" ہے، اس طرح یہ روایت "مسلسل بالمحمدین" ہے ❶ محمد بن اسماعیل امام بخاری ❷ محمد بن خالد ❸ محمد بن وھب ❹ محمد بن حرب ❺ محمد بن الولید ❻ محمد بن شھاب زھری۔(۲۱)

محمد بن وھب بن عطیہ کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے۔(۲۲)

وقال عقيل عن الزهري: أخبرني عروة عن النبي صلى الله عليه وسلم

یہ تعلیق ہے، امام حاکم نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۲۳)

تابَعه عبدالله بن سالم عن الزبيدى

یعنی محمد بن حرب کی متابعت عبداللہ بن سالم نے بھی کی ہے، اس متابعت کو امام ذھلی نے "زھریات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۲۴)

---

(۲۰)شرح مسلم للنووي، باب الطب والمرض والرقى: ۲/۲۲۰، عمدة القاري: ۲۱/۲٦٦

(۲۱) عمدة القاري: ۲۱/۲٦٥

(۲۲) عمدة القاري: ۲۱/۲٦٥؛ فتح الباري: ۱۰/۲٤۷

(۲۳)فتح الباري: ۱۰/۲٤۹

(۲٤)فتح الباري: ۱۰/۲٤۸، عمدة القاري: ۲۱/۲٦٦

۳۵ - باب : الْعَيْنُ حَقٌّ .

۵۴۰۸ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْعَيْنُ حَقٌّ) . وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ . [۵۶۰۰]

بعض لوگوں نے نظر کے لگ جانے سے انکار کیا،(۲۵) امام بخاری اس باب سے ان کی تردید کر رہے ہیں کہ نظر کا لگ جانا حق اور حقیقت ہے۔

حدیث باب میں ہے "(العین حق) ونھی عن الوشم" وشم جسم کے گودنے کو کہتے ہیں، حدیث کے دونوں جملوں میں بظاہر مناسبت نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک ہی مجلس میں کچھ لوگوں نے عین کے متعلق اور کچھ نے وشم کے متعلق پوچھا تو آپ نے عین کو حق قرار دیا اور وشم سے منع فرمایا۔(۲۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں جملوں کے درمیان چند اور مناسبتیں بیان کی ہیں لیکن علامہ عینی نے انہیں رد کر دیا، مثلاً جس طرح وشم کے ذریعہ عضو کے اندر اصلی رنگ کے علاوہ ایک مصنوعی رنگ پیدا کر دیا جاتا ہے نظر بد بھی عضو کے اندر اسی طرح غیر اصلی رنگ پیدا کر دیتی ہے، یہ دونوں غیر اصلی رنگ پیدا کرنے میں شریک ہیں، لہٰذا اس اشتراک کی وجہ سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے۔

دوسری مناسبت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے کہ وشم کو بسا اوقات اس لیے اختیار کیا جاتا ہے کہ نظر بد سے بچا جائے، وشم سے عضو اپنے اصلی رنگ وخوبصورتی پر برقرار نہیں رہتا، نظر بد سے محفوظ رہنے کے لیے بعض اوقات وشم کے ذریعہ اس کی فطری خوبصورتی کو متاثر کر دیا جاتا ہے، حدیث شریف میں وشم کی ممانعت اور نظر بد کا اثبات کیا گیا، یہ اس طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ نظر حق ہے اور جب نظر کا لگنا مقدر ہو تو پھر وشم سے اس کا سدباب نہیں کیا جاسکتا۔

(۵۴۰۸) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب اللباس، باب الواشمة (رقم الحديث: ۵۶۰۰) وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى: ۱۷۱۹/۴ رقم الحدبث: ۲۱۸۷ وأخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب ماجاء في العين: ۹/۴ (رقم الحديث: ۳۸۷۹)

(۲۵) فتح الباري: ۲۴۹/۱۰، عمدة القاري: ۲۶۶/۲۱

(۲۶) عمدة القاري : ۲۶۷/۲۱

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ جملے ہیں جو دو الگ الگ سوالات کے جواب کے طور پر کہے گئے ہیں، ان کے درمیان اس قسم کی مناسبتیں تلاش کرنا تکلف محض ہے۔(۲۷)

٣٦ – باب : رُقْيَةِ الحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ .

٥٤٠٩ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ الشَّيْبَانِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ . سَأَلْتُ عائِشَةَ عَنِ الرُّقْيَةِ مِنَ الحُمَةِ ، فَقالَتْ : رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الرُّقْيَةِ مِنْ كُلِّ ذِي حُمَةٍ .

یعنی سانپ اور بچھو کے ڈسنے کے وقت دم اور رقیہ کے جواز کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں حیۃ اور عقرب کا صراحتاً ذکر نہیں، البتہ حُمۃ کا ذکر ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ حمۃ بچھو یا کسی بھی زہریلے جانور سانپ وغیرہ کے ڈسنے کو کہتے ہیں۔

٣٧ – باب : رُقْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ .

٥٤١٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قالَ : دَخَلْتُ أَنَا وَثَابِتٌ عَلَى أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، فَقَالَ ثَابِتٌ : يَا أَبَا حَمْزَةَ ، اشْتَكَيْتُ ، فَقَالَ أَنَسٌ : أَلَا أَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ؟ قالَ : بَلَى ، قالَ : (اللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ ، مُذْهِبَ الْبَاسِ ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي ، لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا) .

---

(٢٧) عمدة القاري: ٢١/٢٦٧

(٥٤٠٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ٤/ ١٧٢٤ (رقم الحديث: ٢١٩٣) وأخرجه النسائي في الطب، باب رقية العقرب: ٤/٣٦٦ (رقم الحديث: ٧٥٣٩)

(٥٤١٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب كيف الرقى: ٤/١١ (رقم الحديث: ٣٨٩٠) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة، باب رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٦/٢٥٣ (رقم الحديث: ١٠٨٦١) وأخرجه الترمذي في الجنائز، باب ماجاء في التعوذ للمريض: ٣/٣٠٣ (رقم الحديث: ٩٧٣)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول وماثور افسوں اور دم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

پہلی حدیث میں ہے "اللهم رب الناس، مذهب البأس، اشف، أنت الشافي،(۲۸) لاشافي إلا أنت شفاءً لايغادر سقما" "اے اللہ! لوگوں کے رب، بیماری کو ختم کرنے والے! تو شفا دیدے، کہ تو ہی شفا دینے والا ہے، صرف تو ہی شافی ہے، ایسی شفا جو کسی قسم کی بیماری کو نہ چھوڑے"۔

شفاءً اشف کے لیے مفعول مطلق ہے اور "ربَ الناس" منادی ہے۔

۵۴۱۲/۵۴۱۱ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يُعَوِّذُ بَعْضَ أَهْلِهِ ، يَمْسَحُ بِيَدِهِ الْيُمْنَىٰ وَيَقُولُ : (اللَّهُمَّ رَبَّ النَّاسِ أَذْهِبِ الْبَاسَ ، اشْفِهِ وَأَنْتَ الشَّافِي ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا) . قالَ سُفْيَانُ : حَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ مَسْرُوق ، عَنْ عائِشَةَ نَحْوَهُ .

دوسری روایت میں سلیمان بن مہران اعمش کے شیخ مسلم ہیں، یہ مسلم بن صبیح ہمدانی ہیں، ان کی کنیت "ابوالضحی" ہے اور ان کی کنیت نام کے مقابلے میں زیادہ مشہور ہے۔(۲۹)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مسلم بن عمران بھی ہو سکتے ہیں۔(۳۰)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی اور کہا یہ صرف ایک عقلی احتمال ہے کیونکہ

(۵۴۱۱) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب رقية المريض: ۱۷۲۲/٤ (رقم الحديث: ۲۱۹۱) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب رقية العرق: ۳٦٦/٤ (رقم الحديث: ۷۵۳۸) وأخرجه النسائي أيضاً في كتاب عمل اليوم والليلة، باب رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۲۵۳/٦ (رقم الحديث: ۱۰۸٦۱)

(۲۸) فيه جواز تسمية الله تعالىٰ بماليس في القرآن، إذاكان له أصل ، فيه قال تعالىٰ: ﴿وإذامرضت فهويشفين﴾ وأن لايوهم نقصا (إرشاد الساري: ٤٦۳/۱۲)

(۲۹) فتح الباري: ۲۵٤/۱۰، عمدة القاري: ۲٦۹/۲۱

(۳۰) فتح الباري: ۲۵٤/۱۰، شرح البخاري للكرماني: ۲۵/۲۱

مسروق سے مسلم بن عمران کی کوئی روایت میں نے نہیں دیکھی۔(۳۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ نے نہیں دیکھی تو اس سے کرمانی کی تردید کیسے ہو جاتی ہے۔(۳۲)

لیکن آگے "باب مسح الراقي الوجع بيده" میں یہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے دوبارہ ذکر کی ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی وہاں تصریح کی ہے کہ مسلم سے ابوالضحی ہی مراد ہیں،(۳۳) معلوم ہوا کہ علامہ عینی کے نزدیک بھی اس سے مسلم ابوالضحی مراد ہیں، لیکن علامہ کرمانی پر حافظ ابن حجر کی تنقید علامہ عینی کو اچھی نہیں لگی، اس لیے انھوں نے ان کی تردید کی۔

قال سفيان: حدثت به منصورا

یہ تعلیق نہیں، بلکہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث منصور بن المعتمر کو سنائی تو انھوں نے "ابراهيم عن مسروق عن عائشة" کے طریق سے یہ حدیث بیان کی۔

(٥٤١٢) : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ كَانَ يَرْقِي يَقُولُ : (ٱمْسَحِ ٱلْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ ، بِيَدِكَ الشِّفَاءُ ، لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ) . [ر : ٥٣٥١]

باب کی یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ اصحاب صحاح میں سے کسی اور نے نقل نہیں کی۔(۳۴)

---

(٣١) فتح الباري: ٢٥٤/١٠

(٣٢) عمدة القاري: ٢٦٩/٢١

(٣٣) عمدة القاري: ٢٧٢/٢١

(٣٤) عمدة القاري: ٢٦٩/٢١

٥٤١٣/٥٤١٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَقُولُ لِلْمَرِيضِ : (بِسْمِ ٱللهِ ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا ، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا ، يُشْفَى سَقِيمُنَا ، بِإِذْنِ رَبِّنَا) .

(٥٤١٤) : حدّثني صَدَقَةُ بْنُ ٱلْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ في الرُّقْيَةِ : (تُرْبَةُ أَرْضِنَا ، وَرِيقَةُ بَعْضِنَا ، يُشْفَى سَقِيمُنَا ، بِإِذْنِ رَبِّنَا) .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دم مریض کے لیے پڑھا کرتے تھے"بسم الله تربة أرضنا وريقة بعضنا، يشفي سقيمُنا بإذن ربنا"(اللہ کے نام سے، یہ ہماری زمین کی مٹی ہے اور ہم میں سے بعض کا لعاب دہن ہے، ہمارا مریض اللہ کے حکم سے شفایاب ہو جائے گا)

تربة أرضنا خبر ہے، مبتدا "هذه" محذوف ہے، أرض سے یا مدینہ منورہ کی زمین مراد ہے اور یا عام ہے۔اسی طرح "بعضنا" سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور یا یہ بھی عام ہے۔(۳۵)

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ سبابہ انگلی سے لعاب مبارک لیتے، پھر اسے مٹی میں رکھتے اور مٹی لگ جانے کے بعد اس انگلی کو مریض کے زخم یا درد والی جگہ پر رکھ کر یہ کلمات ارشاد فرماتے(۳۶) مٹی کی تاثیر ٹھنڈی اور خشک ہوتی

(٥٤١٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة: ١٧٢٤/٤ (رقم الحديث: ٢١٩٤) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب النفث في الرقية: ٣٦٨/٤ (رقم الحديث: ٧٥٥٠) وأخرجه النسائي أيضاً في كتاب عمل اليوم والليلة، باب ذكر رقية رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٥٣/٦ (رقم الحديث: ١٠٨٦٢) وأخرجه أبوداود في كتاب الطب، باب كيف الرقى: ١٢/٤ (رقم الحديث: ٣٨٩٥) وأخرجه ابن ماجه في الطب، باب ماعوّذبه النبي صلى الله عليه وسلم وماعُوّذبه: ١١٦٣/٢ (رقم الحديث: ٣٥٢١)

(٣٥) عمدة القاري: ٢٧٠/٢١، فتح الباري: ٢٥٦/١٠، شرح مسلم للنووي، باب استحباب رقية المريض: ٢٢٣/٢

(٣٦) شرح صحيح مسلم للنووي، باب استحباب رقية المريض: ٢٢٣/٢، عمدة القاري: ٢٦٩/٢١، فتح الباري: ٢٥٦/١٠

ہے، اس لیے اس سے موضعِ جراحت والم ٹھیک ہو جاتا ہے اور زخم خشک ہونے لگتا ہے، اسی طرح لعاب میں بھی یہ خصوصیت ہے۔(۳۷)

لیکن امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان طبی توجیہات کی سرے سے ضرورت نہیں بلکہ یہ اللہ کے نام کی برکت کا اثر ہوتا ہے کہ مریض درد والم میں دم سے افاقہ محسوس کرتا ہے۔(۳۸)

يشفى سقيمنا

یشفی مجہول کا صیغہ ہے اور بطور دعا مستعمل ہے اس صورت میں "سقیمنا" نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور دوسری صورت "يشفي" معروف کی بھی ہو سکتی ہے، اس صورت میں فاعل محذوف ہوگا اور "سقيمنا" مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے بیمار کو شفایاب کردے۔(۳۹)

علامہ توریشتی نے فرمایا کہ "تربة أرضنا" سے فطرت انسان کی طرف اشارہ ہے اور "ريقة بعضنا" سے نطفہ کی طرف اشارہ ہے، گویا کہ زبان حال سے کہا جارہا ہے کہ اے اللہ تو نے اس بندے کی اصلِ اول کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس کی بنیاد معمولی پانی سے بنائی، آپ کے لیے اس کو شفا دینا کوئی مشکل نہیں، لہٰذا اسے شفا عطا فرمادیجیے۔(۴۰)

---

(۳۷) عمدة القاري: ۲۱/۲۷۰، فتح الباري: ۱۰/۲۵٦

(۳۸) فتح الباري: ۱۰/۲۵٦

(۳۹) فتح الباري: ۱۰/۲۵٦، عمد القاري: ۲۱/۲۷۰

(٤٠) عمدة القاري: ۲۱/۲٦۹، فتح الباري: ۱۰/۲۵۷

٣٨ – باب : النَّفْثِ فِي الرُّقْيَةِ .

٥٤١٥ : حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفِثْ حِينَ يَسْتَيْقِظُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، وَيَتَعَوَّذْ مِنْ شَرِّهَا ، فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ) . وَقالَ أَبُو سَلَمَةَ : وَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنَ الْجَبَلِ ، فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ فَمَا أُبَالِيهَا . [ر : ٣١١٨]

اس باب میں امام بخاری نے جھاڑنے اور دم کرنے کے وقت تھتکارنے کو بیان کیا ہے۔

نفث (نون کے فتحہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) نفخ بلا ریق یا نفخ مع ریق قلیل کو کہتے ہیں، دم کرتے ہوئے آدمی پھونکتا ہے، اس پھونک کے ساتھ بسا اوقات لعاب کے تھوڑے سے ذرات بھی شامل ہوتے ہیں اور بعض اوقات نہیں ہوتے، (۴۱) اردو میں اسے تھتکارنا کہتے ہیں۔

پہلی روایت حضرت ابو قتادہؓ (حارث بن ربعی) سے ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ رویا صالحہ اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، جب تم میں سے کوئی خواب میں بری چیز دیکھے تو نیند سے بیدار ہونے کے وقت تین بار تھتکار دے اور اس کے شر سے پناہ مانگے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

راوی حدیث حضرت ابو مسلمة (بن عبد الرحمٰن بن عوف) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد اگر میں پہاڑ سے بھی زیادہ ثقیل اور بھاری خواب دیکھوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔

الرؤيا من الله والحلم من الشيطان

رؤیا سے رؤیا صالحہ اور اچھا خواب مراد ہے جو اللہ کی طرف سے بندے کے لیے خوش خبری ہوتی ہے اور حُلْم (حاء کے ضمہ اور لام کے سکون وضمہ کے ساتھ) سے برا خواب مراد ہے۔ اگرچہ دونوں قسم

(٤١) فتح الباري: ١٠/٢٥٨، عمدة القاري: ٢١/٢٦٩

کے خوابوں کا خالق اللہ جل شانہ ہے، تاہم اچھے خواب کی نسبت اللہ کی طرف تکریم و تشریف کے لیے کردی گئی اور برے خواب کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کردی ہے کہ شیطان اس پر خوش اور راضی ہوتا ہے۔(۴۲)

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برے خواب سے بچنے اور اس کے شر سے محفوظ ہونے کا طریقہ بتلادیا کہ جاگنے کے بعد بائیں جانب أعوذ باللّٰه من الشیطان الرجیم پڑھ کر تین مرتبہ تھوکے اور اس کے شر سے پناہ طلب کرے تو ان شاء اللہ وہ خواب نقصان دہ نہیں ہوگا، تھتکارنے میں شیطان سے نفرت اور اس کی تحقیر و تذلیل کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ شیطان برے خواب کے وقت خوش اور حاضر ہوتا ہے۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وفي النفث إشارة إلى خرد الشيطان الذي حضررؤياه المكروهة ، وتحقيرله واستقذار لفعله(۴۳)

٥٤١٦ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللَّهِ الْأُوَيْسِيُّ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْها قالت : كانَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ ، نَفَثَ فِي كَفَّيْهِ بِـ «قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ» وَبِالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيعًا ، ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ ، وَما بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهِ ، قالَتْ عائِشَةُ : فَلَمَّا ٱشْتَكَى كانَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهِ . قالَ يُونُسُ : كُنْتُ أَرَى ٱبْنَ شِهَابٍ يَصْنَعُ ذٰلِكَ إِذَا أَتَى إِلَى فِرَاشِهِ . [ر : ٤١٧٥]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے ہاتھوں پر قل هوالله أحد اور معوذتین (سورۃ فلق اور سورۃ الناس) پڑھ کر دم کرتے اور پھر دونوں ہاتھوں کو چہرہ انور پر پھیرتے اور جسم کے جس جس حصے تک ہاتھ پہنچ سکتے، اس پر پھیرتے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے اس طرح کرنے کا حکم دیتے، راوی حدیث یونس نے کہا کہ میں نے ابن شہاب کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے بستر پر جاتے ہوئے اسی طرح کرتے تھے۔

(٤٢)عمدة القاري: ٢١/ ٢٧٠، إرشاد الساري: ١٢/ ٤٦٧

(٤٣) إرشاد الساري: ١٢/ ٤٦٧، عمدة القاري: ٢١/ ٢٧٠

یہ روایت کتاب المغازی میں گذر چکی ہے۔

٥٤١٧ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ : أَنَّ رَهْطًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ٱنْطَلَقُوا فِي سَفْرَةٍ سَافَرُوهَا ، حَتَّى نَزَلُوا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ ، فَٱسْتَضَافُوهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمْ ، فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الحَيِّ ، فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : لَوْ أَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ الَّذِينَ قَدْ نَزَلُوا بِكُمْ ، لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ ، فَأَتَوْهُمْ فَقَالُوا : يَا أَيُّهَا الرَّهْطُ ، إِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ ، فَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ ، فَهَلْ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْكُمْ شَيْءٌ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : نَعَمْ ، وَٱللهِ إِنِّي لَرَاقٍ ، وَلٰكِنْ وَٱللهِ لَقَدِ ٱسْتَضَفْنَاكُمْ فَلَمْ تُضَيِّفُونَا ، فَمَا أَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلاً ، فَصَالَحُوهُمْ عَلَى قَطِيعٍ مِنَ الْغَنَمِ ، فَٱنْطَلَقَ فَجَعَلَ يَتْفِلُ وَيَقْرَأُ : «الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» . حَتَّى لَكَأَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ ، فَٱنْطَلَقَ يَمْشِي ما بِهِ قَلَبَةٌ ، قالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ : ٱقْسِمُوا ، فَقَالَ الَّذِي رَقَى : لَا تَفْعَلُوا حَتَّى نَأْتِيَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كانَ ، فَنَنْظُرَ ما يَأْمُرُنَا ، فَقَدِمُوا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَذَكَرُوا لَهُ ، فَقَالَ : (وَما يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ أَصَبْتُمْ ، ٱقْسِمُوا وَٱضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ بِسَهْمٍ) . [ر : ٢١٥٦]

باب کی یہ آخری حدیث گذر چکی ہے، اس میں ہے، "فانطلق فجعل یتفل" تفل اور نفث کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں، اسی جملے کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث اس باب کے تحت ذکر کی۔

٣٩ - باب : مَسْحِ الرَّاقِي الْوَجَعَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى .

٥٤١٨ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ مُسْلِمٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّذُ بَعْضَهُمْ ، يَمْسَحُهُ بِيَمِينِهِ : (أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ ، وَٱشْفِ أَنْتَ الشَّافِي ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا) . فَذَكَرْتُهُ لِمَنْصُورٍ فَحَدَّثَنِي ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ بِنَحْوِهِ . [ر : ٥٣٥١]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جھاڑ اور دم کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ تکلیف کی جگہ پر پھیرتے۔

٤٠ – باب : في المَرْأَةِ تَرْقِي الرَّجُلَ .

٥٤١٩ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الجُعْفِيُّ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ بِالمُعَوِّذَاتِ ، فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ أَنَا أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ ، فَأَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا . فَسَأَلْتُ ٱبْنَ شِهَابٍ : كَيْفَ كَانَ يَنْفُثُ ؟ قالَ : يَنْفُثُ عَلَى يَدَيْهِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ . [ر : ٤١٧٥]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بیوی اگر شوہر کو دم کرنا چاہے تو سنت میں اس کی گنجائش ہے، روایت کی مناسبت باب سے ظاہر ہے۔

٤١ – باب : مَنْ لَمْ يَرْقِ .

٥٤٢٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا فَقَالَ : (عُرِضَتْ عَلَيَّ الأُمَمُ ، فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ ، وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ، وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ ، فَرَجَوْتُ أَنْ يَكُونَ أُمَّتِي ، فَقِيلَ : هٰذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ ، ثُمَّ قِيلَ لِي : ٱنْظُرْ ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ ، فَقِيلَ لِي : ٱنْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا ، فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيرًا سَدَّ الأُفُقَ ، فَقِيلَ : هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ ، وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ) . فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ ، فَتَذَاكَرَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا : أَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ ، وَلٰكِنَّا آمَنَّا بِٱللهِ وَرَسُولِهِ ، وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ هُمْ أَبْنَاؤُنَا ، فَبَلَغَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (هُمُ الَّذِينَ لَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَلَا يَسْتَرْقُونَ ، وَلَا يَكْتَوُونَ ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) . فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ : أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ : أَمِنْهُمْ أَنَا ؟ فَقَالَ : (سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ) . [ر : ٣٢٢٩]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جھاڑ پھونک اور دم نہیں کراتا تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے، حدیث باب پر تفصیلی کلام باب من اکتوی میں گذر چکا ہے، اس میں ہے "هم الذين لايتطيرون ، ولايكتوون ولايسترقون" یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو توکل کے بلند مقام پر ہوتے ہیں اور رضابالقضا پر رہتے ہوئے دم، جھاڑ پھونک اور ادویہ سے علاج کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، چنانچہ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا من صفة الأولياء، المعرضين عن الدنيا وأسبابها وعلائقها، وهؤلاء خواص الأولياء، ولايردعلى هذا وقوع ذلك من النبي صلى الله عليه وسلم فعلا وأمرا، لأنه كان في أعلى مقامات العرفان و درجات التوكل، فكان ذلك منه للتشريع وبيان الجواز ومع ذلك فلاينقص ذلك من توكله، لأنه كان كامل التوكل يقينا فلايؤثر فيه تعاطي الأسباب شيئاً، بخلاف غيره ولوكان كثيرالتوكل، لكن من ترك الأسباب ، و فوض وأخلص في ذلك كان أرفع مقاماً "(۴۴)

یعنی علاج واسباب کو ترک کر دینا ان خاص اولیاء اور اللہ تعالیٰ کے برگزید بندوں کی صفت ہے جو دنیا اور اس کے اسباب ووسائل سے اعراض کرتے ہیں۔

یہاں کسی کے ذہن میں یہ شبہ نہیں آنا چاہیے کہ جب یہ اللہ کے خاص مقرب بندوں کی صفت ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج واسباب اختیار کرنے کو عملاً اور قولاً کیسے اپنایا کہ آپ نے خود بھی علاج واسباب کو اختیار کیا ہے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا ہے۔

اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ عرفان و توکل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، تاہم علاج ووسائل کی مشروعیت بتلانے اور بیان جواز کے لیے آپ نے یہ اختیار فرمایا، اس سے آپ کے توکل کی صفت میں کوئی کمی نہیں آئی، کیونکہ آپ ایک ایسے کامل متوکل تھے کہ اسباب اختیار کرنے سے آپ کے توکل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا، یہ صرف آپ کی خصوصیت تھی دوسرے لوگوں کی بات دوسری

(٤٤)فتح الباري: ١٠/٢٦٠-٢٦١

ہے، اگرچہ کوئی شخص بہت زیادہ متوکل کیوں نہ ہو، تاہم اسباب اختیار کرنے سے اس کے توکل میں فرق آسکتا ہے، اگر کوئی شخص اخلاص کے ساتھ توکل کر کے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے اسباب ترک کر دیتا ہے تو یقیناً وہ بلند مقام کا حامل ہے!

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے حصین بن نمیر سے نقل کی ہے۔ حصین بن نمیر کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے۔(۴۵)

٤٢ – باب : الطِّيَرَةِ .

٥٤٢١ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ، وَالشُّؤْمُ فِي ثَلَاثٍ : فِي المَرْأَةِ ، وَٱلدَّارِ ، وَٱلدَّابَّةِ) . [ر : ١٩٩٣]

٥٤٢٢ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (لَا طِيَرَةَ ، وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ) . قالُوا : وَمَا الْفَأْلُ ؟ قالَ : (الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ) . [٥٤٢٣]

طِيَرة (طاء کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) تطیر کا مصدر ہے جس طرح تحیر کا مصدر حِیَرۃ آتا ہے، بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ عربی زبان میں اس وزن پر ان دو مصدروں کے علاوہ کوئی اور مصدر نہیں آتا۔(۴۶)

طیرہ شگون کو کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ جب کام سے صبح نکلتے تو وہ طیر یعنی پرندے پر اعتماد

(٥٤٢٢) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الطب، باب الفأل (رقم الحديث: ٥٤٢٣) وأخرجه مسلم في السلام، باب الطيرة والفأل ومايكون فيه من الشؤم: ١٧٤٥/٤ (رقم الحديث: ٢٢٢٣)

(٤٥) فتح الباري: ٢٦٠/١٠، عمدة القاري: ٢٧٣/٢١

(٤٦) النهاية في غريب الحديث والأثر: ١٥٢/٣، مجمع بحارالأنوار: ٤٨٠/٣، فتح الباري: ٢٦١/١٠، شرح الطيبي على مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة، الفصل الأول: ٣١٣/٨، إكمال إكمال المعلم للأبى على صحيح مسلم كتاب الطب، باب قوله عليه السلام: لاعدوى: ٣٩/٦

کرتے، بیٹھے ہوئے پرندے کو اڑاتے، اگر پرندہ دائیں جانب اڑتا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور کام پر چلے جاتے اور اگر پرندہ بائیں جانب اڑتا، تو اسے بدشگونی سمجھ کر کام پر جانے سے رک جاتے، لوگ دائیں طرف اڑ کر جانے والے پرندے کو "مساغ" اور بائیں طرف جانے والے کو "بارح" کہا کرتے۔(۴۷)

اسلام نے آکر اس خیال اور وہم کو باطل قرار دیا کہ پرندہ کے دائیں، بائیں طرف اڑنے سے کسی کام کے ہونے نہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے "شعب الإیمان" میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی کے دل میں اس طرح بدشگونی کا خیال آئے تو وہ یہ دعا پڑھے "اللهم لاطير إلاطيرك ، ولاخير إلاخيرك"۔(۴۸)

لوگ جب اس طرح کا اعتقاد کرنے لگتے ہیں تو ان کے ظن اور اعتقاد کے مطابق بسا اوقات واقعات بھی پیش آجاتے ہیں، یہ درحقیقت ان کے باطل ظن کی سزا ہوتی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وربما وقع به ذلك المكروه بعينه الذي اعتقده عقوبة له، كما كان يقع كثيرا لأهل الجاهلية"(۴۹)

٤٣ – باب : الْفَأْلِ .

٥٤٢٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا طِيَرَةَ ، وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ) . قالُوا : وَما الْفَأْلُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ) . [ر : ٥٤٢٢]

(٤٧) النهاية في غريب الحديث والأثر: ١٥٢/٣، مجمع بحار الأنوار: ٤٨٠/٣، عمدة القاري: ٢٧٣/٢١، إرشاد الساري: ٤٧٢/١٢، فتح الباري: ٢٦١/١٠

(٤٨) شعب الإيمان للبيهقي، باب التوكل والتسليم: ٦٥/٢ (رقم الحديث: ١١٨٠)

(٤٩) فتح الباري: ٢٦٤/١٠

٥٤٢٤ : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الصَّالِحُ : الْكَلِمَةُ الحَسَنَةُ) . [٥٤٤٠]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایالا طِیَرۃ، وخیرھا الفال کہ "شگون نہیں ہے اور اس کی بہتر قسم نیک شگونی ہے۔"

فأل (ہمزہ اور بغیر ہمزہ کے) نیک شگونی کو کہتے ہیں،(۵۰) اس کی جمع فئول آتی ہے۔(۵۱)

❶ بعض حضرات کے نزدیک طیرہ بد شگونی اور فال نیک شگونی کو کہتے ہیں، یہ دونوں الگ الگ ہیں، طیرہ ناجائز اور فال جائز ہے، یہاں حدیث میں "خیرھا" کا کلمہ استعمال ہوا ہے، فال کی اضافت طیرۃ کی طرف کی ہے، یہ اضافت توضیح کے لیے ہے، جزئیت ثابت کرنے کے لیے نہیں، علامہ کرمانی رحمہ اللہ اور علامہ طیبی رحمہ اللہ کی یہی رائے ہے۔(۵۲)

❷ لیکن حافظ ابن حجر وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ "طِیرۃ" عام ہے، مطلق شگون کو کہتے ہیں، اس کی دو قسمیں ہیں، بد شگونی اور نیک شگونی، دوسری قسم کو فال کہتے ہیں، شریعت میں پھر "طیرۃ" بد شگونی کے

(٥٤٢٤) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في الطب، باب لاعدوى (رقم الحديث: ٥٤٤٠) وأخرجه مسلم في السلام، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه من الشؤم: ١٧٤٦/٤ (رقم الحديث: ٢٢٢٤) وأخرجه أبوداود في الطب، بابٌ في الطيرة: ١٨/٤ (رقم الحديث: ٣٩٢٦) وأخرجه الترمذي في كتاب السير، باب ماجاء في الطيرة: ١٦٠/٤ (رقم الحديث: ١٦١٥)

(٥٠) وفي النهاية لابن الأثير: "فيه أنه كان يتفاء ل ولايتطيّر"الفال مهموزفيمايسرويسوء، والطيرة لاتكون إلافيما يسوء، النهاية لابن الأثير: ٤٠٥/٣

(٥١) فتح الباري: ٢٦٣/١٠، إكمال إكمال المعلم على صحيح مسلم لأبى، كتاب الطب، باب قوله عليه السلام: لاعدوى: ٤١/٦

(٥٢) شرح البخاري للكرماني: ٣٢/٢١، شرح الطيبي على مشكوة المصابيح، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة، الفصل الأول: ٣١٣/٨، فتح الباري: ٢٦٣/١٠، عمدة القاري: ٢٧٤/٢١

معنی میں استعمال ہونے لگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "لا طیرۃ" فرماکر شرعی معنی مراد لیے ہیں اور "خیرھا" میں ھاء ضمیر جس "طیرۃ" کی طرف مضاف ہے، اس سے عام معنی یعنی مطلقاً شگون مراد ہے(۵۳)ان حضرات کی تائید ترمذی کی ایک روایت "العین حق وأصدق الطیرۃ الفأل" سے بھی ہوتی ہے۔(۵۴)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں یہ اشکال ہوتا ہے کہ "خیرھا" اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ فال زیادہ بہتر ہے، البتہ طیرہ میں بھی بہتری ہے، حالانکہ طیرہ میں کسی قسم کی بہتری نہیں اس کے مختلف جوابات دیئے گئے:

❶ علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو من نحو قولهم: "الصيف أجرمن الشتا" أي الفال في بابه أبلغ من الطيرة في بابها، والحاصل أن أفعل التفضيل في ذلك إنما هو بين القدر المشترك بين الشيئين، والقدر المشترك بين الطيرة والفال تاثير كل منهما فيما هو فيه، والفال في ذلك أبلغ۔(۵۵)

علامہ طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ "الصيف أحرمن الشتاء" کے قبیل سے ہے،اس کا لفظی ترجمہ تو ہے کہ گرمی، سردی سے زیادہ گرم ہے لیکن مطلب یہ ہوتا ہے کہ گرمی کی شدت، سردی کی شدت سے زیادہ ہے، "شدت" تو دونوں میں قدر مشترک کے طور پر ہے لیکن ایک کی شدت دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہے، دو چیزوں کے درمیان قدر مشترک میں ایک کی زیادتی و شدت کو بیان کرنے کے لیے اسم تفضیل استعمال ہوتا ہے، چنانچہ الصيف أحرمن الشتاء (گرمی، سردی سے زیادہ گرم ہے) کا یہ

---

(۵۳) فتح الباري: ۱۰/۲٦٤، عمدة القاري: ۲۱/۲۷٤، شرح البخاري للكرماني: ۲۱/۳۲، إكمال إكمال المعلم على صحيح مسلم للأبی، كتاب الطب، باب قوله عليه السلام: لاعدوى: ٦/٤١

(٥٤) فتح الباري: ۱۰/۲٦٤، عمدة القاري: ۲۱/۲۷٤، إرشاد الساري: ۱۲/٤٧٤

(٥٥) شرح الطيبي على مشكوة المصابيح: ۸/۳۱۳، مكمل إكمال الإكمال، كتاب الطب، باب قوله عليه السلام: لاعدوى: ٦/٤١

مطلب نہیں لیا جاتا کہ سردی کے اندر بھی تھوڑی سی گرمی و حرارت ہے لیکن صیف کی حرارت زیادہ ہے بلکہ یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ صیف کی حرارت کی شدت، شتاء کی برودت کی شدت سے زیادہ ہے۔

اسی طرح حدیثِ باب میں بھی الطیرة خیرھا الفال کا مطلب یہ نہیں کہ "طیرة" کے اندر بھی تھوڑی سی خیر ہے لیکن فال کی خیر زیادہ ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ طیرہ کی بھی ایک تاثیر ہے اور فال کا بھی ایک اثر ہے، تاہم فال کا اثر طیرہ کے مقابلے میں زیادہ بہتر، زیادہ اچھا اور زیادہ بلیغ ہے!

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بدشگونی اور نیک شگونی دونوں کا اثر ہوتا ہے لیکن طیرہ کے مقابلے میں فال زیادہ مؤثر اور بلیغ ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ "خیر" یہاں مطلقاً خیریت کے معنی میں استعمال ہے، اسم تفضیل کے معنی میں نہیں، الفال محض خیر کما أن الطیرة محض شر۔(۵٦)

❸ اور ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ علی سبیل الفرض والتسلیم ہے کہ بالفرض اگر "طیرة" بہتر بھی ہوتا تو فال اس کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔(۵۷)

نیک فال لینا مندوب ہے

بہرحال اچھی اور نیک فال لینا مستحب اور مندوب ہے، مثلاً ایک آدمی بیمار ہے اور وہ اس حالت میں کسی کو "یاسالم" کہتے ہوئے سن لے، کوئی جنگ کرنے جا رہا ہے اور "ظفر علی" یا "فتح علی خان" کا نام سن لے، کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی اور "یاواجد" کہتے ہوئے کسی کو سن لے اور ان ناموں سے تندرستی، فتح اور گمشدہ چیز کے پانے پر نیک فال لے تو یہ مستحب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔(۵۸)

اُبی نے شرح مسلم میں قاسم بن اصبغ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت بریدہ اسلمی ستر سواروں کے ساتھ رات کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون؟ انھوں نے جواب دیا "بریدة" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کی

(٥٦) مرقاة شرح مشكاة، كتاب الطب، باب الفال والطيرة: ٩/٦

(٥٧) مظاهر حق: ٤/ ٣٠١، مرقاة شرح مشكاة، كتاب الطب، باب الفال والطيرة: ٩/٢

(٥٨) فتح الباري: ١٠/٢٦٤، مظاهر حق: ٤/ ٣٠

طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے "برد أمرنا وصلح" ہمارا معاملہ جنگ کا ٹھنڈا ہو گیا اور صلح ہو گئی، پھر آپ نے پوچھا من؟ (کس قبیلہ سے تعلق ہے؟) فرمایا من أسلم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سلمنا" ہم محفوظ ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا فممن؟ (یعنی اسلم میں سے کس شاخ سے تعلق ہے؟) کہنے لگے من بني سهم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرج سهمنا (ہمارا حصہ نکل آیا) (۵۹)

اسی طرح غزوہ حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے مختلف لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کے لیے آرہے تھے جب سہیل بن عمرو آئے تو آپ نے نام سے فال لیتے ہوئے ارشاد فرمایا "الآن سهل الله لكم أمركم" (۶۰)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی کام کے موقع پر اچھا نام سنتے تو مسرت کے آثار آپ کے چہرہ انور پر نمایاں ہو جاتے، چنانچہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے "ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لايتطير من شيء، وكان إذا بعث عاملا يسأل عن اسمه فإذا أعجبه فرح به، وإن كره اسمه رؤي كراهة ذلك في وجهه" (۶۱)

کوئی نام آپ کو ناپسند ہوتا تو آپ کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہو جاتے بدفالی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ آپ کو برے نام پسند نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض مواقع پر چند صحابہ کے نام تبدیل فرمائے۔ (۶۲)

---

(۵۹) إكمال إكمال المعلم على صحيح مسلم للأبي، كتاب الطب، باب قوله عليه السلام: لاعدوى: ۴۲/۶

(۶۰) دلائل النبوة للبيهقي، باب سياق قصة الحديبية وماظهر من الآثار فيها: ۱۰۵/۴

(۶۱) سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الطيرة: ۱۹/۴ (رقم الحديث: ۳۹۲۰)

(۶۲) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت میمونہ اور ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے نام ان دونوں سے نکاح کرتے وقت تبدیل فرمائے تھے، ان دونوں کے نام پہلے بالترتیب "برة بنت الحارث الهلالية" اور "برة بنت الحارث المصطلقية" تھے، الإصابة في تمييز الصحابة: ۴۸/۸ (رقم الترجمة: ۱۰۹۲۵، ۱۰۹۲۶) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "برّة بنت أبي سلمة بن عبدالأسد" (جو آپ کی ربیبہ تھیں) کا نام تبدیل کر کے زینب رکھا تھا۔ الإصابة في تمييز الصحابة: ۴۸/۸ (رقم الترجمة: ۱۰۹۲۸)، أسد الغابة في معرفة الصحابة: ۳۷/۶ (رقم الترجمة: ۶۷۶۷)

٤٤ - باب : لَا هَامَةَ ، وَلَا صَفرَ .

٥٤٢٥ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ الحكَمِ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ : أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ : وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ) . [ر : ٥٣٨٠]

"هامة" اور "صفر" کی تشریح گذر چکی ہے۔

٤٥ - باب : الْكِهَانَةِ .

کهانة (کاف کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) غیب کی خبریں بتانے کے پیشہ کو کہتے ہیں، اس پیشے کو اختیار کرنے والا کاهن کہلاتا ہے اس کی جمع کهنة آتی ہے، بعض اہل لغت نے کاهن کی تعریف کی ہے:

کل من أذن بشيء قبل وقوعه فهو كاهن (٦٣)

کہانت کی قسمیں

کہانت کی تین قسمیں مشہور ہیں:

❶ غیب کی یہ خبریں بعض لوگ شیاطین اور جنات سے حاصل کرتے ہیں، جنات وہ خبریں آسمان میں فرشتوں کی باتیں سن کر لیتے ہیں، اس کا سدباب شہاب ثاقب کے ذریعے سے کردیا گیا، قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿إلا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب﴾ (٦٤) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

❷ بعض جنات کے ساتھ لوگوں کا رابطہ ہوتا ہے اور وہ انہیں دور کی خبریں بتادیتے ہیں اور بعض اوقات کچھ خبریں صحیح بھی نکل آتی ہیں۔

---

(٦٣) فتح الباري: ١٠/٢٦٦، عمدة القاري: ٢١/٢٧٥ وعرّفه ابن الأثير في النهاية: الكاهن: الذي يتعاطى الخبر عن الكائنات في مستقبل الزمان، ويدعي معرفة الأسرار، النهاية في غريب الحديث والأثر: ٤/٢١٤ وكذا في مجمع بحار الأنوار: ٤/٤٥٠

(٦٤) سورة الصافات، الآية: ١٠

③ بعض لوگ اپنے حواس، تجربہ اور اندازے سے غیب کی خبریں بتاتے ہیں۔

ان تمام صورتوں کو مذموم کہا گیا، کیونکہ یہ ظنیات کے قبیل سے ہیں اور عموماً اس میں جھوٹ شامل کیا جاتا ہے۔(۶۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے "من أتى كاهنا أوعرافافصدقه بما يقول فقد كذب بما أنزل على محمد"(۶۵☆)

٥٤٢٦/٥٤٢٧ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَني عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قَضَى فِي ٱمْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ ٱقْتَتَلَتَا ، فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ ، فَأَصَابَ بَطْنَهَا وَهِيَ حامِلٌ ، فَقَتَلَتْ وَلَدَهَا الَّذِي فِي بَطْنِهَا ، فَٱخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَضَى : أَنَّ دِيَةَ ما فِي بَطْنِهَا غُرَّةٌ ، عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ ، فَقَالَ وَلِيُّ المَرْأَةِ الَّتِي غَرِمَتْ : كَيْفَ أَغْرَمُ ، يا رَسُولَ ٱللهِ ، مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ ، وَلَا نَطَقَ وَلَا ٱسْتَهَلَّ ، فَمِثْلُ ذٰلِكَ بَطَلَ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ) .

(٥٤٢٧) : حدّثنا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ ٱمْرَأَتَيْنِ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ ، فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا ، فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ ﷺ بِغُرَّةٍ ، عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ .

---

(٦٥) فتح الباري: ٢٦٦/١٠، إرشاد الساري: ٤٧٩/١٢

(٦٥☆) سنن الترمذي، كتاب الطهارة، باب ماجاء في كراهية إتيان الحائض: ٢٤٢/١ (رقم الحديث: ١٣٥)، سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الكاهن: ١٥/٤ (رقم الحديث: ٣٩٠٤)، مسندالإمام أحمد بن حنبل، كتاب الحدود، الفرع الرابع في حد الزنامن الجلدوالرجم. ٤٠٨/٢، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب النهي عن إتيان الحائض: ٢٠٩/١ (رقم الحديث: ٦٣٩)

(٥٤٢٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الفرائض، باب ميراث المرأة والزوج مع الولد وغيره (رقم الحديث: ٦٣٥٩) وأخرجه أيضاً في كتاب الديات، باب جنين المرأة (رقم الحديث: ٦٥٠٨) وأخرجه أيضاً في كتاب الديات، باب جنين المرأة، وأن العقل على الوالد وعصبة الوالد لاعلى الولد (رقم الحديث: ٦٥١١) وأخرجه مسلم في كتاب القسامة، باب دية الجنين ووجوب الدية في قتل الخطأ: ١٣٠٩/٤ (رقم الحديث: ١٦٨١)

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ قَضٰى فِي الْجَنِينِ يُقْتَلُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ بِغُرَّةٍ ، عَبْدٍ أَوْ وَلِيدَةٍ ، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ : كَيْفَ أَغْرَمُ مَنْ لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ ، وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ ، وَمِثْلُ ذٰلِكَ بَطَلَ . فَقَالَ رَسُولُ اللّهِ ﷺ : (إِنَّمَا هٰذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ) .
[٦٣٥٩ ، ٦٥٠٨ ، ٦٥١١ ، ٦٥١٢]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ہذیل کی دو جھگڑا کرنے والی عورتوں کے متعلق فیصلہ کیا تھا جن میں سے ایک (ام عفیف بنت مسروح) نے دوسری (ملیکہ بنت عویم) کو پتھر مارا تھا جو اس کے پیٹ میں لگا، وہ حاملہ تھی، جس کی وجہ سے اس کے پیٹ میں بچہ مر گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا، آپ نے اس بچے کی دیت میں غُرّہ یعنی ایک غلام یا باندی دینے کا حکم دیا، جنایت کرنے والی عورت کے ولی نے کہا "كيف أغرم يارسول الله! من لا شرب ولا أكل ، ولا نطق ولا استهل ، فمثل ذلك بطل " (یعنی یارسول اللہ! میں ایسے بچے کی دیت کیوں ادا کروں جس نے نہ تو پیا، نہ کھایا، نہ بات کی اور نہ ہی آواز نکالی، اس جیسا بچہ تو رائیگاں جاتا ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ مسجع کلام سن کر فرمایا "یہ تو کاہنوں کا بھائی ہے"۔

اس حدیث کے متعلق تفصیلی کلام تو آگے دیات میں آئے گا، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اس لیے ذکر کیا کہ آپ نے مسجع کلام کرنے والے اس شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ کاہنوں کا بھائی ہے کہ جس طرح کاہن مسجع کلام کرتے ہیں، اس کا یہ کلام بھی اسی طرح مقفی اور مسجع ہے، چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں "إنما هذا من إخوان الكهان" کے بعد یہ اضافہ ہے "من أجل سجعه الذي سجع"(٦٦)

کلام کے اندر سجع اگر تکلف اور تصنع کے ساتھ ہو تو صحیح نہیں، ہاں اگر بلا تکلف و تصنع ہو تو جائز ہے۔(٦٧)

استھل: استھلال ولادت کے وقت بچے کی آواز کو کہتے ہیں، غُرّۃ: پیشانی کی سفیدی اور چمک کو

---

(٦٦) صحيح مسلم، كتاب القسامة، باب دية الجنين ووجوب الدية في قتل الخطأ...... : ١٣٠٩/٣ (رقم الحديث: ١٦٨١)

(٦٧) فتح الباري: ٢٦٨/١٠

کہتے ہیں عبربه عن الجسد كله إطلاقا للجزء على الكل، آگے "عبد أو امة" اس سے بدل واقع ہو رہا ہے۔(۶۸)

ومثل ذلك بطل: یہاں روایت میں "بطل" ہے اور بعض روایات میں "یطل" یاء کے ساتھ ہے، یطل کے معنی ہدر اور رائیگاں جانے کے ہیں۔(۶۹)

٥٤٢٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي بَكْرِ ٱبْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الحَارِثِ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَمَهْرِ الْبَغِيِّ ، وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ . [ر : ٢١٢٢]

باب کی یہ روایت حضرت ابو مسعودؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن ثمن الكلب ومهر البغي وحلوان الكاهن یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے، زناکار عورت کو اجرت دینے اور کاهن کو رقم دینے سے منع کیا ہے۔

مهر البغي: بغي اصل میں بَغُوْيٌ بروزن فعول تھا، واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا بَغِيٌّ ہو گیا، یہاں اس سے زانیہ مراد ہے، زانیہ کی اجرت کو مجازاً مہر کہا گیا ہے۔(۷۰)

یہ روایت کتاب البیوع میں "باب ثمن الكلب" کے تحت گذر چکی ہے۔(۷۱)

٥٤٢٩ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : سَأَلَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَاسٌ عَنِ الْكُهَّانِ ، فَقَالَ : (لَيْسَ بِشَيْءٍ) فَقَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَنَا أَحْيَانًا بِشَيْءٍ فَيَكُونُ حَقًّا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ ، يَخْطَفُهَا

(٦٨) عمدة القاري: ٢٧٥/٢١، إرشاد الساري: ٤٧٧/١٢، فتح الباري: ٢٦٨/١٠

(٦٩) عمدة القاري: ٢٧٥/٢١، إرشاد الساري: ٤٧٧/١٢، فتح الباري: ٢٦٨/١٠

(٧٠) قال القسطلاني: "ولايجوز عندهم أن يكون على فعيل، لأن فعيلا بمعنى فاعل يكون بالهاء في المؤنث ككريمة، وإنما يكون بغيرها، إذا كان بمعنى مفعول كامرأة جريح وقتيل (إرشاد الساري: ٤٧٨/١٢)

(٧١) إرشاد الساري: ٤٧٨/١٢، عمدة القاري: ٢٧٦/٢١، فتح الباري: ٢٦٨/١٠

الْجِنِّيُّ ، فَيُقَرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ ، فَيَخْلِطُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ) .
قَالَ عَلِيٌّ : قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ : مُرْسَلٌ (الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ) . ثُمَّ بَلَغَنِي أَنَّهُ أَسْنَدَهُ بَعْدَهُ .
[٥٨٥٩ ، ٧١٢٢ ، وانظر : ٣٠٣٨]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاھنوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز نہیں ہے، لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ لوگ کبھی ہم سے ایسی بات کرتے ہیں جو بالکل صحیح ہوتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ بات اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، کاھن اسے جن سے اچک لیتا ہے، جن وہ (بات فرشتوں سے سن کر) اپنے اس کاھن دوست کے کان میں ڈال دیتا ہے اور پھر اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر وہ آگے بیان کرتا ہے۔

لیس بشيء: أي لیس قولهم بشيء یعتمد علیه یعنی کاھن کے قول کا اعتبار نہیں...... تلك الكلمة من الحق یعنی وہ کلمہ حق سے ہوتا ہے، حق سے اللہ تعالیٰ بھی مراد لے سکتے ہیں کہ وہ کلمہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور حق بمعنی سچ و ثابت بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ کلمہ درست اور صحیح ہوتا ہے، باقی سب باطل ہوتا ہے۔ (۷۲)

یخطفها من الجني یعنی وہ کلمہ اس کاھن نے جن سے لیا ہوتا ہے، بعض روایات میں یخطفها الجني ہے یعنی جن نے وہ کلمہ آسمان سے حاصل کیا ہوتا ہے خطف یخطف کے معنی اچک لینے اور جلدی سے لینے کے ہیں۔ (۷۳)

فیقرّها: باب نصر سے قرّ یقرّ استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں قررت علی رأسه دلوا: میں نے اس کے سر پر پانی کا ڈول بہایا۔ (۷۴)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا قر الطائر کے معنی ہیں پرندہ کا مسلسل آواز نکالنا، یہاں یقُرّها

(۷۲) عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱، إرشاد الساري: ۴۷۹/۱۲، شرح صحیح البخاري لابن بطال: ۴۳۹/۹، فتح الباري: ۲۶۹/۱۰

(۷۳) عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱، إرشاد الساري: ۴۷۹/۱۲، فتح الباري: ۲۶۹/۱۰

(۷۴) فتح الباري: ۲۷۰/۱۰، عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱

کے معنی ہیں ألقاها في أذنه بصوت۔(۷۵)

مائة كذبة: کاف کے فتحہ کے ساتھ، ابن جریج کی روایت میں أكثر من مائة كذبة ہے، عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہے کہ کاہن بکثرت اس حق کے ساتھ جھوٹ ملادیتا ہے۔(۷۶)

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند انصار صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اتنے میں شہاب ثاقب نظر آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا "زمانہ جاہلیت میں اسے دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟" صحابہ نے کہا ہم کہتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا یا کوئی بڑا آدمی مرا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فإنها لايرمى بهالموت أحد ولالحياته، ولكن ربنا تبارك و تعالىٰ اسمه إذاقضى أمرا، سبح حملة العرش، ثم سبح أهل السماء الذين يلونهم حتى يبلغ التسبيح أهل هذه السماء الدنيا ثم قال الذين يلون حملة العرش لحملة العرش: ماذا قال ربكم؟ فيخبرونهم ماذا قال، قال: فيستخبر بعض أهل السموات بعضاً حتى يبلغ الخبر هذه السماء الدنيا، فتخطف الجن السمع، فيقذفون إلى أوليائهم ، ويرمون به، فما جاؤوا به على وجهه فهو حق ، ولكنهم يقرفون فيه ويزيدون"(۷۷)

یعنی ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے بلکہ ہمارا رب جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے "سبحان اللہ" کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں، وہ "سبحان اللہ" کہتے ہیں حتی کہ ان کی تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچتی ہے، پھر حاملین عرش کے قریب والے فرشتے ان سے کہتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ ان کو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہوتا ہے اس کی خبر دیتے ہیں، پھر آسمانوں کے دوسرے فرشتے بھی ایک دوسرے سے وہ خبر معلوم کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے تو جن (وشیاطین) اس سنی ہوئی بات میں سے کچھ اچک لیتے

(۷۵) فتح الباري: ۲۷۰/۱۰، عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱

(۷٦) فتح الباري: ۲۷۰/۱۰، ۲۷۱، عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱

(۷۷) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهانة : ۱۷۵۱/٤ (رقم الحديث: ۲۲۲۹)

ہیں اور اسے اپنے کاہن دوستوں کے پاس پہنچادیتے ہیں، اب اگر کاہن اسی طرح وہ بات بتلائیں۔ جس طرح انھوں نے سنی ہے تو وہ سچ ہوتی ہے لیکن وہ اس میں جھوٹ کا اضافہ کرتے ہیں۔

قال علي :قال عبدالرزاق : مرسل : (الكلمة من الحق) ثم بلغني أنه أسنده بعده

علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق بن ہمام نے حدیث میں واقع "تلك الكلمة من الحق" کے الفاظ مرسلاً نقل کیے تھے، یعنی حضرت عائشہؓ کی طرف سے سند کے ساتھ بیان نہیں کیے تھے لیکن پھر مجھ تک یہ بات پہونچی کہ انھوں نے بعد میں اس حصے کو بھی مسنداً نقل کیا ہے۔

٤٦ – باب : السِّحْرِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ» /البقرة: ١٠٢/ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَى» /طه: ٦٩/ .

وَقَوْلِهِ : «أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ» /الأنبياء: ٣/ .

وَقَوْلِهِ : «يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَى» /طه: ٦٦/ .

وَقَوْلِهِ : «وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ» /الفلق: ٤/ : وَالنَّفَّاثَاتُ : السَّوَاحِرُ .

«تُسْحَرُونَ» /المؤمنون ٨٩/ : تُعَمَّوْنَ .

یہاں چند باتیں ذہین نشین کر لیجیے:

سحر کی تعریف

● لغت میں لفظ سحر کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو مخفی اور پوشیدہ ہو كل ماخفي ولطف

ودقّ ماخذه فهو سحر (۷۸)

لیکن پھر یہ لفظ ہر ایسے اثر کے لیے استعمال ہونے لگا جس کا سبب ظاہر نہ ہو، چاہے وہ سبب معنوی ہو جیسے بعض کلمات کا اثر ہوتا ہے، یا غیر محسوس کا اثر ہو جیسے جنات وشیاطین کا اثر یا قوت خیالیہ کا اثر۔ (۷۹)

اس طرح سحر کی کئی قسمیں نکل سکتی ہیں لیکن عرف عام میں سحر کا اطلاق اس اثر پر ہوتا ہے جس میں جنات وشیاطین کا عمل دخل ہو۔ (۸۰)

سحر کی قسمیں

❷ سحر کو بنیادی طور پر دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک قسم تو محض نظر بندی ہوتی ہے، آنکھوں اور نظر کو دھوکہ دیدیا جاتا ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، مثلاً آدمی کو ایک چیز دکھائی دے رہی ہے لیکن حقیقتاً اس کا کوئی وجود نہیں۔ (۸۱)

(۷۸)فتح الباري: ۲۷۲/۱۰، وقال ابن الأثير في النهاية: السحر مايصرف قلوب السامعين وإن كان غيرحق، النهاية: ۳٤٦/۲، مجمع بحارالأنوار: ٤۳/۳، وقال الإمام الجصاصؒ: أصل السحر في اللغة، مالطف وخفي سببه، أحكام القرآن للجصاصؒ:۱/ ٦۱، وعرّفه العلامة الآلوسيؒ: والسحر في الأصل مصدر سحرَ يسحرَ (بفتح العين فيهما) إذا أبدى مايدق ويخفى وهو من المصادر الشاذة، ويستعمل بما لطف وخفي سببه ، المرادبه أمرغريب يشبه الخارق وليس به...... (روح المعاني: ۳۳۸/۱)، وقال في تفسير الماوردي: فقداختلف الناس في معناه، فقال قوم: يقدر الساحر أن يُقلّب الأعيان بسحر فيحول الإنسان حماراً، وينشأ أعياناً وأجساماً، وقال أخرون: السحر خدع ومعان يفعلها الساحر، فيخيّل إليه أنه بخلاف ماهو، كالذي يرى السراب من بعيد فيخيّل إليه أنه ماء، وكواكب السفينة السائرة سيرًا حثيثا، يخيل إليه أن ماعاين من الأشجار والجبال سائرة معه،(تفسير الماوردي: ۱٤۲/۱)، وقال العلامة ابن عابدينؒ: السحر علم يستفادمنه حصول ملكة نفسانية يقتدر بها على أفعال غريبة لأسباب خفية،(مقدمة ردالمحتار على الدرالمختار، مطلب في التنجيم والرمل:۱/ ٤٤)، وعرفه العيني بأن السحر أمر خارق للعادة عن نفس شريرة لايتعذّر معارضته، عمدة القاري: ۲۷۷/۲۱)

(۷۹)فتح الباري: ۲۷۲/۱۰

(۸۰)فتح الباري: ۲۷۳/۱۰

(۸۱) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ : ۱ /۲۷٥، فتح الباري: ۲۷۲/۱۰

یہ دھوکہ اور نظر فریبی یا نظر بندی کبھی قوت خیالیہ کے ذریعہ سے کی جاتی ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں مسمریزم بھی کہتے ہیں، ایک شخص قوت خیالیہ سے دوسرے آدمی کے خیال پر اس طرح اثر انداز ہو جاتا ہے کہ جو یہ سوچتا ہے، وہی اسے دکھائی دیتا ہے۔(۸۲)

کبھی یہ کام شیاطین اور جنات کے ذریعہ سے بھی کیا جاتا ہے، وہ مسحور کے دماغ اور آنکھوں پر ایسا اثر ڈال دیتے ہیں کہ وہ ایک غیر واقعی چیز کو محسوس کرنے لگتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لیے آنے والے جادوگروں کا سحر پہلی قسم سے متعلق تھا، قرآن کے الفاظ ہیں يخيّل اليه من سحرهم انها تسعى ”يخيل“ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ وہ لاٹھیاں حقیقت میں سانپ نہیں بنی تھیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت متخیلہ متاثر ہوئی اور انہیں سانپ سمجھنے لگی۔(۸۳)

سحر کی دوسری قسم یہ ہے کہ حقیقت اور واقعہ میں ایک چیز کی ماہیت تبدیل کر دی جائے، مثلاً جانور کو پتھر میں تبدیل کر دیا جائے۔(۸۴)

بعض علماء مثلاً امام ابو بکر جصاص، ابن حزم ظاہری اور امام راغب اصفہانی نے اس قسم کا انکار کیا ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سحر کسی چیز کی ماہیت اور حقیقت کو تبدیل نہیں کر سکتا، سحر صرف نظر اور خیال کو دھوکہ دیتا ہے، حقیقت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔(۸۵)

لیکن جمہور علماء کے نزدیک شرعاً اور عقلاً یہ دوسری قسم ممنوع نہیں، بلکہ ممکن ہے، امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں کعب احبار سے روایت نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں ”لولا كلمات أقولهن لجعلتني اليهود حمارا“ یعنی اگر میں کچھ کلمات نہ پڑھتا تو یہودی مجھے گدھا بنا دیتے، ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سے کلمات ہیں تو انھوں نے کہا ”أعوذ بوجه الله الذي ليس شيء أعظم منه، وبكلمات الله التامات

---

(۸۲) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ: ۱/۲۷۵، عمدة القاري: ۲۱/۲۷۹

(۸۳) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ: ۱/۲۷۵

(۸٤) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ: ۱/۲۷۵

(۸٥) فتح الباري: ۱۰/۲۷۲

التي لايجاوز هن برّلافاجر، وبأسماء الله الحسنى كلها ماعلمت منها وما لم أعلم من شرما خلق و برأ وذرأ"(۸٦)"میں اللہ عظیم کی پناہ پکڑ تاہوں جس سے بڑا کوئی نہیں اور پناہ پکڑ تاہوں اللہ کے کلمات تامات کی جن سے کوئی نیک وبد انسان آگے نہیں نکل سکتا اور پناہ پکڑ تاہوں اللہ کے تمام اسماء حسنی کی جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا، ہر اس چیز کے شر سے جس کو اللہ تعالی نے پیدا کیا، وجود دیا اور پھیلایا ہے"۔

اس روایت میں "لجعلتني اليهود حمارا" سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ سحر میں یہ ممکن ہے کہ چیز کی حقیقت وماہیت تبدیل کر دی جائے۔(۸۷) باقی فلاسفہ کے ہاں جو مشہور ہے کہ حقائق واعیان میں انقلاب و تبدیلی نہیں ہو سکتی، وہاں حقائق سے وجوب، ممکن، محال مراد ہے کہ ممکن محال اور محال ممکن نہیں بن سکتا۔(۸۸)

سحر کا حکم

❸ سحر کا حکم بھی واضح ہے، اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں تو ظاہر ہے ایسا سحر کفر اور اس کا مرتکب کافر و زندیق ہے اور اگر کلمات کفریہ نہ ہوں لیکن افعال فسق وفجور ہوں مثلاً شیاطین و جنات کو خوش کرنے کے لیے نجس رہنا، غلاظت میں رہنا، نماز نہ پڑھنا تو اس طرح کا سحر فسق اور اس کا مرتکب فاسق ہے اور اس کا سیکھنا سکھانا ناجائز و حرام ہے۔(۸۹)

البتہ بقدر ضرورت سیکھنے کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، مثلاً کسی پر جادو کیا گیا اس کو توڑنے اور ختم کرنے کے لیے کوئی جادو کا عمل سیکھتا ہے تو الضرورات تبيح المحظورات کے قاعدے سے

---

(۸٦) المؤطا للإمام مالكؒ: كتاب الشعر، باب مايؤمر به من التعوذ: ۲/۹۵۰ (رقم الحديث: ۱۲)

(۸۷) معارف القرآن: ۱/۲۷٦

(۸۸) معارف القرآن: ۱/۲۷٦

(۸۹) معارف القرآن: ۱/۲۷۸، ۲۷۹، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱/٤۸، روح المعاني: ۱/۳۳۹، مقدمة ردالمحتار على الدرالمختار، مطلب السحر أنواع: ٤/۲٤۰، ۱/٤٥، ٥/۳۰٤

اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔(۹۰)

نبی پر سحر کا اثر ہو سکتا ہے

❹ سحر سے متعلق چوتھی بات یہ ہے کہ انبیاء پر اس کا اثر ہو سکتا ہے یا نہیں، امام ابو بکر جصاص وغیرہ نے فرمایا کہ جادو کا اثر کسی نبی پر نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے حدیث باب کی صحت کا انکار کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ کفار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور کہا کرتے تھے، کہتے تھے کہ حضورؐ پر جادو کیا گیا ہے، اس لیے وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، قرآن کریم نے کفار کی تکذیب و تردید کی، آیت کریمہ میں ہے ﴿وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا﴾ اسی طرح قرآن کریم میں ہے ﴿ولا یفلح الساحر حیث اتی﴾ ساحر اور جادوگر (نبی کے مقابلے میں) فلاح و کامیابی نہیں پا سکتا۔

لہٰذا جن روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہو گیا تھا، وہ درست نہیں، ہاں یہ ممکن ہے، مدینہ منورہ کی کوئی یہودی عورت جادو کرتی ہو اور اس کا خیال ہو کہ یہ جسم میں اثر کرتا ہے، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی جادو کرنے کا ارادہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس کے اس عمل کی اطلاع دی اور اس کا جہل ظاہر کیا، یہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ کہنا کہ جادو کا اثر حضورؐ پر اس طرح ہو گیا تھا کہ آپ کو اختلاط و خلجان ہونے لگا کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے سے متعلق تو یہ درست نہیں۔(۹۱)

لیکن جمہور علماء کے نزدیک نبی پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، خود قرآن کریم میں سحر سے حضرت

---

(۹۰) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱/۴۸، روح المعاني: ۱/۳۳۹، مقدمة ردالمحتار على الدرالمختار مطلبِ السحر أنواع: ۱/۴۵، ۵/۳۰۴

(۹۱) قال الإمام أبوبكر الجصاص: "ومن صدّق هذا (أي صدق انقلاب الأعيان بالسحر) فليس يعرف النبوة، ولا يأمن أن تكون معجزات النبي صلى الله عليه وسلم من هذا النوع، وأنهم كانوا سحرة، وقال الله تعالىٰ: ﴿ولايفلح الساحر حيث أتى﴾، وقد أجازوا من فعل الساحر ما هو أعظم من هذا وأفظع، وذلك أنهم زعموا أن النبي صلى الله عليه وسلم سُحر، وأن السحر عمل فيه حتى قال فيه: إنه يتخيل لي أنّي أقول (اگلے صفحہ پر)

موسیٰ علیہ السلام کے متاثر ہونے کا ذکر ہے اور حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے بعض آثار کے ظاہر ہونے کا تذکرہ ہے۔

البتہ یہ اثر طبعی امور میں ظاہر ہوتا ہے، جس طرح امراض اور بیماریوں کا اثر نبی پر ہو سکتا ہے، اسی طرح جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے تاہم رسالت، وحی الٰہی اور شریعت سے متعلق احکام و امور میں جادو اور سحر کے اثر سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو محفوظ رکھا ہے اور ان کی حفاظت فرمائی ہے۔(۹۱☆)

معجزہ، سحر، کرامت میں فرق

❺ پانچویں بات معجزہ، سحر اور کرامت میں فرق کا ہے، معجزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کسی سبب خفی سے نہیں ہوتا، سحر سبب خفی کا اثر ہوتا ہے، عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص جھوٹی نبوت اور معجزے کا دعویٰ کرے، اس کا جادو اور سحر نہیں چلتا۔

کرامت بھی خرق عادت ہوتی ہے لیکن وہ جس شخص سے صادر ہوتی ہے وہ متقی، پابند شرع اور پاک و طاہر ہوتا ہے جب کہ ساحر نجس ہوتا ہے اور پابند شرع نہیں ہوتا۔(۹۲)

(گزشتہ سے پیوستہ) الشئ وأفعله، ولم أقله ولم أفعله...... وقدقال الله تعالیٰ مكذبا للكفار فيما ادعوه من ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم ، فقال﴿وقال الظلمون إن تتبعون الا رجلاً مسحورا﴾ ومثل هذه الأخبارمن وضع الملحدين تلعباً بالحشوا الطغام...... وجائز أن تكون المرأة اليهودية بجهلها فعلت ذلك ظنًّا منها بأن ذلك يعمل في الأجساد، وقصدت به النبي صلى الله عليه وسلم، فأطلع الله نبيّه على موضع سّرها وأظهرجهلها فيما ارتكبت وظنت، ليكون ذلك من دلائل نبوته، لأن ذلك ضرّه وخلط عليه أمره، ولم يقل كل الروّاة أنه اختلط عليه أمره، وإنما هذا اللفظ زيد في الحديث ولاأصل له" أحكام القرآن للجصاصؒ: ۱/۴۹

(۹۱☆) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ: ۱/۲۷۸، أحكام القرآن للقرطبي: ۲/۴۶، روح المعاني: ۱/۳۳۹

(۹۲) معارف القرآن للمفتي محمد شفيعؒ: ۱/۲۷۷، وقال القرطبي في الفرق بين السحر والمعجزة: قال علماؤنا: السحر يوجدمن الساحر وغيره، وقد يكون جماعة يعرفونه ويمكنهم الإتيان به في وقت واحدٍ والمعجزة لايمكن الله أحدًا أن يأتي بمثلها وبمعارضتها، ثم الساحر لم يدّع النبوة، فالذي يصدر منه متميزّ عن المعجزه فإن المعجزة شرطها اقتران دعوى النبوة والتحدي بها، أحكام القرآن للقرطبي: ۲/۴۷، روح المعاني: ۱/۳۳۹، فتح الباري: ۱۰/۲۷۳

باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے سحر کے متعلق قرآن کریم کی پانچ مختلف آیات ذکر فرمائی ہیں:

قصہ ہاروت وماروت

پہلی آیات سورۃ بقرہ کی ہے جس میں ہاروت وماروت کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یہ دو فرشتے تھے جو بابل شہر میں اتارے گئے تھے اور جادو کی حقیقت اور اس کے اصول وفروع سے لوگوں کو آگاہ کرنے کی ذمہ داری ان کو سونپی گئی تھی، اس زمانے میں بابل میں جادو کا بہت چرچا تھا اور انبیاء کے معجزات اور سحر کے اثرات کے درمیان لوگوں میں اختلاط اور اشتباہ ہونے لگا، لوگ جادو کو ایک مقدس عمل سمجھنے لگے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس اشتباہ اور غلطی کے رفع کرنے کے لیے بابل میں دو فرشتے ہاروت وماروت نامی اس کام کے لیے بھیجے کہ لوگوں کو سحر کی حقیقت اور اس کے شعبوں سے مطلع کردیں تاکہ اشتباہ جاتا رہے اور لوگ جادو پر عمل کرنے سے اجتناب کرسکیں۔

سحر کے اصول وفروع بتانے سے قبل یہ فرشتے بالالتزام لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ ہماری اس تعلیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی آزمائش بھی مقصود ہے کہ کون شخص سحر کی حقیقت سے آگاہ ہوکر اپنے دین کی حفاظت اور اصلاح کرتا ہے اور سحر پر عمل کرنے سے بچتا ہے اور کون اس سے آگاہ ہوکر خود اس شر کو اختیار کرتا ہے، اس لیے ہم تمہیں یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اچھی نیت سے سحر کی حقیقت جاننے کی کوشش کرو، ایسا نہ ہو کہ ہم سے تو یہ کہہ کر سیکھ لو کہ میں بچنے کے لیے پوچھ رہا ہوں اور پھر خود اس کے شر اور بربادی کو اختیار کرو۔

چنانچہ جو شخص ان سے اس طرح کا عہد وپیمان کرلیتا تھا، فرشتے اس کے روبرو جادو کے اصول وفروع اور اس کی حقیقت بیان کردیا کرتے تھے، کیونکہ انہیں یہی ذمہ داری سونپی گئی تھی...... بعض لوگ اس عہد پر قائم رہتے اور بعض عہد شکنی کرکے اس جادو کو مخلوق کی ایذاء رسانی کا ذریعہ بنالیتے، جس میں بعض صورتوں میں فسق اور بعض میں کفر لازم آتا اور یوں کئی لوگ فاجر وکافر بن گئے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی مثال دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ کوئی شخص کسی جامع معقول ومنقول، عالم باعمل کے پاس جائے کہ مجھ کو قدیم یا جدید فلسفہ پڑھا دیجیے تاکہ خود بھی ان شبہات سے محفوظ

رہوں جو فلسفہ میں اسلام کے خلاف بیان کیے جاتے ہیں اور مخالفین کو بھی جواب دے سکوں اور اس عالم کو یہ شک ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ کو دھوکہ دے کر پڑھ لے اور پھر خود ہی خلاف شرع عقائدِ باطلہ کو تقویت دینے میں اس کو استعمال کرنے لگے، اس شک کی بناء پر اس کو نصیحت کرے کہ ایسا مت کرنا اور وہ وعدہ کرلے جس کے بعد وہ عالم اس کو تعلیم دیدے لیکن وہ شخص فلسفہ کے باطل اور اسلام کے خلاف نظریات ہی کو صحیح سمجھنے لگے تو ظاہر ہے، اس کی اس حرکت سے پڑھانے والے عالم پر کوئی حرفِ ملامت نہیں آسکتا، ٹھیک اسی طرح ان فرشتوں پر بھی کوئی برائی عائد نہیں کی جاسکتی جنھوں نے سحر کی حقیقت سے لوگوں کو آگاہ کیا اور اس کے اصول وفروع کی لوگوں کو تعلیم دی۔

آیت کریمہ کا ترجمہ ہے:

"ان (یہودیوں) نے ان چیزوں کی اتباع کی جو شیاطین پڑھا کرتے تھے (حضرت) سلیمان کے عہد حکومت میں (حضرت) سلیمان نے کفر نہیں کیا، مگر شیاطین کفر کیا کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اور ان یہودیوں نے اس سحر کی بھی اتباع کی جو بابل شہر میں دو فرشتوں ہاروت وماروت پر نازل کیا گیا اور وہ دونوں اس وقت تک کسی کو نہیں سکھلاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لیے ہیں، چنانچہ تم کفر مت اختیار کرنا، سو بعض لوگ وہ جادو سیکھتے تھے جس سے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے، اور لوگ سحر کے ذریعہ کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ ہی کے حکم سے، لوگ ایسی چیزیں سیکھتے ہیں جو ان کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں، فائدہ مند نہیں، یہ (یہودی) لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو شخص اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) اختیار کرے، ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

النفاثات: السواحر

سورۃ فلق میں ﴿من شر النفاثات في العقد﴾ میں نفاثات سے جادوگر عورتیں مراد ہیں، یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تفسیر ہے جسے امام طبری نے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔(۹۳)

---

(۹۳)فتح الباري:۱۰/۲۷۷،عمدۃ القاري:۲۱/۲۷۹، إرشاد الساري:۱۲/۴۸۲۔

تسحرون: تعمون

سورۃ المؤمنون کی آیت کریمہ میں ہے ﴿سیقولون الله قل فانی تسحرون﴾ ابو عبیدہ نے مجاز القرآن میں "تسحرون" کی تفسیر "تعمون" سے کی ہے أي كيف تعمون عن هذا وتصدون عنه (۹۴)

٥٤٣٠ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَحَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ ، يُقَالُ لَهُ لَبِيدُ ابْنُ الْأَعْصَمِ ، حَتَّى كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَما فَعَلَهُ ، حَتَّى إِذَا كانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهْوَ عِنْدِي ، لٰكِنَّهُ دَعا وَدَعَا ، ثُمَّ قالَ : (يَا عائِشَةُ ، أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِيما اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ ، أَتَانِي رَجُلَانِ ، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي ، وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : ما وَجَعُ الرَّجُلِ ؟ فَقَالَ : مَطْبُوبٌ ، قالَ : مَنْ طَبَّهُ ؟ قالَ : لَبِيدُ ابْنُ الْأَعْصَمِ ، قالَ : فِي أَيِّ شَيْءٍ ؟ قالَ : فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ ، وَجُفِّ طَلْعِ نَخْلَةٍ ذَكَرٍ . قالَ : وَأَيْنَ هُوَ ؟ قالَ : فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ) . فَأَتَاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، فَجاءَ فَقَالَ : (يَا عائِشَةُ ، كَأَنَّ ماءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ ، أَوْ كَأَنَّ رُؤُوسَ نَخْلِهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ : أَفَلَا اسْتَخْرَجْتَهُ ؟ قالَ : (قَدْ عَافَانِي اللهُ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ فِيهِ شَرًّا) . فَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ .

تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ وَأَبُو ضَمْرَةَ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ هِشَامٍ .

وَقالَ اللَّيْثُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : (فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ) .

يُقَالُ : الْمُشَاطَةُ : ما يَخْرُجُ مِنَ الشَّعَرِ إِذَا مُشِطَ ، وَالْمُشَاقَةُ : مِنْ مُشَاقَةِ الْكَتَّانِ .
[ر : ٣٠٠٤]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بنو زریق میں سے ایک شخص نے جس کو لبید بن اعصم کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا (جس کے اثر سے) آپ کی یہ حالت ہو گئی کہ آپ کو خیال ہو تا کہ

(٩٤) فتح الباري: ١٠/٢٧٧ وفي أحكام القرآن للقرطبي: (فأنى تسحرون) أي فكيف تخدعون وتصرفون عن طاعته وتوحيده أو كيف يخيّل إليكم أن تشركوا به مالايضرولاينفع، والسحر هو التخييل، أحكام القرآن للقرطبي: ١٢/١٤٥

آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ وہ کام آپ نے نہیں کیا ہوتا، یہاں تک ایک رات آپ میرے پاس تھے لیکن دعا کرتے رہے، دعا میں مشغول رہے، پھر فرمانے لگے "عائشہ! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے بتلادیا جو میں نے معلوم کرنا چاہا، میرے پاس دو شخص آئے، ایک میرے سر کے پاس، دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھا، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے، پہلے نے پوچھا "کس نے جادو کیا ہے؟" دوسرے نے جواب دیا "لبید بن اعصم نے" پہلے نے پوچھا "کس چیز میں جادو کیا ہے؟" دوسرے نے کہا "کنگھی، سر کے بال اور نر کھجور کے خوشے میں کیا ہے" پہلے نے پوچھا "وہ چیزیں کہاں ہیں؟" دوسرے نے کہا "ذروان کے کنویں میں"......
چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ اس کنویں کے پاس گئے، پھر واپس آئے تو فرمایا "عائشہ! اس کنویں کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح سرخ ہو گیا تھا، اس کے پاس والے درختوں کے سر شیاطین کے سروں کے مثل تھے" میں نے کہا "یا رسول اللہ! آپ نے اس کی تحقیق کیوں نہ کی" آپ نے فرمایا "مجھے اللہ نے عافیت دیدی، اس لیے میں نے لوگوں میں اس کی برائی کو مشہور کرنا مناسب نہ سمجھا" چنانچہ آپ نے اس کنگھی کے دفن کرنے کا حکم دیا۔

سحر النبيَّ رجلٌ من بني زريق

بنو زریق انصار کے مشہور قبیلے خزرج کی ایک شاخ ہے، مسلم کی روایت میں ہے "سحر النبي صلى الله عليه وسلم يهودي من يهود بني زريق"(٩٥) اور ابن عیینہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے "رجل من بني زريق حليف اليهود و كان منافقا" مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی تھا اور ابن عیینہ کی روایت میں ہے کہ یہودیوں کا حلیف تھا اور منافق تھا۔

تطبیق یوں دی جاسکتی ہے کہ اصل میں تو یہودی نہیں تھا، حلیف تھا اور حلیف ہونے کی وجہ سے بعض روایات میں اسے یہودی کہا گیا۔(٩٦)

قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے کہ اس نے ظاہراً اسلام قبول کیا تھا۔(٩٧)

---

(٩٥) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب السحر: ١٧١٩/٤ (رقم الحديث: ٢١٨٩)
(٩٦) فتح الباري: ٢٧٧/١٠، إرشاد الساري: ٤٨٦/١٢
(٩٧) فتح الباري: ٢٧٧/١٠، إرشاد الساري: ٤٨٦/١٢

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کرنے کا یہ واقعہ کب پیش آیا؟ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت نقل کی ہے جسے ابن سعد نے "طبقات" میں ذکر کیا ہے، اس میں ہے "لما رجع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من الحديبية في ذي الحجة، ودخل المحرم من سنة سبع جاء ت رؤساء اليهود إلى لبيدبن الأعصم وكان حليفا في بني زريق وكان ساحرا فقالوا له: يا أباالأعصم، أنت أسحرنا، وقد سحرنا محمدا، فلم نصنع شيئاً، ونحن نجعل لك جعلا على أن تسحره لنا سحرا ينكؤه، فجعلوا له ثلاثة دنانير"(۹۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ذی الحجہ میں غزوہ حدیبیہ سے لوٹے اور محرم سن سات ہجری داخل ہونے لگا تو یہودی سردار، لبید بن اعصم کے پاس آئے، لبید قبیلہ بنو زریق کا حلیف تھا اور بڑا جادوگر تھا یہودی سرداروں نے اس سے کہا کہ "تو ہم میں سے سب سے بڑا جادوگر ہے ہم نے محمد پر جادو کیا ہے لیکن اس کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا، تو اس پر اگر ایسا جادو کردے جو اس کو چھیل کر رکھ دے تو ہم تجھے اس کا معاوضہ اور وظیفہ دیں گے چنانچہ یہودی سرداروں نے تین دینار بطور معاوضہ اس کے لیے مقرر کیے۔

(جُعْل وظیفہ اور معاوضہ کو کہتے ہیں، نَکَأَ کے معنی چھیلنے اور زخمی کرنے کے ہیں۔)

اس جادو کا اثر کتنے عرصے رہا تھا؟ بعض روایات میں ہے کہ چالیس دن رہا اور بعض روایات میں چھ ماہ کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر دونوں روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ويمكن الجمع بأن تكون الستة أشهر من ابتداء تغير مزاجه، والأربعين يوما من استحكامه"(۹۹)

یعنی کل مدت تو چھ ماہ ہی ہے، البتہ ان میں چالیس دن جادو کا اثر بالکل مستحکم رہا تو جن روایات میں چھ ماہ کا ذکر ہے، اس سے جادو کے ابتدائی اثر سے لے کر آخر تک پوری مدت سحر مراد ہے اور جن روایات میں چالیس دن کا ذکر ہے، اس سے تاثیرِ جادو کے استحکام والی مدت مراد ہے۔

---

(۹۸) الطبقات الكبرى لابن سعد، ذكر من قال: إن اليهود سحرت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: ۱۹۷/۲

(۹۹) فتح الباري: ۲۷۸/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۰/۲۱

حتی کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یخیل إلیه أنه کان یفعل الشئ ومافعله

جادو کا اثر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام نہیں کیا ہوتا لیکن آپ سمجھتے اور آپ کو خیال گذرتا کہ آپ نے کرلیا ہے، بیہقی کی دلائل النبوۃ کی راویت میں ہے "فکان یدور، ولایدري ماوجعه" (۱۰۰) یعنی آپ پریشانی اور تکلیف کی وجہ سے بے چینی کی حالت میں چکر لگاتے اور پریشانی کی وجہ آپ کو معلوم نہ ہوتی۔

وهو عندي لكنه دعا و دعا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہوتے لیکن دعا کرتے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "لکنه" میں احتمال ہے کہ یہ استدراک "عندي" سے ہو، یعنی وہ میرے پاس ہوتے لیکن دعا میں مشغول رہتے۔

اور یہ استدراک "یخیل إلیه أنه کان یفعل......" سے بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر بعض طبعی امور میں تھا، کہ کام نہیں کیا اور آپ سمجھتے کہ وہ کام کرلیا لیکن آپ کی فہم و عقل اور شرعی امور میں اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔(۱۰۱) چنانچہ آپ برابر شفایابی کی دعا فرماتے تھے۔

أفتاني فیما استفتیته

حمیدی کی روایت میں ہے "أفتاني في أمر استفتیته فیه" أي أجابني فیما دعوته یعنی اللہ تعالیٰ نے میری دعا اور سوال کا جواب دیدیا۔

أتاني رجلان

مسند احمد میں معمر کی روایت اور طبرانی میں مرجا بن رجاء کی روایت میں "أتاني

---

(۱۰۰) دلائل النبوۃ میں الفاظ اس طرح ہیں: "وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یذوب ولایدري ماوجعه" دلائل النبوة للبیهقي، باب الرقیة بکتاب اللّٰہ عزوجل، وماجعل اللّٰہ عزوجل فیه من الشفاء حتی ظهرت آثاره: ۹۲/۷

(۱۰۱) فتح الباري: ۲۷۸/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۰/۲۱

ملکان" ہے(۱۰۳) یعنی دو فرشتے آئے۔

ابن سعد نے دونوں کے نام ذکر کیے کہ یہ دونوں حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔(۱۰۴)

فقعد أحدهما عند رأسي والأخر عند رجلي

ایک فرشتہ سر مبارک اور ایک پاؤں مبارک کے پاس بیٹھا، سیرت دمیاطی میں ہے کہ سر کی طرف بیٹھنے والے حضرت جبرئیل اور پاؤں کی طرف بیٹھنے والے حضرت میکائیل تھے۔(۱۰۵)

فقال أحدهما لصاحبه

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمام طرق کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوال کرنے والے حضرت میکائیل اور جواب دینے والے حضرت جبرئیل تھے۔(۱۰۶)

فقال : مطبوب

مطبوب بمعنی مسحور ہے طب الرجل: سحر کرنا، طب کا اطلاق علاج پر بھی ہوتا ہے اور بیماری پر بھی، اضداد میں سے ہے،(۱۰۷) کتاب الطب کے شروع میں یہ بحث گذر چکی ہے۔

في مشط ومشاطة

مُشْط (میم کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ) کنگھی کو کہتے ہیں اور مشاطة ان بالوں کو کہتے ہیں جو کنگھی کے وقت سر سے نکلتے ہیں۔(۱۰۸)

---

(۱۰۳) فتح الباري: ۱۰/۲۸۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۰، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۳

(۱۰۴) فتح الباري: ۱۰/۲۸۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۰، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۳

(۱۰۵) فتح الباري: ۱۰/۲۸۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۰، وقال القسطلانيّ: (فقال أحدهما) وهو جبريل أوميكائيل، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۲

(۱۰۶) فتح الباري: ۱۰/۲۸۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۰، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۳

(۱۰۷) فتح الباري: ۱۰/۲۸۰، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۱، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۳

(۱۰۸) فتح الباري: ۱۰/۲۸۱، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۱، إرشاد الساري: ۱۲/۴۸۳

وجُفّ طلع نخلة ذكر

یہاں بخاری کی روایت میں جُفّ (جیم کے ضمہ اور فاء کے ساتھ) ہے اور مسلم کی روایت میں جُبّ (باء کے ساتھ) ہے کھجور کے خوشہ کے اوپر جو چھلکا اور غلاف ہوتا ہے وہ مراد ہے، یہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے آگے "ذکر" کا لفظ لائے "ذکرٍ" "جف" کی صفت ہے، طَلْع کھجور کے خوشہ کو کہتے ہیں۔(۱۰۹)

في بئر ذَرْوان

بعض روایات میں بئر ذي أروان ہے، یہ مدینہ منورہ میں بستان بنی زریق میں واقع ایک کنویں کا نام ہے۔(۱۱۰)

فأتاها رسول الله صلى الله عليه وسلم في ناس من أصحابه

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمارؓ کو آپ نے ساتھ جانے کے لیے کہا اور ایک روایت میں جبیر بن ایاس زرقی کا نام آیا ہے۔ جبیر بن ایاس بدری صحابی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان دہی فرمائی اور انھوں نے وہ بال نکالے اور بعضوں نے کہا قیس بن محصن زرقی نے نکالے تھے، ہو سکتا ہے ایک نے تعاون کیا ہو اور دوسرے نے نکالے ہوں۔(۱۱۱)

كان ماء هانُقاعة الحنا

نُقاعة (نون کے ضمہ کے ساتھ) نقع کے معنی بھگونے کے آتے ہیں، حنا مہندی کو کہتے ہیں یعنی وہ پانی ایسا سرخ لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس میں مہندی بھگودی ہو، مطلب یہ ہے کہ خراب ہونے کی وجہ سے اس کنویں کے پانی کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا، یا جو کچھ اس میں ملایا گیا تھا، اس کی وجہ سے اس کا رنگ تبدیل

---

(۱۰۹)فتح الباري: ۲۸۱/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۱/۲۱، إرشاد الساري: ۴۸۴/۱۲

(۱۱۰)فتح الباري: ۲۸۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۱/۲۱

(۱۱۱)فتح الباري: ۲۸۲/۱۰، إرشاد الساري: ۴۸۴/۱۲

ہو چکا تھا۔(۱۱۲)

فكرهت أن أُثَوِّرَعلى الناس فيه شرا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لوگوں پر شر کو ابھارنا پسند نہیں، اللہ نے مجھے شفا دیدی، اس لیے اب مزید تحقیق وتفتیش کی ضرورت نہیں کہ بات پھیلے گی اور انتشار پیدا ہوگا۔ اُثور باب تفعیل سے متکلم کا صیغہ ہے ثَوَّرَتثویرًا: بھڑکانا، برانگیختہ کرنا۔

تابعه أبوأسامة وأبوضمرة وابن أبي الزناد

یعنی عیسیٰ بن یونس کی متابعت ابواسامہ (حماد بن اسامہ) اور ابو ضَمْرة (ضاد کے فتحہ اور میم کے سکون کے ساتھ) (انس بن عیاض) اور ابن ابی الزناد (عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ذکوان) نے کی ہے، ابواسامہ کی متابعت امام بخاری نے دو باب آگے اور ابوضمرہ کی متابعت دعوات میں موصولاً نقل کی ہے، ابن ابی الزناد کی متابعت کے متعلق حافظ نے فرمایا کہ مجھے اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کس نے اسے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۱۳)

وقال الليث وابن عيينة عن هشام: في مشط و مشاقة

یہاں اوپر روایت میں مشاطة (طاء کے ساتھ) ہے، لیث اور سفیان بن عیینہ کی روایت میں مشاقة (قاف کے ساتھ) ہے، مشاطة ان بالوں کو کہتے ہیں جو کنگھی کرتے وقت سر اور داڑھی کے بالوں سے گرتے ہیں، آگے امام بخاری نے نقل کیا ہے المشاطة: مايخرج من الشعرإذا مُشِط والمشاقة: من مشاقة الكتان یعنی مشاطة کنگھی کرتے وقت نکلنے والے بالوں کو کہتے ہیں اور مشاقة کتان اور سن کو بنتے وقت جو ریشے الگ ہوتے ہیں ان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(۱۱۴)

---

(۱۱۲)فتح الباري: ۲۸۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۱/۲۱، إرشاد الساري: ۴۸۴/۱۲

(۱۱۳)فتح الباري: ۲۸۴/۱۰ وقال العينيّ: وسيأتي موصولاً في كتاب الدعوات إن شاء الله تعالىٰ، عمدة القاري: ۲۸۲/۲۱

(۱۱۴)فتح الباري: ۲۸۴/۱۰، عمدة القاري: ۲۸۲/۲۱

٤٧ – باب : الشِّرْكُ وَالسِّحْرُ مِنَ الْمُوبِقَاتِ .

٥٤٣١ : حدّثني عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمانُ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قالَ : (اجْتَنِبُوا الْمُوبِقَاتِ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَالسِّحْرُ) . [ر : ٢٦١٥]

مُوْبِقات موبقة کی جمع ہے، باب افعال سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، ہلاک کرنے والی، موبقات ،مهلكات، روایت میں ہے موبقات سے بچو، ان میں سے ایک شرک اور ایک جادو ہے "الشرك بالله والسحر" ترکیب میں مبتدا ہے اور خبر "منها" محذوف ہے أي منها الشرك والسحر، یا یہ خبر ہے اور مبتدا محذوف ہے أي الأول: الشرك والثاني: السحر

یہ روایت کتاب الوصایا میں گذر چکی ہے "اجتنبوا السبع الموبقات: الشرك بالله والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلا بالحق، وأكل مال اليتيم، وأكل الرباء، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات" (١١٥) یہاں امام بخاری نے اس کو مختصراً ذکر کیا ہے۔

٤٨ – باب : هَلْ يُسْتَخْرَجُ السِّحْرُ .

وَقالَ قَتَادَةُ : قُلْتُ لِسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ : رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ ، أَوْ : يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ ، أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ ؟ قالَ : لَا بَأْسَ بِهِ ، إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ ، فَأَمَّا ما يَنْفَعُ النَّاسَ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ .

٥٤٣٢ : حدّثني عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ يَقُولُ . أَوَّلُ مَنْ حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ يَقُولُ : حَدَّثَنِي آلُ عُرْوَةَ ، عَنْ عُرْوَةَ ، فَسَأَلْتُ هِشَامًا عَنْهُ ، فَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ سُحِرَ ، حَتَّى كانَ يَرَى أَنَّهُ يَأْتِي النِّسَاءَ وَلَا يَأْتِيهِنَّ ،

(١١٥) فتح الباري: ١٠/٢٨٤، عمدة القاري: ٢١/٢٨٢

قالَ سُفْيَانُ : وَهٰذَا أَشَدُّ ما يَكُونُ مِنَ السِّحْرِ ، إِذَا كانَ كَذَا ، فَقَالَ : (يَا عائِشَةُ ، أَعَلِمْتِ أَنَّ اللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيما اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ ، أَتَانِي رَجُلَانِ ، فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي ، وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رَأْسِي لِلْآخَرِ : ما بَالُ الرَّجُلِ ؟ قالَ : مَطْبُوبٌ ، قالَ : وَمَنْ طَبَّهُ ؟ قالَ : لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ – رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ حَلِيفٌ لِيَهُودَ كان مُنَافِقًا – قالَ : وَفِيمَ ؟ قالَ : فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ ، قالَ : وَأَيْنَ ؟ قالَ : فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ ، تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ) . قالَتْ : فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ الْبِئْرَ حَتَّى اسْتَخْرَجَهُ ، فَقَالَ : (هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا ، وَكَأَنَّ ماءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ ، وَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ) . قالَ : فَاسْتُخْرِجَ ، قالَتْ : فَقُلْتُ : أَفَلَا ؟ – أَيْ تَنَشَّرْتَ – فَقَالَ : (أَمَا وَاللهِ فَقَدْ شَفَانِي اللهُ ، وَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ شَرًّا) .

[ر : ۳۰۰٤]

سحر وجادو کے علاج کرنے کا حکم

جادو کو ختم کرانا اور اس کا علاج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”ھل“ استفہام کا کلمہ استعمال کیا ہے، کیونکہ اس میں اختلاف ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے، وہ کہتے ہیں کہ سحر کا علاج ساحر ہی کر سکتا ہے تو اس طرح ساحر کے پاس جانا ہوگا اور ساحر و کاھن کے پاس جانے کی ممانعت آئی ہے۔(۱)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے ”مراسیل“ میں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے کہ ”النشرة من الشيطان“۔(۲)

عبدالرزاق نے بھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ان سے نشرة کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ”من عمل الشيطان“۔(۳)

نشرة جادو ختم کرنے کے لیے جو دم اور عمل کیا جاتا ہے اسے کہتے ہیں۔(۴)

(۱) فتح الباري: ۲۸٦/۱۰ شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٤٤٥/۹

(۲) فتح الباري: ۲۸٦/۱۰

(۳) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٤٤٤/۹، ٤٤٥

(٤) فتح الباري: ۲۸٦/۱۰

لیکن جمہور علماء کے نزدیک جادو کا علاج کرنا، سحر کو توڑنا جائز ہے۔(۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں حضرت سعید بن المسیب کا قول نقل کر کے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔

قتادۃ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب سے پوچھا "رجل به طب أو يُؤَخَّذ عن امرأته، أيحل عنه أوينشر؟" یعنی کسی آدمی پر جادو کیا گیا یا اس کو بیوی سے روکا گیا (کہ اس کے جماع کی صلاحیت جادو کے ذریعے ختم کر دی گئی) تو کیا اس جادو کو ختم کیا جا سکتا ہے؟

طب جادو کو کہتے ہیں، يُؤَخَّذ: تأخيذ باب تفعیل سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ أُخْذة اس منتر کو کہتے ہیں جسے پڑھ کر آدمی کے جماع کی صلاحیت کو ختم یا متاثر کیا جاتا ہے (۶) أيحل عنه: اس میں ہمزہ استفہام کا ہے، حل حَلّا کھولنا۔ ينشر: تنشير باب تفعیل سے مجہول کا صیغہ ہے، اس کے معنی بھی جادو ختم کرنے کے ہیں، یہ نُشْرة سے ہے، نشرة بھی تعویذ اور دم کی طرح جادو ختم کرنے کے ایک مخصوص طریقہ اور عمل کا نام ہے۔

يحلّ اور ينشر دو لفظ استعمال کیے ہیں اس میں یا تو "أو" شک کے لیے ہے اور یا لف نشر مرتب کے طور پر دونوں لفظوں کو استعمال کیا گیا ہے، اس طرح کہ "يحل" کا تعلق "رجل به طب" کے ساتھ اور "ينشر" کا تعلق "يؤخذ عن امرأته" کے ساتھ ہے۔(۷)

حاصل یہ ہے کہ قتادہ نے حضرت سعید بن المسیب سے سحر کے علاج کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا توڑ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ انھوں نے فرمایا "لا بأس به، إنما يريدون به الإصلاح، فأماما ينفع فلم ينه عنه" یعنی علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں، لوگ تو اس طرح اصلاح چاہتے ہیں نافع اور مفید کام کی تو ممانعت نہیں، ہشام دستوائی کے طریق میں الفاظ ہیں "إنما نهى الله عما يضرد، ولم ينه عماينفعه"۔(۸)

---

(۵) فتح الباري: ۱۰/۲۸٦

(٦) فتح الباري: ۱۰/۲۸٦، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۳، إرشادالساري: ۱۲/٤۸٥

(۷) عمدة القاري: ۲۱/۲۸۳، إرشاد الساري: ۱۲/٤۸٥

(۸) إرشاد الساري: ۱۲/٤۸٥

قتادہ کی اس تعلیق کو ابو بکر اثرم نے "کتاب السنن" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۹)

علاج سحر کا ایک طریقہ

ابن بطال نے وھب بن منبہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص پر اس طرح کا جادو کیا گیا ہو کہ وہ بیوی کے پاس جانے سے عاجز ہو تو ایسا شخص سبز بیری کے درخت کے سات پتے لے، دو پتھر لے کر انہیں کوٹے، پانی میں ملائے، پھر آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ لے، پھر اس سے تین گھونٹ پیے اور بقیہ پانی سے غسل کرے تو ان شاء اللہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔(۱۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں جادو اتارنے کے اور بھی طریقے لکھے ہیں(۱۱) ایک طریقہ یہ لکھا ہے کہ ایسا شخص دو دھار والی کلہاڑی لے کر لکڑیوں کی ایک گٹھڑی کے درمیان کھدے، گٹھڑی کو آگ لگادے اور جب وہ کلہاڑی خوب گرم ہو جائے، تب آگ سے نکال کر اس پر پیشاب کردے، تو ان شاء اللہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔

ایک طریقہ یہ بھی لکھا ہے کہ جنگل اور باغ کے گلاب کو موسم بہار میں چن لیا جائے اور انہیں صاف برتن کے اندر پانی میں ملا کر، آگ پر رکھ کر تھوڑا سا جوش دیا جائے، پانی کی گرمائش جب تھوڑی سی کم ہو جائے تو اسے مسحور پر ڈال دے، ان شاء اللہ جادو کا اثر جاتا رہے گا۔

---

(۹) فتح الباري: ۱۰/۲۸٦، إرشادالساري: ۱۲/۲۸۵

(۱۰) فتح الباري: ۱۰/۲۸٦، ۲۸۷، عمدة القاري: ۲۱/۲۸٤، إرشادالساري: ۱۲/۲۸۵، وكذا في ردالمحتار على الدرالمختار: ۲/٦٤۵، كتاب النكاح، بابُ العنّين وغيره، مطلب في فك المسحور والمربوط

(۱۱) چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: قال نصوح : فسألني حماد بن شاكر: ماالحل وماالنشرة؟ فلم أعرفها، فقال: هو الرجل إذالم يقدر على مجامعة أهله وأطاق ماسواها فإن المبتلىٰ بذلك يأخذ حزمة قضبان وفأساً ذاقطارين زيضعه في وسط تلك الحزمة ثم يؤجج نارًا في تلك الحزمة حتى إذا ماحمى الفأس استخرجه من النار وبال على حره فإنه يبرأ بإذن الله تعالىٰ، وأما النشرة فإنه يجمع أيام الربيع ما قدر عليه من ورد المفارة وورد البساتين ثم يلقيها في إناء نظيف ويجعل فيها ماءً عذبا ثم يغلي ذلك الورد في الماء غلياً يسيرًا ثم يمهل حتى إذا فترا لماء أفاضه عليه فإنه يبرأ بإذن الله تعالىٰ، فتح الباري: ۱۰/۲۸۷

روایت باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو اس سے پہلے گزر چکا، البتہ اس روایت میں چند جملے نئے ہیں:

قال سفيان: وهذا أشدمايكون من السحر إذاكان كذا

سفیان نے کہا کہ جب یہ صورت حال ہو (کہ آدمی نے کوئی کام نہیں کیا اور اس کو خیال ہو رہا ہو کہ اس نے وہ کیا ہے) تو یہ جادو کا سخت اثر ہوتا ہے۔

تحت رَعوفة

رَعوفة اور راعوفة کنویں کے اس بڑے پتھر کو کہتے ہیں جسے کنویں کے منڈھیر پر رکھا جاتا ہے تاکہ اس پر کھڑے ہو کر پانی پیا اور نکالا جاسکے۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ اس سے وہ پتھر مراد ہے جو کنواں کھودتے وقت اس کے اندر نصب کردیا جاتا ہے، جس پر بیٹھ کر کنویں کو صاف کیا جاتا ہے۔ (۱۲)

٤٩ - باب : السِّحْرِ .

٥٤٣٣ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : سُحِرَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى إِنَّهُ لَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَما فَعَلَهُ ، حَتَّى إِذَا كانَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهْوَ عِنْدِي ، دَعا ٱللهَ وَدَعاهُ ، ثُمَّ قالَ : (أَشَعَرْتِ يَا عائِشَةُ أَنَّ ٱللهَ قَدْ أَفْتَانِي فِيما ٱسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ) . قُلْتُ : وَما ذَاكَ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (جاءَنِي رَجُلَانِ ، فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي ، وَالآخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ ، ثُمَّ قالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : ما وَجَعُ الرَّجُلِ ؟ قالَ : مَطْبُوبٌ ، قالَ : وَمَنْ طَبَّهُ ؟ قالَ : لَبِيدُ بْنُ الْأَعْصَمِ الْيَهُودِيُّ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ ، قالَ : فِيماذَا ؟ قالَ : فِي مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ . قالَ : فَأَيْنَ هُوَ ؟ قالَ : فِي بِئْرِ ذِي أَرْوَانَ) . قالَ : فَذَهَبَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُنَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ إِلَى الْبِئْرِ ، فَنَظَرَ إِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى عائِشَةَ فَقالَ : (وَٱللهِ لَكَأَنَّ ماءَهَا نُقَاعَةُ ٱلْحِنَّاءِ ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ

(۱۲) فتح الباري: ۱۰/۲۸۷

فَقَالَ : (وَٱللهِ لَكَأَنَّ ماءَهَا نُقَاعَةُ ٱلْحِنَّاءِ ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ) . قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ أَفَأَخْرَجْتَهُ ؟ قالَ : (لَا ، أَمَّا أَنَا فَقَدْ عافَانِي ٱللهُ وَشَفَانِي ، وَخَشِيتُ أَنْ أُثَوِّرَ عَلَى النَّاسِ مِنْهُ شَرًّا) . وَأَمَرَ بِهَا فَدُفِنَتْ . [ر : ٣٠٠٤]

تعارض روایات اور اس کا حل

اس باب کے تحت بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیے جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے۔اس کے آخر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ أفأخرجته کیا آپ نے وہ جادو نکالا؟ تو حضور نے فرمایا نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کنویں کی طرف گئے تھے لیکن جن چیزوں میں جادو کیا گیا تھا، وہ آپ نے نہیں نکالیں، جب کہ اس سے پہلے باب میں یہ روایت سفیان بن عیینہ کے طریق سے مروی ہے، اس میں ہے "فأتى النبي صلى الله عليه وسلم البئر حتى استخرجه" کہ آپ اس کنویں کی طرف آئے اور آپ نے وہ جادو وہاں سے نکالا، دونوں باتوں میں تعارض ہے۔اس تعارض کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں:

❶ ایک یہ کہ روایت باب ابواسامہ (حماد بن اسامہ) سے ہے اور ان کے مقابلے میں سفیان بن عیینہ کا رتبہ بلند ہے، اس لیے سفیان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔(۱۳)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ روایت باب میں استخراج کی نفی سے مراد یہ ہے کہ کھجور کے خوشے سے وہ بال نہیں نکالے گئے تھے اور سفیان کی روایت میں استخراج کا جو ذکر ہے اس سے "استخراج من البیر" مراد ہے یعنی کنویں سے وہ خوشہ نکالا گیا تھا لیکن خوشے سے پھر وہ بال نہیں نکالے گئے تھے جن میں جادو کیا گیا تھا، اس طرح دونوں روایتوں میں تطبیق ہو جاتی ہے کہ نفی استخراج من الجف کی ہے اور اثبات استخراج من البیر کا ہے۔(۱۴)

---

(١٣) عمدة القاري: ٢٨٤/٢١، فتح الباري: ٢٨٨/١٠، إرشاد الساري: ٤٨٧/١٢

(١٤) عمدة القاري: ٢٨٤/٢١، فتح الباري: ٢٨٨/١٠، إرشاد الساري: ٤٨٧/١٢

لیکن اس جواب پر بیہقی کی دلائل النبوۃ کی اس روایت سے اشکال ہوتا ہے جس میں ہے "قال:
فنزل رجل فاستخرج جف طلعة من تحت الراعوفة، فإذا فيه مشط رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن مراطه رأسه، وإذاتمثال من شمع تمثال رسول الله صلى الله عليه وسلم، وإذافيها إبرمغروزة، وإذا وترفيه إحدى عشرة عقدة، فأتاه جبريل عليه السلام بالمعوذتين، فقال: يا محمد !☆ قل أعوذبرب الفلق ☆ وحل عقدة ☆ من شرما خلق ☆ وحل عقدة حتى فرغ منها، ثم قال:☆ قل أعوذبرب الناس☆ وحل عقدة حتى فرغ منها، وحل العقد كلها۔ وجعل لاينزع إبرة إلاوجدلها ألما، ثم يجد بعد ذلك راحة" (۱۵)

یعنی ایک آدمی اترا اور کنویں کے پتھر کے نیچے سے کھجور کے خوشے کو نکالا تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے وہ بال تھے جو کنگھی کرتے وقت نکل گئے تھے اور شمع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک تمثال بنایا گیا تھا جس کے اندر سوئیاں گاڑی گئی تھیں، اس میں چمڑے کی ایک تانت بھی تھی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، حضرت جبریل علیہ السلام معوذتین (قل أعوذبرب الفلق اور قل أعوذبرب الناس) کی دونوں سورتیں لائے اور کہا اے محمد! "قل أعوذبرب الفلق" ایک آیت پڑھیں اور ایک گرہ کھولیں "من شرما خلق" پڑھیں اور دوسری گرہ کھولیں، یہاں تک کہ سورہ فلق کی پانچ آیتیں پڑھ کر فارغ ہوگئے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ "قل أعوذبرب الناس" پڑھ کر گرہ کھولیں، حتی کہ سورۃ الناس کی چھ آیتیں پڑھ کر فارغ ہوگئے (اس طرح دونوں سورتوں کی گیارہ آیتیں پڑھ کر گیارہ گرہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولیں) تمثال میں گاڑی گئی جس سوئی کو بھی آپ کھینچتے درد محسوس کرتے، جب ساری گرہیں کھول دی گئیں اور سوئیاں نکال دی گئیں تو آپ نے پھر آرام وراحت محسوس فرمائی۔

بیہقی کی اس روایت میں تفصیل آگئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کا وہ خوشہ کھجور کنویں سے نکالنے کے بعد اس سے بال بھی نکالے تھے اور ان میں لگائی ہوئی گرہیں کھولی تھیں۔

(۱۵) دلائل النبوة للبيهقي ، باب الرقية بكتاب الله عزوجل وماجعل الله عزوجل فيه من الشفاء حتى ظهرت آثاره: ۹٤/۷

❸اس لیے تعارض کو دور کرنے کے لیے ایک تیسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ اس روایت میں "أفأخرجته" سے مراد اظہار ہے اور اس کے معنی "أفأظهرته" ہیں یعنی یارسول اللہ! آپ نے لوگوں کے سامنے اس جادو کا اظہار کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں نے فتنے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تو اخراج سے سحر زدہ چیز کو نکالنا مراد نہیں بلکہ لوگوں کے سامنے جادو کا اظہار مراد ہے اس کی تائید مسند احمد کی روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہے "أفلا أخرجته للناس" (۱۶)

لہٰذا اس کا سفیان کی روایت سے تعارض ہے ہی نہیں، یہ ایسا جواب اور لفظ "أخرجته" کی ایسی تشریح ہے جس پر کسی قسم کا اشکال واقع نہیں ہوتا۔

فائدہ

روایت باب میں حضرت عائشہؓ کا سوال ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے "یارسول الله أفأخرجته، قال: لا......" سفیان کی روایت میں الفاظ یہ ہیں "فقلتُ: أَ فَلا أي تَنَشرت: فقال أما والله فقدشفاني......" اور اس سے پہلے باب السحر میں عیسی بن یونس کی روایت میں ہے "قلت: یارسول الله، أفلا استخرجته، قال: قدعافاني الله......" اور مسلم شریف کی روایت میں ہے "أفلا أحرقته؟ قال: لا" (۱۷) یہ کل چار روایتیں ہو گئیں۔ ان میں روایت باب اور مسلم کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں "لا" کا ذکر ہے، باقی دو روایتوں میں "لا" کا ذکر نہیں "قدعافاني الله......" کہہ کر جواب ذکر کیا گیا، سفیان کی روایت میں أفلاتنشرت نشرة ہے یعنی آپ نے لوگوں کے سامنے اس کو کیوں نہیں نکالا، نشرہ اس عمل کو کہتے ہیں، جس سے جادو ختم کیا جاتا ہے، حضرت عائشہ کا مقصد یہ تھا کہ آپ لوگوں کے سامنے جادو کو ختم کرنے کا وہ عمل کرتے اور مسلم کی روایت میں "أفلاأحرقته" کے معنی ہیں کیا آپ نے ان چیزوں کو جلایا جن میں سحر کیا گیا تھا۔

---

(۱۶) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ: ٦/٥٧

(۱۷) صحیح مسلم، کتاب السلام، باب السحر: ١٧١٩/٤ (رقم الحدیث: ٢١٨٩)

حاصل یہ ہے کہ بخاری کی تینوں روایتوں میں اخراج، استخراج اور تنشیر کے ایک ہی معنی ہیں کہ آپ نے وہ جادو لوگوں کے سامنے ظاہر کیوں نہیں کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے شفا دیدی اس لیے لوگوں کے سامنے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں، جب کہ اظہار کرنے سے شر اور فتنہ پیدا ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

تنبیہ

بعض نسخوں میں یہاں اس حدیث پر "باب السحر" کا عنوان قائم نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ "باب السحر" کا ترجمہ بعینہ اس سے دو باب پہلے گذر چکا ہے اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۱۸)

لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "الأبواب والتراجم" میں فرمایا کہ میرے نزدیک دونوں ترجموں کی غرض الگ الگ ہے، پہلے ترجمہ کی غرض سحر کی حقیقت کو ثابت کرنا اور اس کے منکرین کی تردید کرنا ہے اور اس دوسرے ترجمہ کا مقصد احکام سحر کو ذکر کرنا ہے، مثلاً دعا کے ذریعے جادو کے علاج کا جواز وغیرہ بیان کرنا مقصود ہے، اسی طرح اس دوسرے ترجمہ سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ دعا کے ذریعہ ازالہ سحر، دوا کے ذریعہ علاجِ سحر سے زیادہ بہتر وافضل ہے، آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الدعوات میں "باب تکریر الدعاء" ذکر کیا ہے اور اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سحر والی حدیث ذکر کی ہے، اس میں بھی اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ مسحور کو چاہیے کہ وہ تکرارِ دعا کا اہتمام کرے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ سحر میں بار بار دعا کا اہتمام کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے دعا، فقددعا ثم دعا...... چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"قلتُ: ولايبعدعندهذا العبد الضعيف أن يقال في دفع التكرار أن الغرض من الترجمتين مختلف، فالغرض من الأول إثبات حقيقة السحر رداعلى من أنكره، كما تقدم، والغرض ههنا ذكر أحكام السحر من جواز العلاج لإزالته بالدعاء وغيره، وأشار إلى أن إزالته بالدعا أفضل من العلاج بالدواء وسيأتي في كتاب الدعوات: باب تكرير الدعا، فذكرفيه حديث سحره صلى الله عليه وسلم ، وأشاربذلك إلى أنه ينبغي

(۱۸) فتح الباري: ۲۸۹/۱۰

للمسحور أن يكرر الدعاء، فقد كرر النبي صلى الله عليه وسلم الدعاء له، فقد دعا، ثم دعا"(۱۹)

ساحر کا حکم

حنفیہ کے نزدیک ساحر کا سحر اگر کفر پر مشتمل ہو، تو ایسے سحر کا مرتکب کافر ہے، اس لیے اسے قتل کیا جائے گا، اس میں مسلمان، ذمی، آزاد، غلام اور مرد و عورت سب برابر ہیں، یہ اس صورت میں ہے جب وہ اس کافرانہ سحر سے فساد پھیلا رہا ہو، لیکن اگر وہ فساد نہیں پھیلاتا تو ایسی صورت میں امام جصاص وغیرہ کے نزدیک مرد کو تو قتل کیا جائے گا، عورت کو نہیں، جس طرح مرتد مرد کو قتل کیا جاتا ہے لیکن مرتدہ عورت کو نہیں، بلکہ اسے محبوس رکھا جاتا ہے، اسی طرح ساحرہ کو محبوس رکھا جائے گا اور ساحر مرد کو قتل کیا جائے گا، امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔(۲۰)

---

(۱۹)الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۲

(۲۰)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق: ۳۲۳/۳، أحكام القرآن للجصاصؒ، باب اختلاف الفقهاء في حكم الساحر وقول السلف فيه: ۷۲/۱، وقال أبومحمد عبدالله بن أحمد بن قدامةؒ في تنقيح مذاهب الفقهاء في حدالساحر فقال: "وحد الساحر القتل، رُوي ذلك عن عمر وعثمان بن عفان و ابن عمر و حفصة وجندب بن عبدالله وجندب بن كعب و قيس بن سعد و عمر بن عبدالعزيز وهو قول أبي حنيفةؒ ومالكؒ، ولم يرالشافعيؒ عليه القتل بمجردالسحر، وهو قول ابن المنذر ورواية عندأحمد قد ذكرنا ها فيما تقدم، ووجه ذلك أن عائشة رضي الله عنها باعت مدبرة سحرتها، ولووجب قتلها لماحل بيعها، ولأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "لايحل دم إمرء مسلم إلاباحدى ثلاث : كفر بعد إيمان أوزنا بعدإحصان أوقتل نفس بغيرحق"، ولم يصدرمنه أحد الثلاثة فوجب أن لايحل دمه۔ ولنا (أي لأحمد وأبي حنيفة ومالك رحمهم الله) ماروى جندب بن عبدالله (رضي الله عنه) عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "حدالساحر ضربة بالسيف" قال ابن المنذر: رواه اسمعيل بن مسلم وهو ضعيف، وروى سعيد وأبوداود في كتابيهما عن بجالة قال: كنت كاتباً لجزء بن معاوية عم الأحنف بن قيس، إذجاء نا كتاب عمر (رضي الله عنه) قبل موته بسنة (فكان مكتوب فيه): أقتلوا كل ساحر، فقتلنا ثلاث سواحر في يوم، وهذا اشتهر فلم ينكر فكان إجماعاً، وقتلت حفصةُ جارية لها سحرتها، وقتل جندب بن كعب ساحراً كان يسحربين يدى الوليد بن عقبة، ولأنه كافر فيقتل للخبرالذي رووه"

المغني لابن قدامة، كتاب المرتد، فصل في السحر: ۳۵/۹، ۳۶ (رقم الترجمة : ۷۱۲٦)، أحكام القرآن للعثمانيؒ: ۴۸/۱، الجامع لأحكام القرآن للقرطبيؒ: ۴۸/۱، أحكام القرآن لابن العربي: ۳۲/۱

ساحر کا سحر اگر کفر پر مشتمل نہیں لیکن وہ مسلمانوں میں فساد کا ذریعہ بن رہا ہے تو ایسے ساحر کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ قطاع الطریق کے حکم میں ہے۔

ساحر کا سحر اگر نہ کفر پر مشتمل ہے اور نہ ہی مسلمانوں کے نقصان کا ذریعہ بن رہا ہے تاہم وہ مستلزم معصیت ہے، مثلاً دائمی نجاست میں رہنا، حرام استعمال کرنا تو ایسے ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ تعزیراً اس کو سزا دی جاسکتی ہے۔

اور اگر سحر کفر و اضرار اور معصیت کسی چیز پر بھی مشتمل نہیں تو وہ جائز ہے اور ایسا ساحر قابل تعزیر و سزا نہیں۔(۲۱)

سنن ترمذی میں روایت ہے "حد الساحر ضربة بالسيف"(۲۲) اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ نے اہواز کے حاکم کو خط لکھا تھا "اقتلوا کل ساحر"(۲۳) اس سے پہلی دو قسموں کا ساحر مراد ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ نقل کیا گیا ہے کہ ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر اس نے سحر سے کسی کو قتل کیا اور اس کا اعتراف کر لیا تو قصاصاً ساحر کو قتل کیا جائے گا۔

حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لبید بن اعصم کو قتل نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے اور دوسری وجہ خود حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت کی بناء پر اسے سزا نہیں دی تھی۔

٥٠ – باب : إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا .

٥٤٣٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ قَدِمَ رَجُلَانِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَخَطَبَا ، فَعَجِبَ النَّاسُ لِبَيَانِهِمَا ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا ، أَوْ : إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ) . [ر : ٤٨٥١]

---

(۲۱) أحكام القرآن للجصاصؒ : ۷۲/۱

(۲۲) سنن الترمذي، كتاب الحدود، باب ماجاء في حدالساحر: ٦٠/٤ (رقم الحديث: ١٤٦٠)

(۲۳) المغني لابن قدامة، كتاب المرتد، فصل في السحر: ٣٦/٩ (رقم الترجمة :٧١٢٦)

کلام میں بسا اوقات جادو کی سی تاثیر ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی مشرق (عراق کی طرف) سے آئے اور دونوں نے بڑا فصیح و بلیغ بیان کیا تو حضور ﷺ نے سن کر فرمایا بعض باتوں میں سحر کی سی تاثیر ہوتی ہے، اس ارشاد کو مدح وتعریف پر بھی محمول کر سکتے ہیں کہ بعض لوگوں کا کلام بڑا مؤثر ہوتا ہے اور اسے مذمت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ جس طرح جادو ایک ناجائز امر ہے اور اس میں حقیقت کے خلاف ایک خیال میں آدمی مبتلا ہو جاتا ہے، اسی طرح بعض کلام بھی تصنع اور ظاہری خوش نمائی کی وجہ سے آدمی کو متاثر کرتا ہے لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ (۲۴)

۵۱ – باب : اَلدَّوَاءِ بِالْعَجْوَةِ لِلسِّحْرِ .

۵٤۳٥/٥٤۳٦ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ : أَخْبَرَنَا هَاشِمٌ : أَخْبَرَنَا عامِرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنِ اصْطَبَحَ كُلَّ يَوْمٍ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً ، لَمْ يَضُرَّهُ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ ذٰلِكَ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ) .

وَقالَ غَيْرُهُ : (سَبْعَ تَمَرَاتٍ) .

(٥٤۳٦) : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قالَ : سَمِعْتُ عامِرَ بْنَ سَعْدٍ : سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَنْ تَصَبَّحَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً ، لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ) . [ر : ٥١۳٠]

عجوہ مدینہ منورہ کی مشہور کھجور ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کا درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لگایا تھا، (۲۵) عجوہ کھجور جادو کا علاج بھی ہے، حدیث باب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”جس نے صبح کے وقت سات کھجوریں کھالیں اس کو کوئی زہر اور سحر رات تک نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

(٢٤) فتح الباري: ٢٩١/١٠، قال صعصعة بن صوحان : صدق نبي الله (صلى الله عليه وسلم) ، أما قوله : "إن من البيان لسحراً" فالرجل يكون عليه الحق وهو ألحن بالحجج من صاحب الحق فيسحر القوم ببيانه فيذهب بالحق، أحكام القرآن للجصاصؒ: ٦١/١

(٢٥) فتح الباري: ٢٩٢/١٠، عمدة القاري: ٢٨٧/٢١

اصطبح: صبح کے وقت کھانا، سُم (سین کے ضمہ اور فتح کے ساتھ) زہر کو کہتے ہیں صبح کھالیا تو رات تک زہر اور جادو کھانے والے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے لیکن سوال یہ ہے کہ کسی نے رات کو کھالیا تو صبح تک اس کے لیے بھی رات بھر محفوظ رہنے کا یہ حکم ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی روایت میں اس کی تصریح نہیں، البتہ اولِ نہار میں کھانے کی اس خصوصیت کے ظاہر ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کھانے والے نے نہار منہ کھایا ہے کیونکہ اس وقت لوگ عموماً نہار منہ ہوتے ہیں، اس سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اگر نہار منہ کوئی شام کو کھالے تو صبح تک اس کے لیے بھی یہی حکم ہے، مثلاً روزہ دار اس سے افطار کرلے۔(۲۶)

حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک طریق میں عامر بن سعد نے تصریح کی ہے کہ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی شام کو کھائے گا تو صبح تک زہر اور جادو اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔(۲۷)

امام احمد نے عامر بن سعد رحمہ اللہ کی یہ روایت افلح کے طریق سے نقل کی ہے۔(۲۸)

عجوہ کھجور کی اس خصوصیت کی طبی وجوہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور آپ کے اس درخت کو خود اپنے ہاتھ سے لگانے کی برکت کا ایک اثر ہے، چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "إن الشفاء بالعجوة من باب الخواص التي لاتدرك بقياس ظني"(۲۹) اسی طرح سات کا عدد بھی قیاسی نہیں، اس کی خصوصیت اور وجہ بھی اللہ ہی کو معلوم ہے، مختلف عددوں میں مختلف خاصیات ہوتی ہیں۔

بعضوں نے کہا کہ "سات" سے عدد معین مراد نہیں، بلکہ کثرت کی طرف اشارہ ہے(۳۰) لیکن راجح قول پہلا ہے۔

حدیث کے الفاظ کے عموم کی وجہ سے جمہور کہتے ہیں کہ عجوہ کھجور کی یہ خصوصیت اب بھی ہے

---

(۲٦) فتح الباري: ۱۰/۲۹۳، عمدة القاري: ۲۱/۲۸۷

(۲۷) إرشاد الساري: ۱۲/٤٦۲

(۲۸) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۱/۱٦۸

(۲۹) إرشادالساري: ۱۲/٤۹۳

(۳۰) فتح الباري: ۱۰/۲۹٤

اور صرف مدینہ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ مدینہ منورہ سے باہر لے جاکر بھی کوئی کھائے گا تو بھی اس کی یہ خاصیت رہے گی کیونکہ حدیث کے الفاظ میں کسی زمانے کی یا مدینہ منورہ کی تخصیص نہیں۔

کچھ لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ خصوصیت عہد نبوی کے ساتھ خاص تھی، اور کچھ کی رائے ہے کہ یہ خاصیت مدینہ منورہ کے ساتھ خاص ہے کہ وہاں مذکورہ اثر ہوگا، کسی اور جگہ نہیں۔(۳۱)

لیکن جیسا کہ کہا گیا حدیث کے الفاظ میں اس طرح کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عموم اور غالب احوال سے متعلق ہے، اس لیے اگر کسی ایک آدھ آدمی نے تجربہ کرلیا اور عجوہ کھجور کا مذکورہ اثر ظاہر نہیں ہوا تو اس کی وجہ سے حدیث کو خلاف واقع نہ سمجھا جائے، اس کو آپ یوں سمجھیں کہ جس طرح مختلف امراض کے لیے ادویہ متعین ہوتی ہیں اور عموماً ان کے استعمال سے امراض میں افاقہ بھی ہوتا ہے لیکن بسا اوقات انسان بیماری کے لیے دوائی کھاتا ہے لیکن افاقہ نہیں ہوتا اور بیماری برقرار رہتی ہے، ظاہر ہے ایسی صورت میں کوئی یہ اشکال نہیں کرسکتا کہ یہ دوا، اس مرض کے لیے مفید نہیں، کیونکہ دوا کا اس مرض کے لیے مفید ہونا غالب احوال کے اعتبار سے ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک بھی غالب احوال اور عموم کے اعتبار سے ہے۔(۳۲)

حدثنا علي......

باب کی پہلی روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی ہیں، والد کا نام ذکر نہیں کیا گیا، اس سے علی بن عبداللہ مدینی مراد ہیں، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ بعض نسخوں میں علی بن سَلَمَہ لَبَقی (لام اور باء کے فتحہ کے ساتھ) ہے۔(۳۳)

حافظ ابن حجر نے "تقریب التهذیب" میں علی بن سلمہ لبقی کے بارے میں صیغہ تمریض کے

(۳۱) فتح الباري: ۱۰/۲۹٤، عمدة القاري: ۲۱/۲۸٦

(۳۲)فتح الباري: ۱۰/۲۹۵

(۳۳) شرح صحیح البخاري للكرماني: ۲۱/٤۳، وقاله أيضاً العينيؒ نقلاً عن الكرمانيؒ، عمدة القاري: ۲۱/۲۸٦

ساتھ یوں لکھا "یقال: إن البخاري روى عنه" (۳۴)

علامہ ذہبی نے "تهذيب التهذيب" میں فقیہ ابوالولید کے حوالے سے ابوالحسن زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ امام بخاری کے پاس تھے، کسی نے علی بن سلمہ کے بارے میں پوچھا تو امام نے فرمایا "ثقة، وقد مضيت معه سمعنا منه" (۳۵) اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک وہ ثقہ ہیں۔

فائدہ

باب الکہانۃ اور سحر کو کتاب الطب میں ذکر کرنے کی وجہ اور مناسبت ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إيراد باب الكهانة في كتاب الطب لمناسبته لباب السحر لمايجمع بينهما من مرجع كل منهما للشياطين ، وإيراد باب السحر في كتاب الطب لمناسبته ذكر الرقى وغيرها من الأدوية المعنوية، فناسب ذكر الأدواء التي تحتاج إلى ذلك، واشتمل كتاب الطب على الإشارة للأدوية الحسية كالحبة السوداء ، ثم على الأدوية المعنوية كالرقى بالدعا والقرآن ثم ذكرت الأدواء التي تنفع الأدوية المعنوية في دفعها كالسحر، كماذكرت الأدواء التي تنفع الأدوية الحسية في دفعها كالجذام"

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں کہانت کو ذکر کیا، اس لیے کہ کہانت اور جادو دونوں کا منبع و مرجع ایک ہے اور وہ شیاطین ہیں اور سحر کو کتاب الطب میں اس لیے ذکر کیا کہ امام بخاری نے کتاب الطب میں جسمانی اور روحانی دونوں قسم کا علاج بیان کیا ہے، شہد، دانہ سیاہ وغیرہ علاج جسمانی کے قبیل سے ہیں اور دم اور دعا وغیرہ روحانی علاج کے قبیل سے ہیں، اس لیے امراض بھی دو

---

(٣٤) تقريب التهذيب: ٤٠١ (رقم الترجمة: ٤٧٣٩)

(٣٥) قال الحاكم: سمعتُ أبا الوليد الفقيه يقول: سمعت أبا الحسن الزهيري يقول: حضرتُ محمد بن إسمٰعيل (البخاري) وسأله محمد بن حمزة عن علي بن سلمة اللبقي، فقال: ثقة، قال ابن زهير: أنا حملت أصول علي بن سلمة إلى محمد بن إسمٰعيل (البخارى) فانتخبت منها وأنا ذهبتُ معه حتى سمعنا منه، تهذيب التهذيب: ٣٢٧/٧ (رقم الترجمة: ٥٥٠)

طرح کے بیان کیے، بعض امراض میں حسی دوائیاں مفید ہوتی ہیں اور بعض بیماریوں میں روحانی علاج زیادہ مؤثر ہوتا ہے، سحر وغیرہ کے دفعیہ میں روحانی علاج زیادہ مؤثر ہے، اس مناسبت سے سحر کو کتاب الطب میں لائے۔(۳٦)

٥٢ - باب : لَا هَامَةَ .

٥٤٣٧ : حدَّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ . عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ) . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَمَا بَالُ الْإِبِلِ ، تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ ، فَيُخَالِطُهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيُجْرِبُهَا ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ) .

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ : سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ بَعْدُ يَقُولُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يُورِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلَى مُصِحٍّ) . وَأَنْكَرَ أَبُو هُرَيْرَةَ الْحَدِيثَ الْأَوَّلَ ، قُلْنَا : أَلَمْ تُحَدِّثْ أَنَّهُ : (لَا عَدْوَى) . فَرَطَنَ بِالْحَبَشِيَّةِ ، قالَ أَبُو سَلَمَةَ : فَمَا رَأَيْتُهُ نَسِيَ حَدِيثًا غَيْرَهُ . [ر : ٥٣٨٠]

مکرر ترجمۃ الباب کی توجیہ

سات باب قبل بعینہ یہی ترجمہ اور اختصار کے ساتھ یہ حدیث گذر چکی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس طرح بہت نادر اور کم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس طرح بعینہ ایک ترجمۃ الباب اور حدیث کو مکرراً ذکر کیا ہو۔(۳۷)

لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمے کو مکرر ذکر کر کے "ھامة" کی دو تفسیروں کی طرف اشارہ کیا، "ھامة" (میم کی تشدید اور تخفیف کے ساتھ) کی دو تفسیریں مشہور ہیں:

❶ اس سے ایک پرندہ مراد ہے جسے اردو میں الو کہتے ہیں، عربوں میں مشہور تھا کہ الو جس گھر پر آکر بیٹھتا ہے، اس میں موت واقع ہوتی ہے۔

---

(۳٦)فتح الباري : ۱۰/۲۷۱

(۳۷)فتح الباري : ۱۰/۲٦٥۔

❷ھامۃ کھوپڑی کو بھی کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں عربوں کا خیال تھا کہ جو آدمی قتل کیا جاتا ہے، اس کی روح، یا اس کی ہڈیاں کھوپڑی کی شکل اختیار کرلیتی ہیں اور وہ آکر ''اسقوني'' (مجھے پانی پلاؤ) کہہ کر اپنے انتقام کا مطالبہ کرتی ہے، جب انتقام لے لیا جاتا ہے تو وہ اڑ جاتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں خیالات کی نفی فرمائی کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے ترجمۃ الباب سے پہلے مطلب کی طرف اشارہ کیا، وہاں امام بخاری رحمہ اللہ نحوست اور طیرہ کو بیان فرمارہے تھے، پہلا مطلب بھی طیرہ سے متعلق ہے اور اس دوسرے ترجمے سے دوسرے مطلب کی طرف اشارہ کیا، یہاں سحر کا بیان چل رہا ہے اور انسانی روح کا کھوپڑی کی شکل اختیار کرنا بھی جادو ہی کی نوع کے مشابہہ اور مماثل ہے۔(۳۸)

وعن أبي سلمة سمع أباهريرة......

یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، ابوسلمہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے صاحبزادے ہیں۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے حدیث سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا یوردن ممرض علی مصح'' کہ بیمار اونٹوں والا (اپنے اونٹ) ہرگز نہ لائے صحیح اونٹوں والے کے پاس...... مُمرض: وہ شخص جس کے اونٹ مریض ہوں، مریض اونٹوں والا، مصح: تندرست اونٹوں والا۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابوہریرہ سے پوچھا کہ آپ نے تو اس سے پہلے ''لا عدوی......'' والی روایت بیان کی ہے کہ امراض میں تعدیہ نہیں ہے اور اب یہ حدیث بیان کر رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدیہ ہے۔

فرطن بالحبشية

رَطَنَ أي تكلم یعنی انھوں نے حبشی زبان میں بات کی اور حدیث اول کا انکار کردیا، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حقیقتاً حبشی زبان میں بات کرنا مراد نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ غصہ ہوئے اور غصہ کی حالت میں کچھ کہنے لگے جو سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔(۳۹)

(۳۸) الأبواب والترجم: ۲/۱۰۳، فتح الباري: ۱۰/۲۹٦

(۳۹)عمدة القاري: ۲۱/۲۸۸، فتح الباري: ۱۰/۲۹۷، إرشاد الساري: ۱۲/٤۹٤

قال أبوسلمة: فما رأيته نسي حديثا غيره

یعنی پہلی حدیث "لاعدوی......" انھوں نے بیان کی تھی اور اب اس کا انکار کر رہے تھے اور وہ حدیث اول بھول گئے تھے، فرماتے ہیں یہ واحد حدیث ہے جو وہ بھول گئے تھے، اس کے علاوہ کوئی اور حدیث وہ نہیں بھولے۔

یونس کی روایت میں ہے "قال أبوسلمة: لقد كان يحدثنا به ، فما أدر أنسي أبوهريرة أم نسخ أحد القولين الآخر"(۴۰)

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "لاعدوی......" عدم تعدیہ والی روایت بیان کرتے تھے اب معلوم نہیں کہ وہ اس روایت کو بھول گئے ہیں یا تعدیہ والی روایت نے عدمِ تعدیہ والی روایت کو منسوخ کر دیا ہے (اور منسوخ ہونے کی وجہ سے اس روایت کو وہ اب بیان نہیں کرتے ہیں۔)

٥٣ – باب : لَا عَدْوَى .

٥٤٣٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْن عَبْدِ ٱللهِ وَحَمْزَةُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ، إِنَّمَا الشُّؤْمُ في ثَلَاثٍ : في الْفَرَسِ ، وَالْمَرْأَةِ ، وَٱلدَّارِ) . [ر : ١٩٩٣]

٥٤٣٩ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى) .

قالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا تُورِدُوا الْمُمْرِضَ عَلَى الْمُصِحِّ) . وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ ٱلدُّؤَلِيُّ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى) . فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : أَرَأَيْتَ الْإِبِلَ ، تَكُونُ في الرِّمَالِ أَمْثَالَ الظِّبَاءِ ، فَيَأْتِيهَا الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَتَجْرَبُ ؟ قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ) . [ر : ٥٣٨٠]

(٤٠) فتح الباري: ١٠/٢٩٧، عمدة القاري: ٢١/٢٨٨، إرشاد الساري: ١٢/٤٩٤

٥٤٤٠ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : سَمِعْتُ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ) . قالُوا : وَما الْفَأْلُ ؟ قالَ : (كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ) . [ر : ٥٤٢٤]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی بیماری میں بالذات یہ صلاحیت نہیں کہ وہ دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے، جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے لاعَدْوی، عَدْوی إعْداء کا اسم ہے یعنی تعدیہ امراض کی بالذات کوئی حقیقت نہیں ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ نحوست تین چیزوں میں ہے، گھوڑے میں، عورت میں اور گھر میں، اس پر تفصیلی کلام کتاب النکاح میں "باب مایتقی من شؤم المرأة" کے تحت گذر چکا ہے (دیکھیں کشف الباری، کتاب النکاح: ۱۸۰۔۱۸۱)

دوسری روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاعَدْویٰ (مرض کا ایک سے دوسرے کو لگنا کوئی چیز نہیں ہے) تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا، یہ بتلائیں کہ اونٹ ریت (کے صحرا) میں ہرن کی طرح (صاف و شفاف اور خوب صورت و صحت مند) ہوتے ہیں، ان کے پاس ایک خارش زدہ اونٹ آتا ہے اور سب کو خارشی بنا دیتا ہے (اگر تعدیہ امراض نہیں ہے، پھر دوسرے اونٹوں کو یہ خارش کیونکر لگ جاتی ہے؟) تو اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر پہلے کے پاس خارش کہاں سے آئی اور اس کو خارش کس نے لگائی؟ (اس جواب سے سوال کرنے والے اعرابی کو سمجھا دیا کہ اصل اور حقیقی سبب تو اللہ کا حکم اور اذن ہے، اس کے بغیر کوئی بیماری کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہو سکتی ہے۔)

تعدیہ امراض پر تفصیلی کلام، کتاب الطب میں باب الجذام کے تحت گذر چکا ہے (دیکھیے کشف الباری، کتاب الطب، صفحہ: ۵۸۱۔۵۸۴)

٥٤ - باب : ما يُذْكَرُ في سَمِّ النَّبِيِّ ﷺ .

رَوَاهُ عُرْوَةُ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٤١٦٥]

٥٤٤١ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قالَ :

لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ ، أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ شَاةٌ فِيهَا سُمٌّ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ٱجْمَعُوا لِي مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنَ الْيَهُودِ) . فَجُمِعُوا لَهُ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنِّي سَائِلُكُمْ عَنْ شَيْءٍ ، فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْهُ) . فَقَالُوا : نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ أَبُوكُمْ) . قَالُوا : أَبُونَا فُلَانٌ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (كَذَبْتُمْ ، بَلْ أَبُوكُمْ فُلَانٌ) . فَقَالُوا : صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ ، فَقَالَ : (هَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ) . فَقَالُوا : نَعَمْ يَا أَبَا الْقَاسِمِ ، وَإِنْ كَذَبْنَاكَ عَرَفْتَ كَذِبَنَا كَمَا عَرَفْتَهُ فِي أَبِينَا ، قَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ أَهْلُ النَّارِ) . فَقَالُوا : نَكُونُ فِيهَا يَسِيرًا ، ثُمَّ تَخْلُفُونَنَا فِيهَا ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ٱخْسَؤُوا فِيهَا ، وَٱللهِ لَا نَخْلُفُكُمْ فِيهَا أَبَدًا) . ثُمَّ قَالَ لَهُمْ : (فَهَلْ أَنْتُمْ صَادِقِيَّ عَنْ شَيْءٍ إِنْ سَأَلْتُكُمْ عَنْهُ) . قَالُوا : نَعَمْ ، فَقَالَ : (هَلْ جَعَلْتُمْ فِي هٰذِهِ الشَّاةِ سُمًّا) . فَقَالُوا : نَعَمْ ، فَقَالَ : (مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذٰلِكَ) . فَقَالُوا : أَرَدْنَا : إِنْ كُنْتَ كَذَّابًا نَسْتَرِيحُ مِنْكَ ، وَإِنْ كُنْتَ نَبِيًّا لَمْ يَضُرَّكَ .

[ر : ۲۹۹۸]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیئے جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے، غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے بکری میں زہر ملا کر دیا تھا، اس کی تفصیل کتاب المغازی میں گذر چکی ہے۔(۴۱)

رواه عروة عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم

عروہ کی یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی میں تعلیقاً ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے "قال يونس عن ابن شهاب ، قال عروة ، قالت عائشة: كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول في مرضه الذي مات فيه: يا عائشة! ما أزال أجد ألم الطعام الذي أكلت بخيبر، فهذا أوان انقطاع أبهري من ذلك السم" بزار نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۴۲)

كذبتم بل أبوكم فلان

فلاں یعنی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام، یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(٤١) كشف الباري، كتاب المغازي، باب الشاة التي سُمّت للنبي صلى الله عليه وسلم : ٤٦٨

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٣٠٠، عمدة القاري: ٢١/٢٩٠، إرشاد الساري: ١٢/٤٩٨

کے جواب میں غلط بیانی کی تو آپ نے تصحیح فرمائی، انھوں نے کہابَرِ رت پہلے راء کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ درست ہے، بکسر الراء مشہور ہے۔(۴۳)

مَن أهل النار؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب میں یہودیوں نے کہا کہ ہم جہنم میں کچھ دن رہیں گے پھر ہم نکل آئیں گے اور تم مسلمان ہمارے خلیفہ بن جاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واللّٰہ لانخلفکم فیھا أبدا "ہم کبھی بھی جہنم میں تمہارے بعد نہیں رہیں گے" جو گناہگار مسلمان جہنم جائیں گے بھی، وہ سزا کاٹنے کے بعد نکل آئیں گے۔

طبری اور طبرانی نے عکرمہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "وبل أنتم خالدون مخلدون لایخلفکم فیھا أحد" تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ﴿وقالوا لن تمسنا النار الا أیاما معدودة﴾ (۴۴)

٥٥ - باب : شُرْبِ السُّمِّ وَٱلدَّوَاءِ بِهِ وَبِمَا يُخَافُ مِنْهُ وَالخَبِيثِ .

٥٤٤٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَهْوَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَتَرَدَّى فِيهِ خالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ تَحَسَّى سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ ، فَسُمُّهُ فِي يَدِهِ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَجَأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا) .

[ر : ١٢٩٩]

(٤٣) فتح الباري: ١٠/ ٣٠١، عمدة القاري: ٢١/ ٢٩٠، إرشاد الساري: ٢ /٤٦٩

(٤٤) فتح الباري: ١٠/ ٣٠٢، عمدة القاري: ٢١/ ٢٩٠، إرشاد الساري: ١٢/ ٤٩٩

٥٤٤٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ أَبُو بَكْرٍ : أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عامِرُ بْنُ سَعْدٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَنِ اَصْطَبَحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً ، لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ) . [ر : ٥١٣٠]

امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ ترجمۃ الباب چار اجزاء پر مشتمل ہے:

❶ پہلا جزء شرب السم ہے یعنی زہر پینا، اس کا حکم واضح ہے اور باب میں جو حدیث ذکر کی ہے اس سے اس کی حرمت صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

زہر پینا چونکہ خودکشی ہے اور اس سے آدمی کی عموماً موت واقع ہو جاتی ہے اس لیے یہ حرام اور ناجائز ہے۔ ترجمۃ الباب کا یہ جزء حدیث باب سے ثابت ہوتا ہے۔

ہاں زہر کی تھوڑی سی مقدار جس میں کوئی جسمانی فائدہ ہو اور دفع ضرر کے لیے اس میں دوائی کے دوسرے اجزاء شامل کیے جائیں تو اس کا استعمال جائز ہے۔ (۴۵)

❷ ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ہے "الدواء به" یعنی زہر کے ذریعہ علاج کرنا، زہر کی بعض قسمیں مختلف ادویہ میں استعمال ہوتی ہیں، اس کے استعمال کے جواز کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اور وہ اس طرح کہ امام بخاری نے باب میں عجوہ والی حدیث ذکر کی کہ وہ زہر میں مفید ہے تو جس طرح تداوی بالمباحات جائز ہے، اسی طرح تداوی بالسم بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ مضر نہ ہو، چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اما الجزء الثاني وهو التداوي بالسم فيستفادمن الحديث أنه الجزء، لأن مدار النهي على القتل والإهلاك والضرر، فإذا لم يضرولم يقتل ، بل يشرب دواء فلابأس به كمايتداو بالمباحات مثل العجوة وغيرها، ولذا ذكر الإمام البخاري حديث العجوة ثاني حديثي الباب إشارة إلى أن التداوي كما هوجائز بالمباحات فكذا بالسم، إذا كان بشربه بحد لايضر، فالتداوي به حينئذ كالتداوي بالمباحات"(۴٦)

---

(٤٥) فتح الباري: ١٠/٣٠٣، ٣٠٤

(٤٦) فتح الباري: ١٠/٣٠٣

حافظ ابن حجر اور دوسرے شارحین نے "الدوأبه" کے ایک اور معنی بھی بیان کیے ہیں اور وہ یہ کہ اس میں "به" "منه" کے معنی میں ہے أي الدواء منه یعنی زہر پینے کے بعد علاج کرنے اور اس کے ضرر کو ختم کرنے کا بیان، اگر یہ مطلب لیا جائے تو باب میں ذکر کردہ عجوہ والی حدیث کی مناسبت اس جزء سے بالکل واضح ہے کیونکہ اس میں علاجِ سم کو بیان کیا ہے۔(۴۷)

❸ ترجمۃ الباب کا تیسرا جزء ہے "وما یخاف منه" اس کا عطف "الدواء به" میں "به" پر ہے أي الدواء بما یخاف منه یعنی خوفناک اور خطرناک چیز سے علاج کرنے کا ذکر (۴۸) بعض شراح نے لکھا ہے کہ "مایخاف منه" میں "منه" کی ضمیر مجرور "موت" یا "استمرار مرض" کی طرف راجع ہے (۴۹) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ ضمیر "مایخاف" میں "ما" کی طرف راجع ہے۔(۵۰)

خطرناک چیز سے علاج کا وہی حکم ہے جو تداوی بالسم کا ہے کہ اگر وہ مضر نہ ہو، مفید ہو تو اس کو بطور دوا استعمال کر سکتے ہیں۔(۵۱)

❹ ترجمۃ الباب کا جزء رابع ہے "والخبیث" اس کو مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں أي الدواء بالخبیث اور اس کو مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں، اس صورت میں اس کی خبر محذوف ہوگی أي الخبیث ماحکمه، وهل یجوز التداوي به (۵۲) خبیث سے مراد نجس اور حرام چیز ہے جیسے خنزیر، حرام جانور کا گوشت۔ امام ابوداود، امام ترمذی رحمهما اللہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے "نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الدواء الخبيث" (۵۳)

---

(٤٧) فتح الباري: ٣٠٣/١٠، الأبواب والتراجم للشيخ زكرياؒ: ١٠٣/٢

(٤٨) فتح الباري: ٣٠٣/١٠، الأبواب والتراجم للشيخ زكرياؒ: ١٠٣/٢

(٤٩) فتح الباري: ٣٠٣/١٠، الأبواب والتراجم للشيخ زكرياؒ: ١٠٣/٢

(٥٠) الأبواب والتراجم: ١٠٣/٢

(٥١) فتح الباري: ٣٠٤/١٠، الأبواب والتراجم للشيخ زكرياؒ: ١٠٣/٢

(٥٢) الأبواب والتراجم للشيخ زكرياؒ: ١٠٣/٢۔

(٥٣) الجامع الصحيح للترمذيؒ، كتاب الطب، باب ماجاء فيمن قتل نفسه بسُمٍّ أوغيره: ٣٨٧/٤ (رقم الحديث: ٢٠٤٥)، سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الأدوية المكروهة: ٦/٤ (رقم الحديث: ٣٨٧٠)

ترجمۃ الباب میں "والخبیث" کہہ کر امام نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا، یہ روایت چونکہ امام کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے ترجمہ میں یہ لفظ لاکر اس کی طرف اشارہ کیا جیسے کہ امام کی عادت ہے۔(۵۴)

اور باب میں ذکر کردہ "حدیث سم" سے بھی اس کا حکم مستفاد ہو سکتا ہے کیونکہ سم پر بھی خبیث کا اطلاق ہو سکتا ہے۔(۵۵)

اور ایک تیسری توجیہ ذکر کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ويحتمل أن يقال: إن هذا الجزء ثابت بالحديث الآتي في الترجمة الآتية، فإن لبن الآتن خبيث لامحالة، فالترجمة الآتية جرء من هذه الترجمة فهو من الأصل الستين وهو أصل مطردمن أصول التراجم"(٥٦)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے چوتھے جزء "الخبیث" کو اگلے باب میں ذکر کردہ حدیث سے بھی ثابت کیا جاسکتا ہے، اگلا ترجمۃ الباب ہے "باب ألبان الأتن" اس کے تحت امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں گدھی کے دودھ کا ذکر ہے اور وہ یقیناً خبیث و حرام ہے، اگلا ترجمۃ الباب، اس ترجمۃ الباب کا ایک جزء ہے اور اس کے تحت ذکر کردہ حدیث سے دونوں ترجمۃ الباب ثابت ہو رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ تراجم بخاری کے جو اصول انھوں نے مقدمہ میں ذکر کیے ہیں، ترجمۃ الباب کے ثبوت کا یہ طریقہ اس کا ساٹھواں اصول ہے۔

حدثنا عبداللّٰه بن عبدالوهاب......

باب کی پہلی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(٥٤)فتح الباري: ۳۰٤/۱۰

(٥٥) الأبواب والتراجم للشيخ زكريا: ۱۰۳/۲، فتح الباري: ۳۰٤/۱۰

(٥٦)الأبواب والتراجم: ۱۰۳/۲

فرمایا کہ جو شخص پہاڑ سے گرا کر اپنے آپ کو قتل کر ڈالے، وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور اس میں ہمیشہ گرایا جاتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو مار ڈالا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں اس کو پیتا رہے گا، ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا اور جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے سے قتل کر ڈالا تو اس کا لوہا اس کے ہاتھ میں ہوگا، جہنم کے اندر وہ اس سے اپنے پیٹ میں مارتا رہے گا اور ہمیشہ اس کی یہی حالت رہے گی۔

تردی من جبل: أي أسقط نفسه من جبل: اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا یعنی خودکشی کی تحسی: گھونٹ گھونٹ کر پینا۔ یجأبه في بطنه: وجأ یجأ وَجْئاً، باب فتح سے ہے وَجَأه بالسكين: کسی کو چھری مارنا۔

احمد بن بشیر

باب کی دوسری روایت میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ احمد بن بشیر ہیں، ان کی کنیت ابو بکر ہے اور یہ کوفی ہیں، ان کے متعلق ائمہ جرح و تعدیل کی رائے مختلف ہے:

امام نسائی نے فرمایا لیس بذاك القوي (۵۷)

دار قطنی نے فرمایا ضعیف، یعتبر حدیثه (۵۸) اور ایک دوسری جگہ فرمایا لا بأس به (۵۹)

امام ابو زرعہ نے فرمایا: صدوق (۶۰)

ابو حاتم نے فرمایا: محله الصدق (۶۱)

ابو بکر بن ابی داود نے فرمایا: کان ثقة (۶۲)

---

(۵۷) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵ (رقم الترجمة: ۱۴) وميزان الاعتدال: ۱/۸۵

(۵۸) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵ ـ وميزان الاعتدال: ۱/۸۵ (رقم الترجمة: ۳۰۸)

(۵۹) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵

(۶۰) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵

(۶۱) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵

(۶۲) تهذيب الكمال: ۱/۲۷۵

اور یحییٰ بن معین نے فرمایا: ليس بحديثه بأس (٦٣)

عثمان دارمی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ انھوں نے احمد بن بشیر کو متروک کہا ہے لیکن خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی اور فرمایا کہ عثمان کو خلط ہوا، متروک دوسرے احمد بن بشیر ہیں، ان کی کنیت "ابو جعفر" ہے جب کہ صحیح بخاری کے احمد بن بشیر کی کنیت "ابو بکر" ہے۔ (٦٤)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ان کے نام کے ساتھ کنیت کو شاید اسی راز کی وجہ سے ذکر کیا کہ یہ اپنے معاصر ضعیف احمد بن بشیر سے ممتاز ہو جائیں۔ (٦٥)

احمد بن بشیر ابو بکر کی روایات امام بخاری، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمھم اللہ نے نقل کی ہیں۔ (٦٦)

ان کی وفات محرم ۱۹۷ھجری میں ہوئی۔ (٦٧)

صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (٦٨)

٥٦ – باب : أَلْبَانِ الْأُتُنِ .

٥٤٤٤ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الخَوْلَانِيِّ ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الخُشَنِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ . قالَ الزُّهْرِيُّ : وَلَمْ أَسْمَعْهُ حَتَّى أَتَيْتُ الشَّأْمَ . وَزَادَ اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : وَسَأَلْتُهُ هَلْ نَتَوَضَّأُ أَوْ نَشْرَبُ أَلْبَانَ الْأُتُنِ ، أَوْ مَرَارَةَ السَّبُعِ ، أَوْ أَبْوَالَ الْإِبِلِ ؟ قَالَ . قدْ كانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَداوَوْنَ بِهَا ، فَلَا يَرَوْنَ بِذٰلِكَ بَأْسًا ، فَأَمَّا أَلْبَانُ الْأُتُنِ :

(٦٣) تهذيب الكمال: ١/٢٧٥؟

(٦٤) تهذيب الكمال: ١/٢٧٥

(٦٥) فتح الباري: ١٠/٣٠٥

(٦٦) تهذيب الكمال: ١/٢٧٦

(٦٧) ميزان الاعتدال: ١/٨٦، وتهذيب الكمال: ١/٢٧٦

(٦٨) فتح الباري: ١٠/٣٠٥، وعمدة القاري: ٢١/٢٩٢

فَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ لُحُومِهَا ، وَلَمْ يَبْلُغْنَا عَنْ أَلْبَانِهَا أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ ، وَأَمَّا مَرَارَةُ السَّبُعِ : قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الخَوْلَانِيُّ : أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ الخُشَنِيَّ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ . [ر : ٥٢٠٦]

گدھی کے دودھ کا حکم

أتن (ہمزہ کے ضمہ اور تاء کے ضمہ کے ساتھ) أتان کی جمع ہے، حمارہ (گدھی) کو کہتے ہیں۔

گدھی کا دودھ جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے،(٦٩) امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول اس کی حلت کا ہے،(٧٠) حنفیہ میں سے صاحب البحر الرائق اور علامہ شامی نے اسے مکروہ تحریمی کہا ہے، چونکہ اس کا گوشت کھانا جائز اور حلال نہیں، اس لیے اس کا دودھ بھی جائز نہیں۔(٧١)

یہ تو گدھی کے دودھ کے عام استعمال کا حکم ہے، البتہ یہاں عام حکم مراد نہیں بلکہ گدھی کے دودھ کو بطور دواء استعمال کرنے کا حکم بیان کرنا مقصود ہے کہ اسی مقصد کے لیے امام نے اسے کتاب الطب میں ذکر کیا ہے۔(٧٢)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو روایت ذکر کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دواء کے طور پر بھی اس کا استعمال جائز نہیں۔

حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک تداوي بالابوال جائز ہے،(٧٣) اس لیے ان کے نزدیک ضرورت کے وقت بطور علاج گدھی کا دودھ استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(٦٩) الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٢٣٩/٥، البحر الرائق ، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل: ١٧٦/٨، المغني لابن قدامة، كتاب الصيد والذبائح، مسائل وفصول فيما يحرم أكله ومايحل ويكره: ٣٢٥/٩ (رقم الترجمة: ٧٧٨٤) فتح الباري: ٣٠٦/١٠

(٧٠) الدر المختار مع ردالمحتار ، كتاب الحظر والإباحة: ٢٣٩/٥، فتح الباري: ٣٠٦/١٠

(٧١) الدر المختار مع ردالمحتار ، كتاب الحظر والإباحة: ٢٣٩/٥، البحر الرائق، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل ومالايحل. ١٧٢/٨

(٧٢) فتح الباري: ٣٠٦/١٠

(٧٣) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في التداوي بالمحرم: ٢١٠/١، ٣٨٩/٦

تداوي بالمحرمات کامسئلہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔(۷۴)

حدثني عبدالله بن محمد......

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے سے منع فرمایا، امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے نہیں سنی یہاں تک کہ میں شام آگیا۔

لیث کی روایت میں کچھ اضافہ ہے، ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوادریس (عائذاللہ) خولانی سے پوچھا کہ ہم گدھی کا دودھ پی سکتے ہیں یا اس سے وضو کر سکتے ہیں؟ اسی طرح درندوں کے پتے یا اونٹوں کا پیشاب استعمال کر سکتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ پہلے مسلمان اس سے علاج کیا کرتے تھے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

جہاں تک تعلق ہے گدھی کے دودھ کا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث تو ہم تک پہنچی ہے کہ آپ نے اس کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے تاہم اس کے دودھ کے متعلق کوئی حکم یا ممانعت پر مشتمل کوئی حدیث ہم تک نہیں پہنچی۔

اور جہاں تک درندوں کے پتے کے متعلق سوال ہے تو ابوادریس خولانی نے حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلیوں والے درندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

یہ روایت کتاب الذبائح میں گذر چکی ہے، لیث نے اس روایت میں جو اضافہ نقل کیا ہے، وہ ذہلی نے "زہریات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۷۵)

مَرَارة السبع

مرارۃ تلخی اور کڑواہٹ کو بھی کہتے ہیں اور پتے کو بھی کہتے ہیں، پتا جگر سے ملی ہوئی صفرا کی تھیلی کو کہتے ہیں جو چکناہٹ کے ہضم میں مددگار ہوتی ہے، اس کی جمع مرائر آتی ہے(۷۶) یہاں یہی دوسرے

(۷٤) كشف الباري، كتاب الطب، باب الدواء بأبوال الإبل: ٥٥٢

(٧٥) فتح الباري: ١٠/٣٠٦، عمدة القاري: ٢١/٢٩٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٢

(٧٦) فتح الباري: ١٠/٣٠٦، عمدة القاري: ٢١/٢٩٢، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٢

معنی مراد ہیں۔

٥٧ – باب : إِذَا وَقَعَ ٱلذُّبَابُ فِي الْإِنَاءِ .

٥٤٤٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ ، مَوْلَى بَنِي تَيْمٍ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ ، مَوْلَى بَنِي زُرَيْقٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ : (إِذَا وَقَعَ ٱلذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ، ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ ، فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الآخَرِ دَاءً) . [ر : ٣١٤٢]

ذباب مکھی کو کہتے ہیں، مسند ابی یعلی میں حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس دن ہوتی ہے اور اس کی تمام قسمیں جہنم میں جائیں گی سوائے شہد کی مکھی کے۔(۷۷)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہنم میں مکھیوں کا جانا ان کے لیے بطور عذاب کے نہیں ہوگا بلکہ جہنمیوں کو عذاب دینے کے لیے ہوگا۔(۷۸)

مکھی کو "أجهل الخلق" کہا گیا کیونکہ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے، اس کی بھنویں نہیں ہوتیں، دونوں ہاتھوں سے یہ بھنوؤں کا کام لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ مکھی دیکھیں گے تو وہ اکثر ہاتھوں سے آنکھیں صاف کرتی نظر آئے گی۔(۷۹)

اس کی تخلیق میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں جبابرہ اور متکبرین کی ذلت کا سامان ہے، بڑے سے بڑے متکبر کو تنگ کر کے اپنی اصلیت اور انسانی ضعف و کمزوری اور بے بسی کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔(۸۰)

---

(٧٧)فتح الباري: ١٠/٣٠٧، عمدة القاري: ٢١/٢٩٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٣

(٧٨)فتح الباري: ١٠/٣٠٧، عمدة القاري: ٢١/٢٩٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٣

(٧٩)فتح الباري: ١٠/٣٠٧، عمدة القاري: ٢١/٢٩٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٣

(٨٠)فتح الباري: ١٠/٣٠٧، عمدة القاري: ٢١/٢٩٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٠٣

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے وہ مشہور حدیث ذکر فرمائی ہے کہ اگر مکھی کسی پینے کی چیز میں گر جائے تو اسے پورا ڈبو دینا چاہیے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور یہی پر وہ ڈبویا کرتی ہے اور دوسرے پر میں شفا ہے، اسے یہ بچائے رکھتی ہے، لہٰذا پوری مکھی ڈبو دینی چاہیے تاکہ اس کی بیماری کا اس کی شفا والی جانب سے دفعیہ ہو سکے۔

کتاب اللباس

كتاب اللباس (الأحاديث: ٥٤٤٦ - ٥٦٢٤)

کتاب اللباس میں ایک سو تین ابواب، دو سو بائیس مرفوع احادیث ہیں، جن میں چھیالیس احادیث معلق اور باقی موصول ہیں۔ ان میں ایک سو بیاسی احادیث مکرر ہیں، اور چالیس احادیث اس میں پہلی بار آئی ہیں، ان میں سے نو احادیث کے علاوہ باقی تمام احادیث امام مسلمؒ نے بھی ذکر کی ہیں۔ کتاب اللباس میں امام بخاری نے حضرات صحابہ اور تابعین وغیرہ کے انیس آثار ذکر کیے ہیں۔

کتاب اللباس / حدثنا ......

وَقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى : «قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ ٱللهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ» /الأعراف: ٣٢/ .
وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كُلُوا وَٱشْرَبُوا وَٱلْبَسُوا وَتَصَدَّقُوا ، فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ) .
وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : كُلْ ما شِئْتَ ، وَٱلْبَسْ وَٱشْرَبْ ما شِئْتَ ، مَا أَخْطَأَتْكَ ٱثْنَتَانِ : سَرَفٌ أَوْ مَخِيلَةٌ .

٥٤٤٦ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، وَعَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، وَزَيْدِ ٱبْنِ أَسْلَمَ : يُخْبِرُونَهُ عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا يَنْظُرُ ٱللهُ إِلَى مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ) . [ر : ٣٤٦٥]

کتاب اللباس کی مناسبت کتاب الطب سے ظاہر ہے، طب کا تعلق انسانی جسم سے ہے اور لباس کا تعلق بھی اس سے ہے۔

جو چیز پہنی جاتی ہے اسے لباس کہتے ہیں۔(۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں قرآن کریم کی سورۂ اعراف کی آیت اپنے معمول کے مطابق ذکر فرمائی ہے ﴿قل من حرّم زینة اللّٰه التی أخرج لعباده والطیبات من الرزق﴾ اس آیت میں "زینة اللّٰه" سے یا تو ہر وہ مباح چیز مراد ہے جو زینت کے لیے استعمال کی جاتی ہے، چاہے لباس ہو یا کوئی اور چیز اور یا اس سے لباس مراد ہے، مشرکینِ عرب بیت اللہ شریف کا ننگا ہو کر طواف کرتے تھے، یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی کہ طواف کے وقت لباس پہننے کو کس نے حرام کیا ہے کہ یہ لوگ بغیر لباس کے طواف کرتے ہیں۔(۲)

---

(۱) عمدة القاري: ۲۱/۲۹٤

(۲) عمدة القاري: ۲۱/۲۹٤، فتح الباري: ۱۰/۳۱۰

اور ﴿الطیبات من الرزق﴾ سے لذیذ یا حلال رزق مراد ہے۔(۳)

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: كلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا في غير إسراف ولا مَخِيْلَة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھائیں، پئیں، پہنیں اور صدقہ کریں لیکن اسراف اور تکبر سے بچیں۔

اسراف حد سے تجاوز اور بلا ضرورت خرچ کرنے کو اور مخیلة تکبر کو کہتے ہیں(۴)، کھانے، پینے، پہننے اور صدقہ کرنے میں اسراف ممنوع ہے، صدقہ میں اسراف کے معنی یہ ہیں کہ غیر مستحق کو صدقہ دیا جائے، یا اس قدر صدقہ کیا جائے کہ اپنے اہل و عیال کے واجب نفقہ کے لیے کچھ نہ بچے، اس طرح صدقہ کرنا إسراف في الصدقة کے زمرے میں آتا ہے، اس سے کثرت صدقات کی ممانعت مقصود نہیں، کثرت صدقات تو خیر ہی خیر ہے، جملہ مشہور ہے "لاخیر في السرف ولاسرف في الخیر"(۵) یعنی اسراف کرنے میں کوئی خیر نہیں اور خیر میں اسراف نہیں ہے، یعنی خیر میں جتنی بھی کثرت ہو، وہ اسرافِ مذموم نہیں بلکہ خیرِ ممدوح ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کثرت اور مبالغہ کی وجہ سے دینی اور دنیوی واجبات و فرائض میں خلل نہ آتا ہو، ایک شخص مقروض ہے، قرض خواہوں کو تو ان کا واجب حق دیتا نہیں اور فقیروں کو صدقہ دے رہا ہے، یہ إسراف في الصدقة کہلائے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث یہاں تعلیقاً ذکر کی ہے، ابن ابی شیبہ نے اسے موصولاً نقل کیا ہے۔(۶)

---

(٣) عمدة القاري: ٢٩٤/٢١

(٤) عمدة القاري: ٢٩٤/٢١، فتح الباري: ٣١١/١٠

(٥) تفسير الكشاف للزمخشري: ٦٦١/٢

(٦) عمدة القاري: ٢٩٤/٢١، وروى ابن ماجة من رواية عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "كلوا واشربوا وتصدقوا والبسوا، مالم يخالطه إسراف أومخيلة" كتاب اللباس، باب البس ماشئت...... ١١٩٢/٢ (رقم الحديث: ٣٦٠٥)

وقال ابن عباس: كُلْ ماشئت، والبَس ماشئت، ماأخطأَتْك اثنتان: سرف أومخيلة

اس تعلیق میں بھی ان ہی دو چیزوں سے ممانعت ہے کہ کھائیں، پئیں، دو چیزیں تجھے اس میں غلطی میں مبتلا نہ کریں، ایک اسراف اور دوسرا تکبر، ماأخطأتك میں "ما" نافیہ بھی ہو سکتا ہے، پہلے ما نافیہ کا ترجمہ کیا گیا ہے اور "ما دام" کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے "مادام" کی صورت میں ترجمہ ہو گا "جب تک تجھے دو چیزیں غلطی میں نہ ڈال دیں"۔(۷)

حدیثِ باب میں بھی تکبر کی وجہ سے کپڑا کھینچنے والے کے حق میں وعید ذکر کی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما کی اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۸)

فائدہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے، اس میں لباس کی تصریح نہیں ہے، اس کے مقابلے میں ایک اور آیت کریمہ ﴿یابنی آدم قد انزلنا علیکم لباسایواری سواتکم وریشا﴾ (۹) میں لباس کا صراحۃً ذکر ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے وہ آیت ذکر نہیں فرمائی۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اخفی کو اجلی پر ترجیح دیتے ہیں اور اس آیت میں زینت کا ذکر لباس کے مقابلے میں اخفی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ کتاب اللباس میں امام بخاری نے لباس کے علاوہ زینت وغیرہ کے احکام بھی ذکر فرمائے ہیں، زینت عام ہے، اس لیے یہ آیت کریمہ ذکر فرمائی جس میں زینت کا ذکر ہے۔(۱۰)

١ - باب : مَنْ جَرَّ إِزَارَهُ مِنْ غَيْرِ خُيَلَاءَ .

٥٤٤٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ . حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ

(۷) عمدة القاري: ٢٩٤/٢١، وفتح الباري: ٣١١/١٠

(۸) عمدة القاري: ٢٩٤/٢١، وفتح البارى: ١١/١٠

(۹) الأعراف: ٢٦

(۱۰) الأبواب والتراجم: ١٠٤/٢

عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ ٱللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ) . قالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ أَحَدَ شِقَّيْ إِزَارِي يَسْتَرْخِي ، إِلَّا أَنْ أَتَعَاهَدَ ذٰلِكَ مِنْهُ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَسْتَ مِمَّنْ يَصْنَعُهُ خُيَلَاءَ) . [ر : ٣٤٦٥]

٥٤٤٨ : حدّثني محمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الأَعْلَى ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الحَسَنِ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَنَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَامَ يَجُرُّ ثَوْبَهُ مُسْتَعْجِلاً ، حَتَّى أَتَى المَسْجِدَ ، وَثَابَ النَّاسُ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَجُلِّيَ عَنْهَا ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا ، وَقالَ : (إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ ٱللهِ ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا ، وَٱدْعُوا ٱللهَ حَتَّى يَكْشِفَهَا) . [ر : ٩٩٣]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بغیر تکبر کے اگر کوئی ازار گھسیٹتا ہے تو اس صورت میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ روایت باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا "من جر ثوبه خُيَلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة" تو حضرت صدیق اکبرؓ نے کہا "یارسول اللہ! میرے ازار کی ایک طرف لٹک جایا کرتی ہے، الا یہ کہ میں اس کا خیال اور نگرانی رکھوں، تب اوپر رہتی ہے ورنہ غفلت کی حالت میں لٹک جاتی ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو یہ عمل تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبر کی وجہ سے تہہ بند لٹکانا باعثِ وعید اور گناہ ہے، ورنہ نہیں (۱۱)

تہبند کو نیچا رکھنے اور پائنچوں کو ٹخنوں سے نیچے رکھنے کا حکم

اس مسئلہ میں تفصیل ہے:

❶ اگر کوئی شخص تکبر کی وجہ سے تہہ بند نیچے رکھتا ہے یا پائنچوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکایا کرتا ہے تو یہ بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۲)

---

(١١) فتح الباري: ١٠/٣١٣، وعمدة القاري: ٢١/٢٩٥

(١٢) عمدة القاري: ٢١/٢٩٥، وشرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم جرّ الثوب: ٢/١٩٤

❷ اگر کوئی شخص تکبر کی وجہ سے تہہ بند نہیں لٹکاتا اور نیچے رکھتا بلکہ غفلت اور عدمِ اہتمام کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، علامہ عینی، ملا علی قاری اور امام نووی رحمہم اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے(۱۳) فتاوی عالمگیریہ میں ہے "إسبال الرجل إزاره أسفل من الكعبين إن لم يكن للخيلاء، ففيه كراهة تنزيه"۔(۱۴)

❸ بغیر قصد واختیار کے کسی وقت اگر تہہ بند لٹک جائے تو اس میں بالاتفاق رخصت ہے۔(۱۵) جیسا کہ حدیثِ باب میں ہے۔

جن احادیث میں مطلقاً ممانعت آئی ہے، جیسا کہ آگے بخاری میں احادیث آرہی ہیں، انہیں "أحاديث مقيدة بالخيلاء" پر محمول کیا جائے گا یعنی اگرچہ ان احادیث میں تکبر کی وجہ سے لٹکانے کی قید نہیں ہے، مطلقاً ممانعت ہے، تاہم یہ قید دوسری احادیث کی وجہ سے ملحوظ رہے گی، اس طرح جواز اور ممانعت کی روایات میں تطبیق ہو سکے گی کہ جن روایات میں ممانعت اور تحریم وارد ہے ان سے تکبر کی وجہ سے لٹکانے والی صورت مراد ہے اور جن روایات میں اجازت دی گئی ہے، ان سے عدم تکبر والی صورتیں مراد ہیں تاکہ دونوں طرح کی روایات میں تطبیق ہو سکے، امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ظواهر الأحاديث في تقييدها بالجرخيلاء تدل على أن التحريم مخصوص بالخيلاء، وهكذا نص الشافعي رحمه الله على الفرق، فإن كان للخيلاء، فهوممنوع منع تحريم، وإلافمنع تنزيه، والأحاديث المطلقة يجب حملها على المقيدة بالخيلاء"(۱٦)

یعنی جن احادیث میں "خیلاء" یعنی تکبر کی قید ہے، وہ بظاہر اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حرمت کا حکم تکبر کے ساتھ خاص ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے تکبر کی وجہ سے لٹکانے اور تکبر کے بغیر لٹکانے دونوں صورتوں میں فرق بیان کیا ہے، تکبر کی صورت میں لٹکانا تو حرام ہے اور دوسری صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، جن احادیث میں "خیلاء" کی قید نہیں ہے اور حرمت کا حکم ہے ان کو قید والی احادیث

(۱۳) عمدة القاري: ۲۱/۲۹۵، ومرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ۸/۲۳۸

(۱٤) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع فى اللبس مايكره من ذلك ومالايكره: ۵/۳۳۳

(۱۵) عمدة القاري: ۲۱/۲۹۵

(۱٦) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم جرّ الثوب خيلاء: ۲/۱۹۵

پر محمول کیا جائے گا۔

اسبال اور جرازار (تہہ بند نیچا رکھنے) کی ممانعت کا اصل سبب تو تکبر ہی ہے لیکن چونکہ تکبر ایک امر مخفی ہے، اس لیے جرازار اور اسبال کو اس کا قائم مقام بنادیا ہے، جس طرح سفر کو مشقت کا اور نوم کو حدث کا قائم مقام بنایا گیا ہے(۱۷)، لہٰذا جرازار ممنوع و مکروہ ہے، تکبر کی صورت میں مکروہ تحریمی اور غفلت کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے، البتہ بلا قصد و ارادہ کی صورت میں رخصت ہے کیونکہ غیر اختیاری حالت میں انسان مکلّف نہیں۔

باب کی دوسری حدیث میں ہے "فقام يجرُّ ثوبَه مستعجِلاً" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی میں کپڑا گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے، معلوم ہوا کہ جلدی میں یا ہنگامی صورت حال میں اگر تہہ بند کھسک گیا تو یہ قابل مواخذہ نہیں، ممانعت اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب یہ لٹکانا تکبر کی وجہ سے ہو، وہی صورت مذموم ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فإن فيه أن الجر إذاكان بسبب الإسراع لايدخل في النهي، فيشعر بأن النهي يختص بماكان للخيلاء، فلا ذم إلامن قصد الخيلاء"(۱۸)

---

(۱۷) قال الشيخ محمد بدرعالم الميرتهي رحمه الله: قلت: ويخطر ببالي أن الشرع جعل نفس الجرمخيلة، فإن الذين يجرّون ثيابهم لايجرون إلا تكبراً وفخراً وكذلك جربنا في زماننا أيضاً، وإن لم يكن في زماننا كذلك، فإنه قدكان في العرب، وقدكان، وإذن هومن باب إقامة السبب مقام المسبب، كالنوم، فإنه ليس بحدث، ولكنه مسبب لاسترخاء المفاصل، وأنه لايخلو من خروج شيءٍ منه غالبا، فأقيم النوم الذي هو سبب مقام المسبب وكالسفر، فإنّه أيضاً أنيب مناب المشقة، وكالمبا شرة الفاحشة،فإنها سبب لخروج شيءٍ عادةً، فأدير الحكم على المباشره، فهكذا جرّالثوب، فإن مسببه المخيلة، وهي أمر خفي يتعسر إدراكها كالمشقة في باب السفر، والحدث في النوم، وخروج شيءٍ في المباشرة الفاحشة، فأدير الحكم على جرّالثوب، على أنا قدجرّبنا أن للظاهر تأثيراً في الباطن ومن هذا الباب تحسين الأسمآء، فمن جرّثوبه لايأمن أن يسري الكبر إلى باطنه، ألاترى أن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال: اجعلو أزركم على أنصاف سيقانكم فإن أبيتم فلاحق لكم في الكعبين۔ بالمعنى۔ فدل على أن الحديث من أحكام اللباس، وأنّه لاحق لنا في مادون الكعبين، وهذا التعبير يشعر بنفي التخصيص بالمخيلة وغيرها، وأوضح منه أنّه لم يرخّص للنساء في إرخاء ذيولهن فوق شبر، مع شدّة احتياجهن إليه، وسؤالهن عنه، ولم يفصل لهن بالمخيلة، أوغيرها۔ (البدرالساري إلى فيض الباري: ٤/٣٧٤)

(۱۸)إرشاد الساري: ١٢/٥٠٧، ٥٠٨

٢ – باب : التَّشْمِيرِ فِي الثِّيَابِ .

٥٤٤٩ : حدّثني إسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ شُمَيْلٍ : أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ : أَخْبَرَنَا عَوْنُ ٱبْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي جُحَيْفَةَ قالَ : فَرَأَيْتُ بِلَالاً جاءَ بِعَنَزَةٍ فَرَكَزَهَا ، ثُمَّ أَقامَ الصَّلَاةَ ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ خَرَجَ فِي حُلَّةٍ مُشَمِّرًا ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ إِلَى الْعَنَزَةِ ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَٱلدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ وَرَاءِ الْعَنَزَةِ . [ر : ١٨٥]

تشمیر باب تفعیل سے ہے، شَمَّر ثوبه: پائنچے اٹھانا، آستین چڑھانا۔

روایت باب میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سُترہ لائے، اسے نصب کیا، پھر تکبیر کہی، آپ حلہ پہنے ہوئے تشریف لائے، آپ تہہ بند کو اٹھائے ہوئے تھے، عنزہ کی طرف منہ کر کے آپ نے دو رکعت پڑھائی اور میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو عنزہ کے پیچھے سے گذرتے ہوئے دیکھا...... عَنَزَة (عین، نون اور زاء کے فتحہ کے ساتھ) ڈنڈا ہوتا ہے جس کے نیچے پھلکا لگا ہوتا ہے، شارحین نے لکھا ہے هو أطول من العصا و أقصر من الرمح، وفيه زج(١٩) یعنی یہ لاٹھی سے لمبا اور نیزے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں لوہا ہوتا ہے!

٣ – باب : ما أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فَهُوَ فِي النَّارِ .

٥٤٥٠ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فَفِي النَّارِ)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں "من الكعبين" کے بعد "من الإزار" کے الفاظ ذکر

---

(١٩) إرشاد الساري: ١٢/٥٠٨، وعمدة القاري: ٢١/٢٩٦

(٥٤٥٠) الحديث أخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب إسبال الإزار و ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر أشعث بن أبي الشعثاء في ذلك: ٥/٤٨٩ (رقم الحديث: ٩٧٠٥)

نہیں کیے ہیں جب کہ حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں، امام بخاری کا مقصد عموم کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ چاہے ازار ہو یا جبہ وغیرہ ہو، اسے نیچے لٹکانا جائز نہیں۔(۲۰)

اِسبال کا حکم عام ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کو عام رکھ کر غالباً حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا جس کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس میں ہے۔

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إزرة المسلم إلى نصف الساق، ولاحرج، ولا جناح فيما بينه وبين الكعبين، وماكان أسفل من الكعبين فهو في النار، منَ جرّ إزارهُ بَطَراً لم ينظر الله إليه"(۲۱)

یعنی مسلمان کا تہہ بند نصف پنڈلی تک ہونا چاہیے، تاہم نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان تک ہو تو بھی کوئی حرج نہیں، ہاں ٹخنوں سے نیچے کا حصہ تہہ بند میں ہو تو وہ جہنم میں ہوگا، جو شخص تہہ بند کو تکبر کی وجہ سے گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ شفقت سے نہیں دیکھے گا۔

اس حدیث میں بھی "وماكان أسفل من الكعبين" کے بعد "من الإزار" کا اضافہ نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے بھی یہ عموم ثابت ہوتا ہے جسے امام نسائی، ابن ماجہ اور ابوداود نے نقل کیا ہے، اس میں ہے "الإسبال في الإزار والقميص والعمامة، من جرمنها شيئاً خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيامة"(۲۲)

اسی طرح امام ابوداود نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے "ماقال

---

(۲۰)فتح الباري: ۱۰/۳۱۵، وعمدة القاري: ۲۱/۲۹۷

(۲۱)سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۴/۵۹ (رقم الحديث: ۴۰۹۳)

(۲۲) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ۴/۶۰ (رقم الحديث: ۴۰۹۴) والسنن الكبرى للنسائي، كتاب الزينة، باب إسبال الإزار وذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبرأشعث بن أبي الشعثاء في ذلك: ۵/۴۸۴ (رقم الحديث: ۹۷۰۶/۱۰)

رسول الله صلى الله عليه وسلم في الإزار فهو في القميص "یعنی تہہ بند نیچا رکھنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعید ارشاد فرمائی ہے قمیص کے بارے میں بھی وہی حکم ہے۔ (۲۳)

٤ – باب : مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الخُيَلَاءِ .

٥٤٥١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا يَنْظُرُ ٱللهُ يَوْمَ الْقِيامَةِ إِلَى مَنْ جَرَّ إِزارَهُ بَطَرًا) .

٥٤٥٢ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ زِيَادٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قالَ النَّبِيُّ ، أَوْ قالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ : (بَيْنَما رَجُلٌ يَمْشِي في حُلَّةٍ ، تُعْجِبُهُ نَفْسُهُ ، مُرَجِّلٌ جُمَّتَهُ ، إِذْ خَسَفَ ٱللهُ بِهِ ، فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ) .

٥٤٥٣/٥٤٥٤ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ قالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ٱبْنُ خالِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (بَيْنَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزارَهُ ، إِذْ خُسِفَ بِهِ ، فَهُوَ يَتَجَلَّلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيامَةِ) .

تَابَعَهُ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ .

(٥٤٥٤) : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ عَمِّهِ جَرِيرِ بْنِ زَيْدٍ قالَ : كُنْتُ مَعَ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ عَلَى بابِ دارِهِ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ : سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ نَحْوَهُ . [ر : ٣٢٩٧]

٥٤٥٥ : حدّثنا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ : حَدَّثَنَا شَبَابَةُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : لَقِيتُ مُحَارِبَ ٱبْنَ دِثَارٍ عَلَى فَرَسٍ ، وَهُوَ يَأْتِي مَكانَهُ الَّذِي يَقْضِي فِيهِ ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي فَقَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مَخِيلَةً

---

(٢٣) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار: ٥/٦٠ (رقم الحديث: ٤٠٩٥)

(٥٤٥١) الحديث أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم جرالثوب خيلاء: ١٦٥٣/٣ (رقم الحديث: ٢٠٨٧)

(٥٤٥٢)الحديث أخرجه مسلم في كتاب، اللباس والزينة، باب تحريم التبختر في المشي مع إعجابه بثيابه: ١٦٥٣/٣ (رقم الحديث: ٢٠٨٨)

لَمْ يَنْظُرِ ٱللهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ). فَقُلْتُ لِمُحَارِبٍ: أَذَكَرَ إِزَارَهُ؟ قالَ: ما خَصَّ إِزَاراً وَلَا قَمِيصاً.
تَابَعَهُ جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ . وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، وَزَيْدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .
وَقَالَ اللَّيْثُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : مِثْلَهُ .
وَتَابَعَهُ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، وَعُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، وَقُدَامَةُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ) . [ر : ٣٤٦٥]

جر ازار کا یہ حکم مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں، ازار میں بہتر یہ ہے کہ وہ نصف ساق تک ہو اور ٹخنوں تک رکھنا جائز ہے، البتہ ٹخنے کھلے رہنے چاہئیں، امام نسائی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "موضع الإزار إلى أنصاف الساقين والعضلة، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فمن وراء الساق، ولا حق للكعبين في الإزار" (۲۴) یعنی تہہ بند لٹکانے کی جگہ نصف پنڈلی ہے، وہاں تک نہ ہو سکے تو کچھ نیچے رکھیں، اس پر بھی عمل نہ ہو سکے تو پنڈلی کے آخر تک رکھیں اور ٹخنوں کا تہہ بند میں کوئی حق نہیں"۔

باب کی دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی حلہ (جوڑا) پہنے ہوئے جا رہا تھا، عجب میں مبتلا تھا، سر کے بالوں میں کنگھی کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح دھنستا رہے گا۔

تعجبه نفسه: وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھ رہا تھا، عُجب اور إعجاب کے معنی ہیں کہ انسان اپنے آپ کو کمال کی نگاہ سے دیکھے، اچھا سمجھے اور یہ حقیقت بھول جائے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے۔ (۲۵)

يتجلجل: تجلجل کے معنی حرکت کرنے کے ہیں یہاں اس سے زمین کے اندر مسلسل دھنستے ہوئے حرکت کرنا مراد ہے۔

---

(٢٤) السنن الكبرى للنسائي، كتاب الزينة، الاختلاف على أبي إسحاق فيه: ٤٨٥/٥ (رقم الحديث: ٩٦٨٨/٤) وابن ماجه، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو؟ ١١٨٢/٢ (رقم الحديث: ٣٥٧٢)

(٢٥) فتح الباري: ٣٢٠/١٠، وإرشاد الساري: ٥١٠/١٢

مُرَجِّل جُمَّتَه: مُرَجِل باب تفعیل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے: کنگھی کرنے والا، جُمَة: سر کے بال جو کندھوں تک ہوں۔(۲۶)

اس حدیث میں جس شخص کے زمین کے اندر قیامت تک دھنسنے کا ذکر ہے، کلاباذی نے کہا اس سے قارون مراد ہے(۲۷) حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی ایک ضعیف حدیث میں بھی قارون کا نام آیا ہے۔(۲۸)

تابعه يونس عن الزهري، ولم يرفعه شعيب عن الزهري

یونس بن یزید کی متابعت کو امام بخاری نے اس سے پہلے موصولاً نقل کیا ہے(۲۹) تابعہ کی ضمیر منصوب عبدالرحمٰن بن خالد کی طرف راجع ہے۔

ولم يرفعه شعيب عن الزهري

یعنی شعیب بن ابی حمزہ نے یہ روایت امام محمد بن شہاب زہری سے نقل کی ہے لیکن مرفوعاً نقل نہیں کی، اسماعیلی نے اس غیر مرفوع طریق کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۳۰)

حدثني عبدالله بن محمد......

جریر بن زید

جریر بن زید کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے(۳۱)، یہ روایت سالم بن عبداللہ سے جریر بن زید نے بھی نقل کی ہے اور امام زہری نے بھی! البتہ آگے دونوں طریق مختلف ہیں، زہری "عن سالم عن أبيه عبدالله بن عمر" کے طریق سے نقل کرتے ہیں اور جریر "عن سالم عن أبي هريرة" کے طریق سے نقل کرتے ہیں، اس طرح جریر بن زید کی روایت امام زہری سے مختلف ہے،

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٣٢٠، وعمدة القاري: ٢١/٢٩٨، وإرشادالساري: ١٢/٥١٠

(٢٧) فتح الباري: ١٠/٣١٩، وعمدة القاري: ٢١/٢٩٨

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٣٢٠، و إرشاد الساري: ١٢/٥١٠

(٢٩) كتاب أحاديث الأنبياء، باب بلاترجمة (رقم الحديث: ٣٤٨٥)

(٣٠) عمدة القاري: ٢١/٢٩٨، وفتح الباري: ١٠/٣٢١

(٣١) عمدة القاري: ٢١/٢٩٨، وفتح الباري: ١٠/٣٢١

علامہ مزی نے "اطراف الحدیث" میں امام زھری کی روایت کو محفوظ قرار دیا کیونکہ امام زھری جریر کے مقابلہ میں زیادہ ثقہ ہیں۔(۳۲)

اس کا تقاضا ہے کہ جریر کی اس روایت کو شاذ کہا جائے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں ذکر کرکے شاید اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ سالم کے پاس یہ حدیث دونوں صحابیوں سے تھی، حضرت ابوہریرۃؓ سے بھی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی۔

بلاشبہ جریر کے مقابلہ میں امام زھری کا رتبہ بلند ہے لیکن جریر کی روایت میں تفصیل ہے اور قصہ بھی مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کے دروازہ پر ان کے ساتھ کھڑا تھا، زھری کی روایت میں یہ قصہ و تفصیل نہیں اور محدثین کا کہنا ہے کہ "إن الخبر إذا كانت فيه لرواية قصة دل ذلك على أنه ضبط"(۳۳)

جریر بن زید کی روایتیں امام مسلم رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہیں۔(۳۴)

علامہ مزی رحمہ اللہ نے "تہذیب الکمال" میں ان کے متعلق فرمایا "روى له البخاري مقرونا بغيره"(۳۵)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس طرح روایت ذکر کرنے کو "مقرون بالغير" نہیں کہا جاسکتا، بلکہ امام کے نزدیک دونوں طریق درست ہیں اور دونوں کو امام نے مستقلاً نقل کیا ہے۔(۳۶)

---

(۳۲) تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف للحافظ المزيّ: ۹/۴۵٦، ٤٥٧ (رقم الحديث: ١٢٩١٣) وقال الحافظ ابن حجرؒ في النكت الظراف على الأطراف: فالقرينة المرجحة لروايته عن أبيه، أن الزهري أحفظ وأعرف لحديث سالم من جرير بن زيد(النكت الظراف على الأطراف مع تحفة الأشراف: ٩/٤٥٦-٤٥٧)

(٣٣) إرشاد الساري: ١٢/٥١١

(٣٤) تهذيب الكمال: ٤/٥٣٢ (رقم الترجمة: ٩١٥)

(٣٥) تهذيب الكمال: ٤/٥٣٣ (رقم الترجمة: ٩١٥)

(٣٦) تهذيب التهذيب: ٢/٧٣ (رقم الترجمة: ١١٣)

ابو حاتم، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر رحمهم اللہ نے جریر بن زید کی توثیق کی ہے۔(۳۷)

حدثنامطر بن الفضل......

شعبہ فرماتے ہیں کہ میں محارب بن دثار سے ملا، وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ آرہے تھے جہاں وہ فیصلے کرتے تھے (کیونکہ وہ کوفہ کے قاضی تھے) میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے سنائی، میں نے محارب سے کہا کہ عبداللہ بن عمر نے اپنی حدیث میں ازار کا ذکر کیا، انھوں نے کہا کہ ازار اور قمیص کی تخصیص نہیں کی (بلکہ مطلقاً "ثوب" کا لفظ استعمال کیا)۔

تابعه جبلة بن سحيم، وزيد بن أسلم، وزيد بن عبدالله......

محارب بن دثار کی متابعت ان تینوں حضرات نے کی ہے، جبلہ کی متابعت امام نسائی نے، زید بن اسلم کی متابعت امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے(۳۸) اور زید بن عبداللہ کی متابعت کے موصول ہونے کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لاعلمی ظاہر کی ہے۔(۳۹)

وقال الليث عن نافع، عن ابن عمر مثله

لیث بن سعد کی تعلیق کو امام مسلم نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۴۰)

وتابعه موسى بن عقبة، وعمر بن محمد، وقدامة بن موسى عن سالم......

نافع کی متابعت ان تینوں راویوں نے کی ہے، موسی بن عقبہ کی متابعت امام بخاری کتاب اللباس کے شروع میں موصولاً ذکر کر چکے ہیں، عمر بن محمد کی متابعت کو امام مسلم اور قدامہ بن موسی کی متابعت کو ابو عوانہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۴۱)

---

(۳۷) تهذيب التهذيب: ۲/۷۲، ۷۳ (رقم الترجمة: ۱۱۳)

(۳۸) إرشاد الساري: ۱۲/۵۱۲

(۳۹) فتح الباري: ۱۰/۳۲۲، وإرشاد الساري: ۱۲/۵۱۲

(٤٠) فتح الباري: ۱۰/۳۲۳، وعمدة القاري: ۲۱/۲۹۹

(٤١) فتح الباري: ۱۰/۳۲۳، وعمدة القاري: ۲۱/۳۰۰

٥ - باب : الْإِزَارُ الْمُهَدَّبُ .

وَيُذْكَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ، وَأَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، وَحَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ ، وَمُعَاوِيَةَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ جَعْفَرٍ : أَنَّهُمْ لَبِسُوا ثِيَابًا مُهَدَّبَةً .

٥٤٥٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : جاءَتِ ٱمْرَأَةُ رِفاعَةَ الْقُرَظِيِّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ وَأَنَا جَالِسَةٌ ، وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنِّي كُنْتُ تَحْتَ رِفاعَةَ فَطَلَّقَنِي فَبَتَّ طَلَاقِي ، فَتَزَوَّجْتُ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزَّبِيرِ ، وَإِنَّهُ وَٱللهِ ما مَعَهُ يَا رَسُولَ ٱللهِ إِلَّا مِثْلُ هٰذِهِ الْهُدْبَةِ ، وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ جِلْبَابِهَا ، فَسَمِعَ خالِدُ بْنُ سَعِيدٍ قَوْلَهَا وَهُوَ بِالْبَابِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ ، قالَتْ : فَقَالَ خالِدٌ : يَا أَبَا بَكْرٍ ، أَلَا تَنْهَى هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ؟ فَلَا وَٱللهِ ما يَزِيدُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَى التَّبَسُّمِ ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفاعَةَ ، لَا ، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ) . فَصَارَ سُنَّةً بَعْدُ . [ر : ٢٤٩٦]

مُهَدَّب: باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے..... ثوبٌ مهدَّبٌ وہ کپڑا جس کے کنارے ہوں، إزار مُهَدَّب: کنارہ دار تہہ بند، کپڑے کے کنارے پر بسا اوقات دھاگے وغیرہ چھوڑ دیے جاتے ہیں اور جھالر لگا دیے جاتے ہیں(۴۲) امام بخاری رحمہ اللہ اس کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، ابو بکر بن محمد، حمزہ بن ابی سعید اور معاویہ بن عبد اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے جھالر اور کنارہ دار کپڑے پہنے ہیں، ان میں حمزہ بن ابی سعید کا اثر ابن سعد نے موصولاً نقل کیا ہے اور باقی کے موصول ہونے کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔(۴۳)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں "هدب" کا ذکر ہے، جابر بن سلیم فرماتے ہیں "أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وهو محتبٍ بشملة، وقد وقع هدبها على قدميه" یعنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ ایک چادر میں گوٹ مار

(٤٢) عمدة القاري: ٢١/٣٠٠، وإرشاد الساري: ١٢/٥١٣

(٤٣) إرشاد الساري: ١٢/٥١٣

کر تشریف فرماتھے اور اس کے کنارے آپ کے قدم مبارک پر پڑرہے تھے۔(۴۴)

باب کے تحت امام نے "امرأة رفاعة" والی حدیث نقل کی ہے، جس میں هُدْبة کا لفظ آیا ہے، اسی مناسبت سے امام نے یہ حدیث یہاں ذکر کی۔

٦ – باب : الْأَرْدِيَةِ .

وَقالَ أَنَسٌ : جَبَذَ أَعْرَابِيٌّ رِدَاءَ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٤٧٢]

٥٤٥٧ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عَلِيُّ ٱبْنُ حُسَيْنٍ : أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : فَدَعَا النَّبِيُّ ﷺ بِرِدَائِهِ فَٱرْتَدَى بِهِ ثُمَّ ٱنْطَلَقَ يَمْشِي ، وَٱتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ ، حَتَّى جاءَ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ ، فَٱسْتَأْذَنُوا فَأَذِنُوا لَهُمْ . [ر : ١٩٨٣]

أَرْدِية: رِداء کی جمع ہے، چادر کو کہتے ہیں، ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ حضرت انسؓ کی تعلیق آگے باب البرود و الحبرة میں آرہی ہے۔

٧ – باب : لُبْسِ ٱلْقَمِيصِ .

وَقَوْلِ ٱللهِ تَعَالَى حِكَايَةً عَنْ يُوسُفَ : «ٱذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا» /يوسف : ٩٣/ .

٥٤٥٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَجُلاً قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ ؟ فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَلْبَسُ المحْرِمُ الْقَمِيصَ ، وَلَا السَّرَاوِيلَ ، وَلَا الْبُرْنُسَ ، وَلَا الْخُفَّيْنِ ، إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ النَّعْلَيْنِ ، فَلْيَلْبَسْ ما هُوَ أَسْفَلُ مِنَ الْكَعْبَيْنِ) . [ر : ١٣٤]

(٤٤) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في الهدب: ٥٤/٤ (رقم الحديث: ٤٠٧٥)

٥٤٥٩ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخبرَنا ابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ عَمْرٍو : سَمِعَ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أُبَيٍّ بَعْدَما أُدْخِلَ قَبْرَهُ ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ ، وَوُضِعَ عَلَى رُكْبَتَيْهِ ، وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيقِهِ ، وَأَلْبَسَهُ قَمِيصَهُ ، وَٱللهُ أَعْلَمُ . [ر : ١٢١١]

٥٤٦٠ : حدّثنا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، جاءَ ٱبْنُهُ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ ، وَٱسْتَغْفِرْ لَهُ . فَأَعْطَاهُ قَمِيصَهُ ، وَقالَ : (إِذَا فَرَغْتَ مِنْهُ فَآذِنَّا) . فَلَمَّا فَرَغَ آذَنَهُ بِهِ ، فَجاءَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ ، فَجَذَبَهُ عُمَرُ فَقَالَ : أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكَ ٱللهُ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ ، فَقَالَ : «ٱسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ ٱللهُ لَهُمْ» . فَنَزَلَتْ : «وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ ماتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ» . فَتَرَكَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِمْ . [ر : ١٢١٠]

امام بخاری رحمہ اللہ غالبًا اس باب سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ قمیص کا استعمال کوئی نئی ایجاد نہیں بلکہ قدیم ہے، اس کا معمول چلا آرہا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے "كان أحب الثياب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم القميص" (۴۵) حدیث باب میں بُرْنُس کا لفظ آیا ہے، برنس (باء کے ضمہ، راء کے سکون اور نون کے ضمہ کے ساتھ) اس قباء کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ٹوپی سلی ہوئی ہوتی ہے۔

٨ — باب : جَيْبِ الْقَمِيصِ مِنْ عِنْدِ الصَّدْرِ وَغَيْرِهِ .

٥٤٦١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عامِرٍ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نافِعٍ ، عَنِ الْحَسَنِ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : ضَرَبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَثَلَ الْبَخِيلِ وَالْمُتَصَدِّقِ ، كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُبَّتَانِ مِنْ حَدِيدٍ ، قَدِ ٱضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى ثُدِيِّهِمَا وَتَرَاقِيهِمَا ، فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ ٱنْبَسَطَتْ عَنْهُ ، حَتَّى تَغْشَى أَنَامِلَهُ وَتَعْفُوَ أَثَرَهُ ، وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ ، وَأَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ بِمَكَانِهَا) . قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ بِإِصْبَعِهِ هٰكَذَا فِي جَيْبِهِ ، فَلَوْ رَأَيْتَهُ يُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَوَسَّعُ .

(٤٥) سنن الترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء في القميص: ٤/٢٣٧ (رقم الحديث: ١٧٦٢)

تَابَعَهُ ابْنُ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَأَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ : فِي الْجُبَّتَيْنِ .
وَقَالَ حَنْظَلَةُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : جُبَّتَانِ .
وَقَالَ جَعْفَرٌ ، عَنِ الْأَعْرَجِ : جُنَّتَانِ . [ر : ١٣٧٥]

جیب کے معنی گریبان کے بھی آتے ہیں اور اردو والی جیب کے لیے بھی یہ مستعمل ہے یعنی وہ حصہ جہاں رقم وغیرہ رکھی جاتی ہے، یہاں پہلے معنی مراد ہیں، سینے کے پاس قمیص میں سر نکالنے کے لیے جو گریبان بنایا جاتا ہے وہ مراد ہے کیونکہ حدیث میں اسی جیب کا ذکر ہے۔(۴۶)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دوسرے معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔(۴۷)

حدیثِ باب کا ترجمہ اور تشریح

حدیث باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال بیان فرمائی، دو آدمی ہیں، ان پر لوہے کی زرہ ہے (جس کی وجہ سے) ان کے ہاتھ سینے اور ہنسلی کے ساتھ لگ گئے ہیں (یعنی زرہ تنگ ہونے کی وجہ سے ان کے ہاتھ سینے کے ساتھ لگ کر محبوس ہوگئے ہیں) تو صدقہ دینے والا جب صدقہ کرتا ہے تو وہ زرہ کشادہ ہوجاتی ہے اور اس کے (پاؤں کی انگلیوں کے) پوروں کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کے نشان قدم کو (کشادہ ہونے کی وجہ سے) مٹا دیتی ہے (یعنی صدقہ کی برکت سے وہ تنگ زرہ جس میں اس کے ہاتھ تک محبوس تھے اس قدر کشادہ اور پھیل جاتی ہے کہ اس کے پاؤں ڈھک جاتے ہیں اور جب وہ چلتا ہے تو اس کے نشاناتِ قدم کو وہ زرہ مٹاتی چلی جاتی ہے جس طرح آدمی کوئی لمبا کپڑا گھسیٹتے ہوئے چلے، تو نشاناتِ قدم اس کی وجہ سے مٹتے چلے جاتے ہیں) اور بخیل جب بھی صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس کے جسم کے ساتھ چمٹ جاتی ہے اور ہر کڑا (اور حلقہ) اپنی جگہ مضبوط ہوجاتا ہے، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی انگلیاں جیب میں ڈال کر بتاتے ہوئے دیکھا کہ وہ اس کو کشادہ کرنا چاہتا ہے لیکن وہ کشادہ نہیں

(٤٦) إرشاد الساري: ١٢/٥١٨، وفتح الباري: ١٠/٣٢٨، وعمدة القاري: ٢١/٣٠٢

(٤٧) الأبواب والتراجم: ٢/١٠٤

ہوتی۔

اضطُرَّت أيديهما إلى ثُدِيِّهما وتراقِيهما

ثُدِيُّ: ثَدْي کی جمع ہے سینے اور چھاتی کو کہتے ہیں تراقي: تَرْقُوَة کی جمع ہے ہنسلی کو کہتے ہیں، گلے سے متصل سینے کی طرف جو چھوٹا سا گھڑا ہوتا ہے وہ مراد ہے۔ أنامله: رؤوس أصابع رجليه: یعنی پاؤں کی انگلیوں کے سرے۔

تعفو أثَرَه: وہ زرہ اس کے نشاناتِ قدم کو مٹا دیتی ہے۔ قَلَصَتْ: انضمَّتْ، سکڑنا، ملنا۔

تابعه ابن طاوس عن أبيه......

یہاں باب میں جو روایت ہے وہ "حسن عن طاوس" کے طریق سے ہے اس میں "عليهما جبتان من حديد" ہے، حسن بن مسلم کی متابعت عبد اللہ بن طاوس اور ابو الزناد (عبد اللہ بن ذکوان) دونوں نے کی ہے، ابو الزناد کے شیخ اعرج (عبد الرحمٰن) ہیں، ان دونوں نے بھی "جبتان" کا لفظ نقل کیا ہے، حنظلہ بن ابی سفیان کی روایت میں بھی "جبتان" ہے، البتہ جعفر بن ربیعہ نے اعرج سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں "جُنّتان" کا لفظ ہے، یہ جُنَّة کا تثنیہ ہے، ڈھال کو کہتے ہیں۔

شارحِ مشکوٰۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "جنَّة" نون کے ساتھ زیادہ مناسب ہے کیونکہ زرہ کو جبَّة نہیں کہا جاتا، البتہ جنَّة کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ انسان کے لیے ڈھال اور بچاؤ کا کام دیتی ہے (۴۸)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وخص المشبه بهما بلبس الجبتين من الحديد إعلاما، بأنَ القبض والشح من جبلة الإنسان، وخلقته، وأن السخاء من عطاء الله و توفيقه، يمنحه من يشاء من عباده المفلحين، وخص اليد بالذكر، لأن السخي والبخيل يوصفان ببسط اليد وقبضها، فإذا أريد المبالغة في البخل، قيل: مغلولة يده إلى عنقه، وثديه، وتراقيه، وإنما عدل عن الغل إلى الدرع

(٤٨) إرشاد الساري: ١٢/٥١٩

لتصور معنى الانبساط والتقلص، والأسلوب من التشبيه المفرق، شبه السخي الموفق، إذا قصد التصدق يسهل عليه، ويطاوعه قلبه بمن عليه الدرع، ويده تحت الدرع، فإذا أراد أن يخرجها منها، وينزعها يسهل عليه، والبخيل على عكسه" (۴۹)

یعنی حدیث شریف میں لوہے کے جبے کے ساتھ تشبیہ دے کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ بخل انسان کی خلقت و جبلت میں سے ہے اور وصف سخاوت اللہ کی عطا ہے جو نیک لوگوں کو دے دیا جاتا ہے، ہاتھ کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اس لیے کیا کہ سخی کے لیے کہا جاتا ہے کہ "وہ ہاتھ کا کھلا ہے"......اور بخیل کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ بند ہے۔ جب بخل میں مبالغہ کرنا مقصود ہو تو کہا جاتا ہے اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے، بیڑی کی بجائے زرہ کا ذکر کیا کیونکہ زرہ کشادہ ہوتی اور تنگ ہوتی رہتی ہے سخی اور بخیل کی طرح...... عبارت کا اسلوب "تشبیہ مفرق" کے قبیل سے ہے، وہ سخی جس کو اللہ تعالیٰ نے ایسی توفیق دی ہے کہ جب وہ صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو صدقہ کرنا اس کے لیے آسان ہوتا ہے اور اس کا دل اس کی موافقت کرتا ہے، ایسے سخی کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کے اوپر زرہ ہے اور اس کے ہاتھ زرہ کے اندر ہیں، جب وہ اس سے ہاتھ نکالنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہاتھ نکالنا اس کے لیے آسان ہوتا ہے اور بخیل اس کے برعکس ہوتا ہے"۔

حدیثِ باب کتاب الزکاۃ میں گذر چکی ہے!(۵۰)

(٤٩) إرشاد الساري: ۱۲/۱۹، ٥

(٥٠) كتاب الزكاة، باب مثل المتصدق والبخيل (رقم الحديث: ١٤٤٣)

٩ – باب : مَنْ لَبِسَ جُبَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ فِي السَّفَرِ .

٥٤٦٢ : حدّثنا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو الضُّحَى قالَ : حَدَّثَنِي مَسْرُوقٌ قالَ : حَدَّثَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قالَ : انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ لِحَاجَتِهِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ ، فَتَلَقَّيْتُهُ بِمَاءٍ ، فَتَوَضَّأَ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ ، فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلَى خُفَّيْهِ . [ر : ١٨٠]

تنگ آستینوں والا جبہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا ہے، جیسا کہ حدیث باب میں ہے، سفر میں مسافر کو ایسے لباس کی ضرورت پڑجاتی ہے جو حضر میں وہ استعمال نہیں کرتا، امام بخاری رحمہ اللہ شاید اس ترجمۃ الباب سے اس کے جواز کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ اگر سفر میں غیر معتاد لباس استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

حدیث باب کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے، وہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر ترجمہ قائم کیا تھا "الصلاة في الجبة الشامية" (۵۱)

١٠ – باب : لُبْسِ جُبَّةِ الصُّوفِ فِي الْغَزْوِ .

٥٤٦٣ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي سَفَرٍ ، فَقَالَ : (أَمَعَكَ مَاءٌ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، فَنَزَلَ عَنْ رَاحِلَتِهِ ، فَمَشَى حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ جَاءَ ، فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ الْإِدَاوَةَ ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ ، فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا ، حَتَّى أَخْرَجَهُمَا مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ ، فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ، ثُمَّ أَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ ، فَقَالَ : (دَعْهُمَا ، فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ) . فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا . [ر : ١٨٠]

---

(٥١) كتاب الصلاة، باب الصلاة في الجبة الشامية (رقم الحديث: ٣٦٣)

ترجمۃ الباب کا مقصد

ابن بطال نے فرمایا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک صوف یعنی اونی کپڑے استعمال کرنا مکروہ ہے، جب دوسرے کپڑے موجود ہوں کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ آدمی زاہد مشہور ہو جائے اور شہرت کے نقصانات سے بچنا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے اس لیے خفا بہتر ہے (۵۲) امام بخاری شاید اس قول کو رد کررہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر جہاد میں صوف کا جبہ پہنا ہے جیسا کہ حدیث باب میں تصریح ہے۔

١١ – باب : القَبَاءِ وَفَرُّوجِ حَرِيرٍ .

وَهُوَ الْقَبَاءُ . وَيُقَالُ : هُوَ الَّذِي لَهُ شَقٌّ مِنْ خَلْفِهِ .

٥٤٦٤ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قالَ : قَسَمَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ أَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا ، فَقَالَ مَخْرَمَةُ : يَا بُنَيَّ ٱنْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ ، فَٱنْطَلَقْتُ مَعَهُ ، فَقَالَ : ٱدْخُلْ فَٱدْعُهُ لِي ، قالَ : فَدَعَوْتُهُ لَهُ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا ، فَقَالَ : (خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ) . قالَ : فَنَظَرَ إِلَيْهِ ، فَقَالَ : رَضِيَ مَخْرَمَةُ . [ر : ٢٤٥٩]

٥٤٦٥ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عامِرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ : أُهْدِيَ لِرَسُولِ ٱللَّهِ ﷺ فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ، ثُمَّ ٱنْصَرَفَ ، فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا ، كَالْكارِهِ لَهُ ، ثُمَّ قالَ : (لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ) .

تَابَعَهُ عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ يُوسُفَ ، عَنِ اللَّيْثِ ، وَقالَ غَيْرُهُ : فَرُّوجٌ حَرِيرٌ . [ر : ٣٦٨]

قَباء (قاف کے فتحہ کے ساتھ) جبہ کو کہتے ہیں، بعضوں نے کہا قباء پیچھے سے کٹا ہوتا ہے، فَرُّوج الحَرير: ریشمی قباء ! فَرّوج (فاء کے فتحہ، راء کی تشدید کے ساتھ) هوالذي له شقٌّ من خلفه: شَق (شین کے فتحہ اور قاف کی تنوین کے ساتھ) یعنی وہ ریشمی قبا جس میں پیچھے سے کٹاؤ ہو۔

ابن فارسؒ نے فرمایا کہ یہ بچوں کی قمیص کو کہتے ہیں (۵۳)

---

(٥٢) فتح الباري: ٣٣٠/١٠

(٥٣) فتح الباري: ٣٣١/١٠ وفي معجم مقاييس اللغة: ٤٩٩/٤: الفروج: القباء، وسمي بذلك للفرجة التي فيه

علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ قبا اور فروج تنگ آستینوں والے کپڑے کہلاتے ہیں اور پیچھے سے کٹے ہوتے ہیں، جنگ اور سفر میں عموماً استعمال کیے جاتے ہیں کیونکہ اس میں حرکت کرنا آسان ہوتا ہے۔(۵۴)

حدیث باب میں مخرمہ بن نوفل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، مخرمہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا اور غزوۂ حنین میں شریک تھا(۵۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء تقسیم کیے، مخرمہ کو عام تقسیم کے وقت نہیں دیا، مخرمہ نے اپنے بیٹے مِسْوَرَ سے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلو(شاید ہمیں بھی کچھ عطا کردیں) وہ لے گئے، انھوں نے بیٹے سے کہا کہ آپ اندر جائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلائیں، مسور فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا، آپ نکلے، آپ کے پاس ان قباؤں میں سے ایک قبا تھا اور مخرمہ سے فرمانے لگے ”میں نے یہ قبا تمھارے لیے چھپا رکھی تھی“...... مسور کہتے ہیں کہ میرے والد مخرمہ نے اسے دیکھا فقال : رضي مخرمة اور فرمایا کہ مخرمہ اب راضی ہو گیا۔ قال کا فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں، داودی نے اسی کو اختیار کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ اس کا فاعل مخرمہ ہے یعنی مخرمہ اپنا نام لے کر کہنے لگا مخرمہ راضی ہو گیا۔(۵۶)

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی نے ریشمی قباء ہدیہ میں بھیجی، آپ نے اس کو پہنا، اس میں نماز پڑھی، جب نماز سے فارغ ہو گئے تو اس کو اس طرح سختی سے اتار پھینکا گویا اس کو ناپسند کرتے ہوں، پھر فرمانے لگے یہ متقیوں کے لیے مناسب نہیں۔

چونکہ ریشمی کپڑے کے استعمال کی حرمت مردوں کے لیے نازل نہیں ہوئی تھی اس لیے آپ نے اسے پہنا لیکن نماز پڑھنے کے بعد اس کی حرمت کا حکم مردوں کے لیے نازل ہو گیا، اس لیے آپ نے اسے اتار پھینکا۔(۵۷) یا نزولِ رحمت سے پہلے آپ کو از خود ناپسند ہوئی اور حرمت کا حکم بعد میں آیا۔

---

(٥٤) فتح الباري: ١٠/٣٣١

(٥٥) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٩٠، ٣٩١ (رقم الترجمة: ٧٨٤٠)

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٣٣٢، وإرشاد الساري: ١٢/٥٢١

(٥٧) فتح الباري: ١٠/٣٣٢، وإرشاد الساري: ١٢/٥٢٢

تابعه عبدالله بن يوسف......

یعنی قتیبہ بن سعید کی متابعت عبداللہ بن یوسف نے کی ہے، یہ متابعت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الصلاۃ میں موصولاً نقل فرمائی ہے۔(۵۸)

وقال غيره: فَرُّوج حريرٌ

روایت باب میں "فرُّوجُ حريرٍ" مرکب اضافی ہے، فروج مضاف اور حریر مضاف الیہ ہے اور اس تعلیق میں "فروجٌ حريرٌ" مرکب توصیفی ہے، یعنی فروجٌ اور حریرٌ دونوں تنوین کے ساتھ ہیں۔

اس تعلیق کو امام احمد رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۵۹)

١٢ – باب : الْبَرَانِسِ .

وَقالَ لِي مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ : سَمِعْتُ أَبِي قالَ : رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرُنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ .

٥٤٦٦ : حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَجُلاً قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيابِ ؟ قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ ، وَلَا الْعَمَائِمَ ، وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ ، وَلَا الْبَرَانِسَ ، وَلَا ٱلْخِفَافَ ، إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ ، وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ) . [ر : ١٣٤]

برنس ایک خاص قسم کی قباء ہوتی ہے جس میں ٹوپی ساتھ سلی ہوئی ہوتی ہے۔ خز: موٹے ریشم کو کہتے ہیں، مسدد کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۶۰)

بعض لوگوں نے برنس پہننے کو مکروہ کہا ہے اور فرمایا کہ یہ راہبوں کا لباس ہے(۶۱)، امام مالک رحمہ

---

(۵۸) كتاب الصلاة، باب من صلى في فرّوج حرير ثم نزعه (رقم الحديث: ۳۷۵)

(۵۹) فتح الباري: ۱۰/۳۳۳، وإرشاد الساري: ۱۲/۵۲۲

(۶۰) فتح الباري: ۱۰/۳۳۴

(۶۱) فتح الباري: ۱۰/۳۳۴، وإرشاد الساري: ۱۲/۵۲۳

اللہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا لا بأس به کسی نے اعتراض کیا کہ یہ نصاری کا لباس ہے، فرمایا یہاں بھی لوگ اس کو استعمال کرتے ہیں (٦٢)، طبرانی نے ابو قرصافہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں "كساني رسول الله صلى الله عليه وسلم برنسا، فقال: البسه" (٦٣) لیکن اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ (٦٤)

١٣ - باب : السَّرَاوِيلِ .

٥٤٦٧ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جابِرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ لَمْ يَجِدْ إِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ) [ر : ١٦٥٣]

٥٤٦٨ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قالَ : قامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما تَأْمُرُنَا أَنْ نَلْبَسَ إِذَا أَحْرَمْنَا ؟ قالَ : (لَا تَلْبَسُوا الْقَمِيصَ ، وَالسَّرَاوِيلَ ، وَالْعَمَائِمَ ، وَالْبَرَانِسَ ، وَالْخِفَافَ ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسِ الخفَّيْنِ أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ ، وَلَا تَلْبَسُوا شَيْئًا مِنَ الثِّيَابِ مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ) . [ر : ١٣٤]

سَراوِیل پائجامے کو کہتے ہیں، عہد نبوی میں ازار (تہہ بند) پہننے کا رواج تھا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سراویل خریدنا ثابت ہے (٦٥)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر یہی ہے کہ آپ نے پہننے کے لیے یہ خریدا ہوگا۔ (٦٦)

طبرانی نے "معجم اوسط" میں حضرت ابوہریرۃؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "دخلت يوماالسوق مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس إلى البزاز، فاشترى

(٦٢) فتح الباري: ٣٣٤/١٠

(٦٣) مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب البرانس: ١٢٧/٥

(٦٤) فتح الباري: ٣٣٤/١٠، ومجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب البرانس: ١٢٧/٥

(٦٥) فتح الباري: ٣٣٥/١٠

(٦٦) فتح الباري: ٣٣٥/١٠، و زادالمعاد، فصل في ذكر سراويله: ١٣٩/١

سراويل بأربعة دراهم" یعنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا، آپ ایک کپڑا بیچنے والے کے پاس بیٹھے اور چار درہم کے عوض ایک پاجامہ خریدا۔ اسی روایت میں ہے "یارسول الله!وإنك لتلبس السراويل؟ قال: أجل، في السفر والحضر، والليل والنهار، فإني أمرت بالتستر" یعنی یارسول اللہ! آپ پائجامہ پہنیں گے؟ حضورؐ نے فرمایا، جی ہاں، سفر میں بھی، حضر میں بھی، رات میں بھی اور دن کو بھی، کیونکہ مجھے جسم کو باپردہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے"، لیکن اس روایت میں یونس بن زیاد ایک ضعیف راوی ہیں۔(٦٧)

١٤ – باب : الْعَمَائِمِ .

٥٤٦٩ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ ، وَلَا الْعِمَامَةَ ، وَلَا السَّرَاوِيلَ ، وَلَا الْبُرْنُسَ ، وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ ، وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْهُما فَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ) . [ر : ١٣٤]

عمائم عِمامة کی جمع ہے، عمامہ (عین کے کسرہ کے ساتھ) پگڑی کو کہتے ہیں، شمائل ترمذی کے بعض شارحین نے عین کے فتحہ کے ساتھ اسے ضبط کیا ہے لیکن وہ غلط ہے۔(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام سے عمامہ کا استعمال منقول ہے۔

صحیح بخاری، کتاب الوضوء میں جعفر بن عمرو کے طریق سے روایت گذر چکی ہے:

"رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يمسح على عمامته وخفيه"(۲)

اسی طرح صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے "توضأ النبي صلى الله عليه وسلم ومسح على الخفين والعِمامة"(۳)

---

(٦٧) مجمع الزوائد، كتاب اللباس، باب في السراويل: ١٢٢/٥

(١) القاموس المحيط: ١٥٤/٤، تاج العروس: ٤١٠/٨

(٢) أخرجه البخاري في كتاب الوضوء، باب المسح على الخفين (رقم الحديث: ٢٠٥)

(٣) وأخرجه مسلم في كتاب الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة (رقم الحديث: ٢٧٤)

پگڑی کی فضیلت

طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الإیمان میں ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اعتمُّوا تزدَادُوا حِلمًا" یعنی پگڑی باندھو تو تمہارے وقار میں اضافہ ہوگا۔(۴) اگرچہ امام حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے(۵) تاہم امام بخاری وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا(٦)، لیکن چونکہ اس کے دوسرے شواہد بھی ہیں، اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجے میں آجاتی ہے۔(۷)

بعض لوگوں نے کہا کہ پگڑی سنت نہیں، بلکہ یہ عربوں کی عادت تھی، لیکن یہ صحیح نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں اس کی سنت ہونے کی تصریح ہے، ایک آدمی نے آکر ان سے پوچھا "یا أباعبدالرحمان: العمامة سنة؟ فقال: نعم"(۸)

اور اگر پگڑی پہننا عربوں کی عادت بھی ہو، تاہم جو عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنائی ہو، وہ سنت بن جاتی ہے۔ لیکن اس کو سنتِ عادیہ کہا جائے گا نہ کہ سنت عبادیہ۔

پگڑی کی مقدار

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے امام نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(٤) أخرجه الطبراني في الكبير، باب ماجاء في لبس العمائم وغيرذلك: ١٩٤/١ (رقم الحديث: ٥١٦) والبيهقي في شعب الإيمان، باب الملابس والأواني، فصل في العمائم: ١٧٣/٥ (رقم الحديث: ٦٣٦٠)

(٥) فتح الباري: ٣٣٥/١٠

(٦) فتح الباري: ٣٣٥/١٠

(٧) أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في العمائم، (رقم الحديث: ٤٠٧٨) وأخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب العمائم على القلانس: ٢٤٧/٤ (رقم الحديث: ١٧٨٤)

(٨) عمدة القاري: ٣٠٧/٢١

کی دو پگڑیاں تھیں، ایک چھوٹی، دوسری بڑی، چھوٹی کی مقدار سات ذراع اور بڑی کی مقدار بارہ ذراع تھی۔(۹)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پگڑی کی مقدار عموماً تین شرعی ذراع، نمازوں میں سات ذراع اور جمعہ اور عیدین میں بارہ ذراع ہوا کرتی تھی۔(۱۰)

البتہ اس سلسلے میں کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں، اسی لیے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فرمایا "وأما مقدار العِمامة الشريفة، فلم يثبت في حديث"(۱۱)

اس لیے اس سلسلے میں لوگوں کے عرف اور عادت کا اعتبار ہونا چاہیے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "مارآه المسلمون حسنا، فهو عندالله حسن"(۱۲)

شملہ کی تعداد و مقدار

روایات میں پگڑی کے ایک شملہ کا بھی ذکر ہے اور دو کا بھی۔ عمرو بن حریث کی روایت میں ہے "كأني أنظر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر، و عليه عِمامة سوداء، وقدأرخى طرفيها بين كتفيه، وفي رواية قد أرخى طرفها بين كتفيه"(۱۳) یعنی وہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور سیاہ عمامہ پہنے ہوئے ہیں، اس کے دونوں شملے آپ نے کندھوں کے درمیان لٹکائے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ "اس کا ایک شملہ آپ نے کندھوں کے درمیان لٹکایا ہے۔"

---

(۹) مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۲۵۰

(۱۰) العرف الشذي علي جامع الترمذي للعلامة السيد محمد أنور شاه الكشميري، كتاب اللباس، باب في العمائم: ۱/۳۰٤

(۱۱) الحاوي للفتاوي: ۱/۷۳

(۱۲) المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب يتجلى الله لعباده عامة ولأبي بكر خاصة: ۳/۷۸

(۱۳) شعب الإيمان للبيهقي، بابٌ في الملابس والأواني، فصل في العمائم (رقم الحديث: ٦۲٤۸) ٥/۱۷۳

اکثر روایات میں شملہ لٹکانے کے متعلق "بین کتفیه" کے الفاظ آئے ہیں، بعض روایات میں ایک شملے کا سامنے اور دوسرے کا پیچھے کی طرف لٹکانے کا ذکر ہے اور ایک ضعیف روایت میں دائیں طرف لٹکانے کا بھی ذکر ہے۔(۱۴)

لیکن عمرو بن حریث کی روایت اس سلسلے میں زیادہ صحیح ہے، اس لیے کندھوں کے درمیان لٹکانا نسبتاً افضل ہے۔

شملہ کی مقدار کتنی ہونی چاہیے، اس سے متعلق ایک ذراع، ایک بالشت اور چار انگلیوں کے بقدر مختلف اقوال منقول ہیں(۱۵)، لیکن راجح ایک ذراع والا قول ہے کیونکہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے واثلہ بن الاسقع کے بارے میں نقل کیا ہے:"......قد أرخى عمامته من خلفه ذراعاً" (۱٦)

البتہ شملہ اتنا لمبا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ نصف ظہر سے تجاوز کر جائے(۱۷) نصف ظہر سے شملہ

---

(١٤)أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في العمائم: ٤/٥٥ (رقم الحديث: ٤٠٧٩) ولفظه:عمّمني رسولُ الله صلى الله عليه وسلم فسدلها بين يدي ومن خلفي، وأخرجه ابن أبي شيبة في المصنف، كتاب الباس والزينة، باب في العمائم السود: ١٧٨/٥، (رقم الحديث: ٢٤٩٤٩) وأخرجه أيضاً في كتاب اللباس والزينة، باب في إرخاء العمامة بين كتفين:١٨٠/٥ (رقم الحديث: ٢٤٩٦٧)۔ وذكرالهيثمي في المجمع: "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايولي والياً حتي يعمّمه ويرخي لها من جانب الأيمن نحوالأذن" وقال: "رواه الطبراني وفيه جميع بن ثقت وهو متروك"٥/١٢٠

(١٥) ذراع کی روایت کی تخریج ابن ابی شیبہ نے کی ہے، دیکھیے مصنف بن أبي شيبه ، كتاب اللباس والزينة ،باب في العمائم السود: ١٧٨/٥، (رقم الحديث: ٢٤٩٤٦) اور بالشت والی روایت کی تخریج ابن سعد نے محمد بن الحنفیہ کے ترجمہ کے ذیل میں کی ہے، الطبقات لابن سعد: ١١٤/٥، اسی طرح چار انگلیوں والی روایت کی تخریج بیہقی نے شعب الإيمان میں کی ہے، شعب الإيمان، باب في الملابس والأواني، فصل في العمائم: ١٧٤/٥، (رقم الحديث: ٦٢٥٤)

(١٦)أخرجه البيهقي في شعب الايمان، بابٌ في الملابس والأواني، فصل في العمائم:١٧٤/٥ (رقم الحديث: ٦٢٥٥)

(١٧) أشعة اللمعات شرح مشكاة، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٥٤٤/٣ـ ٥٤٥

بڑھ جائے تو وہ اسبال کے تحت داخل ہوگا، اسبال جس طرح ازار اور قمیص میں ممنوع ہے، اسی طرح عمامہ میں بھی ممنوع ہے، حدیث مرفوع ہے "الإسبالُ في الإزارِ والقميصِ والعمامة، من جرَّمنها شيئاً خيلاء لم ينظُر اللّٰهُ إليه يومَ القيامة" (۱۸) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عمامہ میں اسبال یہ ہے کہ اس کو عادت سے زیادہ لٹکایا جائے اور عادت کی انتہا نصف ظہر ہے، اس پر زیادتی کرنا بدعت اور اسبالِ ممنوع میں داخل ہے۔ (۱۹)

پگڑی کا رنگ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالے، سفید، زرد اور سرخ رنگ کی پگڑیوں کا ثبوت روایات میں ملتا ہے (۲۰)، کالے اور سفید رنگ میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ مردوں کے لیے زرد رنگ اور سرخ رنگ کے لباس کے استعمال سے بعض روایات میں چونکہ ممانعت وارد ہے، اس لیے اس میں اختلاف ہے لیکن اکثر علماء کا قول جواز کا ہے اور جن روایات میں نہی وارد ہے، ان روایات کو یہ حضرات اصفر فاقع (گہرا

(۱۸) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار، (رقم الحديث: ٤٠٩٤) ٤/٦٠

(۱۹) أشعة اللمعات، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٣/٥٤٤-٥٤٥

(٢٠) عمامته سوداء: أخرجه مسلم في كتاب الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام، (رقم الحديث: ١٣٥٨) وأبوداود في كتاب اللباس، باب في العمائم (رقم الحديث: ٤٠٧٦) وأخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في العمامة السوداء (رقم الحديث: ١٧٣٥) والنسائي في المجتبى: ٢/٢٩٩ كتاب الزينة، باب لبس العمائم السود، وأخرجه ابن ماجه في الجهاد، باب لبس العمائم في الحرب (رقم الحديث: ٢٨٢٢)

العمامة الصفراء: أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في المصبوغ بالصفرة (رقم الحديث: ٤٠٦٤) وأخرجه الحاكم في المستدرك في كتاب اللباس، باب غسل يوم الجمعة ومس الطيب فيه: ٤/١٨٩-

العمامة البيضاء: أخرجه الحاكم في المستدرك في كتاب الفتن، باب تعميم النبي صلى الله عليه وسلم لعبدالرحمان بن عوف: ٤/٥٤٠.

العمامة الحمراء: أخرجه أبوداود في كتاب الطهارة، باب المسح على العمامة (رقم الحديث: ١٤٧) ١/٣٧

زردرنگ)اوراحمر قانی(گہراسرخ رنگ) پر محمول کرتے ہیں۔(۲۱)

جہاں تک سبز رنگ کی پگڑی استعمال کرنے کا تعلق ہے تو کسی صحیح روایت سے یہ رنگ ثابت نہیں۔

علامہ کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سبز رنگ کی پگڑی کے متعلق لوگ عموماً پوچھتے ہیں لیکن علامہ خفاجی نے شرح شفامیں جو تفصیل نقل کی ہے،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کی پگڑی نہیں پہنی۔(۲۲)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ "الحاوي للفتاوي" میں سادات کے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں:

هم يلبسون العمامة الخضراء، والجواب أن هذه العمامة ليس لها أصل في الشرع، ولا في السنة، ولا كانت في الزمن القديم، وإنما حدثت في سنة ثلاث وسبعين وسبعمائة بأمرا لملك الأشرف يعني شعبان بن حسين (۲۳) یعنی یہ سادات سبز رنگ کی پگڑی بطور علامت وامتیاز استعمال کرتے ہیں؟ لیکن شریعت سنت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ رنگ سن ۷۷۳ ہجری میں شعبان بن حسین نامی حکمران کے حکم سے رائج ہوا ہے۔

اسی طرح ابن حجر ہیثمی نے بھی اپنے فتاوی میں تحریر فرمایا: وأما العلامة الخضراء، فلا أصل لها، وإنما حدثت سنة ثلاث وسبعين و سبعمائة بأمر الملك شعبان بن حسين (۲۴)

البتہ حضرات صحابہ نے مختلف رنگ کی جو پگڑیاں استعمال فرمائیں، مصنف بن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ان رنگوں میں سبز رنگ کا بھی ذکر ہے۔(۲۵)

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں سبز کپڑے جنتیوں کا لباس ہیں "الثياب الخضر

---

(۲۱)اس کی تفصیل آگے "باب الثياب الحمر" کے تحت آرہی ہے۔

(۲۲) الدعامة ص:۹٥، شرح الشفا للخفاجي: ۳۷۱/۲

(۲۳) الحاوي للفتاوي: ۳۳/۱

(٢٤)الفتاوي الحديثية: ۲۲٥

(۲٥)أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه، كتاب اللباس والزنية، باب في العمائم السود: ١٧٩/٥

من لباس أهل الجنة، قال تعالیٰ: ﴿ویلبسون ثیابا خضرا من سندس واستبرق﴾"(۲۶)

اسی طرح طبرانی اور بیہقی نے حضرت انسؓ سے روایت نقل فرمائی ہے "أن النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یحبُّ أو قال کان أحبُّ الألوان إلیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الخضرة"(۲۷) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبز رنگ سب سے زیادہ پسند تھا۔)

لہذا سبز رنگ کی پگڑی کو دوسرے رنگوں پر ترجیح دیئے بغیر اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو جائز ہے۔

ہاں اگر کوئی اسے اپنا شعار اور امتیازی علامت بنادے اور دوسرے رنگوں پر اس کو ترجیح اور فوقیت دے، ایسی صورت میں اس کا استعمال بدعت کہلائے گا کیونکہ کسی مباح اور مستحب چیز کا التزام بدعت اور قابل ترک ہوتا ہے۔(۲۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے اندر جو حدیث ذکر فرمائی ہے، اس میں ہے کہ محرم عمامہ نہیں پہنے گا...... عمامہ پہننے سے متعلق امام نے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی، شاید اس کے بارے میں انہیں اپنی شرط کے مطابق کوئی روایت نہیں ملی، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ولم یذکر البخاري في العمامة شیئاً، ولعله لم یثبت عنده شيء علی شرطه فیها(۲۹)

بہرحال عمامہ سیاہ یا سفید ہونا چاہیے، اسے ٹوپی پر باندھا جائے، وہ ٹوپی کے صرف اطراف پر نہ باندھا جائے بلکہ درمیان میں بھی ایک آدھ پیچ ہو، اس کا شملہ کندھوں کے درمیان ہو، یا دائیں طرف یا بائیں طرف ہو اور شملہ ایک ذراع سے زیادہ نہ ہو، اسے مسنون سمجھ کر پہنا جائے تو ان شاء اللہ سنت کا ثواب ہوگا۔

---

(۲۶) شرح صحیح البخاري لابن بطال: ۱۰۲/۹

(۲۷)رواہ البیهقي في شعب الإیمان، بابٌ في الملابس والأواني، فصل في ألوان الثیاب (رقم الحدیث: ۶۳۲۸) ۱۹۳/۵، ذکر الهیثمي في المجمع وقال: رواہ الطبراني في الأوسط، مجمع الزوائد: ۱۲۹/۵

(۲۸) الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حدالکراهیة، السعایة، کتاب الصلوة، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۲۲۵/۲

(۲۹) فتح الباري: ۳۳۵/۱۰، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۳۰۷/۲۱

١٥ - باب : التَّقَنُّعِ .

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ . خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ . [ر : ٣٥٨٩]

وَقالَ أَنَسٌ : عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حاشِيَةَ بُرْدٍ . [ر : ٣٥٨٨]

٥٤٧٠ : حدَّثنا إِبْراهِيمُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : هاجَرَ نَاسٌ إِلَى الحَبَشَةِ مِنَ المُسْلِمِينَ ، وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهاجِرًا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَى رِسْلِكَ ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي) . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَوَ تَرْجُوهُ بِأَبِي أَنْتَ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ لِصُحْبَتِهِ ، وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كانَتَا عِنْدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ .

قالَ عُرْوَةُ : قالَتْ عائِشَةُ : فَبَيْنَا نَحْنُ يَوْمًا جُلُوسٌ فِي بَيْتِنَا فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ ، فَقَالَ قائِلٌ لِأَبِي بَكْرٍ : هٰذَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مُقْبِلاً مُتَقَنِّعًا ، فِي سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا ، قالَ أَبُو بَكْرٍ : فِدًا لَهُ بِأَبِي وَأُمِّي ، وَٱللهِ إِنْ جاءَ بِهِ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ لَأَمْرٌ ، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ ، فَقَالَ حِينَ دَخَلَ لِأَبِي بَكْرٍ : (أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ) . قالَ : إِنَّمَا هُمْ أَهْلُكَ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ ٱللهِ . قالَ : (فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الخُرُوجِ) . قالَ : فَالصُّحْبَةَ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . قالَ : فَخُذْ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ ٱللهِ إِحْدَى رَاحِلَتَيَّ هَاتَيْنِ . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بِالثَّمَنِ) .

قالَتْ : فَجَهَّزْنَاهُمَا أَحَثَّ الجِهَازِ ، وَصَنَعْنَا لَهُمَا سُفْرَةً فِي جِرَابٍ . فَقَطَعَتْ أَسْماءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قِطْعَةً مِنْ نِطَاقِهَا ، فَأَوْكَتْ بِهِ الجِرَابَ ، وَلِذٰلِكَ كانَتْ تُسَمَّى ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ .

ثُمَّ لَحِقَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ بِغَارٍ فِي جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ ثَوْرٌ ، فَمَكُثَ فِيهِ ثَلَاثَ لَيَالٍ ، يَبِيتُ عِنْدَهُمَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ ، وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ لَقِنٌ ثَقِفٌ ، فَيَرْحَلُ مِنْ عِنْدِهِما سَحَرًا ، فَيُصْبِحُ مَعَ قُرَيْشٍ بِمَكَّةَ كَبَائِتٍ ، فَلا يَسْمَعُ أَمْرًا يُكَادَانِ بِهِ إِلَّا وَعَاهُ ، حَتَّى يَأْتِيَهُما بِخَبَرِ ذٰلِكَ حِينَ يَخْتَلِطُ الظَّلَامُ ، وَيَرْعَى عَلَيْهِمَا عامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ مِنْحَةً مِنْ غَنَمٍ ، فَيُرِيحُهَا عَلَيْهِمَا حِينَ تَذْهَبُ سَاعَةٌ مِنَ العِشَاءِ ، فَيَبِيتَانِ فِي رِسْلِهَا حَتَّى يَنْعِقَ بِهَا عامِرُ بْنُ فُهَيْرَةَ بِغَلَسٍ ، يَفْعَلُ ذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ مِنْ تِلْكَ اللَّيَالِي الثَّلَاثِ . [ر : ٤٦٤]

تَقَنُّع کے معنی سر اور چہرہ ڈھکنے اور ڈھانپنے کے آتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں کسی کپڑے، چادر وغیرہ سے سر ڈھانپنے کا جواز بیان کرنا چاہتے ہیں:

وقال ابنُ عباسٍ: خرج النبيُّ صلى الله عليه وسلم وعليه عِصَابة دَسْمَاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے، آپ کے سر پر سیاہ کپڑا تھا دَسْمَاء کے معنی سیاہ کے ہیں، یہ تعلیق باب مناقب الأنصار میں موصولاً گذر چکی ہے۔(۳۰)

وقال أنسٌ: عَصَبَ النبي صلى الله عليه وسلم على رأسِه حاشية بُرد

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک پر چادر کی ایک طرف کو باندھ رکھا تھا۔

بہر حال ایک تو پگڑی ہوتی ہے جو سر پر باندھی جاتی ہے لیکن بسا اوقات کوئی کپڑا، یا کوئی چادر سر اور چہرے کے کچھ حصے پر گرمی یا سردی سے بچنے یا کسی اور مقصد کے لیے ڈال دی جاتی ہے یا باندھ لی جاتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ سنت میں اس کی اصل موجود ہے اور اس طرح کرنا جائز ہے۔

حدثنا إبراهيم بن موسى: ....

یہ حدیث تفصیل کے ساتھ "کتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم میں گذر چکی ہے۔ حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب سے واضح ہے، حدیث میں ہے: "هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقبلاً، متقنعاً، في ساعةٍ لم يكن يأتينا فيها" یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر ڈھکے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ ایک ایسے وقت میں جس میں آپ کے آنے کی عادت نہیں تھی۔

یہاں اس حدیث کے چند جملے دیکھ لیں:

عَلَى رِسلِكَ: ٹھہر جائیں، رک جائیں، وَعَلَفَ راحلتين كانتا عنده وَرَقَ السَّمُرِ أربعة أشهرٍ: حضرت صدیق اکبرؓ اپنی دو سواریوں کو چار ماہ تک چارہ کھلاتے رہے، سفر کے واسطے تیار کرنے کے

(۳۰)أخرجه البخاري في مناقب الأنصار، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: اقبلوا من مُحسنِهم وتَجَاوزوا عن مُسِيئهم (رقم الحديث: ۳۸۰۰)

لیے وہ دو اونٹنیوں کو فربہ کرتے رہے۔

قال أبوبكرٍ: فِدًاله بأبي وأمي، واللّٰهِ إن جاء به في هذه الساعةِ لَأمرٌ

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو، بخدا آپ اس وقت کسی بڑے کام کی وجہ سے تشریف لائے ہیں۔ فِدًاله: یہ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے أي أفدّيه فداله: میں اپنے ماں باپ ان پر فدا کر دوں، میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔

قالتْ: فجهَّزناهما أحث الجَهازِ، وصنَعنا لهما سُفْرةً في جرابٍ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے دونوں کے لیے بڑی جلدی میں سامانِ سفر تیار کیا اور ناشتہ تیار کر کے چمڑے کی تھیلی میں رکھ دیا۔ الجَهاز (جیم کے فتحہ کے ساتھ) أحث الجَهاز: أسرع الجَهاز: یعنی تیزی کے ساتھ تیاری کی۔

سُفْرَة: دستر خوان کو کہتے ہیں، جِراب: چمڑے کا تھیلہ، أوكَتْ به الجِرابَ: حضرت اسماء نے اپنے نطاق سے کپڑا اپھاڑ کر اس تھیلے کو باندھ لیا، أوکیٰ کے معنی باندھنے کے ہیں۔

وهو غلامٌ شابٌ لَقِنٌ ثَقِف

لَقِن: ذہین، ذکی۔ ثَقِف: ذہین وماہر مہذب، یعنی عبداللہ بن ابی بکر ایک ذہین نو عمر لڑکے تھے، وہ غار ثور میں جاکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ رات گذارتے اور صبح ہوتے ہی وہاں سے روانہ ہو جاتے اور صبح کے وقت قریش میں اس طرح موجود ہوتے گویا انھوں نے رات بھی انہیں کے ساتھ گذاری ہو۔

فلايسمَع أَمْرًا يُكادَانِ به إلاوَعاه: وہ وہاں کوئی ایسا معاملہ جس کے ذریعہ حضورؐ اور صدیق اکبرؓ کے ساتھ فریب کیا جاتا، سنتے تو اسے یاد رکھتے، يُكادَان: كا ديكيد كَيْدا سے تثنیہ مضارع مجہول کا صیغہ ہے جس کے معنی کید کرنے، فریب کرنے کے ہیں، ترکیب میں "یکادان به" "أمْرًا" کی صفت ہے یعنی ایسا معاملہ جس کے ذریعہ ان دونوں کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا جا سکتا ہو۔ يُكادَان بِهِ أي يمكران به۔

حتّی یأتیَهما بخبرِ ذٰلك حین یَختلِطُ الظلامُ: یعنی عبداللہ بن ابی بکر وہ خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ تک پہنچاتے جب تاریکی چھا جاتی یعنی رات کے وقت۔ مِنْحَة (میم کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ) دودھ والی بکری کو کہتے ہیں جو عاریۃً دیدی جاتی ہے اور دودھ ختم ہو جانے کے بعد واپس کردی جاتی ہے: فیُریحُها علیهما: عامر بن فہیرہ رات کے وقت وہ بکری دونوں کے پاس حاضر کرتے۔ یُریحُ إراحة: شام کے وقت جانوروں کو لانا۔ فیَبیتان في رِسلها: دونوں (حضورؐ اور حضرت صدیق اکبرؓ) دودھ استعمال کر کے رات گذارتے، رِسْل: دودھ۔ رِسْلها أي لبن المِنْحة: رسْلها میں ضمیر مجرور مِنْحة کی طرف راجع ہے: حتّی ینعِقَ بها عامُر بنُ فهیرة بغلَسٍ: نعق باب فتح سے ہے نعق بالغنم: بکریوں کو ہانکنا۔ غلس: سویرے، جس وقت رات کی تاریکی بر قرار ہوتی ہے یعنی عامر بن فہیرہ صبح سویرے اس بکری کو آواز دے کر لے جاتے۔

١٦ – باب : الْمِغْفَرِ .

٥٤٧١ : حدّثنا أَبُو الْوَلِیدِ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عامَ الْفَتْحِ وَعَلَی رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ . [ر : ١٧٤٩]

مِغْفر (میم کے کسرہ، غین کے سکون اور فاء کے فتحہ کے ساتھ) خود کو کہتے ہیں، خود لوہے کی ٹوپی ہوتی ہے جو میدان جنگ میں سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال فرمایا، زرہ اور خود کا استعمال خلافِ توکل نہیں، اپنی حفاظت کا انتظام اپنی استطاعت کے بقدر کرنا چاہیے!

روایت باب میں ہے، "أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عام الفتح وعلى رأسه المغفر" اور حضرت جابر کی روایت میں ہے "انه دخل وعلى رأسه عِمامة سوداء" (۳۱) دونوں کے

(٣١) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في العمائم: ٥٤/٤ (رقم الحديث: ٤٠٧٦)، شعب الإيمان للبيهقي، باب في الملابس والأواني، فصل في العمائم : ١٧٣/٥ (رقم الحديث: ٦٢٤٦) وأخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في العمامة السوداء : ٢٢٥/٤ (رقم الحديث: ١٧٣٥)

درمیان تطبیق دیتے ہوئے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وجمع بينهما باحتمال أن أحدهما كان فوق الآخر أو دخل أولا وعليه المغفر، ثم نزعه ولبس العمامة السوداء في بقية دخوله“ (۳۲)

یعنی عمامہ اور خود دونوں سر پر تھے، ایک دوسرے کے اوپر تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ شروع میں سر پر خود تھا، پھر خود اتار کر پگڑی پہنی، ابتدائے دخول میں خود اور انتہا میں عمامہ تھا۔

۱۷ – باب: الْبُرُودِ وَالْحِبَرَةِ وَالشَّمْلَةِ.

وَقَالَ خَبَّابٌ: شَكَوْنَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَتَهُ. [ر: ۳۶۳۹]

۵۴۷۲: حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً، حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَدْ أَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مَالِ اللهِ الَّذِي عِنْدَكَ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ. [ر: ۲۹۸۰]

۵۴۷۳: حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: سَهْلٌ هَلْ تَدْرِي مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالَ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا. قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي نَسَجْتُ هٰذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا لَإِزَارُهُ، فَجَسَّهَا رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، اكْسُنِيهَا، قَالَ: (نَعَمْ). فَجَلَسَ مَا شَاءَ اللهُ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ فَطَوَاهَا، ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلاً، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللهِ مَا سَأَلْتُهَا إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ. قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ. [ر: ۱۲۱۸]

---

(۳۲) إرشاد الساري: ۱۲/۵۲۹

٥٤٧٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (يَدْخُلُ الجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هِيَ سَبْعُونَ أَلْفًا ، تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ) . فَقَامَ عُكَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ ، يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ ، قَالَ : ٱدْعُ ٱللّٰهَ لِي يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ . فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ ٱجْعَلْهُ مِنْهُمْ) . ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، ٱدْعُ ٱللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ . فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ : (سَبَقَكَ عُكَاشَةُ) . [٦١٧٦]

٥٤٧٦/٥٤٧٥ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عاصِمٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ : قُلْتُ لَهُ : أَيُّ الثِّيَابِ كانَ أَحَبَّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا ؟ قالَ : الْحِبَرَةُ .

(٥٤٧٦) : حدّثني عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعَاذٌ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَهَا الْحِبَرَةُ .

٥٤٧٧ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ .

بُرُود: بُرْد (باء کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے چادر کو کہتے ہیں۔

حِبَرَة بروزن عِنَبَة (حاء کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ) یمنی چادر کو کہتے ہیں، شملة بھی

(٥٤٧٤) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الرقاق، بابٌ يدخل الجنة سبعون ألفاً بغير حسابٍ (رقم الحديث: ٧١٧٦) وأخرجه مسلم في الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب: ١٩٨/١ (رقم الحديث: ٢١٦)

(٥٤٧٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب فضل لباس الحبرة: ١٦٥٣/٣ (رقم الحديث: ٢٠٧٩) وأخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في لبس الحبرة: ٥١/٤ (رقم الحديث: ٤٠٦٠)

(٥٤٧٧) الحديث أخرجه مسلم في الجنائز، باب تسجية الميت: ٦٥١/٢ (رقم الحديث: ٩٤٢) وأخرجه أبوداود في الجنائز، باب في الميت يُسجّى: ١٩١/٣ (رقم الحديث: ٣١٢٠) وأخرجه النسائي في كتاب الوفاة، باب ذكر ماسُجي به رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٦٢/٤ (رقم الحديث: ٧١١٣)

چادر کو کہتے ہیں۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے چھ احادیث ذکر فرمائی ہیں، اور ان سب میں چادر کا ذکر ہے۔

پہلی روایت میں ہے "وعليه بُرْدٌنجراني" دوسری روایت میں ہے "جاء ت امرأةٌ ببُرْدَةٍ" اسی روایت میں ایک لفظ ہے فَجسَّها...... جس کے معنی ہاتھ لگانے کے ہیں أي مسَّهابيده

تیسری روایت میں ہے "فقام عُكاشةُ بن مِحصَن الأسديُّ يرفع نَمِرَةً عليه" نَمْرَة (نون کے فتحہ اور میم کے سکون کے ساتھ) چادر جس میں مختلف لکیریں ہوں۔

چوتھی اور پانچویں روایت میں حِبَرة کا ذکر ہے اور باب کی آخری حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حين توفِّي سُجِّي ببُردٍ حِبَرَةٍ" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو اس وقت آپ کو یمنی چادر سے ڈھانپا گیا تھا، سُجِّيَ مجہول کا صیغہ ہے أي غُطِّيَ یعنی ڈھانپا گیا تھا، بُرد موصوف اور حِبَرة صفت ہے، بُردِحبَرةٍ مرکب توصیفی ہے۔

١٨ – باب : الْأَكْسِيَةِ وَالخَمائِصِ .

٥٤٧٨ : حدّثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ عائِشَةَ وَعَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ قالَا : لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ ، فَإِذَا ٱغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ ، فَقَالَ وَهْوَ كَذٰلِكَ : (لَعْنَةُ ٱللهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصارَى ، ٱتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَساجِدَ) . يُحَذِّرُ ما صَنَعُوا . [ر : ٤٢٥]

٥٤٧٩ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : صَلَّى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فِي خَمِيصَةٍ لَهُ لَهَا أَعْلَامٌ ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلَامِهَا نَظْرَةً ، فَلَمَّا سَلَّمَ قالَ : (ٱذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هٰذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلَاتِي ، وَٱئْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ) بْنِ حُذَيْفَةَ بْنِ غانِمٍ ، مِنْ بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ . [ر : ٣٦٦]

٥٤٨٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قالَ : أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عائِشَةُ كِسَاءً وَإِزارًا غَلِيظًا ، فَقَالَتْ : قُبِضَ رُوحُ النَّبِيِّ ﷺ في هٰذَيْنِ . [ر : ٢٩٤١]

أَكسِيَة: كِسَاء کی جمع ہے، چادر کو کہتے ہیں، خَمَائِص: خَميصَة کی جمع ہے کمبل اور کملی کو کہتے ہیں۔

باب کی پہلی روایت میں ہے "لمّانَزل برسولِ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم طَفِقَ يطرَحُ خميصةً له على وجهِه فإذا اغتمَّ كشفَها عن وجهِه" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب مرض الوفات کا نزول ہوا تو آپ چہرۂ انور پر کمبل ڈالتے جب سانس گھٹنے لگتا تو آپ کمبل ہٹادیتے۔ نَزَل معروف بھی ہوسکتا ہے أي نزَل مرضُ الموت اور مجہول بھی ہوسکتا ہے۔(٣٣)

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے منقش خمیصہ پہنا، اس میں نماز پڑھی، پھر فرمایا کہ یہ لے جاؤ کیونکہ اس نے مجھے نماز سے غافل کردیا۔ أَلهَتْني أي شَغَلَتْني عن الصلاة۔ أَنْبجَانية (ہمزہ کے فتحہ، نون کے سکون اور باء کے کسرہ کے ساتھ) موٹی چادر کو کہتے ہیں، قسطلانی فرماتے ہیں "كساء غليظ لاعلم له"(٣٤) یعنی موٹی چادر جس میں نقش ونگار نہ ہو۔

١٩ – باب : اَشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ .

٥٤٨١ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ خُبَيْبٍ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ ، وَعَنْ صَلَاتَيْنِ . بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ . [ر : ٣٦١]

(٣٣)إرشادالساري: ١٢/٥٣٣

(٣٤) إرشاد الساري: ١٢/٥٣٤

۵۴۸۲ : حدّثنا يَحْيى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عامِرُ بْنُ سَعْدٍ : أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الخُدْرِيَّ قالَ : نَهٰى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ ، نَهٰى عَنِ المُلَامَسَةِ وَالمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ .

وَالمُلَامَسَةُ : لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الآخَرِ بِيَدِهِ بِاللَّيْلِ أَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهُ إِلَّا بِذٰلِكَ .

وَالمُنَابَذَةُ : أَنْ يَنْبِذَ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهِ وَيَنْبِذَ الآخَرُ ثَوْبَهُ . وَيَكُونَ ذٰلِكَ بَيْعَهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَلَا تَرَاضٍ . وَاللِّبْسَتَانِ : ٱشْتِمَالُ الصَّمَّاءِ ، وَالصَّمَّاءُ : أَنْ يَجْعَلَ ثَوْبَهُ عَلَى أَحَدِ عَاتِقَيْهِ ، فَيَبْدُو أَحَدُ شِقَّيْهِ لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ .

وَٱللِّبْسَةُ الْأُخْرَى : ٱحْتِبَاؤُهُ بِثَوْبِهِ وَهُوَ جَالِسٌ . لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ . [ر : ۳٦۰]

اشتمال الصَّمَّاء کا تعارف کرتے ہوئے علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”هو أن يتجلل الرجل بثوبه، ولايرفع منه جانبا، وإنما قيل لها صَمّاء لأنه يسد على يديه ورجليه المنافذ كلها، كالصخرة الصماء التي ليس فيهاخرْق ولا صَدْع والفقهاء يقولون: هوأن يتغطى بثوب واحد ليس عليه غيره، ثم يرفعه من أحد جانبيه فيضعه على منكبه، فتنكشف عورته“(۳۵)

یعنی آدمی اپنے آپ کو ایک کپڑے کے اندر اس طرح لپیٹ لے کہ اس سے ہاتھ پاؤں نکالنے کے لیے کپڑے میں کوئی راہ اور کوئی شگاف نہ چھوڑے، صَمّاء کے معنی ٹھوس چیز کے آتے ہیں، ایسے کپڑے کو صَمّاء اس لیے کہتے ہیں کہ آدمی اپنے ہاتھ پاؤں پر تمام منافذ اور شگاف بند کر دیتا ہے، ٹھوس چٹان کی طرح جس میں کوئی سوراخ نہیں ہوتا۔ حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ اشتمال الصماء کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایک کپڑا اوڑھے اس طرح کہ کوئی دوسرا کپڑا اس کے جسم پر نہ ہو، پھر جب وہ ایک جانب سے کپڑا اٹھاتا ہے اور اسے کندھے پر رکھ دیتا ہے تو ستر کھل جاتا ہے۔“

حاصل یہ کہ محدثین کی تفسیر کے مطابق بدن کو ایک ہی چادر اور کپڑے میں اس طرح لپیٹ لینا کہ کوئی اور کپڑا جسم پر نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور فقہاء کی تفسیر کے مطابق

(۳۵) النهاية لابن الأثير: ۳/۵٤

چادر کو اس طرح اوڑھنا کہ اس کی ایک جانب کندھے پر ڈال دی جائے اور ستر کھل جائے، یہ ممنوع ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس طرح آدمی محبوس اور بے دست وپا ہو جاتا ہے اور اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا، دوسرا یہ کہ اس میں کشف عورت کا اندیشہ ہوتا ہے، پہلی صورت میں کراہت اور دوسری میں حرمت ہے!(۳٦)

حدیث باب میں ہے:نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن الملامسة والمنابذة

مُلامَسة کے معنی ہیں کہ آدمی کپڑے کو صرف ہاتھ لگالے، اسے کھول کر نہ دیکھے اور خریدلے، اسی طرح کوئی یہ شرط لگادے کہ اگر ہاتھ لگادیا تو بیع لازم ہو جائے گی، یہ بھی ملامسہ کی ایک صورت ہے اور ناجائز ہے(۳۷)

مُنابَذة کے معنی ہیں کہ بائع اور مشتری ایک دوسرے کی طرف کپڑا پھینک دیں، اور طول وعرض دیکھے بغیر بیع ہو جائے، یہ بھی ممنوع ہے۔(۳۸) تفصیل کتاب البیوع باب بیع الملامسة میں گزر چکی ہے۔

احتباء کے معنی اگلے باب میں آرہے ہیں۔

۲۰ – باب : الاَحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ .

٥٤٨٣ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : نَهٰى رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ عَنْ لِبْسَتَيْنِ : أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ ، وَأَنْ يَشْتَمِلَ بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى أَحَدِ شِقَّيْهِ ، وَعَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ . [ر : ٣٦١]

٥٤٨٤ : حدّثني مُحَمَّدٌ قالَ : أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللَّهِ بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ ٱشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ .
[ر : ٣٦٠]

(٣٦)الأبواب والتراجم: ٢/١٠٥، عمدة القاري: ٢٢/٣

(٣٧) فتح الباري: ١٠/٣٤٢، عمدة القاري: ٢٢/٣، إرشاد الساري: ١٢/٥٣٤

(٣٨) فتح الباري: ١٠/٣٤٢، إرشاد الساري: ١٢/٥٣٤

احتباء گوٹ مار کر بیٹھنے کو کہتے ہیں، گوٹ مار کر بیٹھنا ایسی نشست کو کہتے ہیں جس میں کولھے زمین پر ٹیک کر دونوں گھٹنے کھڑے کر لیے جاتے ہیں اور سہارے کے طور پر دونوں ہاتھ یا کوئی کپڑا گھٹنوں کے ارد گرد لپیٹ لیا جاتا ہے(۳۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار گوٹ مار کر بیٹھا کرتے تھے، سنن ابی داود میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے، فرماتے ہیں "أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وهو محتبٍ بشملةٍ قدوقع هدبُها على قدمَيه" (......میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ ایک چادر میں گوٹ مار کر تشریف فرما تھے، چادر کے پلو آپ کے قدم مبارک پر پڑے ہوئے تھے)(۴۰) البتہ ایک کپڑے میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس میں کشف عورت ہو جاتا ہے۔

٢١ – باب : الخَمِيصَةِ السَّوْدَاءِ .

٥٤٨٥ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِيهِ سَعِيدِ بْنِ فُلَانٍ ، هُوَ عَمْرُو ٱبْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ ، عَنْ أُمِّ خالِدٍ بِنْتِ خالِدٍ : أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ صَغِيرَةٌ ، فَقَالَ : (مَنْ تَرَوْنَ أَنْ نَكْسُوَ هٰذِهِ) . فَسَكَتَ الْقَوْمُ ، فَقَالَ : (ٱئْتُونِي بِأُمِّ خالِدٍ). فَأُتِيَ بِهَا تُحْمَلُ ، فَأَخَذَ الخَمِيصَةَ بِيَدِهِ فَأَلْبَسَهَا ، وَقالَ : (أَبْلِي وَأَخْلِقِي) . وَكانَ فِيهَا عَلَمٌ أَخْضَرُ أَوْ أَصْفَرُ ، فَقَالَ : (يَا أُمَّ خالِدٍ ، هٰذَا سَنَاهْ) . وَسَنَاهْ بِالحَبَشِيَّةِ حَسَنٌ . [ر : ٢٩٠٦]

٥٤٨٦ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنِ ٱبْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ ، قالَتْ لِي : يَا أَنَسُ ، ٱنْظُرْ هٰذَا الْغُلَامَ ، فَلَا يُصِيبَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يُحَنِّكُهُ ، فَغَدَوْتُ بِهِ ، فَإِذَا هُوَ فِي حائِطٍ ، وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ حُرَيْثِيَّةٌ ، وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ . [ر : ١٤٣١]

خَمِيصَة باریک چادر اور اونی کمبل یا کملی کو کہتے ہیں، حدیث باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کپڑے لائے گئے، ان میں ایک چھوٹی سی سیاہ کملی تھی، آپ نے صحابہ سے فرمایا

(٣٩)إرشادالساري: ١٢/٥٣٥، عمدة القاري: ٢٢/٤

(٤٠)أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في الهدب (رقم الحديث: ٤٠٧٥) ٤/٥٤

''تمہارے خیال میں یہ ہم کس کو پہنائیں؟''......لوگ خاموش رہے تو آپ نے فرمایا''ام خالد کو لے آؤ'' وہ چھوٹی تھی، گود میں اٹھا کر لائی گئی تو آپ نے وہ کملی خود اٹھا کر اسے پہنائی اور فرمایا''تو اس کو پرانی کردے''اس میں سبز یا زرد نشانات تھے، آپ نے فرمایا''ام خالد! یہ خوب صورت ہے!''۔

حضرت ام خالد

حضرت ام خالد کا نام ''أمة'' ہے، یہ خالد بن سعید بن العاص کی صاحبزادی ہیں، ان کے ایک بیٹے کا نام ''خالد'' تھا جن کی وجہ سے ان کی کنیت ''ام خالد'' مشہور ہوگئی، انھوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے شادی کی تھی، ان سے ان کے دو بیٹے تھے ایک خالد اور دوسرے عمرو!(۴۱) یہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں، اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(يا أمَّ خالد، هَذا سَنَاه) حبشی زبان میں سناہ کے معنی خوب صورت کے ہیں۔

آپ نے وہ کملی اسے پہناتے ہوئے دعا فرمائی (أبلِي وأخلِقِي) إبلاء اور إخلاق دونوں کے ایک ہی معنی ہیں: پرانا کرنا، بوسیدہ کرنا یعنی آپ کی عمر اس قدر طویل ہو کہ آپ اس کملی کو پہن پہن کر پرانی کردیں۔

فربری سے ''أخلِفي'' فاء کے ساتھ منقول ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا آپ اس کو پرانا کر کے تبدیل کردیں، شارحین نے اس کو زیادہ اوجہ قرار دیا کیونکہ ''أخلقي'' (قاف کے ساتھ) کے وہی معنی ہیں جو ''أبلي'' کے ہیں لیکن اگر أخلفي (فاء کے ساتھ) ہو تو یہ عوض اور بدل کے معنی میں مستعمل ہے اور درمیان میں چونکہ واؤ عاطفہ ہے اور عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے اور مغایرت ''أخلِفِي'' میں ہے اس لیے یہ اوجہ ہے!(۴۲) ابن بطال رحمہ اللہ نے تو ''أخلقي'' (بالقاف) کو تصحیف قرار دیا، وہ لکھتے ہیں:

●

---

(٤١)فتح الباري: ١٠/٣٤٤، عمدة القاري: ٢٢/٥

(٤٢)فتح الباري: ١٠/٢٤٤، إرشادالساري: ١٢/٥٣٨، عمدة القاري: ٢٢/٥

”من روى أخلقي بالقاف فهو تصحيف والمعروف من كلام العرب: أخلفي بالفاء ، يقال: خلفت الثوب، إذا أخرجت باليه ولفقته، ويقال: أَبِل وأخلف أي: عِش، فخرقْ ثيابَك وارقعْها، هذا كلام العرب وقدروى أبوداود، عن عمرو بن عون، عن ابن المبارك، عن الجريدي، عن أبي نضرة، قال: كان أصحابُ رسول الله إذا لبس أحدُهم ثوباً جديداً، قيل له: تبلي ، ويخلف الله“(۴۲☆)

یعنی ”أخلقي“ قاف کے ساتھ تصحیف ہے، کلامِ عرب میں ”أخلفي“ (فاء) کے ساتھ معروف ہے، خلفت الثوب اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی کپڑا بوسیدہ حالت میں نکالا جائے اور اس کو سِیا جائے، اسی طرح کہا جاتا ہے أبل وأخلف یعنی آپ زندہ رہیں، یہاں تک کہ ان کپڑوں کو پرانا اور اس طرح بوسیدہ کردیں کہ ان میں پیوند لگانے پڑجائیں یہ تو کلام عرب اور لغت میں کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرات صحابہ میں سے جب کوئی نئے کپڑے پہنتا تو اس سے کہا جاتا تبلي و يخلف الله یعنی آپ ان کپڑوں کو بوسیدہ کردیں اور پھر اللہ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

باب کی آخری روایت میں ہے، ”خَمِيصَةٌ حُرَيْثِيَّةٌ“ یہ حُریث کی طرف منسوب ہے جو قبیلہ قضاعہ کے ایک شخص کا نام تھا۔(۴۳)

وهُو يَسِمُ الظَّهر: اور وہ اونٹ کو داغ رہے تھے۔ظَہر سے سواری اونٹ وغیرہ مراد ہے لأنها تحمل الأثقال على ظهرها۔(۴۴)

(٤٢☆) شرح ابن بطال ، كتاب اللباس: ١١٧/٩ـ ١١٨

(٤٣) فتح الباري: ٣٤٥/١٠، إرشاد الساري: ٥٣٨/١٢، عمدة القاري: ٥/٢٢

(٤٤) عمدة القاري: ٥/٢٢

۲۲ – باب : الثِّيَابِ الخُضْرِ .

٥٤٨٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ : أَنَّ رِفاعَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ، فَتزَوَّجَها عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ الْقُرَظِيُّ ، قالَتْ عائِشَةُ : وَعَلَيْها خِمارٌ أَخْضَرُ ، فَشَكَتْ إِلَيْها وَأَرَتْها خُضْرَةً بِجِلْدِها ، فَلَمَّا جاءَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، وَالنِّساءُ يَنْصُرُ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا ، قالَتْ عائِشَةُ : ما رَأَيْتُ مِثْلَ ما يَلْقَى الْمُؤْمِناتُ ؟ لَجِلْدُها أَشَدُّ خُضْرَةً مِنْ ثَوْبِها . قالَ : وَسَمِعَ أَنَّها قَدْ أَتَتْ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَجاءَ وَمَعَهُ ابْنانِ لَهُ مِنْ غَيْرِها ، قالَتْ : وَاللهِ ما لِي إِلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ ، إِلَّا أَنَّ ما مَعَهُ لَيْسَ بِأَغْنَى عَنِّي مِنْ هٰذِهِ ، وَأَخَذَتْ هُدْبَةً مِنْ ثَوْبِها ، فَقالَ : كَذَبَتْ وَاللهِ يا رَسُولَ اللهِ ، إِنِّي لَأَنْفُضُها نَفْضَ الْأَدِيمِ ، وَلٰكِنَّها ناشِزٌ ، تُرِيدُ رِفاعَةَ . فَقالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (فَإِنْ كانَ ذٰلِكِ لَمْ تَحِلِّي لَهُ ، أَوْ : لَمْ تَصْلُحِي لَهُ ، حَتَّى يَذُوقَ مِنْ عُسَيْلَتِكِ) . قالَ : وَأَبْصَرَ مَعَهُ ابْنَيْنِ لَهُ ، فَقالَ : (بَنُوكَ هٰؤُلاءِ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (هٰذا الَّذِي تَزْعُمِينَ ما تَزْعُمِينَ ، فَوَاللهِ ، لَهُمْ أَشْبَهُ بِهِ مِنَ الْغُرابِ بِالْغُرابِ) . [ر : ٢٤٩٦]

ثِيابُ الخُضرِ اضافت کے ساتھ "مسجد الجامع" کے قبیل سے ہے یعنی موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے، کشمیہنی کی روایت میں "الثیابُ الخضرُ" مرکب توصیفی ہے۔(۴۵)

حدیث باب میں امرأة رفاعة کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس کی تفصیل کتاب النکاح میں گذر چکی ہے، اس میں ہے "وعلیها خمارٌ أخضرُ" اسی مناسبت سے امام نے اس روایت کو یہاں ذکر کیا۔ أرَتْها خُضرةً بجلدِها: امرأة رفاعة نے حضرت عائشہؓ کو اپنی جلد کا وہ حصہ دکھایا جو مارنے کی وجہ سے سبز ہو گیا تھا۔ أرَتْ : إراءة باب إفعال سے ماضی واحد مؤنث کا صیغہ ہے۔ إنِّي لأنفُضُها نفضَ الأدِيم: علامہ ابن اثیر اس کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: أي أجهدها وأعركها، كما يُفعل بالأديم عند دباغه(۴۶) یعنی میں نے اسے اس طرح رگڑا جیسے چمڑا دباغت کے وقت رگڑا جاتا ہے، علامہ عینی رحمہ

(٤٥) إرشاد الساري: ٥٣٩/١٢، فتح الباري: ٥٤٦/١٠، عمدة القاري: ٥/٢٢

(٤٦) النهاية لابن الأثير: ٩٩/٥

اللہ فرماتے ہیں وهو كناية عن كمال قوة المباشرة۔(۴۷)

لَمْ تحِلّي له أولَمْ تَصلُحي له: لَمْ، یہاں "لا" کے معنی میں ہے(۴۸)"أو" شک کے لیے ہے، راوی کو شک ہے کہ لم تحلي کہا یا لم تصلحي کہا یعنی آپ رفاعہ کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتیں جب تک عبدالرحمٰن صحبت نہ کرے۔

هذا الذي تزعُمين ماتزعمين، فواللّٰه، لَهم أشبه به من الغُراب بالغُراب

هذا کامشار اليه عبدالرحمان بن زبیر (زاء کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) ہے جس کے ساتھ اس خاتون نے شادی کی تھی، حضور نے فرمایا، یہی ہے جس کے متعلق آپ باتیں کرتی ہیں (کہ یہ جماع پر قادر نہیں) حالانکہ یہ لڑکے عبدالرحمٰن سے اس سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں جتنی مشابہت کوے کو کوے سے ہوتی ہے!

٢٣ – باب : الثِّيَابِ الْبِيضِ .

٥٤٨٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ سَعْدٍ قَالَ : رَأَيْتُ بِشِمَالِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَمِينِهِ رَجُلَيْنِ ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ يَوْمَ أُحُدٍ ، ما رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ . [ر : ٣٨٢٨]

٥٤٨٩ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ : أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ : قالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ، وَهْوَ نَائِمٌ ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ ، فَقَالَ : (ما مِنْ عَبْدٍ قالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ) . قُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ؟ قالَ : (وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ) . قُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ؟ قالَ : (وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ) . قُلْتُ : وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ؟ قالَ : (وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ) .

وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قالَ : وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ .

---

(٤٧)عمدة القاري: ٢٢/٦

(٤٨) فتح الباري: ١٠/٥٤٧، إرشاد الساري: ١٢/٥٤٠، عمدة القاري: ٢٢/٦

وَكانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قالَ : وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللّٰهِ : هٰذَا عِنْدَ المَوْتِ ، أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ ، وَقالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ ، غُفِرَ لَهُ . [ر : ١١٨٠]

سفید لباس تمام رنگوں میں سب سے افضل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے تمام دوسرے رنگ والے لباس پر ترجیح دیتے تھے، سنن ابی داود، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے، آپؐ نے فرمایا "البسوامن ثيابكم البياض، فإنها من خير ثيابكم، وكفّنوافيها موتاكم"(۴۹) سفید لباس استعمال کرو اور اسی میں اپنے مردوں کو دفن کرو اس لیے کہ یہ بہترین لباس ہے۔

٢٤ – باب : لُبْسِ الحَرِيرِ وَٱفْتِرَاشِهِ لِلرِّجالِ ، وَقَدْرِ ما يَجُوزُ مِنْهُ .

٥٤٩٠/٥٤٩٢ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ : أَتَانَا كِتَابُ عُمَرَ ، وَنَحْنُ مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ بِأَذْرَبِيجَانَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ نَهى عَنِ الحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذَا ، وَأَشَارَ بِإِصْبَعَيْهِ اللَّتَيْنِ تَلِيَانِ الْإِبْهَامَ ، قالَ : فِيمَا عَلِمْنَا أَنَّهُ يَعْنِي الْأَعْلَامَ .

---

(٤٩)أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في البياض (رقم الحديث: ٤٠٦١) ٥١/٤ وأخرجه الترمذي في كتاب الجنائز، باب مايستحب من الأكفان (رقم الحديث: ٩٩٤) ٣١٩/٣ وأخرجه ابن ماجه مع تقديم وتأخير في كتاب اللباس، باب البياض من الثياب (رقم الحديث: ٣٥٦٦) ١١٨١/٢

(٥٤٩٠) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في هذا الباب في مواضع (رقم الحديث: ٥٤٩١، ٥٤٩٢، ٥٤٩٦، ٥٤٩٧) وأخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة......: ١٦٤١/٣ (رقم الحديث: ٢٠٦٩) وأخرجه أبوداود في اللباس، باب ماجاء في لبس الحرير: ٤٦/٤ (رقم الحديث: ٤٠٤٢) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب مارخص فيه للرجال من لبس الحرير: ٤٧٤/٥ (رقم الحديث: ٩٦٢٧) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الجهاد، باب لبس الحرير والديباج في الحرب: ٩٤٢/٢ (رقم الحديث: ٢٨٢٠) وأخرجه ابن ماجه أيضاً في كتاب اللباس، باب الرخصة في العلم في الثوب: ١١٨٨/٢ (رقم الحديث: ٣٥٩٣)

(٥٤٩١) : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ قالَ : كَتَبَ إِلَيْنا عُمَرُ وَنَحْنُ بِأَذْرَبِيجانَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا هٰكَذا . وَصَفَ لَنا النَّبِيُّ ﷺ إِصْبَعَيْهِ ، وَرَفَعَ زُهَيْرٌ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ .

(٥٤٩٢) : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنا يَحْيَى ، عَنِ التَّيْمِيِّ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ قالَ : كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (لَا يُلْبَسُ الحَرِيرُ في ٱلدُّنْيا إِلَّا لَمْ يُلْبَسْ مِنْهُ شَيْءٌ في الآخِرَةِ) وأَشارَ أَبُو عُثْمانَ بِإِصْبَعَيْهِ : الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى .

حدّثنا الحَسَنُ بْنُ عُمَرَ : حدّثنا مُعْتَمِرٌ : حَدَّثَنا أَبِي : حدّثنا أَبُو عُثْمانَ . وأَشارَ أَبُو عُثْمانَ بِإِصْبَعَيْهِ : الْمُسَبِّحَةِ والْوُسْطَى . [٥٤٩٦ ، وانظر : ٥٤٩٧]

٥٤٩٣ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ ، عَنِ الحَكَمِ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى قالَ : كانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدايِنِ ، فَٱسْتَسْقَى ، فَأَتاهُ دِهْقانٌ بِماءٍ في إِناءٍ مِنْ فِضَّةٍ ، فَرَماهُ بِهِ وَقالَ : إِنِّي لَمْ أَرْمِهِ إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهِ ، قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ٱلذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ ، وَالحَرِيرُ وَٱلدِّيباجُ ، هِيَ لَهُمْ في ٱلدُّنْيا ، وَلَكُمْ في الآخِرَةِ) . [ر : ٥١١٠]

٥٤٩٤ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنا شُعْبَةُ : حَدَّثَنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ ٱبْنَ مالِكٍ . قالَ شُعْبَةُ : فَقُلْتُ : أَعَنِ النَّبِيِّ ﷺ ؟ فَقالَ شَدِيدًا : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ في ٱلدُّنْيا فَلَنْ يَلْبَسَهُ في الآخِرَةِ) .

٥٤٩٥/٥٤٩٦ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ : قالَ مُحَمَّدٌ ﷺ : (مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ في ٱلدُّنْيا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ) .

(٥٤٩٦) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الجَعْدِ : أَخْبَرَنا شُعْبَة ، عَنْ أَبِي ذُبْيانَ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ : سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ لَبِسَ الحَرِيرَ في ٱلدُّنْيا لَمْ يَلْبَسْهُ في الآخِرَةِ) .

وَقالَ لَنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنا عَبْدُ الْوارِثِ ، عَنْ يَزِيدَ : قَالَتْ مُعاذَةُ : أَخْبَرَتْنِي أُمُّ عَمْرٍو

(٥٤٩٤) الحديث أخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة...... : ١٦٤٥/٣ (رقم الحديث: ٢٠٧٣) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب لبس الحرير: ٤٦٥/٥ (رقم الحديث: ٩٥٨٢، ٩٥٨٣، ٩٥٨٤......)

بِنْتُ عَبْدِ ٱللهِ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ : سَمِعَ عُمَرَ : سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ . [ر : ٥٤٩٠]

٥٤٩٧ : حدّثني محمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عُثْمانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبارَكِ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ قَالَ : سَأَلْتُ عائِشَةَ عَنِ الحَرِيرِ فَقَالَتِ : ٱئْتِ ٱبْنَ عَبَّاسٍ فَسَلْهُ ، قَالَ : فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : سَلِ ٱبْنَ عُمَرَ ، قَالَ : فَسَأَلْتُ ٱبْنَ عُمَرَ فَقَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو حَفْصٍ ، يَعْنِي عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّمَا يَلْبَسُ الحَرِيرَ فِي ٱلدُّنْيا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الآخِرَةِ) . فَقُلْتُ : صَدَقَ . وَما كَذَبَ أَبُو حَفْصٍ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ .

وَقالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَجاءٍ : حَدَّثَنَا حَرْبٌ ، عَنْ يَحْيَى ، حَدَّثَنِي عِمْرَانُ ، وَقَصَّ الحَدِيثَ . [ر : ٥٤٩٠]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب میں تین جزء قائم کیے ہیں پہلا جزء ہے ”لبس الحریر......“

ریشمی لباس کے استعمال کا مسئلہ

مردوں کے لیے ریشم کا استعمال عام حالات میں ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے اور حالتِ اضطراری میں بالاتفاق جائز ہے۔(۵۰)

البتہ بیماری اور جنگ وسفر وغیرہ میں حریر خالص کا لباس مردوں کے لیے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک اس صورت میں حریر خالص کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔(۵۱)

امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل اور حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک اس صورت میں

(۵۰) إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الحرير على الرجال وحلة للنسآء: ۳۳٦/۱۷ وردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في اللبس: ۲٤۷/٥

(۵۱)إعلاء السنن، كتاب الحظروالإباحة، باب في لبس الحرير لمعذور: ۳٤٥/۱۷۔ ۳٤٦۔ ۳٤۷

خالص ریشمی لباس کااستعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔(۵۲)

یہ حضرات حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے "ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم رخَّص لعبدالرحمن بن عوف والزبير بن العوام في القمص الحرير في السفر، من حكةٍ كانت بهما، أووجع كان بهما" (۵۳) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں صحابہ کو سفر میں خارش یا کسی دوسرے مرض کی وجہ سے ریشمی قمیص استعمال کرنے کی اجازت دی تھی!

امام ابو حنیفہ اور امام مالک ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں ریشمی لباس کے استعمال کی ممانعت وارد ہوئی ہے، ترمذی کی روایت ہے "حُرم لباسُ الحرير والذهب علىٰ ذكور أمتي وأحل لإناثهم"۔(۵۴)

حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام کی روایت کو وہ حالت اضطرار یا ان کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں، خصوصیت پر ابن عساکر کی اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو حضرت محمد بن سیرین سے منقول ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت خالد بن ولید کو ایک ریشمی قمیص پہنے دیکھا، پوچھا، یہ کیوں؟ انھوں نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کی یہ روایت ذکر کی تو حضرت فاروق اعظم نے فرمایا "أو لك مثل مالعبدالرحمن؟" یعنی کیا آپ کو بھی اسی طرح رخصت حاصل ہوگی جیسے عبدالرحمٰن کو حاصل تھی؟ اور پھر اس قمیص کو پھاڑ دیا!(۵۵)

---

(۵۲) إعلاء السنن، كتاب الحظروالإباحة، باب في لبس الحرير لمعذور: ۳٤٥/۱۷

(۵۳) أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الجهاد، باب الحريرفي الحرب (رقم الحديث: ۲۹۱۹) وأخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب إباحة لبس الحرير للرجل (رقم الحديث: ٥۳۸۷) وأبوداودفي كتاب اللباس، باب في لبس الحرير لعذر (رقم الحديث: ٤٠٥٦) والترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في الرخصة في لبس الحرير فى الحرب (رقم الحدبث: ۱۷۲۲) والنسائي في كتاب الزينة، باب الرخصة في لبس الحرير: ۳٥۱۰ و ۳٥۱۱ وابن ماجه في كتاب اللباس، باب من رخص له في الحرير، (رقم الحديث: ۳٦۲۷)

(٥٤) رواه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في الحرير والذهب (رقم الحديث: ۱۷۲۰) ۲۱۷/٤

(٥٥) إعلاء السنن، كتاب الحظروالإباحة، باب لبس الحرير لمعذور: ۳٤۸/۱۷

حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فقول أبي حنيفة في الباب أورع وأحوط، وقولهما أوسع وأقوى وأضبط" (۵۶)

ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ہے "وافتراشه للرجال"

ریشمی کپڑے بچھونے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں، اس میں بھی اختلاف ہے، اس پر ایک باب کے بعد امام نے مستقل باب قائم کیا ہے اور فتح الباری کے نسخے میں ترجمۃ الباب کا یہ جزء نہیں ہے۔

مردوں کے لیے ریشمی لباس کی جائز مقدار

ترجمۃ الباب کا تیسرا جزء ہے" وقدر مايجوز منه "یعنی مردوں کے لیے ریشمی لباس کی کتنی مقدار جائز ہے؟ چار انگلیوں کی بقدر یا اس سے کم لباس میں ریشم کا استعمال جائز ہے کیونکہ چار انگشت کی رخصت خود حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ (۵۷)

یہ تو خالص ریشم کا حکم ہے، البتہ اگر کوئی کپڑا ایسا ہے کہ اس میں ریشم خالص نہیں بلکہ اون وغیرہ کے ساتھ ملا ہوا ہے، جمہور فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں غالب کا اعتبار ہوگا، ریشم غالب ہے تو ناجائز اور مغلوب ہے تو جائز ہے۔ (۵۸)

صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا کپڑا جس کا سَدی (تانا) ریشم کا ہو اور لُحمہ (بانا) غیر ریشمی ہو تو اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ کپڑا بننے میں اصل لحمہ (بانا) ہے، سدی نہیں۔ (۵۹) (لمبائی میں جو دھاگہ ہوتا ہے اسے تانا اور چوڑائی میں جو ہوتا ہے اسے بانا کہتے ہیں۔)

باب کی پہلی حدیث میں ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ ہم آذربائجان میں تھے کہ ہمارے پاس حضرت فاروق اعظمؓ کا خط آیا (اس میں تحریر تھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم سے منع فرمایا

(٥٦) إعلاء السنن كتاب الحظر والإباحة، باب لبس الحرير لمعذور: ٣٤٨/١٧

(٥٧) الأبواب والتراجم: ١٠٥/٢، وفتح القدير، كتاب الذبائح، فصل في اللبس: ٤٥٤/٨

(٥٨) الأبواب والتراجم: ١٠٥/٢ وأشار إلى هذا ابن بطال في شرح صحيح البخاري: ١٠٥/٩

(٥٩) الهداية مع فتح القدير، كتاب الذبائح، فصل في اللبس: ٤٥٥/٨

ہے مگر اس قدر (اجازت ہے) اور انگوٹھے کے پاس والی دونوں انگلیوں (وسطی اور سبابہ) کے ذریعہ اشارہ کرتے ہوئے بتلایا (یعنی دو انگلیوں کی بقدر استعمال کی اجازت ہے۔)

قال: فيما علِمنا أنه يعني الأَعلامَ

ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں ہمارے علم کے مطابق اس سے ان کا مقصد گل بوٹے اور نقش و نگار تھے یعنی لباس میں بسا اوقات پھول اور گل بوٹے اور نقش و نگار بنائے جاتے ہیں تو اگر دو انگلیوں کے بقدر اس میں ریشم کا استعمال ہو تو شرعاً اس کی رخصت ہے۔

فقلتُ: أعنِ النبيِّ، فقال شديداً: عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم

یہ باب کی پانچویں روایت کے الفاظ ہیں، حضرت انسؓ نے حدیث بیان کی، شعبہ بن الحجاج نے اپنے شیخ عبدالعزیز بن صہیب سے پوچھا کہ حضرت انس نے یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے، تو وہ سخت ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ ہاں یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث ہے اور حضرت انسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نقل کی ہے۔

مَن لَبِس الحريرَ في الدنيا لَم يَلبسْه في الآخرة

اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ دنیا میں ریشمی لباس پہننے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ جنتیوں کا لباس حریر ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿ولباسهم فيها حرير﴾ ایسے شخص کو جب اہل جنت کا لباس نہیں ملے گا تو جنت بھی ابتداءً نہیں ملے گی، البتہ اپنے گناہ کی سزا پانے کے بعد پھر جنت میں داخل ہو سکے گا۔

اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ایسا شخص اگر اپنی دوسری نیکیوں کی بدولت جنت میں داخل ہو بھی گیا، تاہم جنت کا ریشمی لباس اسے نہیں ملے گا۔ (٦٠)

(٦٠) فتح الباري: ٣٥٦/١٠، إرشاد الساري: ٥٤٦/١٢

۲۵ – باب : مَنْ مَسَّ الحَرِيرَ مِنْ غَيْرِ لُبْسٍ .

وَيُرْوَى فِيهِ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٥٤٩٨ : حدثنا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ إِسْرَائِيلَ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ثَوْبُ حَرِيرٍ ، فَجَعَلْنَا نَلْمُسُهُ وَنَتَعَجَّبُ مِنْهُ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَا) . قُلْنَا : نَعَمْ ، قالَ : (مَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْ هٰذَا) .
[ر : ٣٠٧٧]

شارح بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کا مقصد بتلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"ليس النهي عن لباس الحرير من أجل نجاسة عينه فيحرم لمسه باليد، وإنما نهى عن لبسه من أجل أنه ليس من لباس المتقين، وعينه مع ذلك طاهرة، فلذلك جازلمسه والانتفاع بثمنه"(٦١)

یعنی امام بخاری کا مقصد اس باب سے یہ بات بتلانی ہے کہ ریشم کے استعمال سے جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ ریشم نجس العین اور ناپاک ہے بلکہ اس لیے کہ وہ صلحاء اور متقین کا لباس نہیں، ریشم ایک پاک چیز ہے اسی لیے اسے چھونا اور فروخت کر کے اس کی قیمت سے نفع اٹھانا جائز ہے۔

ويروى فيه عن الزبيدي عن الزهري عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم

محمد بن الولید زبیدی نے "زهري عن أنس" کے طریق سے اس بارے میں ایک مرفوع روایت نقل کی ہے، دار قطنی نے یہ روایت کتاب الأفراد والغرائب میں موصولاً نقل کی ہے۔"ان رسول الله صلى الله عليه وسلم أُهديتْ له حلةٌ من استبرقٍ، فجعل ناسٌ يلمسونها بأيديهم ويتعجّبون منها، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: تعجبكم هذه، فواللّٰهِ لمناديلُ سعدٍ في الحنة أحسنُ منها"(٦٢) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا جوڑا اسی

(٦١)شرح صحيح البخاري لابن بطال: ١١١/٩

(٦٢)عمدة القاري: ١٤/٢٢ ، فتح الباري: ٣٥٨/١٠

نے پیش کیا، لوگ اسے ہاتھوں سے چھو چھو کر تعجب کر رہے تھے (کہ کس قدر نرم و خوب صورت ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں یہ عجیب لگ رہا ہے، بخدا، جنت کے اندر سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوب صورت ہیں۔

٢٦ – باب : اَفْتِرَاشِ الحَرِيرِ .

وَقالَ عَبِيدَةُ : هُوَ كَلُبْسِهِ .

٥٤٩٩ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : حَدَّثَنَا أَبِي قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ أَبِي نَجِيحٍ ، عَنْ مُجاهِدٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : نَهانَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ نَشْرَبَ فِي آنِيَةِ ٱلذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ، وَأَنْ نَأْكُلَ فِيهَا ، وَعَنْ لُبْسِ الحَرِيرِ وَٱلدِّيبَاجِ ، وَأَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ .

[ر : ٥١١٠]

ریشمی بچھونے کا حکم

ریشم کو بچھونے، بستر اور تکیہ کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے:

حضرات مالکیہ، شافعیہ اور حضرات حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے (۶۳) یہ حضرات حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔

دوسرے وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک تقریب میں ریشمی بچھونے پر انھوں نے بیٹھنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ ”لأن أقعدَ على جمر الغضا أحبُّ إليّ من أن أقعدَ على محبس من حريرٍ“ (۶۴) یعنی درخت غضا کے انگاروں پر بیٹھنا ریشمی بچھونے پر بیٹھنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔ غضا کیکر کی طرح ایک درخت ہوتا ہے جس میں آگ دیر تک باقی رہتی ہے۔

امام ابو حنیفہ اور مالکیہ میں سے ابن الماجشون اور بعض شوافع کے نزدیک ریشمی بچھونے کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔ (۶۵)

---

(٦٣)فتح الباري: ١٠/٣٥٩، عمدة القاري: ٢٢/١٤، إعلاء السنن: ١٧/٣٥١

(٦٤)فتح الباري: ١٠/٣٥٩

(٦٥)فتح الباري: ١٠/٣٥٩، عمدة القاري: ٢٢/١٤

وہ ایک تو حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جو "وکیع عن مسعر عن راشد......" کے طریق سے مروی ہے "رأیتُ في مجلسِ ابنِ عباسٍ مرفقةَ حریرٍ" (۶۶) مرفقہ تکیہ کو کہتے ہیں۔

ابن سعد نے بھی اس طرح کی ایک روایت نقل کی ہے۔ (۶۷)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ریشمی تکیہ پر ٹیک لگانا مروی ہے۔ (۶۸)

حدیث باب کے جوابات

ان حضرات کی طرف سے حدیث باب کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

❶ حدیث باب میں جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ صرف جلوس سے متعلق نہیں، بلکہ لبس اور جلوس دونوں کے مجموعہ سے متعلق ہے کہ ریشمی لباس پہننے اور اس پر بیٹھنے دونوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ (۶۹)

لیکن ظاہر ہے، یہ جواب ضعیف ہے، نہی کو دونوں کے مجموعے سے بغیر کسی وزنی دلیل کے متعلق کرنا خلاف اصل اور خلاف ظاہر ہے۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ "وأن نجلسَ علیه" کا اضافہ جریر بن حازم کا تفرد ہے، اس روایت کے دوسرے جتنے طرق ہیں، ان میں یہ اضافہ نہیں، لہٰذا یہ معتبر نہیں۔ (۷۰)

لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ جریر ثقہ ہیں اور اصول حدیث کا مشہور ضابطہ ہے کہ

---

(۶۶) عمدة القاري: ۲۲/۱٤

(۶۷) عمدة القاري: ۲۲/۱٤

(۶۸) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۵/۲۵۰

(۶۹) عمدة القاري: ۲۲/۱۵، فتح الباري: ۱۰/۳۵۹

(۷۰) عمدة القاري: ۲۲/۱٤، إعلاء السنن: ۱۷/۳۵۱

"زیادة الثقة مقبولة"(۷۱)اس لیے بغیر کسی علت کے ثقہ راوی کے اضافہ کو غیر معتبر قرار دینا انصاف نہیں۔

❸اس لیے صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے جو بعض حنفی علماء نے لکھی بھی ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تک پہنچی نہیں تھی، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جریر بن حازم کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے تمام طرق میں یہ اضافہ نہیں اور جریر کی وفات امام ابو حنیفہ کی وفات سے پچیس سال بعد ہوئی تو بہت ممکن ہے، آپ کی وفات کے بعد جریر بن حازم نے یہ حدیث نقل کی ہو(۷۲)اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ إذا صح الحديث فهو مذهبي (۷۳)لہٰذا اس حدیث پر اگر عمل کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مسلک ہے تو اسے امام صاحب کے مسلک کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

٢٧ – باب : لُبْسِ الْقَسِّيِّ .

وَقَالَ عَاصِمٌ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ : قُلْتُ لِعَلِيٍّ : ما الْقَسِّيَّةُ ؟ قَالَ : ثِيَابٌ أَتَتْنَا مِنَ الشَّأْمِ ، أَوْ مِنْ مِصْرَ ، مُضَلَّعَةٌ فِيهَا حَرِيرٌ فِيهَا أَمْثَالُ الْأُتْرُجِّ ، وَالْمِيثَرَةُ : كَانَتِ النِّسَاءُ تَصْنَعُهُ لِبُعُولَتِهِنَّ ، مِثْلَ الْقَطَائِفِ يَصُفُّونَهَا .

وَقَالَ جَرِيرٌ : عَنْ يَزِيدَ فِي حَدِيثِهِ : الْقَسِّيَّةُ : ثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُجَاءُ بِهَا مِنْ مِصْرَ فِيهَا الْحَرِيرُ ، وَالْمِيثَرَةُ : جُلُودُ السِّبَاعِ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : عَاصِمٌ أَكْثَرُ وَأَصَحُّ فِي الْمِيثَرَةِ .

٥٥٠٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ : حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْمَيَاثِرِ الْحُمْرِ وَالْقَسِّيِّ . [ر : ١١٨٢]

---

(٧١) علوم الحديث لابن الصّلاح، النوع السادس عشر، معرفة زيادات الثقات وحكمها:٨٥، وألفية الحديث للحافظ العراقي، زيادة الثقات:١٤، وفتح المغيث بشرح ألفية الحديث، زيادة الثقات: ٤٤٦/١، وظفر الأماني بشرح مختصر السيّد الشريف الجرجاني:٣٥٩

(٧٢) إعلاء السنن: ٣٥١/١٧

(٧٣)مقدمة ردالمحتار: ٥٠/١

قَسّي (قاف کے فتحہ اور سین کے کسرہ اور تشدید کے ساتھ) ریشمی کپڑے کا نام ہے جو ساحل سمندر پر واقع ایک شہر "قَس" کی طرف منسوب ہے(۷۴) عاصم ابن کلیب نے ابو بردہ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا قسّیّة کیا ہے؟ انھوں نے کہا، ایک قسم کا کپڑا ہے جو ہمارے پاس شام یا مصر سے آتا تھا، اس میں اترنج کی طرح ریشم کی دھاریاں بنی ہوتی تھیں۔ مُضَلَّعةٌ فيهاحريرٌ: أي فيها خطوطٌ عريضةٌ كالأضلاع (۷۵) یعنی پسلیوں کی طرح اس میں ریشمی دھاریاں ہوتی ہیں۔

اور مِیثرة (میم کے کسرہ اور یاء کے سکون کے ساتھ) وہ کپڑا ہے جو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے چادروں کی طرح زرد رنگ کا بناتی تھیں۔ قَطَائف: قطيفة کی جمع ہے چادر کو کہتے ہیں يصفرها: تصفير باب تفعيل سے ہے زرد رنگ کرنا۔

پالان پر ڈالنے کے لیے اور تکیوں کے کور کے طور پر استعمال کرنے کے لیے ایک نرم اور خوب صورت کپڑا بنایا جاتا تھا اسے مِیثرةٌ کہا جاتا ہے۔(۷۶)

عاصم کی یہ تعلیق امام مسلمؒ نے موصولاً نقل کی ہے "نهانا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم عن لُبس القَسّيّ وعن المَيَاثر"(۷۷)

وقال جرير عن يزيد في حديثه......

یہاں جریر سے یا تو وہی جریر مراد ہیں جن کا تذکرہ ابھی اس سے پہلے باب میں آچکا ہے یعنی جریر بن حازم اور یا اس سے جریر بن عبد الحمید مراد ہیں، علامہ کرمانی نے پہلے اور حافظ ابن حجر نے دوسرے قول کو اختیار کیا۔(۷۸)

---

(٧٤) فتح الباري: ٣٦٠/١٠، عمدة القاري: ١٥/٢٢، إرشاد الساري: ٥٤٩/١٢

(٧٥) فتح الباري: ٣٦٠/١٠، إرشاد الساري: ٥٤٩/١٢

(٧٦) فتح الباري: ٣٦٠/١٠، عمدة القاري: ١٥/٢٢، إرشادالساري: ٥٤٩/١٢

(٧٧) أخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة ١٦٣٥/٣ (رقم الحديث: ٢٠٦٦)

(٧٨) فتح الباري: ٣٦١/١٠، شرح الكرماني: ٨٤/٢١

یزید سے علامہ مزی کے نزدیک یزید بن ابی زیاد مراد ہیں(۷۹)، حافظ نے بھی اسی کو اختیار کیاہے(۸۰)علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایاکہ اس سے یزید بن رومان مراد ہیں۔(۸۱)

حافظ دمیاطی نے "یزید" کے بجائے اسے بُرَیْد(باء کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ) نقل کیا ہے برید بن عبداللہ بن ابی بردہ بن موسی اشعری...... یہ مشہور صحابی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں۔(۸۲)

المِیْثرةُ: جُلودُ السِّباع

امام نووی رحمہ اللہ نے میثرۃ کی یہ تفسیر مسترد کردی ہے فرمایاکہ یہ مشہور معنی کے خلاف ہے(۸۳)اور اگر یہی معنی مراد لیے جائیں تو پھر ممانعت یا تو اس وجہ سے ہے کہ اس میں لوگ ریشم استعمال کرتے تھے یا یہ مترفین وعیش پسندوں کے ہاں رائج تھا،اس لیے منع فرمایا۔(۸۴)

قال أبوعبدالله: عاصمٌ أكثرُ وأصحُّ في الميثرة۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں(ابو عبداللہ سے امام بخاری مراد ہیں)کہ میثرۃ کی جو تفسیر عاصم نے کی وہ زیادہ صحیح ہے اور اس کے طرق بھی زیادہ ہیں۔

۲۸ – باب : ما يُرَخَّصُ لِلرِّجالِ مِنَ الحَرِيرِ لِلْحِكَّةِ .

۵۵۰۱ : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ لِلزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي لُبْسِ الحَرِيرِ ، لِحِكَّةٍ بِهِمَا . [ر : ۲۷۶۲] .

(۷۹) عمدة القاري: ۱۹/۲۲

(۸۰) فتح الباري: ۳٦۱/۱۰

(۸۱) شرح الكرماني: ۸٤/۲۱

(۸۲) عمدة القاري: ۱۵/۲۲، فتح الباري: ۳٦۱/۱۰

(۸۳)شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب......: ۱۸۸/۲

(۸٤) عمدة القاري: ۱۹/۲۲

حِكَّةٌ خارش کو کہتے ہیں، خارش اور عذر کی وجہ سے ریشمی لباس کا استعمال جمہور کے نزدیک جائز ہے، امام بخاری اس باب سے جمہور کی تائید فرمارہے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، تفصیل گذر چکی ہے۔

۲۹ – باب : الحَرِير لِلنِّسَاءِ .

۵۵۰۲ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ (ح) وَحَدَّثَنِي مُحَمدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ المَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كَسَانِي النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سِيَرَاءَ ، فَخَرَجْتُ فِيهَا ، فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ ، فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي . [ر : ۲٤٧٢]

۵۵۰۳ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قالَ : حَدَّثَنِي جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ : أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَأَى حُلَّةً سِيَرَاءَ تُبَاعُ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، لَوِ ابْتَعْتَهَا فَلَبِسْتَهَا لِلْوَفْدِ إِذَا أَتَوْكَ وَالْجُمُعَةِ ؟ قالَ : (إِنمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ) .

وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ بَعْدَ ذٰلِكَ إِلَى عُمَرَ حُلَّةَ سِيَرَاءَ حَرِيرًا كَسَاهَا إِيَّاهُ ، فَقَالَ عُمَرُ : كَسَوْتَنِيهَا ، وَقَدْ سَمِعْتُكَ تَقُولُ فِيهَا ما قُلْتَ ؟ فَقَالَ : (إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَبِيعَهَا ، أَوْ تَكْسُوَهَا) . [ر : ۸٤٦]

۵۵۰٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَّهُ رَأَى عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ عَلَيْهَا السَّلَامُ ، بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ ، بُرْدَ حَرِيرٍ سِيَرَاءَ .

حُلَّةٌ سِيَراء: یہ مرکب توصیفی بھی ہو سکتا ہے اور مرکب اضافی بھی(۸۵) وسِیَراء (سین کے کسرہ اور یاء کے فتحہ کے ساتھ) کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشمی دھاریاں اور خطوط ہوں، وإنما قیل لها سیراء لتسییر خطوط فیها۔(۸۶)

(۸۵) فتح الباري: ۱۰/۳٦٦، إرشاد الساري: ۱۲/۵۵۲، عمدة القاري: ۲۲/۱۷

(۸٦) فتح الباري: ۱۰/۳٦٦، عمدة القاري: ۲۲/۱۷، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۹/۱۱٤، إرشاد الساري: ۱۲/۵۵۲

(۵۵۰٤) الحديث أخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب الرخصة في السيراء للنساء: ۵/٤٦٤ (رقم الحديث: ۹۵۷۷)

خلیل نحوی نے فرمایا کہ فاء کے کسرہ کے ساتھ "فِعَلاء" کے وزن پر کلام عرب میں صرف دو کلمے استعمال ہوتے ہیں ایک سِیَراء اور دوسرا حِوَلاء (٨٧)

٣٠ - باب : ما كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتجوَّزُ مِنَ اللِّبَاسِ وَالْبُسْطِ .

٥٥٠٥ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَبِثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ المَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تظاهَرَتَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَجعَلْتُ أَهَابُهُ ، فَنَزَلَ يَوْمًا مَنْزِلاً فَدخَلَ الْأَرَاكَ ، فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ فَقَالَ : عائِشَةُ وَحَفْصَةُ ، ثُمَّ قالَ : كُنَّا في الجاهِلِيَّةِ لا نَعُدُّ النِّسَاءَ شَيْئًا ، فَلَمَّا جاءَ الْإِسْلَامُ وَذَكَرَهُنَّ ٱللهُ ، رَأَيْنَا لَهُنَّ بِذٰلِكَ عَلَيْنَا حَقًّا ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُدْخِلَهُنَّ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمورِنَا ، وَكانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ٱمْرَأَتِي كَلَامٌ ، فَأَغْلَظَتْ لِي ، فَقُلْتُ لَهَا : وَإِنَّكِ لَهُنَاكِ ؟ قالَتْ : تَقُولُ هٰذَا لِي وَٱبْنَتُكَ تُؤْذِي النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَتَيْتُ حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَهَا : إِنِّي أُحَذِّرُكِ أَنْ تَعْصِي ٱللهَ وَرَسُولَهُ ، وَتَقَدَّمْتُ إِلَيْهَا فِي أَذَاهُ ، فَأَتَيْتُ أُمَّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ لَهَا . فَقَالَتْ : أَعْجَبُ مِنْكَ يَا عُمَرُ ، قَدْ دَخَلْتَ فِي أُمورِنَا ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَأَزْوَاجِهِ ؟ فَرَدَّدَتْ ، وَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غابَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَشَهِدْتُهُ أَتَيْتُهُ بِمَا يَكُونُ ، وَإِذَا غِبْتُ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَشَهِدَ أَتَانِي بِمَا يَكُونُ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . وَكَانَ مَنْ حَوْلَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قَدِ ٱسْتَقَامَ لَهُ ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا مَلِكُ غَسَّانَ بِالشَّأْمِ ، كُنَّا نَخَافُ أَنْ يَأْتِينَا ، فَمَا شَعَرْتُ إِلَّا بِالْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ يَقُولُ : إِنَّهُ قَدْ حَدَثَ أَمْرٌ ، قُلْتُ لَهُ : وَمَا هُوَ ، أَجَاءَ الْغَسَّانِيُّ ؟ قَالَ : أَعْظَمُ مِنْ ذَاكَ ، طَلَّقَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ نِسَاءَهُ ، فَجِئْتُ فَإِذَا الْبُكَاءُ مِنْ حُجَرِهِنَّ كُلِّهَا ، وَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ قَدْ صَعِدَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ ، وَعَلَى بَابِ الْمَشْرُبَةِ وَصِيفٌ ، فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ : ٱسْتَأْذِنْ لِي ، فَأَذِنَ لِي ، فَدَخَلْتُ ، فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ عَلَى حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ ، وَتَحْتَ رَأْسِهِ مِرْفَقَةٌ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ ، وَإِذَا أُهُبٌ مُعَلَّقَةٌ وَقَرَظٌ ، فَذَكَرْتُ الَّذِي قُلْتُ لِحَفْصَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ ، وَالَّذِي رَدَّتْ عَلَيَّ أُمُّ سَلَمَةَ ، فَضَحِكَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَلَبِثَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ . [ر : ٨٩]

---

(٨٧) فتح الباري: ٣٦٦/١٠، عمدة القاري: ١٧/٢٢، إرشاد الساري: ٥٥٢/١٢

۵۵۰۶ : حدّثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الحَارِثِ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قالَتْ : ٱسْتَيْقَظَ ٱلنَّبِيُّ ﷺ مِنَ اللَّيْلِ ، وَهْوَ يَقُولُ : (لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللّٰهُ ، ماذَا أُنْزِلَ اللَّيْلَةَ مِنَ الْفِتْنَةِ ، ماذَا أُنْزِلَ مِنَ الخَزائِنِ ، مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الحُجُرَاتِ ، كَمْ مِنْ كَاسِيَةٍ فِي ٱلدُّنْيَا عارِيَةٌ يَوْمَ الْقِيامَةِ) . قالَ الزُّهْرِيُّ : وَكانَتْ هِنْدٌ لَهَا أَزْرَارٌ فِي كُمَّيْهَا بَيْنَ أَصَابِعِهَا . [ر : ۱۱۵]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر لباس اور فرش و بچھونے استعمال کرتے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں آپ کے لباس اور بچھونوں کی سادگی کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ باب کی پہلی روایت میں حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں "فإذا النبيُّ صلى الله عليه وسلم على حَصيرٍ، قد أثَّر في جَنبِه وتحت رأسه مِرفَقةٌ من أَدَمٍ حَشْوُهالِيفٌ، وإذا أُهُبٌ معلَّقة وقَرظٌ......" یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر بیٹھے تھے جس کے نشان آپ کے پہلو پر پڑگئے تھے اور آپ کے سر مبارک کے نیچے کھال کا تکیہ تھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، چند کھالیں لٹکی ہوئی تھیں اور رنگین گھانس تھی...... یہ آپ کے حجرہ مبارک کا نقشہ ہے۔ "قَرَظ (قاف اور راء کے فتحہ کے ساتھ) کیکر کے مشابہ ایک درخت کو بھی کہتے ہیں اور اس درخت کے پتوں کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

دوسری روایت میں حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار رات کی نیند سے یہ کہتے ہوئے بیدار ہوئے "لا إله إلا الله، کس قدر فتنے آج رات کو نازل ہوئے اور کس قدر خزانے اترے، کوئی ہے جو ان حجرے والیوں (امہات المؤمنین) کو جگادے، دنیا میں بہت سی پہننے والی ایسی ہیں جو قیامت کے دن ننگی ہوں گی"، زہری نے بیان کیا کہ ہند کی آستینوں میں انگلیوں کے پاس بٹن لگے ہوئے تھے۔

حضرت ہند نے آستین کے پاس اس لیے بٹن لگائے تھے کہ آستین کے اندر سے جسم کا حصہ نظر نہیں آئے، تاکہ وہ "كاسية عارية" کے زمرے میں شامل نہ ہوں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کی حدیث سے مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومطابقة الحديث للترجمة من حيث إنه حذَّر من لباس رقيق الثياب الواصفة

للجسد"(۸۸) یعنی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے باریک کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے جو جسم کے لیے ساتر نہ ہوں اس طرح کے لباس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے۔

۳۱ - باب : ما يُدْعٰى لِمَنْ لَبِسَ ثَوْبًا جَدِيدًا .

۵۵۰۷ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قالَ : حَدَّثَتْنِي أُمُّ خَالِدٍ بِنْتُ خَالِدٍ قَالَتْ : أُتِيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِثِيَابٍ فِيهَا خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ ، قالَ : (مَنْ تَرَوْنَ نَكْسُوهَا هٰذِهِ الخَمِيصَةَ) . فَأُسْكِتَ الْقَوْمُ ، قالَ : (ٱئْتُونِي بِأُمِّ خالِدٍ) . فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ ﷺ فَأَلْبَسَنِيهَا بِيَدِهِ ، وَقالَ : (أَبْلِي وَأَخْلِقِي) . مَرَّتَيْنِ ، فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى عَلَمِ الخَمِيصَةِ وَيُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَيَّ وَيَقُولُ : (يَا أُمَّ خالِدٍ هٰذَا سَنَا) . وَالسَّنَا بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ الحَسَنُ .

قالَ إِسْحٰقُ : حَدَّثَتْنِي ٱمْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِي : أَنَّهَا رَأَتْهُ عَلَى أُمِّ خالِدٍ . [ر : ۲۹۰٦]

جو شخص نیا کپڑا پہنے، اسے کیا دعا دی جائے، ایک دعا کا حدیث باب میں ذکر ہے "أبلي وأخلقي" ایک دعا ابن ماجہ اور نسائی نے نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس نیا کپڑا دیکھا تو فرمایا "البسْ جديداً، وعشْ حميداً، ومتْ شهيداً "(۸۹) نیا لباس پہنیں، اچھی زندگی گذاریں اور شہادت کی موت پائیں۔

اور پہننے والا خود یہ دعا پڑھے "اللهمّ لك الحمدُ أنت كَسوتَنيه أسالك من خيرِه وخيرِما صُنعَ له، وأعوذبك من شرِّه وشرما صُنعَ له" (یا اللہ! تیرا شکر کہ تو نے مجھے یہ لباس پہنایا، میں اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا سوالی ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اور اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے)(۹۰) حاکم نے "مستدرک" میں یہ دعا نقل کی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ دعا نقل فرمائی ہے "الحمدلله الذي كَساني ما أُوارِي به عَورَتي، وأتجمَّل به في حَيَاتي "(۹۱) (شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے ایسا لباس پہنایا جس سے میں اپنا

(۸۸) إرشاد الساري: ۵۵٦/۱۲

(۸۹) سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باب مايقول الرجل إذا لبس ثوباً جديداً: ۱۱۷۸/۲ (رقم الحديث: ۳۵۵۸)

(۹۰) المستدرك للحاكم، كتاب اللباس، باب في الدعا، عذر ثوب جديد: ۱۹۲/٤

(۹۱) رواه الترمذي في كتاب الدعوات، باب (بلاترجمه): ۵۵۸/۵ (رقم الحديث: ۳۵٦)

ستر چھپاتا ہوں اور زندگی میں جمال حاصل کرتا ہوں۔)

ایک اور دعا امام احمد اور امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے "الحمدللّٰه الذي كَسَاني هذا، الثوب، ورَزَقنيه من غير حولٍ منّي ولاقوة" (۹۲) (شکر ہے اللہ کا جس نے مجھے یہ کپڑا پہنایا اور میری کسی قوت و طاقت کے بغیر مجھے یہ عطا فرمایا۔)

یہ ادعیہ چونکہ امام بخاریؒ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے امام نے انہیں ذکر نہیں کیا (۹۳)

۳۲ – باب : التَّزَعْفُرِ لِلرِّجالِ .

۵۵۰۸ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ .

۳۳ – باب : الثَّوْبِ الْمُزَعْفَرِ .

۵۵۰۹ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : نَهى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِوَرْسٍ أَوْ بِزَعْفَرانٍ . [ر : ۱۳۴]

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کا حکم

زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں اختلاف ہے:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے، البتہ کپڑوں میں استعمال کر سکتے ہیں، بدن میں نہیں۔(۱)

حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے، جسم میں بھی اور

(۹۲)أخرجه أبوداود في كتاب اللباس: ٤٢/٤ (رقم الحديث: ٤٠٢٣)

(۹۳)عمدة القاري: ٢١/٢٢

(۵۵۰۸) الحديث أخرجه مسلم في اللباس، باب نهي الرجل عن التزعفر: ١٦٦٢/٣ (رقم الحديث: ٢١٠١) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب الترعفر والخلوق: ٤٢٩/٥ (رقم الحديث: ٩٤١٤)

(۱)شرح صحيح البخاري لابن بطال: ١١٩/٩، عمدة القاري: ٢٢/٢٢، شرح زرقاني، كتاب اللباس، باب في لبس الثياب، باب في لبس الثياب المصبغة والذهب: ٢٦٩/٤

کپڑوں میں بھی دونوں میں اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے(۲)، کیونکہ حدیث باب میں مطلقاً ممانعت ہے "نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم أن يتزَعفر الرجلُ"(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا) تَزَعْفُر کے معنی زعفران میں رنگ کرنے کے آتے ہیں۔

حضرات مالکیہ مؤطاامام مالک کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے "كان يلبس الثوب المصبوغ بالزعفران"(۳) (یعنی حضرت عبداللہ بن عمرؓ زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔)

شارحِ ہدایہ، علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ جمہور نے محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہوئے نہی پر عمل کیا، اگرچہ اباحت کی روایات بھی ہیں۔(۴)

"ثوب مُزعفَر" کی طرح ایک اور کپڑا "ثوب مُعصفَر" کہلاتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن شارحین نے اس کا حکم بیان کیا ہے۔

ثوب معصفر کا حکم

عُصْفُر (عین کے ضمہ، صاد کے سکون اور فاء کے ضمہ کے ساتھ) ایک خاص قسم کے زرد رنگ کا پودا ہے جس کو پانی میں ڈال کر کپڑے رنگے جاتے ہیں، عربوں میں اس کا رواج تھا(۵) اردو میں اس کو "کسم" کہتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب اللباس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ثوب معصفر دیکھا تو فرمایا "إنَّ هذه مِن ثيابِ الكُفار، فلاتلبسْها"(۶)

---

(۲)أوجز المسالك في كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الثياب المصبغة والذهب: ۱۷۷/۱۴ ، والمغني لابن قدامة، كتاب الصلوة، باب لباس المصلي، الفصل الثالث فيمايكره: ۳٤۱/۱

(۳) المؤطا للإمام مالكؒ، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الثياب المصبغة والذهب: ۹۱۱/۲

(٤) أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الثياب المصبغة : ۱۷۷/۱٤

(٥)القاموس الوحيد: ۱۰۷۹

(٦)أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر (رقم الحديث: ۲۰۷۷) ۱٦٤۷/۳

اس حدیث سے استدلال کر کے حضرات حنفیہ فرماتے ہیں کہ مردوں کے لیے اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔(۷) اگرچہ امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابو حنیفہ سے جواز کا قول بھی نقل کیا ہے(۸) لیکن حنفیہ کا مسلک مختار کراہت کا ہے، ابن قدامہ نے حنابلہ کے ہاں بھی کراہت کا قول نقل کیا ہے۔(۹)

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول مشہور اباحت کا ہے(۱۰) لیکن امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غالباً امام شافعی تک نہی کی روایت نہیں پہنچی تھی، بیہقی نے کراہت کو راجح قرار دیا ہے۔(۱۱)

امام مالک رحمہ اللہ سے مختلف روایات منقول ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ اگر اس کا رنگ زیادہ گہرا نہ ہو تو جائز ہے، البتہ کسم کا رنگ گہرا ہو تو ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔(۱۲)

حدیث باب میں "وَرْس" کا لفظ آیا ہے، یہ بھی ایک پودا ہوتا ہے اور کپڑے رنگنے میں کام آتا ہے۔(۱۳)

یاد رہے کہ ائمہ کے نزدیک ثوب مزَعفَر اور معَصفَر کی یہ ممانعت صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے نہیں!

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے اندر جو حدیث نقل کی ہے، اس میں نہی صرف محرم کے حق میں ہے جس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ غیر محرم کے لیے ثوب مزعفر کا استعمال جائز ہے، امام نے پہلا باب قائم کیا "بابُ التزَعفُر للرِجَال" اور اس کے تحت حدیث ذکر کی "نهى النبيُّ صلى الله عليه وسلم أن يتزَعفَر الرجلُ" اس میں نہی مطلق ہے اور دوسرے باب "باب الثوب المزَعفَر" میں روایت ذکر کی، اس میں نہی صرف محرم کے لیے ہے، امام کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی امام مالک کی

---

(۷) الدر المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۲۵۲/۵

(۸) دیکھیے، شرح مسلم للنووي في كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن لبس المعصفر: ۱۹۳/۲

(۹) المغني لابن قدامة، كتاب اللباس، باب لباس المصلي، الفصل الثالث فيما يكره: ۳٤۱/۱

(۱۰) إرشاد الساري: ۵۵۸/۱۲

(۱۱) فتح الباري: ۳۷۵/۱۰، إرشاد الساري: ۵۵۸/۱۲

(۱۲) شرح الزرقاني على المؤطا للإمام مالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس ثياب المصبغة والذهب: ۲۷۰/٤

(۱۳) إرشاد الساري: ۵۵۹/۱۲

طرح نہی مطلق کو مقید پر محمول کرتے ہیں، امام مالک کے نزدیک محرم کے لیے ثوب مزعفر کا استعمال حدیث باب کی وجہ سے ممنوع ہے۔(۱۴)

٣٤ – باب : الثَّوْبِ الأَحْمَرِ .

٥٥١٠ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : سَمِعَ الْبَرَاءَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ مَرْبُوعًا . وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ ، ما رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْهُ . [ر : ٣٣٥٦]

٣٥ – باب : الْمِيثَرَةِ الحَمْرَاءِ .

٥٥١١ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَشْعَثَ ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ : عِيَادَةِ المَرِيضِ ، وَٱتِّبَاعِ الجَنَائِزِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَنَهَانَا عَنْ : لُبْسِ الحَرِيرِ ، وَٱلدِّيبَاجِ ، وَالْقَسِّيِّ ، وَالإِسْتَبْرَقِ ، وَالمَيَاثِرِ الحُمْرِ . [ر : ١١٨٢]

سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنے کا حکم

مردوں کے لیے سرخ رنگ کا کپڑا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں روایات مختلف ہیں۔ بعض روایات سے جواز اور بعض سے عدم جواز معلوم ہوتا ہے۔(۱۵) روایات کے اس تعارض کی وجہ

(١٤) فتح الباري: ١٠/٣٧٥، عمدة القاري: ٢٢/٢٢

(١٥) عن البراء بن عازبؓ يقول: "ما رأيت أحداً أحسن في حلّة حمراء من النبي صلى الله عليه وسلم" أخرجه البخاري في كتاب اللباس، باب الجعد (رقم الحديث: ٥٩٠١) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب في صفة النبي صلى الله عليه وسلم (رقم: ٤/١٨١٨) (رقم الحديث: ٢٣٣٧)
عن عبدالله بنْ عمروبن العاص رضي الله تعالىٰ عنه قال: "مرَّعلى النبي صلى الله عليه وسلم رجلٌ وعليه ثوبان أحمران، فسلّم، فلم يردَّعليه رسولُ الله صلى الله عليه وسلم" أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في الحمرة: ٤/٥٣ (رقم الحديث: ٤٠٦٩) وأخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب كراهية لبس المعصفر للرجال: ٥/١١٩ (رقم الحديث: ٢٨٠٧)

سے فقہاء کے اقوال بھی اس میں مختلف ہیں، چنانچہ بعض علماء نے اس کو مطلقاً جائز، بعضوں نے مطلقاً ناجائز کہا ہے، حضرات حنفیہ کے ہاں اس میں سات سے زیادہ اقوال ہیں، بعض کے نزدیک حرام، بعض کے نزدیک مباح، بعض کے نزدیک مستحب، بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، لیکن ترجیح کراہت تنزیہی کے قول کو ہے، (۱۶) حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والمذهب في لبس الحمرة والصفرة: أن المزعفر والمعصفر ممنوع عنه الرجال مطلقا، والحمرة والصفرة غير ذلك، فالفتوى على جوازهما مطلقاً، لكن التقوى غير ذلك" (۱۷)

یہ تفصیل گہرے سرخ رنگ کے کپڑے سے متعلق ہے، البتہ ہلکے سرخ رنگ کا کپڑا، یا ایسا کپڑا جس میں سرخ دھاریاں ہوں، بلا کراہت جائز ہے۔ (۱۷☆)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الثوب الأحمر کے تحت جو روایت ذکر کی ہے، اس سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن رأس کا حکم اس سے جدا ہے اور سرخ ٹوپی کا پہننا بالاتفاق جائز اور درست ہے۔

۳۶ – باب : النِّعَالِ السِّبْتِيَّةِ وَغَيْرِهَا .

۵۵۱۲ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ سَعِيدٍ أَبِي مَسْلَمَةَ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسًا : أَكانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي نَعْلَيْهِ ؟ قالَ : نَعَمْ . [ر : ۳۷۹]

۵۵۱۳ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ : أَنَّهُ قالَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : رَأَيْتُكَ تَصْنَعُ أَرْبَعًا لَمْ أَرَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِكَ يَصْنَعُهَا ، قالَ : ما هِيَ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ ؟ قالَ : رَأَيْتُكَ لَا تَمَسُّ مِنَ الْأَرْكانِ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ ،

(۱۶) إمداد الفتاوى: ٤/١٢٥، کفایت المفتی میں جائز کہا ہے: ۹/۱۰۷، أحسن الفتاوى: ٦٢/٨

(۱۷) الأبواب والتراجم: ٢/١٠٧، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٣٥٨/٦

(۱۷☆) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٣٥٨/٦

وَرَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ ، وَرَأَيْتُكَ تَصْبُغُ بِالصُّفْرَةِ ، وَرَأَيْتُكَ إِذَا كُنْتَ بِمَكَّةَ ، أَهَلَّ النَّاسُ إِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ ، وَلَمْ تُهِلَّ أَنْتَ حَتَّى كانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ . فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ : أَمَّا الْأَرْكَانُ : فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَمَسُّ إِلَّا الْيَمَانِيَيْنِ ، وَأَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ : فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا ، وَأَمَّا الصُّفْرَةُ : فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَصْبُغُ بِهَا ، فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَصْبُغَ بِهَا . وَأَمَّا الْإِهْلَالُ : فَإِنِّي لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُهِلُّ حَتَّى تَنْبَعِثَ بِهِ رَاحِلَتُهُ . [ر : ١٦٤]

٥٥١٤ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : نَهَى رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ . وَقالَ : (مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ ، وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ) . [ر : ١٣٤]

٥٥١٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ جابِرِ ابْنِ زَيْدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِزَارٌ فَلْيَلْبَسِ السَّرَاوِيلَ ، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَعْلَانِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ) . [ر : ١٦٥٣]

سِبْتِيَّة (سین کے کسرہ، باء کے سکون، تاء کے کسرہ اور یاء مفتوحہ مشددہ کے ساتھ) النِّعَال کی صفت ہے، سبت کے اصل معنی کاٹنے کے آتے ہیں، نِعَال سِبتِیَّة سے چمڑے کے ایسے جوتے مراد ہیں جن کی کھال سے بال صاف کر کے جوتے بنائے گئے ہوں، زمانہ قدیم میں کھال سے بنے ہوئے دونوں طرح کے جوتوں کا رواج تھا، کھال سے بال صاف کر کے جوتے بنائے جاتے، مالدار لوگ ایسے ہی جوتے استعمال کرتے اور بال صاف کیے بغیر بھی بنائے جاتے۔(۱۸)

ترجمۃ الباب کا مقصد

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وعندي أن المصنف إنما ترجم بالنعال السبتية لما يتوهم من بعض الروايات من كراهيتها، ولما قال عبيد بن جريج كما في رواية الباب من

(۱۸)عمدة القاري: ۲۲/۲۴

قوله: "لم أر أحدا يصنعها" فأشار المصنف بالترجمة إلى مشروعيتها" (۱۹)

یعنی سبتی جوتیوں کو بعض لوگوں نے مکروہ کہا ہے (کیوں کہ زمانہ جاہلیت میں مترفین اور تعیش پسند لوگ ان کو استعمال کرتے تھے) بعض روایات سے بھی اس کی کراہت کا وہم ہوتا ہے، روایت باب کے اندر عبید بن جریج نے بھی کہا میں نے کسی کو یہ جوتے بناتے ہوئے نہیں دیکھا، اس قول سے بھی کراہت کا وہم کسی کو ہو سکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمۃ الباب سے اس کی بلا کراہت مشروعیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

سبتی جوتوں کا استعمال مطلقاً جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قبرستان میں سبتی جوتوں کا استعمال درست نہیں، مکروہ ہے، (۲۰) وہ بشیر بن الخصاصیہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابوداود نے بشیر بن نہیک سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلاً يمشي في نعلين بين القبور، فقال: ياصاحب السبتيّتين: ألقهما" (۲۱)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قبروں کے درمیان جوتوں سمیت چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اے سبتی جوتے والے! جوتے اتار دیں)

لیکن اس روایت میں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ألقهما سے جوتے اتارنا مراد نہ ہو بلکہ جوتوں پر لگی نجاست صاف کرنا مراد ہو۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ احتمال ذکر کیا ہے، یہ احتمال اگرچہ احتمال بعید ہے لیکن چونکہ حضرت انسؓ کی صحیح حدیث سے قبرستان میں جوتوں سمیت جانے کی اجازت معلوم ہوتی ہے جس میں ہے "إنَّ الميتَ يسمع قرعَ نعالِهم، إذا ولّوا عنه مُدبرين" (۲۲) (مردے کو دفن کر کے

(۱۹) الأبواب والتراجم: ۲/۰۷

(۲۰) فتح الباري: ۱۰/۳۷۹

(۲۱) المسند للإمام أحمدؒ، مسانيد بشير بن الخصاصية: ۵/۸۳، سنن أبي داود، كتاب الجنائز، باب المشي في النعل بين القبور: ۳/۲۱۷ (رقم الحديث: ۳۲۳۰)

(۲۲) أخرجه أبوداود في كتاب السنة، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر: ۴/۲۳۹ (رقم الحديث: ۴۷۵۲)

جب لوگ واپس جاتے ہیں تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے) اس لیے یہ تاویل کی گئی۔

حافظ ابن حجرؒ نے ایک اور احتمال بھی ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ويحتمل أن يكون النهي لإكرام الميت، وليس ذكر السبتيتين للتخصيص، بل اتفق ذلك، والنهي إنما هو للمشي على القبور بالنعال" (۲۳)

"یعنی ممکن ہے قبرستان میں جوتوں کے پہننے کی ممانعت اہل قبور کے اکرام کی وجہ سے ہو کہ جوتوں سمیت قبروں کے اوپر نہ چلا جائے کہ یہ خلاف ادب ہے اور "سبتیتین" کا ذکر احترازی نہیں اتفاقی ہے، مراد ہر قسم کے جوتے ہیں۔"

۳۷ - باب : يَبْدَأُ بِالنَّعْلِ الْيُمْنَى .

٥٥١٦ . حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ : سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ . [ر : ١٦٦]

۳۸ - باب : يَنْزِعِ نَعْلَهُ الْيُسْرَى .

٥٥١٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا ٱنْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمالِ ، لِتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُما تُنْزَعُ) .

---

(٢٣) فتح الباري: ٣٨٠/١٠

(٥٥١٧) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء بأي رجل يبدأ إذا تنعّل: ٢٤٤/٤ (رقم الحديث: ١٧٧٩) وأخرجه مسلم في اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعل في اليُمنى أولاً......: ١٦٦٠/٣ (رقم الحديث: ٢٠٩٧) وأخرجه أبوداود في اللباس، باب في الانتعال: ٧٠/٤ (رقم الحديث: ٤١٣٩) وأخرجه ابن ماجه في اللباس، باب لبس النعال و خلعها: ١١٩٥/٢ (رقم الحديث: ٣٦١٦)

جوتے پہننے میں ادب اور سنت یہی ہے کہ جوتا پہنتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں داخل کیا جائے اور نکالتے وقت بایاں پاؤں پہلے نکالا جائے، دائیں پاؤں کو پہننے میں مقدم اور نکالنے میں مؤخر رکھا جائے۔

٣٩ - باب : لَا يَمْشِي فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ .

٥٥١٨ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي الزِّنادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا يَمْشِي أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ ، لِيُحْفِهِما جَمِيعًا أَوْ لِيُنْعِلْهُما جَمِيعًا) .

ایک جوتے میں چلنا مکروہ ہے

ایک پاؤں میں جوتا ہے اور دوسرا بغیر جوتے کے ہے، اس ہیئت میں چلنا مکروہ ہے، اس لیے کہ یہ اعتدال سے ہٹ کر بے ڈھنگا پن ہے، لباس اور ہیئت میں اس طرح کا انداز اختیار کرنا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کی طرف متوجہ ہوں، ممنوع ہے اور ابن العربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شیطان کی چال ہے، اس لیے ممنوع ہے۔(٢٤)

حدیث باب حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک جوتی پہن کر نہ چلے یا دونوں اتار لے یا دونوں پہن لے۔

لِيُحْفِهِما: یہ إحفاء باب افعال سے ہے جس کے معنی پاؤں ننگے کرنے اور جوتی نکالنے کے ہیں أنعَل کے معنی جوتے پہنانے کے ہیں۔

(٥٥١٨) الحديث أخرجه مسلم في اللباس والزينة، باب استحباب لبس النعل في اليُمنى أولاً......:١٦٦٠/٣ (رقم الحديث: ٢٠٩٧) وأخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في كراهية المشي في النعل الواحدة: ٢٤٢/٤ (رقم الحديث: ١٧٧٤) وأخرجه أبوداود في اللباس، باب في الانتعال: ٦٩/٤ (رقم الحديث: ٤١٣٦) وأخرجه ابن ماجه في اللباس، باب المشي في النعل الواحد: ١١٩٥/٢ (رقم الحديث: ٣٦١٧)

(٢٤)فتح الباري : ٣٨١/١٠، عمدة القاري: ٢٦/٢٢

تعارضِ روایات اور اس کا حل

بعض روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک جوتی میں چلنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت منقول ہے کہ "ربما مشی النبيُّ صلی اللّٰہ علیه وسلم في نعلٍ واحدةٍ" اور خود حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ "إنها مشتْ في خفٍّ واحدٍ" (۲۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے موقوفاً صحیح ہے، گویا مرفوعاً کو انھوں نے غیر صحیح قرار دیا۔ (۲٦)

حضرت عائشہؓ کے علاوہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی ایک جوتی میں چلنا مروی ہے۔ (۲۷)

لیکن دونوں طرح کی روایات میں حقیقتاً کوئی تعارض نہیں، عام حالات میں تو ادب یہی ہے کہ دونوں پاؤں میں جوتے ہوں یا دونوں میں نہ ہوں، ہاں کبھی کسی عذر کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے ایک جوتے میں چلنا بھی درست اور جائز ہے مثلاً ایک جوتا راستہ میں ٹوٹ گیا، اسے بنانے کے لیے ہاتھ میں لیا اور دوسرا جوتا پاؤں میں ہے تو اس کی گنجائش ہے۔ (۲۸)

اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث باب میں نہی تنزیہی ہے جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ (۲۹)

---

(۲۵) ایک جوتی میں چلنا، امام ترمذی نے اس کو نقل کیا ہے۔ کتاب اللباس، باب ماجاء من الرخصة في المشي في النعل الواحدة: ٤/٢٤٤ (رقم الحديث: ١٧٧٧) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی کبھی کبھی ایک جوتی میں چلا کرتی تھیں، أخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء من الرخصة في المشي في النعل الواحدة: ٤/٢٤٤ (رقم الحديث: ١٧٧٨)

(٢٦) سنن الترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء من الرخصة في المشي......: ٤/٢٤٤ (رقم الحديث: ١٧٧٨)

(٢٧) عمدة القاري: ٢٢/٢٦

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٣٨٢، وعمدة القاري: ٢٢/٢٦

(٢٩) فتح الباري: ١٠/٣٨١، وعمدة القاري: ٢٢/٢٦

٤٠ - باب : قِبَالَانِ فِي نَعْلٍ ، وَمَنْ رَأَى قِبَالاً وَاحِدًا وَاسِعًا .

٥٥١٩/٥٥٢٠ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ نَعْلَيِ النَّبِيِّ ﷺ كانَ لَهُمَا قِبَالَانِ .

(٥٥٢٠) : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قالَ : أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ نَعْلَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ . فَقَالَ : ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ : هٰذِهِ نَعْلُ النَّبِيِّ ﷺ .

[ر : ٢٩٤٠]

قِبال (قاف کے کسرہ کے ساتھ) جوتے کے اس تسمے کو کہتے ہیں جو اوپر سے جاکر پاؤں کے انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی کے درمیان نیچے جوتے میں جڑا ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں میں دو تسمے تھے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں فرمایا "ومن رأى قِبالاًواحداً واسعاً" یعنی بعض لوگ ایک تسمے کو بھی جائز سمجھتے ہیں، واسع جائز کے معنی میں ہے (۳۰) ترجمۃ الباب کے اس دوسرے جزء سے متعلق باب میں کوئی حدیث نہیں، شارح بخاری علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"دلالة الحديث على الترجمة من جهة أن النعل صادقة على مجموع مايلبس في الرجلين، وأماالركن الثاني من الترجمة، فمن جهة أن مقابلة الشيئ بالشيئ يفيدالتوزيع، فلكل واحد من نعلِ رِجل قبال واحد"(۳۱)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ حدیث باب میں دو تسموں کا ذکر ہے، ایک کا نہیں ہے، تاہم ایک کا ذکر ایک اور مشہور قاعدے سے مفہوم ہو رہا ہے اور وہ قاعدہ ہے مقابلة الشيئ بالشيئ يفيد التوزيع یعنی ایک چیز کو دوسرے کے مقابلے میں ذکر کیا جائے تو توزیع اور تقسیم کا فائدہ دیتا ہے، لہٰذا دو تسموں کو "نعل" کے مقابلہ میں ذکر کیا تو ہر جوتے کے حصے میں ایک تسمہ آجاتا ہے اس طرح ایک قِبال کا ذکر ضمناً

(۳۰) فتح الباري: ۳۸۳/۱۰ ، عمدة القاري: ۲۶/۲۲، شرح الكرماني: ۹٤/۲۱

(۳۱) الأبواب والتراجم: ۱۰۷/۲، نیز دیکھیے شرح الكرماني: ۹٤/۲۱

اس حدیث سے مفہوم ہو رہا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس دوسرے جزء سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ان روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں بعض اسلاف سے ایک تسمے کا ذکر منقول ہے، لیکن وہ روایات چونکہ امام کی شرط پر نہیں تھیں اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا، تاہم امام بخاری کے سیاق ترجمہ سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہ دو تسموں کو ایک پر ترجیح دے رہے ہیں۔ (۳۲)

٤١ – باب : الْقُبَّةِ الحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ .

٥٥٢١ : حدثنا محمد بن عرعرة قال : حدثني عمر بن أبي زائدة . عن عون بن أبي جحيفة ، عن أبيه قال : أتيت النبي ﷺ وهو في قبة حمراء من أدم ، ورأيت بلالا أخذ وضوء النبي ﷺ ، والناس يبتدرون الوضوء ، فمن أصاب منه شيئا تمسح به ، ومن لم يصب منه شيئا ، أخذ من بلل يد صاحبه . [ر : ١٨٥]

٥٥٢٢ : حدثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزهري : أخبرني أنس بن مالك (ح) وقال الليث : حدثني يونس ، عن ابن شهاب قال : أخبرني أنس بن مالك رضي الله عنه قال : أرسل النبي ﷺ إلى الأنصار ، وجمعهم في قبة من أدم . [ر : ٢٩٧٧]

قبہ گنبد اور گول عمارت کو کہتے ہیں، یہاں اس سے گول چرمی خیمہ مراد ہے، أدَم دباغت شدہ کھال کو کہتے ہیں۔ (۳۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ گھر یا خیمہ کا رنگ اگر سرخ ہو تو کوئی جرم نہیں، باب کے تحت جو پہلی حدیث نقل کی ہے، اس میں ”قبة حمراء من أدم“ کی تصریح ہے، البتہ دوسری حدیث میں ”قبة من أدم“ ہے، حمراء کی تصریح نہیں لیکن اس دوسری حدیث میں وہی سابقہ قبہ مراد ہے جو سرخ تھا، حمراء کی تصریح غالباً اختصار کی وجہ سے حضرت انسؓ نے حذف کر دی ہے، اس طرح حدیث کی مناسبت

(۳۲) الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۷

(۳۳) عمدة القاري: ۲۲/۲۷، فتح الباري: ۱۰/۳۸۵، إرشاد الساري: ۱۲/٥٦٤

باب سے ہو جاتی ہے۔

ویسے بھی امام بخاری ادنیٰ مناسبتوں کی وجہ سے بھی حدیث لے آتے ہیں، مطلقاً قبہ کاذکر بھی امام بخاریؒ کی صنیع میں حدیث کو باب کے تحت ذکر کرنے کے لیے کافی ہے۔(۳۴)

٤٢ – باب : الْجُلُوسِ عَلَى الحَصِيرِ وَنَحْوِهِ .

٥٥٢٣ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَحْتَجِرُ حَصِيرًا بِاللَّيْلِ فَيُصَلِّي ، وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهارِ فَيَجْلِسُ عَلَيْهِ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَثُوبُونَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَيُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ حَتَّى كَثُرُوا ، فَأَقْبَلَ فَقالَ : (يا أَيُّها النَّاسُ ، خُذُوا مِنَ الْأَعْمالِ ما تُطِيقُونَ ، فَإِنَّ ٱللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا ، وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمالِ إِلَى ٱللهِ ما دامَ وَإِنْ قَلَّ) . [ر : ٦٩٦]

اس باب میں چٹائی وغیرہ پر بیٹھنے کا بیان ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ سے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کررہے ہیں جس میں حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ حصیر (چٹائی) کے متعلق تو قرآن کریم نے کہا ہے ﴿وجعلنا جهنّم للكافرين حصيرًا﴾ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔(۳۵)

امام بخاریؒ نے اس باب سے اس روایت کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔(۳۶)

يَحتَجِر حَصِيرًا: احتجار کے معنی ہیں أي يتّخذُ حجرةً لنفسه...... حجرت الأرض واحتجرتها اس وقت کہتے ہیں جب کوئی جگہ پر نشانی اور علامت رکھ کر اپنے لیے خاص کردے اور دوسروں کو اس سے

(٣٤) إرشاد الساري: ١٢/٥٦٥، فتح الباري: ١٠/٣٨٥، شرح الكرماني: ٢١/٩٥، عمدة القاري: ٢٢/٢٧

(٣٥) فتح الباري: ١٠/٣٨٦ ، وعمدة القاري: ٢٢/٢٨

(٣٦) الأبواب والتراجم: ٢/١٠٧ ، نیز دیکھیے فتح الباري: ١٠/٣٨٦، عمدة القاري: ٢٢/٢٨

روک دے۔(۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو چٹائی کا حجرہ بنالیتے اور نماز پڑھتے اور دن کو اسے پھیلادیتے اور اس پر تشریف فرما ہوتے، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے لگے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، جب ان کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا(یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب آپ نے تراویح کی نماز رمضان میں اس چٹائی کے حجرے میں پڑھی تھی اور صحابہ کا مجمع زیادہ ہونا شروع ہو گیا تھا۔)"وہ اعمال اختیار کرو جن کی تمہیں طاقت ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں اکتا تا جب تک کہ تم عمل سے نہ اکتاؤ اور اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، اگرچہ کم ہو۔

٤٣ – باب : المُزَرَّرِ بِالذَّهَبِ .

٥٥٢٤ : وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ : أَنَّ أَبَاهُ مَخْرَمَةَ قالَ لَهُ : يَا بُنَيَّ ، إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدِمَتْ عَلَيْهِ أَقْبِيَةٌ فَهُوَ يَقْسِمُهَا ، فَاذْهَبْ بِنَا إِلَيْهِ ، فَذَهَبْنَا فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ فِي مَنْزِلِهِ ، فَقَالَ لِي : يَا بُنَيَّ ادْعُ لِي النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَعْظَمْتُ ذٰلِكَ ، فَقُلْتُ : أَدْعُو لَكَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ ؟ فَقَالَ : يَا بُنَيَّ ، إِنَّهُ لَيْسَ بِجَبَّارٍ ، فَدَعَوْتُهُ ، فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْ دِيبَاجٍ مُزَرَّرٌ بِالذَّهَبِ ، فَقَالَ : (يَا مَخْرَمَةُ ، هٰذَا خَبَأْنَاهُ لَكَ) . فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ . [ر : ٢٤٥٩]

مُزرَّر: باب تفعیل سے اسم مفعول کا صیغہ ہے یعنی وہ کپڑا جس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے ہوں۔ زَرَّرَ الثوبَ: أي شدّه بالأزرار: بٹن لگانا۔ أزرار، زِرٌّ (بکسر الزاء) کی جمع ہے بٹن کو کہتے ہیں! علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زرّ، تکمہ اور گھنڈی کو کہتے ہیں، بٹن کو نہیں، گھنڈی اور تکمہ کپڑے ہی کی جنس سے ہوتا ہے اور بٹن الگ ہوتا ہے۔(۳۸)

ایسا کپڑا اور لباس جس میں سونے کے بٹن لگے ہوں حضرات حنفیہ کے نزدیک ان کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے، صاحب درمختار وغیرہ نے یہی لکھا ہے(۳۹) اگرچہ مفتی اعظم حضرت مفتی

(٣٧) فتح الباري: ١٠/٣٨٦، عمدة القاري: ٢٢/٢٨، شرح الكرماني: ٢١/٩٦

(٣٨)فيض الباري: ٣٧٧٤

(٣٩) الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٥/٢٥٠

کفایت اللہ صاحبؒ نے اسے ناجائز کہا ہے۔(۴۰) حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پہلے جواز اور پھر عدم جواز کا فتوی دیا۔(۴۱)

حدیث باب میں ہے کہ آپؐ نے صحابی کو ریشمی جبہ دیا جس میں سونے کے بٹن تھے، یہ یا تو مردوں کے ریشمی لباس کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے اور یا دینے کا مقصد خود استعمال کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے گھر کی خواتین کے لیے آپ نے دیا تھا۔(۴۲)

٤٤ – باب : خَوَاتِيمِ ٱلذَّهَبِ .

٥٥٢٥ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ سُلَيْمٍ قالَ : سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عازِبٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : نَهَانَا النَّبِيُّ ﷺ عَنْ سَبْعٍ : نَهٰى عَنْ خاتَمِ ٱلذَّهَبِ ، أَوْ قالَ : حَلْقَةِ ٱلذَّهَبِ ، وَعَنِ الحَرِيرِ ، وَالْإِسْتَبْرَقِ ، وَٱلدِّيبَاجِ ، وَالْمِيثَرَةِ الحَمْرَاءِ ، وَالْقَسِّيِّ ، وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ . وَأَمَرَنَا بِسَبْعٍ : بِعِيَادَةِ المرِيضِ ، وَٱتِّبَاعِ الجَنَائِزِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَرَدِّ السَّلَامِ ، وَإِجَابَةِ ٱلدَّاعِي ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ ، وَنَصْرِ المَظْلُومِ . [ر : ١١٨٢]

٥٥٢٦ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنِ النَّضْرِ ٱبْنِ أَنَسٍ ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ نَهٰى عَنْ خاتَمِ ٱلذَّهَبِ . وَقالَ عَمْرٌو : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعَ النَّضْرَ : سَمِعَ بَشِيرًا : مِثْلَهُ .

---

(٤٠) كفايت المفتي "لباس اور متعلقات لباس" ٩/١٥٧

(٤١) إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، احكام متعلقۂ لباس: ٤/١٢٩، ١٣٠، ١٣١

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٣٨٧، شرح الكرماني: ٢١/٩٧، إرشادالساري: ١٢/٥٦٧

(٥٥٢٦) الحديث أخرجه مسلم في اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب على الرجال (رقم الحديث: ٢٠٨٩) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب خاتم الذهب: ٥/٤٤١ (رقم الحديث: ٩٤٦٨)

٥٥٢٧ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ قالَ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ ٱتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ . فَٱتَّخَذَهُ النَّاسُ . فَرَمَىٰ بِهِ وَٱتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ وَرِقٍ أَوْ فِضَّةٍ .

[٥٥٢٨ ، ٥٥٢٩ ، ٥٥٣٥ ، ٥٥٣٨ ، ٦٢٧٥ ، ٦٨٦٨]

خواتیم: خاتم کی جمع ہے، خاتم میں چار لغات ہیں۔ ❶ خاتَم (تاء کے فتحہ کے ساتھ) ❷ خاتِم (تاء کے کسرہ کے ساتھ) ❸ خیتام ❹ خاتام

سونے کی انگوٹھی کا حکم

مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کا استعمال ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے۔(۴۳) حدیث گذر چکی ہے، آپ نے فرمایا سونا اور ریشم میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں، اگرچہ بعض علماء نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، تاہم ابن حزم اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ کے نزدیک یہ حرام نہیں، بلکہ مباح ہے(۴۴) بعض علماء نے اسے مکروہ تنزیہی کہا ہے(۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کا حکم نازل ہونے سے پہلے سونے کی انگوٹھی پہنی ہے۔(۴۶)

(٥٥٢٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في هذا الكتاب، باب خاتم الفضة (رقم الحديث: ٥٥٢٨، ٥٥٢٩) وأخرجه أيضاً في باب نقش الخاتم (رقم الحديث: ٥٥٣٥) وأخرجه أيضاً في باب من جعل فص الخاتم في بطن كفه (رقم الحديث: ٥٥٣٨) وأخرجه أيضاً في كتاب الأيمان والنذور، باب من حلف على الشيء وإن لم يُحلّف (رقم الحديث: ٦٢٧٥) وأخرجه أيضاً في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بأفعال النبي صلى الله عليه وسلم (رقم الحديث: ٦٨٦٨) وأخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب على الرجال (رقم الحديث: ٢٠٩١)

(٤٣) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم خاتم الذهب على الرجال: ١٩٥/٢، أوجز المسالك: ٣٥٣/١٤

(٤٤) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس: ١٩٥/٢، أوجز المسالك في اللباس، باب ماجاء في لبس الخاتم: ٣٥٣/١٤

(٤٥) أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الخاتم: ٣٥٣/١٤

(٤٦) شرح الزرقاني، كتاب الجامع، باب ماجاء في لبس الخاتم: ٣١٧/٤

٤٥ – باب : خاتَمِ الْفِضَّةِ .

٥٥٢٩/٥٥٢٨ : حدّثنا يُوسُفُ بْنُ مُوسٰى : حَدَّثَنا أَبُو أُسامَةَ : حَدَّثَنا عُبَيْدُ اللهِ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ اتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ ، وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَاطِنَ كَفِّهِ ، وَنَقَشَ فِيهِ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ مِثْلَهُ . فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمٰى بِهِ وَقالَ : (لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا) . ثُمَّ اتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ . فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الْفِضَّةِ . قالَ ابْنُ عُمَرَ : فَلَبِسَ الخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ أَبُو بَكْرٍ ، ثُمَّ عُمَرُ ، ثُمَّ عُثْمَانُ ، حَتّٰى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ .

چاندی کی انگوٹھی کا حکم

جمہور فقہاء کے نزدیک چاندی کی انگوٹھی کا استعمال مردوں کے لیے جائز ہے۔(۴۷) بعض علماء نے اسے عام لوگوں کے لیے مکروہ کہا ہے البتہ بادشاہ اور قاضی وغیرہ کے لیے بلا کراہت جائز ہے۔(۴۸) یہ حضرات ابوریحانہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے "ان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم نهى عن الخاتم إلّالذي سُلطانٍ"(۴۹) اور سنن ابی داود کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع کیا ہے، ان میں ایک "لبوس الخاتم إلالذي سلطان" ہے۔(۵۰)

جمہور ایک تو حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، دوسرے سنن ابی داود میں حضرت بریدہؓ کی

---

(٤٧) فتح الباري: ٣٩١/١٠ ، وعمدة القاري: ٣٠/٢٢

(٤٨) أوجز المسالك: ٣٥٤/١٤، شرح زرقاني كتاب الجامع، باب ماجاء في لبس الخاتم: ٣١٨/٤

(٤٩) مسند أحمد: ١٣٤/٤

(٥٠) سنن أبي داود، اللباس، باب من كرهه (أي لبس الحرير): ٤٨/٤ (رقم الحديث: ٤٠٤٩)

روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جس میں ہے "ان رجلاً جاء إلى النبيّ صلى الله عليه وسلم وعليه خاتمٌ من شَبَهٍ، فقال له: مَالي أجدُمنك ريحَ الأصنام، فطرحه، ثم جاء وعليه خاتمٌ من حديدٍ، فقال: مالي أرى عليك حليةَ أهلِ النار؟ فطرحَه، فقال: يارسول الله! من أيّ شئ أتخذه؟، قال: اتخذه من ورقٍ، ولاتُتمَّه مثقالا"(۵۱) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا، اس کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی، حضور نے فرمایا، کیابات ہے، مجھے تم سے بتوں کی بدبو محسوس ہورہی ہے، اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر آیا تو اس کے پاس لوہے کی انگوٹھی تھی، حضور نے فرمایا، کیابات ہے، مجھے تم پر جہنمیوں کا زیور نظر آرہاہے، اس نے وہ انگوٹھی بھی پھینک دی اور پوچھنے لگا، یارسول اللہ! میں کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ آپ نے فرمایا، چاندی کی بنائیں لیکن ایک مثقال سے کم ہو۔)

جہاں تک تعلق ہے ابوریحانہ کی روایت کا تو اسے امام مالک اور امام احمد وغیرہ محدثین نے ضعیف قرار دیاہے (۵۲) اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کیاجائے تو اس میں وارد نہی، کراہت تنزیہی پر محمول ہوگی جو جواز کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے۔(۵۳)

البتہ چاندی کی مقدار ایک مثقال سے کم ہونی چاہیے یعنی ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، جیساکہ حدیث میں "ولاتُتمَّهُ مِثقالاً" کہہ کر اس کی تصریح کردی ہے۔(۵۴)

روایت باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے یاچاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھا، اس میں "محمد رسول اللہ" لکھاہوا تھا، لوگوں نے بھی اسی طرح انگوٹھی بنوائی، جب آپ نے لوگوں کو دیکھا تو اسے پھینک دیا، فرمایاکہ میں اسے نہیں پہنوں گا، پھر چاندی کی انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنانی شروع کردیں...... حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ حضورؐ کے بعد

(۵۱) سنن أبي داود، كتاب الخاتم، باب ا اجاء في خاتم الحديد: ٤/ ٩٠ (رقم الحديث: ٤٢٢٣)

(۵۲) شرح الزرقاني علي المؤطا للإمام مالكؒ: ٤/ ٣١٨، أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الخاتم: ١٤/ ٣٥٥

(۵۳) أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الخاتم: ١٤/ ٣٥٥

(۵٤) عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم: ١١/ ٢٨٢

اسی انگوٹھی کو حضرت ابو بکرؓ نے، پھر حضرت عمرؓ نے اور پھر حضرت عثمانؓ نے پہنا پھر وہ حضرت عثمانؓ سے اریس کنویں میں گر گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ چھ سال تک حضرت عثمانؓ کے پاس رہی، اس کے بعد کنویں میں گری اور تلاش کے باوجود نہیں مل سکی۔(۵۵)

باب بلاترجمة

(۵۵۲۹) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَلْبَسُ خاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ ، فَنَبَذَهُ فَقالَ : (لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا) فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ . [ر : ۵۵۲۷]

۵۵۳۰ : حدّثني يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ رَأَى فِي يَدِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ خاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ ٱصْطَنَعُوا الخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ وَلَبِسُوهَا ، فَطَرَحَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ خاتَمَهُ ، فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ .

تَابَعَهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، وَزِيَادٌ ، وَشُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ .

وَقالَ ٱبْنُ مُسَافِرٍ : عَنِ الزُّهْرِيِّ : أُرَى : خاتَمًا مِنْ وَرِقٍ .

یہ باب بلاترجمہ ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باب كالفصل من الباب السابق یعنی سابقہ باب کا تتمہ ہے۔(۵۶)

تعارض روایات اور اس کا حل

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے پاس انگوٹھیاں دیکھ کر اپنی جو انگوٹھی پھینک دی تھی، وہ چاندی

(۵۵)فتح الباري: ۳۹۲/۱۰

(۵۵۳۰) الحديث أخرجه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب في طرح الخواتم: ۱۶۵۷/۳ (رقم الحديث: ۲۰۹۳)

(۵۶)عمدة القاري: ۲۹/۲۲

کی تھی یا سونے کی؟ اس باب کے تحت امام بخاری نے دو روایتیں ذکر کی ہیں، ایک میں ہے کہ سونے کی تھی، دوسری میں ہے کہ چاندی کی تھی۔

❶ اس کا اطمینان بخش جواب تو یہ دیا گیا کہ وہ انگوٹھی سونے کی تھی، جس روایت میں چاندی کا ذکر ہے وہ ابن شہاب زہری کا وہم ہے، اس لیے کہ دوسرے تمام ثقہ راوی سونے کا ذکر کررہے ہیں۔(۵۷)

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ باب کی دوسری روایت میں "فطرح رسولُ اللّٰہ خاتمَہ، فطرح النّاسُ خواتیمھم" سے مراد سونے کی انگوٹھی ہے یعنی لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنائیں اور سونے کی انگوٹھیاں پھینک دیں، اس تاویل کے مطابق "خاتم مطروح" دونوں روایتوں میں سونے کی ہے، لہٰذا تعارض سرے سے ہے ہی نہیں، امام نوویؒ نے فرمایا "ھذا ھوالتأویل الصحیح" (۵۸) لیکن سیاق کلام اس تاویل کا ساتھ نہیں دیتا۔ کیونکہ سیاق کلام میں "اصطنعوا الخواتیم من ورق ولبسوھا" کی تصریح ہے کہ لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں پہنیں، ظاہر ہے "مطروح" بھی وہی ہوں گی، سیاق کلام میں سونے کا ذکر نہیں ہے۔

❸ تیسرا جواب یہ دیا گیا کہ سونے اور چاندی دونوں طرح کی انگوٹھیاں پھینکی گئی ہیں، سونے کی انگوٹھی، نزولِ حرمت کے بعد اتاری گئی، لوگوں نے بھی اتباع میں اتار دیں، پھر حضورؐ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی اور اس میں اپنے نام مبارک کا نقش لگایا تو لوگوں نے آپ کی اتباع میں اس طرح کی منقش انگوٹھیاں چاندی کی بنوائیں، نقش کی اجازت چونکہ نہیں تھی، اس لیے حضورؐ نے لوگوں کے پاس وہ دیکھیں تو اپنی انگوٹھی اتار دی، لوگوں نے بھی اتار دیں، اس کے بعد آپ نے مہر وغیرہ لگانے کی غرض سے پھر پہنی۔

اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ سونے کی انگوٹھی بھی آپ نے اتاری ہے سونے کی حرمت کی وجہ سے اور چاندی کی انگوٹھی بھی اتاری ہے، لوگوں کے پاس چاندی کی منقش انگوٹھیوں کو اتروانے کے لیے،

(۵۷)عمدة القاري: ۳۱/۲۲، فتح الباري: ۳۹۲/۱۰، إرشادالساري: ۵۷۱/۱۲

(۵۸)شرح مسلم للنووي: ۱۹۷/۲

پہلی روایت میں پہلی بات کا اور دوسری روایت میں اس دوسرے واقعہ کا ذکر ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ويحتمل وجهارابعاً...... وهوأنه اتخذ خاتم الذهب للزينة فلما تتابع الناس فيه، وافق وقوع تحريمه،فطرحه، ولذلك قال: ”لا ألبسه أبدا“ وطرح الناس خواتيمهم تبعًاله، وصرح بالنهي عن لبس خاتم الذهب كماتقدم في الباب قبله، ثم احتاج إلى الخاتم لأجل الختم به، فاتخذه من فضة، ونقش فيه اسمه الكريم، فتبعه الناس أيضاً في ذلك، فرمى به حتى رمى الناس تلك الخواتيم المنقوشة على اسمه لئلاتفوت مصلحة نقش اسمه بوقوع الاشتراك، فلما عدمت خواتيمهم برميها رجع إلى خاتمه الخاص به فصاريختم به، ويشيرإلى ذلك قوله في رواية عبدالعزيز بن صهيب عن أنس: ”إنا اتخذنا خاتما ونقشنافيه نقشا، فلاينقش عليه أحد“، فلعل بعض من لم يبلغه النهي أوبعض من بلغه ممن لم يرسخ في قلبه الإيمان من منافق و نحوه اتخذوه، ونقشوا، فوقع ماوقع، ويكون طرحه له غضباممن تشبه به في ذلك النقش(٥٩)

تابعه إبراهيمُ بن سعد، وزيادٌ و شعيبٌ عن الزهري

یعنی یونس کی متابعت ابراہیم، زیاد بن سعد اور شعیب بن ابی حمزہ نے کی ہے، ابراہیم کی متابعت امام مسلم، زیاد کی متابعت بھی امام مسلم اور شعیب کی متابعت اسماعیلی نے موصولاً نقل کی ہے۔(٦٠)

وقال ابنُ المسافر عن الزهريِّ: أرى خاتماً من ورقٍ

عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے زھری سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی ”أرى خاتما

(٥٩) فتح الباري: ٣٩٣/١٠

(٦٠) فتح الباري: ٣٩٤/١٠، عمدة القاري: ٣٢/٢٢، إرشادالساري: ٥٧١/١٢

من وَرِق " کے الفاظ ہیں، یہ تعلیق اسماعیلی نے موصولاً نقل کی ہے، البتہ اسماعیلی کی روایت میں "أری" کا لفظ نہیں، یہ امام بخاری نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے، أری یعنی انھوں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ انگوٹھی چاندی کی تھی، سونے کی نہیں۔(٦١)

٤٦ – باب : فَصِّ الخَاتَمِ .

٥٥٣١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قالَ : سُئِلَ أَنَسٌ : هَلِ ٱتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خاتَمًا ؟ قالَ : أَخَّرَ لَيْلَةً صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ ، فكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ خاتَمِهِ ، قالَ : (إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا ، وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ ما ٱنْتَظَرْتُمُوهَا) . [ر : ٥٤٦]

٥٥٣٢ : حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ قالَ : سَمِعْتُ حُمَيْدًا يُحَدِّثُ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ خاتَمُهُ مِنْ فِضَّةٍ ، وَكانَ فَصُّهُ مِنْهُ . وَقالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ : سَمِعَ أَنَسًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [٥٥٣٦ ، ٥٥٣٩ ، وانظر : ٥٤٦]

فَصّ نگینے کو کہتے ہیں، دوسری روایت میں فص کا صراحۃً ذکر ہے اور پہلی روایت میں صراحۃً ذکر نہیں، البتہ اس میں ہے "فكأني أنظر إلى وَبِيصِ خاتَمِه" حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گویا میں آپ کی

---

(٦١) فتح الباري: ٩٤/١٠، عمدة القاري: ٣٢/٢٢، إرشادالساري: ٥٧١/١٢

(٥٥٣٢) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب اللباس، باب الخاتم في الخنصر (رقم الحديث: ٥٥٣٦) وأخرجه أيضاً في كتاب اللباس، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لاينقش على نقش خاتمه (رقم الحديث: ٥٥٣٩) وأخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب لبس النبي صلى الله عليه وسلم خاتما من ورق نقشه: محمدرسول الله، ولبس الخلفاء له من بعده: ١٦٥٦/٣ (رقم الحديث: ٢٠٩٢) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب ذكر الاختلاف على أنس في فص خاتم النبي صلى الله عليه وسلم وصفته وموضعه من يده: ٤٥١/٥ (رقم الحديث: ٩٥١٧) وأخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء مايستحب في فص الخاتم: ٢٢٧/٤ (رقم الحديث: ١٧٤٠)

انگوٹھی کی چمک کو دیکھ رہا ہوں، وَبِیص چمک کو کہتے ہیں اور غالب یہی ہے کہ یہ نگینے کی چمک تھی، اسی طرح پہلی روایت میں بھی فص کا ذکر دلالۃ آجاتا ہے۔(٦٢)

کان خاتَمُه من فضةٍ، وكان فصُّه منه

باب کی اس دوسری روایت میں تو ہے کہ آپؐ کی انگوٹھی کا نگینہ بھی چاندی کا تھامنہ کی ضمیر خاتم کی طرف راجع ہے۔

مسلم کی روایت میں ہے "وكان فصُّه حبشياً حجراً من الحبشة"(٦٣) یعنی نگینہ حبشی پتھر کا بنا ہوا تھا، چاندی کا نہیں تھا، اسے یا تو تعدد پر محمول کیا جائے کہ آپؐ کی دو انگوٹھیاں تھیں، ایک کا نگینہ چاندی کا اور دوسری کا حبشی پتھر سے بنا تھا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نگینہ چاندی کا تھا جیسا کہ بخاری کی روایت میں ہے، البتہ اسے حبشی نقش ونگار اور ڈیزائن کے مطابق بنایا تھا، اس لیے اسے حبشی کہا گیا۔(٦٤)

وقال يحي بن أيوب: حدثني حميد سمع أنسا عن النبي صلى الله عليه وسلم

اوپر حدیثِ موصول میں "حميد عن انس" عنعنہ ہے، اس تعلیق میں سماع کی تصریح ہے، اس لیے امام نے اسے یہاں ذکر کیا۔(٦٥)

٤٧ – باب : خاتَمِ الحَدِيدِ .

٥٥٣٣ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلاً يَقُولُ : جاءَتِ ٱمْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ : جِئْتُ أَهَبُ نَفْسِي ، فَقَامَتْ طَوِيلاً ، فَنَظَرَ وَصَوَّبَ ، فَلَمَّا طَالَ مُقَامُهَا ، فَقَالَ رَجُلٌ : زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ بِهَا حاجَةٌ ، قالَ :

---

(٦٢)الأبواب والتراجم: ١٠٨/٢

(٦٣)صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب في خاتم الورق فصه حبشيٌّ: ١٦٥٨/٣ (رقم الحديث: ٢٠٩٤)

(٦٤) فتح الباري: ٣٩٦/١٠، إرشادالساري: ٥٧٢/١٢، نیز دیکھیے بذل المجهود، كتاب الخاتم: ١٠٥/١٧، الأبواب والتراجم: ١٠٨/٢

(٦٥) فتح الباري: ٣٩٦/١٠، إرشاد الساري: ٥٧٢/١٢

(عِنْدَكَ شَيْءٌ تُصْدِقُهَا ؟) . قالَ : لَا ، قالَ : (انْظُرْ) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ : وَاللهِ إِنْ وَجَدْتُ شَيْئًا ، قالَ : (اذْهَبْ فَالْتَمِسْ وَلَوْ خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ) . فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ قالَ : لَا وَاللهِ وَلَا خاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ ، وَعَلَيْهِ إِزارٌ ما عَلَيْهِ رِداءٌ ، فَقَالَ : أُصْدِقُهَا إِزارِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِزارُكَ إِنْ لَبِسْتَهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ ، وَإِنْ لَبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ) . فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَلَسَ ، فَرَآهُ النَّبِيُّ ﷺ مُوَلِّيًا ، فَأَمَرَ بِهِ فَدُعِيَ ، فَقَالَ : (ما مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . قالَ : سُورَةُ كَذَا وَكَذَا ، لِسُوَرٍ عَدَّدَهَا ، قالَ : (قَدْ مَلَّكْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ) . [ر : ۲۱۸٦]

لوہے کی انگوٹھی کا حکم

لوہے کی انگوٹھی ائمہ اربعہ میں سے جمہور یعنی حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک مکروہ ہے (٦٦) اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں قول اصح کے مطابق بلا کراہت جائز ہے۔ (٦٧)

امام شافعی رحمہ اللہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کی صنیع سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلکِ اباحت کو ترجیح دے رہے ہیں، حدیث باب میں ہے "اذهب فالتمس ولوخاتماً من حديدٍ"۔

لیکن یہ استدلال صریح نہیں ہے، کیونکہ لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کا حکم دینے سے مردوں کے لیے اس کے استعمال کے جواز پر کوئی دلالت نہیں ہوتی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر نے بھی اس استدلال کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

"استدل به على جواز لبس خاتم الحديد، ولاحجة فيه، لأنه لايلزم من جواز الاتخاذ جواز اللبس، فيحتمل أنه أراد وجوده لتنتفع المرأة بقيمته" (٦٨)

❶ جمہور ایک تو سنن ابی داود کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو چند صفحے پہلے نقل کی گئی کہ ایک آدمی کے پاس لوہے کی انگوٹھی تھی، آپ نے دیکھ کر فرمایا "مالي أرى عليك حلية أهل النار"

(٦٦) إرشاد الساري: ۱۲/۵۷٤، الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۸

(٦٧) الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۸، إرشاد الساري: ۱۲/۵۷٤، عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد: ۱۱/۲۸۳

(٦٨) فتح الباري: ۱۰/۳۹۷

اس کی سند پر امام نووی وغیرہ نے اعتراض کیا ہے کہ اس میں ایک راوی ابوطیبہ عبداللہ بن مسلم مروزی ہے، وہ قابل احتجاج نہیں(٦٩)، ابوحاتم نے فرمایا کہ یکتب حدیثه ولا یحتج به (۷۰)

لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ ابن حبان نے ان کی حدیث نقل کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔(۷۱)

❷ جمہور کا دوسرا استدلال مسند احمد میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سے ہے، انھوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کراہت کی نگاہ سے دیکھا تو انھوں نے وہ پھینک دی اور لوہے کی انگوٹھی پہنی تو آپ نے فرمایا "هذا أخبث وأخبث" (۷۲) یعنی یہ زیادہ بری ہے۔

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن مؤمل ایک ضعیف راوی ہے۔(۷۳)

مسند احمد میں اس طرح کی ایک اور روایت حضرت فاروق اعظم سے بھی مروی ہے۔(۷۴)

بہرحال اگرچہ ان روایات کی سند پر کلام ہے تاہم شواہد کی وجہ سے یہ صحیح کے درجہ میں نہیں تو حسن کے درجے میں آجاتی ہیں جو کراہت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔(۷۵)

٤٨ – باب : نَقْشِ الخَاتَمِ .

٥٥٣٤ : حدّثنا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ نَبِيَّ اللهِ ﷺ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى رَهْطٍ ، أَوْ أُنَاسٍ مِنَ الْأَعاجِمِ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا عَلَيْهِ خاتَمٌ ، فَاتَّخَذَ النَّبِيُّ ﷺ خاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، نَقْشُهُ : مُحمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ، فَكَأَنِّي بِوَبِيصِ ، أَوْ : بِبَصِيصِ الخاتَمِ فِي إِصْبَعِ النَّبِيِّ ﷺ ، أَوْ فِي كَفِّهِ .
[ر : ٦٥]

(٦٩) إرشاد الساري: ١٢/٥٧٤

(٧٠) عمدة القاري: ٢٢/٣٣، نیز دیکھیے عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد: ١١/٢٨٣

(٧١) عمدة القاري: ٢٢/٣٣

(٧٢) مسند أحمد: ٢/٢١١

(٧٣) عمدة القاري: ٢٢/٣٣

(٧٤) مسند أحمد: ٢/٢١ ولفظهٗ: ذاشر منه۔

(٧٥) الأبواب والتراجم: ٢/١٠٨

٥٥٣٥ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : ٱتَّخَذَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ خاتَمًا مِنْ وَرِقٍ ، وَكانَ فِي يَدِهِ ، ثُمَّ كانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ ، ثُمَّ كانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ ، ثُمَّ كانَ فِي يَدِ عُثْمانَ ، حَتَّى وَقَعَ بَعْدُ فِي بِئْرِ أَرِيسَ ، نَقْشُهُ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ ٱللهِ . [ر : ٥٥٢٧]

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد انگوٹھی میں نقش کندہ کرنے کا جواز بیان کرنا ہے، کیونکہ نقش ومیناکاری کی ممانعت کا خیال گذرتا ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والظاهر عندي أنه أراد بيان جوازه لأن النقش مظنة المنع"(٧٦)

حدیث باب میں "وَبِيص" اور "بَصِيص" دونوں کے معنی چمک کے ہیں۔

٤٩ - باب : الخَاتَمُ فِي ٱلْخِنْصَرِ .

٥٥٣٦ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ خاتَمًا ، قالَ : (إِنَّا ٱتَّخَذْنَا خاتَمًا ، وَنَقَشْنَا فِيهِ نَقْشًا ، فَلَا يَنْقُشْ عَلَيْهِ أَحَدٌ) . قالَ : فَإِنِّي لَأَرَى بَرِيقَهُ فِي خِنْصَرِهِ . [ر : ٥٥٣٢]

انگوٹھی کونسی انگلی میں پہنی جائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دوسری انگلیوں میں نہ پہنی جائے، امام مسلم اور ابوداود رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "نهاني رسولُ الله صلى الله عليه وسلم عن أنْ ألبس خاتمي في هذه وفي هذه، يعني: السبابة والوسطى(٧٧) (حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے مجھے منع فرمایا ہے۔)

(٧٦) الأبواب والتراجم: ٢/١٠٨

(٧٧)رواه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب النهي عن التختم في الوسطي والتي تليها: ٣/١٦٥٩ (رقم الحديث: ٢٠٢٨) وأخرجه أبوداود في كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد: ٤/٩٠ (رقم الحديث: ٤٢٢٥)

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کی وجہ سے درمیانی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ ہے۔(۷۸)

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں چھوٹی انگلی میں انگوٹھی پہننے پر اجماع نقل کیا ہے۔(۷۹)

درمیان کی انگلی اور شہادت کی انگلی کے بارے میں تو حضرت علی کی مذکورہ حدیث میں صراحۃً نہی وارد ہے، البتہ چھوٹی انگلی کے ساتھ والی انگلی (بنصر) اور انگوٹھے کے بارے میں نہ نفی ہے، نہ اثبات!(۸۰)

کس ہاتھ میں انگوٹھی پہنی جائے

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننی چاہیے یا بائیں ہاتھ میں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں کوئی باب قائم نہیں کیا، البتہ امام ابوداود رحمہ اللہ نے "کتاب الخاتم" میں اس پر مستقل باب قائم کیا ہے "باب ماجاء في التختم في اليمين أو اليسار"

اس باب کے تحت انھوں نے پہلے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے جس میں ہے "إن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يمينه" اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ کی روایت نقل کی جس میں ہے "أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يتختم في يساره"(۸۱)

ان متعارض روایات کی بناء پر صاحب فتح الودود نے فرمایا کہ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انگوٹھی پہننا ثابت ہے، کبھی دائیں اور کبھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔(۸۲)

---

(۷۸) شرح مسلم للنووي في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب الخ: ۱۹۷/۲

(۷۹) شرح الشمائل للمناوي، باب ماجاء في تختم رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱۴۹/۱

(۸۰) عون المعبود: ۲۸۶/۱۱، المرقاة شرح المشكاة، كتاب اللباس، باب الخاتم: ۲۷۵/۸، جمع الوسائل: باب ماجاء في تختم رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱۴۹/۱

(۸۱) سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في التختم في اليمين أو اليسار: ۹۱/۴ (رقم الحديث: ۴۲۲۶، ۴۲۲۷)

(۸۲) بذل المجهود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في التختم في اليمين أواليسار: ۱۱۸/۱۷

بیہقی نے فرمایا کہ سونے کی انگوٹھی آپ دائیں ہاتھ میں اور چاندی کی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔(۸۳)

حضرات شافعیہ کے نزدیک دائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے،اس لیے کہ انگوٹھی پہننا زینت ہے اور دایاں ہاتھ زینت کا زیادہ مستحق ہے۔(۸۴) نیز بایاں ہاتھ استنجاء کے لیے استعمال ہوتا ہے تو انگوٹھی کے نجس ہونے کا خطرہ رہے گا۔(۸۵)

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھاہے کہ دائیں ہاتھ والی روایات نو صحابہ سے منقول ہیں اور بائیں ہاتھ والی روایات تین صحابہ سے۔(۸٦) حضرات حنفیہ،مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بائیں ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔(۸۷)

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے "جمع الوسائل شرح شمائل" میں امام مالک سے استحباب یسار اور کراہت یمین کا قول نقل کیا ہے۔(۸۸) مالکیہ میں سے علامہ دسوقی نے بھی یسار کو سنت کہا ہے لأنه آخر الفعلين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم(۸۹) اس کی تائید ابن عدی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابن عمرؓ سے سند ضعیف کے ساتھ انھوں نے نقل کی ہے "ان النبي صلى الله عليه وسلم تختَّم في يمينه، ثم حوَّله إلى يساره"(۹۰)

مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ علمائے

---

(۸۳) شعب الإيمان للبيهقي، باب في الملابس والأواني: ۲۰۳/۵، عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في التختم في اليمين أواليسار: ۲۸٦/۱۱

(۸٤) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم خاتم الذهب...... ۱۹۷/۲، عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في التختم في اليمين أو اليسار: ۱۸۷/۱۱

(۸٥)عون المعبود، كتاب الخاتم، باب ماجاء في التختم في اليمين أواليسار: ۲۸۷/۱۱، فتح الباري: ٤۰۱/۱۰

(۸٦) شرح الشمائل للمناوي،باب ماجاء في تختم رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱۵۰/۱

(۸۷) بذل المجهود: ۱۱۹/۱۷، الأبواب والتراجم: ۱۰۸/۲، عمدة القاري: ۳۷/۲۲

(۸۸) جمع الوسائلفي شرح الشمائل، باب ماجاء في تختم رسول الله صلى اللهعليه وسلم: ۱٤۹/۱

(۸۹) الأبواب والتراجم: ۱۰۸/۲

(۹۰) فتح الباري: ٤۰۰/۱۰، الأبواب والتراجم: ۱۰۸/۲

احناف بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے سے اب منع کرتے ہیں کیونکہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کا استعمال روافض کا شعار اور علامت بن چکا ہے اور اہل بدعت سے تشبہ درست نہیں، اس لیے دائیں ہاتھ میں پہننا چاہیے۔(۹۱)

لیکن در مختار میں لکھا ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے (۹۱☆)، دراصل یہ زمانہ اور عرف کا اختلاف ہے، حضرت گنگوہیؒ وغیرہ کے زمانے میں بائیں ہاتھ میں اور صاحب درمختار کے زمانے میں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار تھا، اس لیے اہل بدعت کے ساتھ تشبہ سے بچنے کے لیے ہر ایک نے منع کیا تاہم تشبہ اگر نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک بائیں ہاتھ میں پہننا افضل واولیٰ ہے۔(۹۱☆☆)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری کے بارے میں فرمایا کہ انھوں نے عبداللہ بن جعفر کی روایت کو ”أصح في الباب“ کہا اور اس میں ”تختم في اليمين“ کا ذکر ہے۔(۹۲)

٥٠ - باب : اتِّخَاذِ الخاتَمِ لِيُخْتَمَ بِهِ الشَّيْءُ ، أَوْ لِيُكْتَبَ بِهِ إِلَى أَهْلِ الْكِتَابِ وَغَيْرِهِمْ .

٥٥٣٧ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قِيلَ لَهُ : إِنَّهُمْ لَنْ يَقْرَؤُوا كِتَابَكَ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُومًا ، فَاتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، وَنَقْشُهُ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ، فَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ . [ر : ٦٥]

اس باب میں مہر لگانے اور اہل کتاب وغیرہ کو خط لکھنے کے لیے انگوٹھی بنانے کا بیان ہے۔

سفر حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں اور حکمرانوں کے

---

(٩١) الأبواب والتراجم: ١٠٨/٢، بذل المجهود: ١١٩/١٧، الكوكب الدري: ٤٤٨/٢

(٩١☆) الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في اللبس: ٢٥٤/٥

(٩١☆☆)الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في اللبس:٣٥٤/٥

(٩٢)جامع الترمذي، كتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الخاتم في اليمين: ٢٢٩/٤ (رقم الحديث: ١٧٤٤)

پاس دعوتی خطوط بھیجنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ حکمران مہر کے بغیر کسی خط کو اہمیت نہیں دیتے۔ اس لیے ان خطوط پر حضور کی مہر کا ہونا ضروری ہے، اس ضرورت کے تحت آپؐ نے انگوٹھی میں اپنی مہر بنائی، چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس کے نگینہ میں "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، بعضوں نے کہا کہ یہ سن چھ اور بعضوں نے اسے سن سات ہجری کا واقعہ قرار دیا لیکن دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ یہ سن چھ کے آخر اور سات کی ابتداء کا واقعہ ہے۔(۹۳)

اس سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ دعوتی اور تبلیغی امور میں دوسری قوموں میں رائج طریقوں کی رعایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔

٥١ – باب : مَنْ جَعَلَ فَصَّ الخَاتَمِ في بَطْنِ كَفِّهِ .

٥٥٣٨ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ حَدَّثَهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَصْطَنَعَ خاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ ، وَجَعَلَ فَصَّهُ في بَطْنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ ، فَاصْطَنَعَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ ، فَرَقِيَ الْمِنْبَرَ ، فَحَمِدَ ٱللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (إِنِّي كُنْتُ اَصْطَنَعْتُهُ ، وَإِنِّي لَا أَلْبَسُهُ) . فَنَبَذَهُ ، فَنَبَذَ النَّاسُ .

قَالَ جُوَيْرِيَةُ : وَلَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ : فِي يَدِهِ الْيُمْنَى . [ر : ٥٥٢٧]

انگوٹھی کے نگینہ کو اندر ہتھیلی کی طرف رکھا جا سکتا ہے، یہ واضح کرنے کے لیے انگوٹھی مہر وغیرہ کے لیے پہنی گئی ہے، زینت کے لیے نہیں، حضور کا عام معمول یہی رہا، اگرچہ نگینہ کو باہر کی طرف رکھنا بھی جائز ہے۔(۹۴)

روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، جب آپ اس کو پہنتے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کر لیتے...... پھر آپ منبر پر چڑھے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ

(۹۳) فتح الباري: ۳۹۹/۱۰، الأبواب والتراجم: ۱۰۸/۲

(۹٤) فتح الباري: ۳۹۹/۱۰، عمدة القاري: ۳٦/۲۲، شرح البخاري للكرماني: ۱۰٤/۲۱، شرح البخاري لابن بطال: ۱۳٦/۹

انگوٹھی بنوائی تھی لیکن اب اسے نہیں پہنوں گا (کہ مردوں کے لیے سونے کے استعمال کی حرمت کا حکم آ گیاہے) چنانچہ آپ نے وہ انگوٹھی پھینک دی۔

قال جويرية: ولا أحسبه إلا قال: في يده اليمنى

یہ ماقبل سند کے ساتھ موصول ہے، جویریہ بن اسامہ فرماتے ہیں کہ نافع کے بارے میں میرا یہی خیال ہے کہ انھوں نے "في يده اليمنى" کے الفاظ بھی کہے تھے یعنی وہ انگوٹھی آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی! صحیح بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے جس میں "یمنی" کا ذکر ہے، باقی کسی روایت میں یمنی یسری کا ذکر نہیں۔(۹۵)

٥٢ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : لَا يُنْقَشُ عَلَى نَقْشِ خاتَمِهِ .

٥٥٣٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ٱتَّخَذَ خاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ ، وَنَقَشَ فِيهِ : مُحَمَّدٌ رَسُولُ ٱللّٰهِ ، وَقالَ : (إِنِّي ٱتَّخَذْتُ خاتَمًا مِنْ وَرِقٍ ، وَنَقَشْتُ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ ٱللّٰهِ ، فَلَا يَنْقُشَنَّ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِهِ) . [ر : ٥٥٣٢]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پر "محمد رسول الله" کا نقش کندہ کروایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی دوسرا شخص یہ نقش کندہ نہ کروائے، یہ انگوٹھی چونکہ مہر بھی تھی، اس لیے دوسرے لوگوں کو منع کیا کہ کہیں التباس اور خلل واقع نہ ہو۔(۹۶)

انگوٹھی میں اپنا نام، ذکر یا حکمت کی کوئی بات نقش کرائی جاسکتی ہے اور سلف کا معمول بھی رہا ہے،

---

(٩٥) عمدة القاري: ٢٢/٣٦، فتح الباري: ١٠/٤٠٠

(٩٦) فتح الباري: ١٠/٤٠٠، (اور کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد انگوٹھی پر نقش کندہ کروانا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "فإن قلت: نهيه صلى الله عليه وسلم أن يُنقش مثل نقشه خاص بحياته أو يعم ذلك حياته وبعدها، قلتُ: الظاهر الأول، ويدل عليه لبس الخلفاء الخاتم بعده، ثم جدد عثمان خاتماً آخر بعد وقوع ذلك الخاتم في بئر أريس، ونقش عليه ذلك النقش"، عمدة القاري: ٢٢/٣٨

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انگوٹھی پر اپنا نام نقش کروایا تھا، حضرت حذیفہ اور ابو عبیدہ نے "الحمد للہ" نقش کروایا تھا، حضرت علیؓ نے "اللہ الملک" ابراہیم نخعی نے "باللہ" حضرت مسروق نے "بسم اللہ" نقش کروایا تھا۔ (۹۷)

بعض حضرات سے کراہت کا قول منقول ہے کیونکہ اس طرح کا کوئی ذکر یا اللہ کا نام کندہ کرایا جائے تو جنبی اور حائضہ اسے ہاتھ لگائیں گے اور استنجاء کے وقت اس پر نجاست لگنے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے اس لیے اسے مکروہ کہا گیا ورنہ فی نفسہ بالاتفاق جائز ہے۔ لہذا ان مواقع میں جہاں بے حرمتی کا اندیشہ ہو انگوٹھی کو اتار لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ (۹۸)

٥٣ – باب : هَلْ يُجْعَلُ نَقْشُ الخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ .

٥٥٤٠ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ الأَنْصَارِيُّ قالَ : حَدَّثَني أَبِي ، عَنْ ثُمَامَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ لَمَّا ٱسْتُخْلِفَ كَتَبَ لَهُ ، وَكانَ نَقْشُ الخَاتَمِ ثَلَاثَةَ أَسْطُرٍ : مُحَمَّدٌ سَطْرٌ ، وَرَسُولُ سَطْرٌ ، وَٱللهِ سَطْرٌ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : وَزَادَنِي أَحْمَدُ : حَدَّثَنَا الأَنْصَارِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ ثُمَامَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : كانَ خاتَمُ النَّبِيِّ ﷺ في يَدِهِ ، وَفِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَهُ ، وَفِي يَدِ عُمَرَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ ، فَلَمَّا كانَ عُثْمانُ ، جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسَ ، قالَ : فَأَخْرَجَ الخَاتَمَ فَجَعَلَ يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ ، قالَ : فَٱخْتَلَفْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مَعَ عُثْمانَ ، فَنَنْزَحُ الْبِئْرَ فَلَمْ نَجِدْهُ . [ر : ٢٩٣٩]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "محمد رسول اللہ" کا جو نقش کندہ کروایا تھا، وہ تین سطروں میں تھا، ایک سطر میں "محمد" دوسری میں "رسول" اور تیسری میں "اللہ" تھا۔

بعض حضرات سے منقول ہے کہ اوپر کی پہلی سطر میں "اللہ" دوسری میں "رسول" اور آخری

---

(۹۷) فتح الباري: ۴۰۲/۱۰

(۹۸) فتح الباري: ۴۰۲/۱۰، عمدة القاري: ۳۴/۲۲ ، اور علامہ ابن عابدینؒ نے فرمایا کہ "فلونقش اسمه تعالىٰ أواسم نبيه صلى الله عليه وسلم استحب أن يجعل الفص في كمه إذا دخل الخلاء، وأن يجعله في يمينه إذا استنجى" ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل فى اللبس: ۲۵۴/۵

تیسری سطر میں "محمد" نقش تھا، اس طرح:

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فلم أر التصريح بذلك في شيً من الأحاديث، بل رواية الإسماعيلي يخالف ظاهرها ذلك، فإنه قال فيها: محمدسطر، والسطر الثاني رسول، والسطر الثالث الله"(۹۹) (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ روایات میں مجھے اس طرح کی کوئی تصریح نہیں مل سکی ہے بلکہ اسماعیلی کی روایت سے بظاہر اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہے محمد ایک سطر میں ہے، دوسری میں رسول ہے اور تیسری سطر میں لفظ "اللہ" ہے)

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ انگوٹھی حضرت فاروق اعظمؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے پاس رہی، وہ ایک دن اریس کنویں کے پاس بیٹھے اور وہ انگوٹھی نکال کر اس سے کھیل رہے تھے کہ وہ گر گئی، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان کے ساتھ تین دن تک کوشش کرتے رہے، اس کنویں کا تمام پانی نکلوادیا گیا لیکن وہ انگوٹھی نہ ملی۔

علامہ مناوی "شرح شمائل" میں لکھتے ہیں:

"وكان في خاتم المصطفى شيً من الأسرار كما كان في خاتم سليمان لأن سليمان لما فقد خاتمه ذهب ملكه، و عثمان لما فقد الخاتم، انتقض عليه الأمر، فكان مبدأ الفتنة التي أفضَتْ إلى قتله، واتصلت إلى آخرالزمان"(۱۰۰)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں کوئی راز تھا، جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں راز تھا کہ جب وہ گم ہوگئی تو ان کی حکومت جاتی رہی، حضرت عثمانؓ سے بھی جب حضور کی وہ انگوٹھی گم ہوگئی تو معاملہ بگڑ گیا اور اس فتنے کی ابتدا ہوگئی جو ان کے قتل تک مفضی ہوا اور آخر تک جاری رہا۔

---

(۹۹) فتح الباري: ۱۰/۴۰۳، ۴۰۴

(۱۰۰) شرح الشمائل للمناوي، باب ماجاء في ذكر خاتم رسول الله صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۴۶

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مالِ قلیل بھی اگر گم ہو جائے تو اس کی تلاش میں کوشش کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا تھا تو حضور نے اسے تلاش کرایا تھا۔(۱۰۱)

روایت میں ہے "يعبثُ به" علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ انگوٹھی کو انگلی میں گھمارہے تھے، کبھی نکال دیتے اور کبھی پہنتے "عبث" سے یہی مراد ہے(۱۰۲) انسان جب کسی معاملہ میں فکر مند ہو اور سوچ و غور میں مشغول ہو تو عموماً اس طرح کرتا رہتا ہے، یہ وقار کے خلاف نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وإنما كان كذلك ، لأن من مثلهم إنما ينشأ عن فكر، وفكرتهم إنما هي في الخير"(۱۰۳)

ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کسی چیز کے گم ہو جانے کے بعد اسے تین دن تک تلاش کیا جائے اور پھر تلاش کرنا چھوڑ دے تو یہ درست ہے اور ایسا شخص لاپرواہ نہیں کہلائے گا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین کے آثار اور ان کا لباس بطور تبرک استعمال کر سکتے ہیں۔(۱۰۴)

٥٤ – باب : الخَاتَمِ لِلنِّسَاءِ .

وَكانَ عَلَى عائِشَةَ خَوَاتِيمُ ذَهَبٍ .

٥٥٤١ : حدّثنا أَبُو عاصِمٍ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنَا الحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ .

قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : وَزَادَ ٱبْنُ وَهْبٍ ، عَنِ ٱبْنِ جُرَيْجٍ : فَأَتَى النِّسَاءَ ، فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ . [ر : ٩٨]

---

(١٠١) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/١٣٧، فتح الباري: ١٠/٤٠٤

(١٠٢) شرح صحيح البخاري للكرماني: ٢١/١٠٥، فتح الباري: ١٠/٤٠٤، عمدة القاري: ٢٢/٣٩

(١٠٣) فتح الباري: ١٠/٤٠٤

(١٠٤) فتح الباري: ١٠/٤٠٤

اس باب میں عورتوں کے انگوٹھی پہننے کا بیان ہے، حضرت عائشہؓ کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں، روایت باب میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ عید میں موجود تھا، آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اور ابن وہب نے ابن جریج کے واسطے سے یہ اضافہ بھی نقل کیا، کہ آپ عورتوں کے پاس تشریف لائے، انہیں صدقہ خیرات کی ترغیب دی تو عورتیں حضرت بلال کے کپڑے میں انگوٹھیاں اور چھلے ڈالنے لگیں۔

الفَتَخ (فاء اور تاء کے فتحہ کے ساتھ) فتخة کی جمع ہے: چھلا، بلا نگینہ انگوٹھی (جو کن انگلی کے برابر والی انگلی میں پہنی جاتی ہے) شارحین نے اس کی تشریح میں لکھا ہے:

وهي الخواتيم التي تلبسها النساء في أصابع الرجلين وقيل: الخواتيم التي لافصوص لها، وقيل: الخواتم الكبار (۱۰۵)

یعنی اس سے وہ انگوٹھیاں مراد ہیں جو خواتین پاؤں کی انگلیوں میں پہنتی ہیں، بعضوں نے کہا اس سے بغیر نگینے والی انگوٹھیاں مراد ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے بڑی انگوٹھیاں مراد ہیں۔

٥٥ — باب : الْقَلَائِدِ وَالسِّخَابِ لِلنِّسَاءِ .

يَعْنِي قِلَادَةً مِنْ طِيبٍ وَسُكٍّ .

٥٥٤٢ : حدّثنا مُحمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ عِيدٍ ، فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلُ وَلَا بَعْدُ ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تَصَدَّقُ بِخُرْصِهَا وَسِخَابِهَا . [ر : ٩٨]

قَلَائِد: قِلادة کی جمع ہے، ہار کو کہتے ہیں۔ سِخاب (سین کے کسرہ اور خاء کی تخفیف کے ساتھ) موتیوں کے علاوہ لونگ وغیرہ سے بنایا ہوا ہار جسے بچے استعمال کرتے ہیں (۱۰۶) بعض نے اس کا ترجمہ

---

(۱۰۵) فتح الباري: ۱۰/۴۰۵، إرشادالساري: ۱۲/۵۸۰

(۱۰۶) عمدة القاري: ۲۲/۳۹، إرشادالساري: ۱۲/۵۸۱

"کڑے" سے کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا قِلادَة من طِيْبٍ وسكّ یعنی خوشبو اور مشک وغیرہ سے بنا ہوا ہار ہوتا ہے، سُكّ (سین کے ضمہ اور کاف مشدودہ کے ساتھ) خوشبو کا نام ہے۔(۱۰۷)

خُرْص (خاء۔کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ) بالی کو کہتے ہیں۔(۱۰۸)

٥٦ – باب : اَسْتِعَارَةِ الْقَلَائِدِ .

٥٥٤٣ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : هَلَكَتْ قِلادَةٌ لِأَسْمَاءَ ، فبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ في طَلَبِهَا رِجالاً ، فَحَضَرَتِ الصَّلاةُ وَلَيْسُوا عَلَى وُضُوءٍ ، وَلَمْ يَجِدُوا ماءً ، فَصَلَّوْا وَهُمْ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ ، فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ .

زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ . [ر : ٣٢٧]

ہار اور زیورات وغیرہ عاریۃً استعمال کرنے کے لیے لیے جاسکتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت اسماءؓ کا ہار لیا تھا!

٥٧ – باب : الْقُرْطِ لِلنِّسَاءِ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَمَرَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ بِالصَّدَقَةِ ، فَرَأَيْتُهُنَّ يَهْوِينَ إِلَى آذَانِهِنَّ وَحُلُوقِهِنَّ .

٥٥٤٤ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ قالَ : سَمِعْتُ سَعِيدًا . عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْعِيدِ رَكْعَتَيْنِ ، لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ ، فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ ، فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي قُرْطَهَا . [ر : ٩٨]

قُرْط (قاف کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ) بالی کو کہتے ہیں(۱۰۹) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ عورتیں اپنے کانوں اور گلے کی طرف ہاتھ بڑھا رہی ہیں (یعنی بالیاں اور ہار صدقہ کررہی ہیں۔)

---

(١٠٧) إرشادالساري: ١٢/٣٨١، عمدة القاري: ٢٢/٣٩

(١٠٨) فتح الباري: ١٠/٤٠٦، عمدة القاري: ٢٢/٤٠، إرشادالساري: ١٢/٥٨١.

(١٠٩) فتح الباري: ١٠/٤٠٦، عمدة القاري: ٢٢/٤٠، إرشادالساري: ١٢/٨١

٥٨ – باب : السِّخَابِ لِلصِّبْيَانِ .

٥٥٤٥ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فِي سُوقٍ مِنْ أَسْوَاقِ الْمَدِينَةِ ، فَٱنْصَرَفَ فَٱنْصَرَفْتُ ، فَقَالَ : (أَيْنَ لُكَعُ – ثَلَاثًا – ٱدْعُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ) . فَقَامَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يَمْشِي وَفِي عُنُقِهِ السِّخَابُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ هٰكَذَا . فَقَالَ الْحَسَنُ بِيَدِهِ هٰكَذَا ، فَالْتَزَمَهُ فَقَالَ : (اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ ، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ) .

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ، بَعْدَمَا قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مَا قَالَ . [ر : ٢٠١٦]

روایت باب میں "لُکَع" کے معنی بچے کے ہیں(١١٠)، فقال النبي صلى الله عليه وسلم بيده هكذا، فقال الحسن بيده هكذا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا یعنی دونوں ہاتھ معانقہ کے لیے پھیلا دیے۔ حضرت حسن نے بھی دونوں ہاتھ پھیلائے اور آپ سے لپٹ گئے!

٥٩ – باب : المُتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ ، وَالمتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ .

٥٥٤٦ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَعَنَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ .

تَابَعَهُ عَمْرٌو : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ .

---

(١١٠) إرشادالساري: ١٢/٥٨٣، عمدة القاري: ٢٢/٤١

(٥٥٤٦) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب لباس النساء: ٤/٦٠ (رقم الحديث: ٤٠٩٧) وأخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء : ٥/١٠٥ (رقم الحديث: ٢٧٨٤) وأخرجه ابن ماجه في كتاب النكاح، باب في المخنثين: ١/٦١٤ (رقم الحديث: ١٩٠٤)

روایت باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی جو عورتوں کی سی صورت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں کی سی صورت اختیار کرتی ہیں۔

یعنی لباس و زینت کی جو چیزیں عورتوں کے ساتھ خاص ہیں، مردوں کو وہ نہیں اختیار کرنی چاہئیں، اس طرح جو ہیئت اور وضع قطع مردوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا عورتوں کے لیے اختیار کرنا درست نہیں، گفتگو اور چال کا بھی یہی حکم ہے، ہاں اگر کسی کی خلقت ہی میں اس طرح کی مشابہت ہے تو چونکہ وہ غیر اختیاری ہے، اس لیے وہ اس وعید میں داخل نہیں۔(۱۱۱)

باب کے آخر میں عمرو بن مرزوق کی متابعت کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۱۲)

٦٠ - باب : إِخْرَاجِ المتَشَبِّهِينَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الْبُيُوتِ .

٥٥٤٧ : حدّثنا مُعَاذ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قالَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجالِ ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ ، وَقالَ : (أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ) . قالَ : فَأَخْرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فُلَانًا ، وَأَخْرَجَ عُمَرُ فُلَانًا . [٦٤٤٥]

٥٥٤٨ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ : أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ عِنْدَهَا وَفي الْبَيْتِ مُخَنَّثٌ ، فَقَالَ لِعَبْدِ اللهِ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ : يَا عَبْدَ اللهِ ، إِنْ فُتِحَ لَكُمْ غَدًا الطَّائِفُ ، فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَدْخُلَنَّ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُنَّ) .

---

(١١١) فتح الباري: ١٠/٤٠٨، إرشاد الساري: ١٢/٥٨٣، عمدة القاري: ٢٢/٤١

(١١٢) فتح الباري: ١٠/٤٠٩، إرشاد الساري: ١٢/٥٨٤، عمدة القاري: ٢٢/٤١

(٥٥٤٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الحدود، باب نفي أهل المعاصي والمخنثين (رقم الحديث: ٦٤٤٥) وأخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في المتشبهات بالرجال من النساء: ٥/١٠٦ (رقم الحديث: ٢٧٨٥) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الحكم في المخنثين: ٤/٢٨٢ (رقم الحديث: ٤٩٣٠) وأخرجه النسائي في كتاب عشرة النساء، باب لعن المتبرجات من النساء: ٥/٣٩٦ (رقم الحديث: ٩٣٥١)

قالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : تُقبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ : يَعْنِي أَرْبَعَ عُكَنِ بَطْنِهَا ، فَهِيَ تُقْبِلُ بِهِنَّ ، وَقَوْلُهُ : وَتُدْبِرُ بِثَمانٍ ، يَعْنِي أَطْرَافَ هٰذِهِ الْعُكَنِ الْأَرْبَعِ ، لِأَنَّهَا مُحِيطَةٌ بِالجَنْبَيْنِ حَتَّى لَحِقَتْ ، وَإِنَّمَا قالَ بِثَمانٍ ، وَلَمْ يَقُلْ بِثَمَانِيَةٍ ، وَوَاحِدُ الْأَطْرَافِ ، وَهْوَ ذَكَرٌ ، لِأَنَّهُ لَمْ يَقُلْ ثَمَانِيَةَ أَطْرَافٍ .

[ر : ٤٠٦٩]

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث مردوں اور مردوں کی صورت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو اور حضرت عمرؓ نے فلاں کو نکال دیا۔

المُترجّلات: بتکلف مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو نکالا تھا اس کا نام انجشہ تھا اور حضرت عمرؓ نے جسے نکالا تھا اس کا نام مانع تھا۔ (١١٣)

باب کی دوسری حدیث کتاب النکاح ، باب ماینھی من دخول المتشبھین بالنساء علی المرأة اور کتاب المغازی ، باب غزوة الطائف میں گذر چکی ہے۔

٦١ - باب : قَصِّ الشَّارِبِ .

وَكانَ ابْنُ عُمَرَ يُحْفِي شَارِبَهُ حَتَّى يُنْظَرَ إِلَى بَيَاضِ الجِلْدِ ، وَيَأْخُذُ هٰذَيْنِ ، يَعْنِي بَيْنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ .

٥٥٤٩ . حدّثنا المَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، عَنْ نَافِعٍ : قالَ أَصْحَابُنَا : عَنِ المَكِّيِّ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ) .

[٥٥٥١ ، ٥٥٥٣ ، ٥٥٥٤]

---

(١١٣) إرشاد الساري: ١٢/٥٨٤۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس شخص کا نام تو ذکر کیا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا تھا جب کہ حضرت عمرؓ نے جس شخص کو نکالا تھا اس کے بارے میں حافظ نے فرمایا "ولم أقف في شيء من الروايات على تسمية الذي أخرجه عمر"، فتح الباري: ١٠/٤١٠، علامہ عینیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے، عمدة القاري: ٢٢/٤٢

(٥٥٤٩) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار (رقم الحديث: ٥٥٥١، ٥٥٥٣) وفي باب إعفاء اللّحى (رقم الحديث: ٥٥٥٤)

٥٥٥٠ : حدّثنا عَلِيٌّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رِوَايَةً : (الْفِطْرَةُ خَمْسٌ ، أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ : الْخِتَانُ ، وَالِاسْتِحْدَادُ ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ) . [٥٥٥٢ ، ٥٩٣٩]

لباس سے فارغ ہونے کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ یہاں سے متعلقاتِ لباس بیان فرمارہے ہیں، مونچھیں تراشنا، ناخن کٹوانا وغیرہ لباس کے متعلقات میں سے ہیں۔(۱۱۴)

مونچھیں تراشنے کا طریقہ وحکم

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی مونچھیں اس قدر کترواتے تھے کہ کھال کی سفیدی دکھائی دینے لگتی تھی اور داڑھی اور مونچھوں کے درمیان کے بالوں کو بھی کترواتے تھے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۱۵)

مونچھیں ہونٹوں کی اطراف میں جہاں ختم ہوتی ہیں ان کے درمیانی اور داڑھی کے درمیان کے حصہ کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تر شواتے تھے۔

باب کی دوسری حدیث کی سند میں ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ روایۃً بیان کرتے ہیں، روایۃً بیان کرنے سے مراد مرفوعاً بیان کرنا ہے۔(۱۱۶) کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں ختنہ کرنا،

(٥٥٥٠) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في هذا الكتاب، باب تقليم الأظفار (رقم الحديث: ٥٥٥٢، وأخرجه أيضاً في كتاب الاستيذان، باب الختان بعد الكبر ونتف الإبط (رقم الحديث: ٥٩٣٩) وأخرجه مسلم في كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ١/٢٢١ (رقم الحديث: ٢٥٧) وأخرجه أبوداود في كتاب اللباس، باب في أخذ الشارب: ٤/٨٤ (رقم الحديث: ٤١٩٨) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب الفطرة: ٥/٤٠٦ (رقم الحديث: ٩٢٨٩) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطهارة، باب الفطرة: ١/١٠٧ (رقم الحديث: ٢٩٢)

(١١٤) فتح الباري: ١٠/٤١١، عمدة القاري: ٢٢/٤٣

(١١٥) شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الكراهية، باب حلق الشارب: ٢/٣٦٨

(١١٦) فتح الباري: ١٠/٤١٣، عمدة القاري: ٢٢/٤٥، إرشادالساري: ١٢/٥٨٦

زیرناف بال صاف کرنا، بغل کے بال اکھاڑنا، ناخن تراشنا اور مونچھوں کا کتروانا۔

مِن الفِطرَة: علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أي من السنة القديمة التي اختارها الأنبياء عليهم السلام، اتفقت عليها الشرائع، فكأنها أمر جبلي فطروا عليه"(۱۱۷) یعنی یہ ایک قدیم سنت ہے جسے تمام انبیاء نے اختیار کیا ہے اور جس پر تمام شرائع متفق ہیں، گویا کہ یہ ایک فطری خصلت ہے جس پر انہیں پیدا کیا گیا۔

استحداد کے معنی ہیں حدید یعنی استرا استعمال کرنا۔ نتف کے اصل معنی اکھیڑنے اور نوچنے کے آتے ہیں، بغل کے بال ہاتھوں سے اکھیڑنے چاہئیں، البتہ اگر کسی کو اس طرح تکلیف ہوتی ہو تو استرے وغیرہ سے صاف کیا جاسکتا ہے، مقصد بالوں کا ازالہ ہے۔(۱۱۸)

مونچھیں کتروانے میں سنت یہ ہے کہ قینچی وغیرہ سے اس قدر باریک ترشوائی جائیں کہ کھال نظر آنے لگے، استرے سے مونچھیں بالکل صاف کرنے کو بعض علماء نے بدعت و مکروہ کہا ہے(۱۱۹) لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔(۱۲۰) مونچھیں ترشوانے کے بارے میں حدیث باب میں "قَصّ" کا لفظ آیا ہے۔ اگلے باب میں حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں "أحفُوا الشَّوارِبَ" کے الفاظ ہیں، اس سے اگلے باب میں "انهَكُوا الشَّوارِبَ" کے الفاظ ہیں، صحیح مسلم کی روایت میں "جزّ وا الشوارب" کے الفاظ

---

(۱۱۷) إرشادالساري: ۵۸٦/۱۲

(۱۱۸) فتح الباري: ٤۲۲/۱۰، إرشادالساري: ۵۸۷/۱۲ علامہ عینیؒ نے فرمایا "فإن حلقه فقد خالف السنة" عمدة القاري: ٤۵/۲۲

(۱۱۹) أوجزالمسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ۲۳۱/۱٤، شرح الزرقاني على الموطا للإمام مالكؒ، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ۲۸۷/٤، الأبواب والتراجم: ۱۰۹/۲، فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات: ٤٤٦/۲

(۱۲۰) شرح مسلم للنووي، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱۲۹/۱، أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ۲۳۲/۱٤، حاشية ابن عابدينؒ، كتاب الحج، باب الجنايات: ۲۲۲/۲، فتح القدير، كتاب الحج، باب الجنايات: ٤٤٦/۲

ہیں۔(۱۲۱)

إحفاء اور نہك کے معنی کتروانے اور کاٹنے میں خوب مبالغہ کرنے کے آتے ہیں "جز" کے معنی ہیں بالوں کو اس طرح کاٹنا کہ جلد نظر آجائے(۱۲۲)......ان تمام لفظوں کا حاصل یہی ہے کہ مونچھیں خوب ترشوائی جائیں لیکن استرے سے بالکل جڑ سے صاف نہ کی جائیں، امام مالک نے استرے سے بالکل صاف کرنے کو مثلہ کہا ہے(۱۲۳)، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بھی قینچی وغیرہ سے کتروانا افضل ہے۔(۱۲۴)

٦٢ - باب : تَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ .

٥٥٥١ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : سَمِعْتُ حَنْظَلَةَ عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مِنَ الْفِطْرَةِ . حَلْقُ الْعَانَةِ ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ) . [ر : ٥٥٤٩]

٥٥٥٢ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْفِطْرَةُ خَمْسٌ : ٱلْخِتَانُ ، وَالِاسْتِحْدَادُ ، وَقَصُّ الشَّارِبِ ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ ، وَنَتْفُ الآبَاطِ) . [ر : ٥٥٥٠]

٥٥٥٣ : حدّثنا محمَّدُ بنَ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (خالِفُوا الْمُشْرِكِينَ : وَفِّرُوا اللِّحَى ، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ) . وَكانَ ٱبْنُ عُمَرَ : إِذَا حَجَّ أَوِ ٱعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ ، فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ . [ر : ٥٥٤٩]

---

(١٢١) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ١/٢٢٢ (رقم الحديث: ٢٦٠)

(١٢٢) فتح الباري: ١٠/٤٢٥، أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ١٤/٢٣٢

(١٢٣) فتح الباري: ١٠/٤٢٥، أوجزالمسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ١٤/٢٣٣

(١٢٤) فتح الباري: ١٠/٤٢٥، أوجزالمسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ١٤/٢٣٢، شرح الزرقاني، على المؤطا للإمام مالكؒ، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ٤/٢٨٧

ناخن تراشنے کا حکم

تقلیم قلم سے باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کے معنی کاٹنے اور قطع کرنے کے آتے ہیں، مونچھوں کی طرح ناخن تراشنا بھی فطری امور میں سے ہے، بڑھے ہوئے ناخنوں میں میل جمع ہو جاتا ہے جو پاکیزگی کے خلاف ہے، اسی طرح میل کی وجہ سے بسا اوقات پانی جڑوں تک نہیں پہنچ پاتا، اس لیے ناخن کاٹنے کا اہتمام ہونا چاہیے۔

کتنی مدت میں مونچھیں اور ناخن کاٹے جائیں

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ مونچھیں ترشوانے، ناخن لینے اور بغل اور زیر ناف کی صفائی کے سلسلے میں ہمارے لیے چالیس دن کی حد مقرر کی گئی ہے کہ ان سے زیادہ نہ چھوڑیں۔(۱۲۵)

اور بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ مونچھیں تراشنے، ناخن لینے اور زیر ناف کی صفائی کا اہتمام کیا جائے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعہ کو نماز جمعہ کے لیے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن تراشتے اور مونچھیں کترتے تھے۔(۱۲۶)

ناخن تراشنے کا طریقہ

ناخن تراشنے میں انگلیوں کی ترتیب کیا ہونی چاہیے؟ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ احادیث میں اس کے متعلق کوئی تصریح نہیں پائی جاتی۔(۱۲۷)

امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کیا جائے، درمیان کی انگلی، اس کے ساتھ والی اور چھوٹی انگلی کے ناخن کاٹے جائیں، پھر بائیں

(۱۲۵)صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۲۲۲ (رقم الحديث: ۲۵۸)

(۱۲٦) أوجز المسالك، كتاب اللباس، باب ماجاء في السنة في الفطرة: ۱٤/۲۳۰

(۱۲۷)فتح الباري: ۱۰/٤۲۳

ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے انگوٹھے تک کے ناخن تراشے جائیں، آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن کاٹا جائے اور پاؤں کے ناخن تراشنے میں ابتدا دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے کی جائے اور علی الترتیب بائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے۔(۱۲۸)

خَالِفُوا المُشرِكِين، وفِّروااللحیٰ، وأحفُوا الشَّوارِبَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کترواؤ، مشرکین سے مجوس مراد ہیں۔(۱۲۹)

"وفِّروا اللّحیٰ" کے الفاظ سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ داڑھی بڑھانی چاہیے اور کسی صورت میں بھی اس کو قینچی لگا کر کم نہ کرایا جائے۔

شاید اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرؓ کا اثر نقل کیا کہ جب وہ حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی مٹھی سے پکڑتے اور بالوں کا جتنا حصہ زیادہ ہوتا، اس کو کٹوا دیتے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے بھی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی ریش مبارک کے عرض اور طول میں سے کچھ کم کر دیتے تھے۔(۱۳۰)

اس لیے وفِّروا اللّحیٰ اور أعفُوا اللّحیٰ کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی رکھی جائے، نہ منڈائی جائے اور نہ زیادہ کم کی جائے۔

باب کی اس دوسری حدیث کا تعلق ترجمۃ الباب سے نہیں ہے بلکہ یہ اگلے باب "باب إعفاء اللحی" کے تحت ذکر کر دینی چاہیے۔ تکلف اور تعسف کر کے کوئی مناسبت کی توجیہ کرنا چاہیے تو اور بات ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وهذا الحديث لاتعلق له بما ترجمه له كما لايخفى ويمكن توجيهه بتعسف"(۱۳۱)

(۱۲۸) شرح مسلم للنووي، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ۱/۱۲۹، نیز دیکھیے بذل المجهود، كتاب الترجل، باب في أخذ الشارب: ۸٤/۱۷

(۱۲۹)فتح الباري: ۱۰/٤٦۸، عمدة القاري: ۲۲/٤٦، إرشادالساري: ۱۲/٥۹۰

(۱۳۰)أخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في الأخذ من اللحية: ٥/٩٤ (رقم الحديث: ۲۷٦۲)

(۱۳۱) إرشاد الساري: ۱۲/٥۹۰

٦٣ - باب : إِعْفَاءِ اللِّحَى .

«عَفَوْا» /الأعراف: ٩٥/ : كَثُرُوا وَكَثُرَتْ أَمْوَالُهُمْ .

٥٥٥٤ : حدّثني مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قَالَ : قَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ٱنْهَكُوا الشَّوَارِبَ ، وَأَعْفُوا اللِّحَى) .
[ر : ٥٥٤٩]

داڑھی کی مقدار

حدیث باب میں ہے" انهكوا الشوارب وأعفوا اللحى"مونچھیں تراشواور داڑھی بڑھاؤ۔

داڑھی کتنی بڑھانی چاہیے؟اس سلسلے میں حدیث میں کوئی مقدار متعین نہیں کی گئی ہے(۱۳۲) البتہ ایک مشت سے کم داڑھی کاٹنے کی اجازت کسی سے منقول نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا حرام ہے۔(۱۳۳) ہاں ایک مشت سے زیادہ کاٹنا بعض کے نزدیک مباح اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔(۱۳۴)امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ داڑھی ایک مشت سے زیادہ نہیں کاٹی جائے گی،اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔(۱۳۵)

---

(١٣٢) كفايت المفتي ، كتاب الحظر، بال اور داڑھی کے احکام: ۹/۱۷۶، معارف الحديث، كتاب المعاشرة والمعاملات: ٣١٥/٦

(١٣٣) البدر الساري: ٣٨٠/٤، معارف الحديث، كتاب المعاشرة والمعاملات: ٣١٥/٦، كفايت المفتي ، كتاب الحظر والإباحة: ١٧٤/٩

(١٣٤)الأبواب والتراجم: ١١٠/٢، جبکہ صاحب درمختار سے منقول ہے کہ ایک قبضہ داڑھی رکھنا مسنون ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "والسنة فيها القبضة" الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٢٨٨/٥،اسی عبارت کے تحت شارح علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں"وهو أن يقبض الرجل لحيته فمازاد منها على قبضة قطعه كذا ذكره محمد في كتاب الآثار عن الإمام، قال: وبه نأخذ"

(١٣٥) شرح مسلم للنووي، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة: ١٢٩/١

ایک مشت سے زیادہ داڑھی اس قدر بڑھ جائے کہ بدنما نظر آنے لگے تو ایسی صورت میں زائد بال تراش دینے کو بعض علماء نے ضروری اور بعض نے مستحب کہا ہے۔ ہاں ایک مشت داڑھی رکھنے پر اجماع ہے۔(۱۳۶) مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حدیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم اور تاکید آئی ہے اور اس کی مقدار بتلانے کے لیے کوئی قولی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہے، ہاں فعلی روایت صحابہ کرام کا یہ طرز عمل مروی ہے کہ ایک مشت سے زیادہ داڑھی کو کتروا دیتے تھے اور ایک مشت کے اندر کتروانے کی کوئی سند نہیں ہے، اس لیے فقہائے کرام نے ایک مشت داڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا ہے اور اس سے کم رکھنے والے کو تارکِ واجب ہونے کی بناء پر فاسق کہا ہے۔"(۱۳۷)

عفوا: كثروا وكثرت أموالهم

"إعفاء" کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق سورۃ اعراف کی آیت پچانوے میں واقع لفظ "عَفَوا" کے معنی بیان کیے کہ اس کے معنی زیادہ ہونے اور مال زیادہ ہونے کے ہیں، آیت کریمہ ہے ﴿ثم بدلنا مكان السيئة الحسنة حتى عفوا......﴾ (ہم نے بدحالی کو خوش حالی سے بدل دیا یہاں تک کہ ان کو (صحت کے ساتھ مال واولاد میں) خوب ترقی ہوئی (وہ بڑھ گئے اور ان کے مال و دولت میں اضافہ ہوا۔)

---

(۱۳۶) وهل يكره أخذما زاد على القبضة فيه وجهان: أحدهما يكره، والثاني لايكره لماروى البخاري ذلك من فعل ابن عمر...... وعلم مماسبق أنهم اختلفوا فيما طال من اللحية على أقوال: الأول: يتركها على حالها ولايأخذمنها شيئاً، وهو مختارالشافعية، ورجحه النووي وهو أحد الوجهين عندالحنابلة، والثاني كذلك إلافي حج أوعمرة، فيستحب أخذشيئ منها، قال الحافظ: هو المنصوص عن الشافعي، والثالث يستحب أخذما فحش طولها جدًا بدون التحديد بالقبضة وهو مختارالإمام مالك، ورجحه القاضي عياض والرابع: يستحب أخذما زاد على القبضة، وهو مختارالحنفية، (الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۰)

(۱۳۷) كفايت المفتي : كتاب الحظر والإباحة "بال اور داڑھی کے احکام": ۹/۱۷۶

٦٤ – باب : ما يُذْكَرُ في الشَّيْبِ .

٥٥٥٥/٥٥٥٦ : حدّثنا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسًا : أَخَضَبَ النَّبِيُّ ﷺ ؟ قالَ : لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ إِلَّا قَلِيلاً .

(٥٥٥٦) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ قالَ : سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ ما يَخْضِبُ ، لَوْ شِئْتُ أَنْ أَعُدَّ شَمَطَاتِهِ فِي لِحْيَتِهِ . [ر : ٣٣٥٧]

٥٥٥٧/٥٥٥٨ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ عُثْمانَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ مَوْهَبٍ قالَ : أَرْسَلَنِي أَهْلِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ – وَقَبَضَ إِسْرَائِيلُ ثَلاثَ أَصَابِعَ – مِنْ فِضَّةٍ ، فِيهِ شَعَرٌ مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَكانَ إِذَا أَصَابَ الْإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ ، فاطَّلَعْتُ فِي الْجُلْجُلِ ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا .

(٥٥٥٨) : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا سَلَّامٌ ، عَنْ عُثْمانَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَوْهَبٍ قالَ : دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ ، فَأَخْرَجَتْ إِلَيْنَا شَعَرًا مِنْ شَعَرِ النَّبِيِّ ﷺ مَخْضُوبًا .

وَقالَ لَنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا نُصَيْرُ بْنُ أَبِي الْأَشْعَثِ ، عَنِ ٱبْنِ مَوْهَبٍ : أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَرَتْهُ شَعَرَ النَّبِيِّ ﷺ أَحْمَرَ .

ترجمۃ الباب کا مقصد

شیب بڑھاپے اور بالوں کی سفیدی کو کہتے ہیں۔ شارحین نے ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سفید بالوں کو خضاب لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ امام اس کا حکم بیان کرنا چاہتے ہیں۔(۱۳۸) لیکن یہ بات دل کو نہیں لگتی کیونکہ امام نے خضاب کے حکم سے متعلق آگے مستقل باب قائم کیا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا مقصد شیب کی فضیلت اور سفید بالوں کو اکھاڑنے سے روایات میں جو ممانعت آئی ہے ان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔(۱۳۹)

(٥٥٥٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في هذا الباب (رقم الحديث: ٥٥٥٨) وأخرجه ابن ماجه في كتاب اللباس، باب الخضاب بالحناء: ١١٩٦/٢ (رقم الحديث: ٣٦٢٣)

(١٣٨) عمدة القاري: ٤٧/٢٢ نیز دیکھیے فتح الباري: ٤٣١/١٠، إرشاد الساري: ٥٩١/١٢

(١٣٩) الأبواب والتراجم: ١١٠/٢

سفید بالوں کی فضیلت

چنانچہ امام ابوداود اور ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ "ان النبيَّ صلى الله عليه وسلم نهىٰ عن نَتفِ الشَّيب وقال: إنه نُورالمسلم" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بالوں کو اکھیڑنے سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہے (۱۴۰) چونکہ یہ روایات امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہیں ذکر نہیں کیا اور خضاب والی روایتوں کو ذکر کیا۔

پہلی روایت میں محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ انھوں نے کہا آپ کے بہت کم بال سفید ہوئے تھے (پندرہ، سترہ، اٹھارہ، انیس یا بیس بالوں کے سفید ہونے کا ذکر آتا ہے)۔ (۱۴۱)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ آپ کے بال اتنے سفید نہیں ہوئے تھے کہ خضاب لگاتے، اگر آپ کی داڑھی کے سفید بالوں کو میں گننا چاہتا تو گن لیتا۔

شَمَطات (شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ) سفید بالوں کو کہتے ہیں۔ (۱۴۲)

ایک مغلق عبارت کی تشریح

باب کی تیسری حدیث میں عثمان بن عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں: "أرسلني أهلي إلى أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم بقدح من ماء ...... وقبض إسرائيل ثلاث أصابع......

(۱٤۰) أخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في النهي عن نتف الشيب: ۱۲۵/۵ (رقم الحديث: ۲۸۲۳) وروى أبوداود معناه في كتاب الترجل، باب في نتف الشيب: ۸۵/٤ (رقم الحديث: ٤۲۰۲)

(۱٤۱) إرشادالساري: ۵۹۱/۱۲، عمدة القاري: ٤۸/۲۲

(۱٤۲) عمدة القاري: ٤۸/۲۲، فتح الباري: ٤۳۲/۱۰، إرشاد الساري: ۵۹۲/۱۲، شرح الكرماني: ۱۱۲/۲۱

من قصة فيه شعر من شعر النبي صلى الله عليه وسلم"۔

اس عبارت میں تھوڑا سے اغلاق ہے، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کی جو تشریح کی ہے، وہ بڑی بے غبار اور واضح ہے۔

یہاں پہلی بات یہ سمجھ لیں کہ "وقبض إسرائيل ثلاث أصابع" یہ جملہ معترضہ ہے، اسرائیل بن یونس نے حدیث سمجھانے کے لیے تین انگلیوں سے اشارہ کیا، اس جملہ میں اس کا ذکر ہے، لہذا اصل حدیث کے الفاظ ہیں "أرسلني أهلي إلى أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم بقدح من ماء من قصة فيه شعر من شعر النبي صلى الله عليه وسلم"۔

❶ قُصَّة (قاف کے ضمہ اور صاد کی تشدید کے ساتھ) بالوں کے گچھے کو کہتے ہیں "مِنْ قُصَّةٍ......" میں "مِن" سببیہ ہے اور "أجل" کے معنی میں ہے "أي لأجل قُصة" اور فيه شعر سے پہلے فعل محذوف ہے أي ليجعل فيه شعر من شعر النبي صلى الله عليه وسلم...... ترکیبی عبارت بنے گی "أرسلني أهلي إلى أم سلمة...... بقدح من ماء لأجل قصة ليجعل فيه شعر من شعر النبي صلى الله عليه وسلم...... ترجمہ ہوگا۔ "میرے گھر والوں نے مجھے پانی کا پیالہ دے کر حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھیجا بالوں کے گچھے کی وجہ سے تاکہ اس پیالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ڈال دیئے جائیں"۔

حضرت ام سلمہؓ کے پاس ایک ڈبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک محفوظ تھے، کسی کو نظر بد لگتی یا کوئی بیمار ہوتا تو پانی بھیجتے، آپ کے بال مبارک اس میں ڈال دیے جاتے، لوگ وہ پانی استعمال کرتے تو ان کی برکت سے شفامل جاتی۔ (۱۴۳)

عثمان بن وہب کو پیالہ دے کر ان بالوں کے لیے بھیجا گیا تاکہ بال مبارک اس پیالے میں ڈال دیئے جائیں۔

"فيه شعر......" میں ضمیر مجرور "قدح" کی طرف راجع ہے بعض نسخوں میں "فيها" ہے۔ اس صورت میں مطلب اور واضح ہوگا کہ مجھے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا اس گچھے کی وجہ سے جس میں

(۱٤٣) عمدة القاري: ۲۲/٤٩، فتح الباري: ۱۰/٤٣٣، إرشاد الساري: ۱۲/٥٩٣، شرح الكرماني: ۲۱/۱۱۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے، آپ کے بال مبارک کو دوسرے بالوں کے ساتھ رکھا گیا تھا تاکہ محفوظ رہے۔ چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"من قصة : كلمة مِنْ بمعنى الأجل، وقوله: فيه شعر من شعر...... الظاهر أنه بيان لما آل إليه أمر القدح حين جعلت أم سلمة شعره صلى الله عليه وسلم فيه، إذلايخفى أن الشعر لم يكن في القدح الذي أتى به عثمان إلى أم سلمة رضي الله عنها، وإنما كان الشعر في الجلجل، ولايبعد أن يقال: "ليجعل فيه شعر من شعر...... بحذف الفعل، وهذا إذا أعيد الضمير إلى القدح، وأما إذا أعيد إلى القُصة كما في نسخة، فالأمر أظهر، ولعلها جعلته في القصة خوفاً عن التلف والضياع لو أفرد وكان وحده"(١٤٤)

❷ یہ تفصیل اس وقت ہے جب یہ لفظ "قُصَّة" ہو لیکن کئی نسخوں میں یہ لفظ "فِضَّة" ہے۔(١٤٥) اور یہ "قدح" کی صفت ہے، ترجمہ ہوگا "میرے گھر والوں نے مجھے چاندی کا بنا ہوا پانی کا پیالہ دے کر بھیجا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے"...... اس کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کا یہ پیالہ حضرت ام سلمہؓ کا تھا جس میں حضورؐ کے بال مبارک تھے، عثمان بن وہب کے گھر والے اسے لے گئے تھے، پھر واپس کرنے کے لیے عثمان کو دے کر بھیجا۔(١٤٦)

اس پر اشکال ہوگا کہ چاندی کا پیالہ استعمال کرنا تو جائز نہیں، اس کا یہ جواب دیا گیا کہ یہ خالص چاندی کا نہیں تھا، صرف اس پر چاندی کا کچھ کام ہوا تھا یا خالص چاندی کا تھا لیکن اس طرح کے چاندی کے چھوٹے برتن کے استعمال کو حضرت ام سلمہ جائز سمجھتی تھیں۔(١٤٧)

---

(١٤٤) لامع الدراري: ١٠/٣

(١٤٥) عمدة القاري: ٢٢/٤٨، فتح الباري: ١٠/٤٣٢، إرشاد الساري: ١٢/٥٩٤

(١٤٦) عمدة القاري: ٢٢/٤٩، إرشاد الساري: ١٢/٥٩٢، شرح الكرماني: ٢١/١١٢، فتح الباري: ١٠/٤٣٢

(١٤٧) عمدة القاري: ٢٢/٤٩، إرشاد الساري: ١٢/٥٩٢، شرح الكرماني: ٢١/١١٢، فتح الباري: ١٠/٤٣٢

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ام سلمہ کھانے پینے کے لیے اس کو استعمال نہیں کرتی تھیں، صرف حضور کے بال اس میں رکھے گئے تھے۔ چاندی کے برتن میں اس طرح کی کوئی چیز محفوظ کرنا جائز ہے۔(۱۴۸)

③ایک تیسری صورت یہ ہے کہ "من فضة" "قدح" کی نہیں بلکہ "جُلجُل" کی صفت ہے، جلجل ڈبیہ کو کہتے ہیں، چنانچہ حمیدی نے "الجمع بين الصحيحين" میں جو روایت نقل کی، اس کے الفاظ ہیں "أرسلني أهلي إلى أم سلمة بقدح من ماء فجاء ت بجلجل من فضة فيه شعر "(۱۴۹) اس کا حاصل یہ ہے کہ عثمان صرف پانی کا پیالہ لے کر گئے تھے اور حضرت ام سلمہ چاندی کی وہ ڈبیہ لے کر آئیں جس میں حضور انورؐ کے بال مبارک تھے۔

لوگ پانی وغیرہ کے برتن لے جاتے، حضرت ام سلمہؓ اس کے اندر وہ ڈبیہ رکھ دیتیں، پھر وہ پانی استعمال کیا جاتا اور مریضوں کو شفا مل جاتی۔

حاصل یہ کہ روایت میں "من فضة......" سے پہلے "فجاء ت بجلجل" کے الفاظ حمیدی کی روایت میں ہیں، یہاں بخاری کی روایت میں نہیں جس کی وجہ سے کلام میں الجھن پیدا ہو رہی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "قوله: فجاء ت بجلجل، وبه ينتظم الكلام، ويعرفامنه أن قوله: "من فضة" بالفاء والمعجمة، وأنه صفة الجلجل، لاصفة القدح الذي أحضره عثمان بن موهب"(۱۵۰)

اب بات رہ جاتی ہے "وقبض إسرائيل ثلاث أصابع" کی......اسرائیل بن یونس نے بات سمجھانے کے لیے تین انگلیاں (انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی) پھیلا کر سکیڑیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے پانی کے اس پیالے کے چھوٹا ہونے کی طرف اشارہ تھا کہ وہ اس قدر چھوٹا سا

(١٤٨)عمدة القاري: ٤٩/٢٢، إرشاد الساري: ٥٩٢/١٢، فتح الباري: ٤٣٢/١٠

(١٤٩) فتح الباري: ٤٣٢/١٠

(١٥٠)فتح الباري: ٤٣٢/١٠

پیالہ تھا۔(۱۵۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے عثمان کا حضرت ام سلمہ کے ہاں تین مرتبہ جانے کی طرف اشارہ مقصود ہے کیونکہ انگلیوں سے عدد کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔(۱۵۲)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ "قبض أصابع" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ثم اعلم أن هيئة قبض الأصابع أن تطول أصابعك الثلاثة، وهي الإبهام، والسبابة والوسطى، ثم توسع بينها توسعا قليلاً بحيث يكون البعد بين رؤوسها وبين أصولها سواء، فهذا القبض إما للإشارة إلى هيئة القدح أو للإشارة إلى هيئة الجلجل"(۱۵۳)

یعنی "قبض أصابع" کی ہیئت یوں ہے کہ آپ اپنی تین انگلیوں (انگوٹھے) شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو پھیلا دیں اور ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھیں جو انگلیوں کی جڑوں اور سروں کے درمیان برابر ہو، اس ہیئت کا یہ اشارہ یا پیالہ کی طرف تھا یا ڈبیہ کی طرف۔

مخْضَبة: ٹب اور پانی کے برتن کو کہتے ہیں۔(۱۵۴)

روایت کے آخر میں عثمان بن موہب فرماتے ہیں کہ میں نے اس برتن میں دیکھا تو اس میں چند سرخ بال نظر آئے، معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب لگاتے تھے، اسی مناسبت سے امام نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی۔(۱۵۵)

---

(۱۵۱) فتح الباري: ۴۳۲/۱۰، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۵۹۲/۱۲

(۱۵۲) عمدة القاري: ۴۸/۲۲، نیز دیکھیے شرح الکرماني: ۱۱۲/۲۱

(۱۵۳) لامع الدراري: ۴/۱۰

(۱۵۴) النهاية لابن الأثير: ۳۹/۲، مجمع بحار الأنوار: ۵۱/۲، القاموس الوحید: ۴۴۷

(۱۵۵) إرشاد الساري: ۵۹۳/۱۲

٦٥ – باب : اَلْخِضَابِ .

٥٥٥٩ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمانَ ٱبْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصارَى لَا يَصْبُغُونَ ، فَخَالِفُوهُمْ) . [ر : ٣٢٧٥]

خضاب لگانے کا حکم

مہندی اور سرخ رنگ کا خضاب لگانا بالاتفاق مستحب ہے، البتہ سیاہ رنگ کے خضاب میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے سیاہ خضاب لگانا جائز ہے، مثلاً جہاد میں دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لیے کوئی بوڑھا مجاہد سیاہ خضاب لگاتا ہے یا بوڑھا شوہر جوان بیوی کے اطمینان کے لیے سیاہ خضاب لگاتا ہے تو یہ بلا کراہت جائز ہے البتہ عام حالات میں ضرورت شرعیہ کے بغیر سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔(۱)

حنفیہ میں سے بعض علماء نے سیاہ خضاب لگانے کو مطلقاً جائز کہا ہے، چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔(۲)

شافعیہ کے ہاں سیاہ خضاب کے متعلق دو قول ہیں تحریم کا اور کراہت تنزیہی کا، امام نووی رحمہ اللہ نے تحریم کے قول کو اصح کہا ہے۔(۳)

---

(۱) كفايت المفتي كتاب الحظر والإباحة "بال اور داڑھی کے احکام" ٩/١٨٠، أوجز المسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ٢٥/١٥

(۲) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع : ٥/٢٩٩

(۳) فتح الباري: ١٠/٤٣٦، أوجز المسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ٢٥/١٥

شافعیہ کی طرح حنابلہ کے ہاں بھی دو روایتیں ہیں، تحریم اور کراہت کی، ان کی مشہور روایت کراہت کی ہے۔(۴)

امام مالک رحمہ اللہ سے ابن وہب نے نقل کیا ہے، وہ فرماتے تھے "لم أسمع في صبغ الشعرة بالسواد نهياً معلوماً"(۵)

حاصل یہ کہ جہاد وغیرہ ضرورت شرعیہ کی وجہ سے سیاہ خضاب کا استعمال بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور دھوکہ دینے کے لیے سیاہ خضاب لگانا بالاتفاق ممنوع ہے اور عام زینت کے لیے لگانے میں جمہور کے نزدیک کراہت ہے اور بعضوں نے جائز کہا ہے۔(۶)

سیاہ خضاب کی ممانعت کے دلائل

مانعین صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ لائے گئے، ان کے بال بالکل سفید تھے، آپ نے فرمایا "غيّروا هذا بشيء، واجتنبوا السواد"(۷)

اسی طرح حضرت ابن عباس کی روایت امام ابوداود نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام، لا يريحون رائحة الجنة"(۸) (آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی، وہ سیاہ خضاب لگایا کرے گی، کبوتر کے پوٹوں کی طرح، ایسے لوگ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے۔)

ان روایتوں کی بنیاد پر جمہور سیاہ خضاب کو مکروہ تحریمی یا تنزیہی کہتے ہیں۔

---

(٤) أوجز المسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ١٥/٢٥

(٥) الموطا للإمام مالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ٢/٩٤٩

(٦) الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٥/٢٩٩، البحر الرائق، كتاب الكراهية: ٨/١٨٣

(٧) صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب استحباب خضاب الشيب: ٣/٦٦٣ (رقم الحديث: ٢١٠٢)

(٨) رواه أبوداود في كتاب الترجل، باب ماجاء في خضاب السواد: ٤/٨٧ (رقم الحديث: ٤٢١٢)

مجوزین کے دلائل

جو حضرات اسے جائز کہتے ہیں وہ صحابہ اور تابعین کے آثار سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ابن القیم نے زاد المعاد اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ان کے نام لکھے ہیں، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عثمان، سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، مغیرہ بن شعبہ، جریر بن عبداللہ، عمرو بن العاص، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، محمد بن الحنفیہ سے سیاہ خضاب لگانا منقول ہے۔(۹)

یہ حضرات، احادیث نہی کو خداع اور دھوکے والی صورت پر محمول کرتے ہیں۔(۱۰)

لیکن نہی کی احادیث چونکہ مطلق ہیں، اس لیے انہیں مخصوص صورت پر محمول کرنا خلاف ظاہر ہے۔

مانعین ذکر کردہ آثار کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس میں سواد سے سواد خالص مراد نہیں، بلکہ سرخ رنگ کی آمیزش بھی اس کے ساتھ تھی۔(۱۱)

بہر حال یہ تفصیل تو سیاہ خضاب کے متعلق ہے، مہندی اور سرخ خضاب لگانا مستحب اور مسنون ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"إن أحسن ماغيرتم به الشيب: الحِناء والكتم"(۱۲) یعنی بہترین خضاب مہندی اور وسمہ ہے"الكتم: نبت يخلط مع الوسمة"(۱۳)

---

(۹) زادالمعاد لابن قيم، فصل في ذكر شئ من الأدوية، و الأغذية المفردة التي جاء ت على لسانه صلى الله عليه وسلم وما فيها من المنافع والخواص: ٣٦٨/٤

(١٠) أوجزالمسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ٢٦/١٥

(١١) أوجزالمسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في صبغ الشعر: ٢٧/١٥

(١٢) أخرجه الترمذي في كتاب اللباس، باب ماجاء في الخضاب: ٢٣٢/٤ (رقم الحديث: ١٧٥٣)

(١٣) النهاية لابن الأثير: ١٥٠/٤

٦٦ – باب : الجَعْدِ .

٥٥٦٠ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكُ بْنُ أَنسٍ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ : كانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبائِنِ ، وَلَا بِالْقَصِيرِ ، وَلَيْسَ بِالأَبْيَضِ الأَمْهَقِ ، وَلَيْسَ بِالآدَمِ ، وَلَيْسَ بِالجَعْدِ الْقَطَطِ ، وَلَا بِالسَّبْطِ ، بَعَثَهُ ٱللّٰهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً ، فَأَقامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ ، وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ ، وَتَوَفَّاهُ ٱللّٰهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً ، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعَرَةً بَيْضاءَ . [ر : ٣٣٥٤]

٥٥٦١ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا إِسْرائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ : سَمِعْتُ الْبَراءَ يَقُولُ : ما رَأَيْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْراءَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ .

قالَ بَعْضُ أَصْحابِي ، عَنْ مالِكٍ : إِنَّ جُمَّتَهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ . قالَ أَبُو إِسْحٰقَ : سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ ، ما حَدَّثَ بِهِ قَطُّ إِلَّا ضَحِكَ . قالَ شُعْبَةُ : شَعَرُهُ يَبْلُغُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ . [ر : ٣٣٥٦]

٥٥٦٢ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنا مالِكٌ ، عَنْ نافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُما : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ قالَ : (أُرانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ، فَرَأَيْتُ رَجُلاً آدَمَ ، كَأَحْسَنِ ما أَنْتَ راءٍ مِنْ أُدْمِ الرِّجالِ ، لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ ما أَنْتَ راءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَها ، فَهِيَ تَقْطُرُ ماءً ، مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ ، أَوْ عَلَى عَواتِقِ رَجُلَيْنِ ، يَطُوفُ بِالْبَيْتِ ، فَسَأَلْتُ : مَنْ هٰذا ؟ فَقِيلَ : الْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ ، وَإِذا أَنا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ ، أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى ، كَأَنَّها عِنَبَةٌ طافِيَةٌ ، فَسَأَلْتُ : مَنْ هٰذا ؟ فَقِيلَ : الْمَسِيحُ ٱلدَّجّالُ) . [ر : ٣٢٥٦]

٥٥٦٣/٥٥٦٨ : حدّثنا إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنا حَبّانُ : حَدَّثَنا هَمّامٌ : حَدَّثَنا قَتادَةُ : حَدَّثَنا أَنَسٌ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ .

(٥٥٦٤) : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنا هَمّامٌ ، عَنْ قَتادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : كانَ يَضْرِبُ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ مَنْكِبَيْهِ .

(٥٥٦٣) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في هذا الباب (رقم الحديث: ٥٥٦٤) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب صفة شعر النبي صلى الله عليه وسلم: ١٨١٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣٣٨)

(٥٥٦٥) : حدّثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ قَتادَةَ قالَ : سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ عَنْ شَعَرِ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : كانَ شَعَرُ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ رَجِلاً ، لَيْسَ بِالسَّبِطِ وَلَا الجَعْدِ ، بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعاتِقِهِ .

(٥٥٦٦) : حدّثنا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ ، وَكانَ شَعَرُ النَّبِيِّ ﷺ رَجِلاً ، لَا جَعْدَ وَلَا سَبِطَ .

(٥٥٦٧) : حدّثنا أَبُو النُّعْمانِ : حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، عَنْ قَتادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ، حَسَنَ الْوَجْهِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ وَلَا قَبْلَهُ مِثْلَهُ ، وَكانَ بَسْطَ الْكَفَّيْنِ .

(٥٥٦٨) : حدّثني عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا مُعاذُ بْنُ هانِئٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا قَتادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ ، أَوْ عَنْ رَجُلٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْقَدَمَيْنِ ، حَسَنَ الْوَجْهِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ .

وَقالَ هِشامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ قَتادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ شَثْنَ الْقَدَمَيْنِ وَالْكَفَّيْنِ .

وَقالَ أَبُو هِلالٍ : حَدَّثَنَا قَتادَةُ ، عَنْ أَنَسٍ ، أَوْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ ضَخْمَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ، لَمْ أَرَ بَعْدَهُ شِبْهًا لَهُ . [ر : ٣٣٥٤]

٥٥٦٩ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنِ ٱبْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُجاهِدٍ قالَ : كُنَّا عِنْدَ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُما : فَذَكَرُوا ٱلدَّجَّالَ ، فَقالَ : إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كافِرٌ ، وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : لَمْ أَسْمَعْهُ قالَ ذاكَ ، وَلٰكِنَّهُ قالَ : (أَمَّا إِبْراهِيمُ فَٱنْظُرُوا إِلَى صاحِبِكُمْ ، وَأَمَّا مُوسَى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ ، عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ ، مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ ، كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ ٱنْحَدَرَ فِي الْوادِي يُلَبِّي) . [ر : ١٤٨٠]

(٥٥٦٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب صفة شعرالنبي صلى الله عليه وسلم: ١٨١٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣٣٨) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب الجعد: ٤٠٩/٥ (رقم الحديث: ٩٣١١) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الزينة، باب اتخاذ الجمة والذوائب: ١٢٠٠/٢ (رقم الحديث: ٣٦٣٤) وأخرجه الترمذي في الشمائل، باب ماجاء في شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٤٨(رقم الحديث: ٢٧)

گھنگھریالے بالوں کو جعد کہتے ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والظاهر عند هذا العبدالضعيف في الغرض من الترجمة على مايستفاد من مجموع أحاديث الباب أن شدة الجعودة ليست بمحمودة، فينبغي إزالته بالامتشاط وغيره، وقليله محمود لايزال (۱۴)

یعنی ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ بالوں کا زیادہ گھنگھریالے ہونا کوئی اچھا وصف نہیں، لہذا کنگھی کے ذریعہ زیادہ کنگھریالے پن کو ختم کرنا چاہیے، ہاں بالوں کا ہلکا سا کنگھریالے ہونا پسندیدہ ہے۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی اوصاف کے متعلق احادیث ذکر کی ہیں الطويل البائن: بہت زیادہ لمبا۔ الأمهق: خالص سفید جیسے برص کا مریض ہوتا ہے۔ الآدم: گندم گوں، یعنی آپ کا رنگ ایسا گندم گوں نہیں تھا جس میں سفیدی غالب ہو، بلکہ سرخی اور سفیدی دونوں تھیں۔ الجَعْد القَطَط (قاف اور طاء کے فتحہ کے ساتھ) بہت زیادہ گھنگریالے بالوں والا۔ سَبِط (سین کے فتحہ اور باء کے کسرہ کے ساتھ) جس کے بال بالکل سیدھے ہوں۔ ”توفاه الله على رأس ستين“: وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ سال تھی، یہاں کسر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ (۱۵)

جُمَّة اور لِمَّة زلفوں اور بالوں کو کہتے ہیں، بال کندھوں تک ہوں تو اسے جُمَّة، کانوں اور کندھوں کے درمیان تک ہوں تو اسے لِمَّة۔ (۱۶) اور کانوں تک ہوں تو اُسے وَفرة کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کندھوں تک، کبھی کان کی لو تک بال رکھے ہیں مختلف اوقات میں مختلف معمول رہا۔

لِمَم: لِمَّةٌ کی جمع ہے...... أُدْم (ہمزہ کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ) آدم کی جمع ہے بمعنی گندم گوں۔ رَجلها: رَجل کے معنی کنگھی کرنے کے آتے ہیں۔ عِنَبَة طافية: ابھرے ہوئے انگور

(١٤) الأبواب والتراجم: ٢/١١٠

(١٥) إرشادالساري: ١٢/٥٩٥

(١٦) فتح الباري: ١٠/٤٣٨، إرشادالساري: ١٢/٥٩٥، عمدة القاري: ٢٢/٥٢

کے دانے کی طرح۔

کان شعر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رَجِلاً

رَجِل (راء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) ایسے بال جو نہ زیادہ گھنگریالے ہوں اور نہ بالکل سیدھے ہوں بلکہ درمیانے ہوں، اسے رجل کہتے ہیں ضَخم الیدَین: بھرے ہوئے عظیم ہاتھوں والا، بَسْط الکفَّین: کشادہ ہتھیلیوں والا، شَثْن القدمَین: بھرے ہوئے پر گوشت قدموں والا۔

وأما موسی فرجلٌ آدمُ جعدٌ علی جملٍ أحمر مخطومٍ بخُلْبةٍ

حضرت موسی علیہ السلام گندم گوں تھے، بال گھنگریالے تھے، ایسے سرخ اونٹ پر تشریف فرما تھے جسے رسی کی لگام لگی ہوئی تھی، وادی میں اترتے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے۔ خُلْبة (خاء کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ) کھجور کی چھال اور روئی وغیرہ سے بنائی ہوئی مضبوط رسی۔(۱۷)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ ان روایات کی باب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فإن قلت: هذه الروايات الواردة في صفة الكفين والقدمين لاتعلق لها بالترجمة أجيب: بأنها كلها حديث واحد، واختلفت رواته بالزيادة والنقص، والغرض منه بالإصالة صفة الشعر وما عدا ذلك فبالتبع“

یعنی اگر آپ کو یہ شبہ ہو کہ ہتھیلیوں اور قدم کے وصف سے متعلق ان روایات کا ترجمۃ الباب سے کوئی تعلق نہیں (کیونکہ ترجمۃ الباب بالوں سے متعلق ہے) تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک ہی حدیث ہے، راویوں نے اسے کمی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن اصالۃً اس سے بالوں کا وصف بیان کرنا مقصود ہے، باقی چیزیں بالتبع ہیں۔(۱۸)

---

(۱۷) النهاية لابن الأثير: ۲/۹۸، عمدة القاري: ۲۲/۵٤

(۱۸) إرشاد الساري: ۱۲/۵۹۹

٦٧ – باب : التَّلْبِيدِ .

٥٥٧١/٥٥٧٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ ٱبْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عُمَرَ قالَ : سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : مَنْ ضَفَّرَ فَلْيَحْلِقْ ، وَلَا تَشَبَّهُوا بِالتَّلْبِيدِ . وَكانَ ٱبْنُ عُمَرَ يَقُولُ : لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ مُلَبِّدًا .

(٥٥٧١) : حدّثني حِبَّانُ بْنُ مُوسَى وَأَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ قالَا : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يُهِلُّ مُلَبِّدًا ، يَقُولُ : (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، إِنَّ الحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيكَ لَكَ) . لَا يَزِيدُ عَلَى هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ . [ر : ١٤٦٦]

٥٥٧٢ : حدّثني إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ ، عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ما شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا بِعُمْرَةٍ وَلَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عُمْرَتِكَ ؟ قالَ : (إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي ، وَقَلَّدْتُ هَدْيِي ، فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ) . [ر : ١٤٩١]

تلبید کے معنی ہیں گوند وغیرہ سے سر کے بالوں کو چپکانا تاکہ وہ بکھر کر غبار وغیرہ سے محفوظ رہیں اور تضفیر کے معنی ہیں سر کے بالوں کی چوٹیاں بنانا۔(۱۹)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں: "من ضفَّر فلیَحلِق، ولاتشبَّهوا بالتَّلبید" یعنی جس شخص نے سر کے بالوں کی چوٹیاں بنائی ہوں تو وہ (احرام سے نکلنے کے لیے) حلق کرے اور تلبید کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

حضرت فاروق اعظم کے قول کے مختلف مطالب

شارحین نے حدیث کے مختلف مطالب بیان کیے ہیں:

---

(١٩) فتح الباري: ١٠/٤٤١، إرشادالساري: ١٢/٦٠٠، عمدة القاري: ٢٢/٥٥، النهاية لابن الأثير: ٣/٩٢ و ٤/٢٢٤

❶ ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ حضرت فاروق اعظم نے اس حدیث میں اولاً تلبید اور تضفیر کا احرام سے نکلنے کے لیے حکم بیان کیا کہ جس شخص کے بال گوندھے ہوئے ہوں یا اس نے بالوں کی چوٹیاں بنائی ہوں تو احرام سے نکلنے کے لیے وہ حلق کرے، قصر اس کے لیے کافی نہیں یا حلق اس کے لیے قصر کے مقابلے میں افضل ہے۔

لیکن احرام کے علاوہ عام حالات میں تلبید اور تضفیر دونوں.... شراح کے بقول.... حضرت عمر کے نزدیک مکروہ ہیں اس لیے انھوں نے آگے فرمایا "لاتشبّھوا بالتّلبید" یعنی احرام کے علاوہ تلبید کی سی صورت نہ اختیار کرو کہ بالوں کی چوٹیاں بنانے لگو، چوٹیوں سے منع کیا جو مشبہ ہے تو تلبید سے بطریق اولیٰ ممانعت ہو گئی کیونکہ وہ مشبہ بہ ہے۔(۲۰)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: لقد رأيتُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم ملبّدا

اس تشریح کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کو بعض نے حضرت فاروق اعظم کی تائید و حمایت پر محمول کیا اور بعضوں نے تردید و مخالفت پر، تائید و حمایت کی صورت میں ابن عمرؓ کے قول کا مطلب یہ لیا گیا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے تلبید کو عام حالات میں مکروہ کہا ہے، ان کا یہ قول درست اس لیے ہے کہ ابن عمر کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف احرام کی حالت میں تلبید کے ساتھ دیکھا ہے، غیر احرام کی حالت میں نہیں، گویا حضرت ابن عمرؓ جو فرما رہے ہیں "لقد رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ملبدا" اس سے حالت احرام میں دیکھنا مراد ہے۔

اور مخالفت کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم تلبید سے جو منع فرما رہے ہیں یہ درست نہیں کیونکہ آپؐ کو میں نے تلبید کی حالت میں دیکھا ہے، حضرت ابن عمرؓ، حضرت فاروق اعظم کے قول کا مطلب یہ سمجھے کہ وہ تلبید سے مطلقاً (احرام اور غیر احرام دونوں حالتوں میں) منع کر رہے ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے والد کی تردید کی، حالانکہ حضرت فاروق اعظم کا مقصد تلبید سے مطلقاً ممانعت نہیں بلکہ غیر حالت احرام میں ممانعت مراد ہے۔(۲۱)

---

(۲۰) فتح الباري: ۱۰/٤٤۱، إرشادالساري: ۱۲/٦۰۰، عمدة القاري: ۲۲/٥٥

(۲۱) فتح الباري: ۱۰/٤٤۲، إرشادالساري: ۱۲/٦۰۰، عمدة القاري: ۲۲/٥٥

بہر حال حضرت ابن عمرؓ کا قول ان کی تائید بھی ہو سکتا ہے اور تردید بھی۔

❷ من ضفَّر فليَحلق کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ جو شخص حالت احرام میں سر کے بالوں کی چوٹیاں بنانا چاہتا ہے تو وہ تضفیر کے بجائے احرام سے پہلے پہلے اپنے بال منڈوا لے تا کہ اس تکلف کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ (۲۲)

❸ لیکن اس حدیث کا سب سے خوب صورت مطلب قطب عالم حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے "لامع الدراری" میں بیان فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں، عبارت کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوند سے بال چپکائے تھے اور پھر حلق کیا تھا، لہذا تلبید کرنے والے کے لیے مستحب یہی ہے کہ وہ قصر کے بجائے حلق کرے، اسی طرح بالوں کی چوٹیاں بنا کر تلبید کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے کو بھی حلق کرنا چاہیے، اصل اور اعلیٰ صورت تلبید کی ہے، تضفیر تو نقل وادنی صورت ہے، پھر اصل کی طرف فاروق اعظمؓ رغبت دلاتے ہوئے فرمانے لگے کہ چوٹیاں بنا کر تلبید کی صورت اختیار کرنے کے بجائے اصل تلبید ہی کو کیوں نہیں اپناتے، اس لیے تلبید کی مشابہت اختیار نہ کرو بلکہ تلبید ہی پر عمل کرو......اور اس کی تائید میں حضرت ابن عمرؓ کا قول بھی ذکر کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلبید کی صورت میں حالت احرام میں دیکھا ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

"ومعنى العبارة أن النبي صلى الله عليه وسلم لبّد رأسه، وحلق، فكان الأدب للملبد الحلق وكذلك هوأدب لمن تشبه بالملبد بالتضفير، ثم حث على اختيار الأعلى بترك الأدنى، فقال: لاتشبهوا بالتلبيد بأن تضفروا، بل حصلوا عين التلبيد، ثم أورد ابن عمر تاييدا لقول أبيه: إني رأيته صلى الله عليه و سلم ملبدا"(۲۳)

---

(۲۲) فتح الباري: ۱۰/٤٤١

(۲۳) لامع الدراري: ۱۰/٦

٦٨ – باب : الْفَرْقِ .

٥٥٧٣ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ مُوافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيما لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ ، وكانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعارَهُمْ ، وكانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُوسَهُمْ . فَسَدَلَ النَّبِيُّ ﷺ ناصِيَتَهُ ، ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ . [ر : ٣٣٦٥]

٥٥٧٤ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَجاءٍ قالَا : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْحَكَمِ ، عَنْ إِبْراهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الطِّيبِ في مَفَارِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مُحْرِمٌ . قالَ عَبْدُ ٱللهِ : في مَفْرِقِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٦٨]

فَرْق (فاء کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ) مانگ کو کہتے ہیں، سر کے بالوں کو بالکل درمیان سے دو حصوں میں تقسیم کردیا جائے۔ بیچ میں جو پٹی نکلتی ہے اسے عربی میں فرْق اور اردو میں مانگ کہتے ہیں۔(۲۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مانگ نہیں نکالتے تھے بلکہ بال ویسے ہی پیچھے کرلیا کرتے تھے کیونکہ اہل کتاب کا یہی طریقہ تھا جب کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے، جن امور میں آپ کو وحی کے ذریعہ سے کوئی تعلیم نہیں دی گئی ہوتی ان میں آپ اہل کتاب کی اتباع کو پسند فرمایا کرتے تھے لیکن بعد میں آپ مانگ نکالا کرتے تھے۔

سَدَل باب نصر اور ضرب دونوں سے آتا ہے، بال چھوڑنا، لٹکانا، سدل اور فرْق دونوں جائز ہیں۔ حضرات صحابہؓ میں دونوں طرح کا معمول تھا۔(۲۵)

باب کی آخری حدیث میں ہے "كأني أنظر إلى وَبيص الطِّيب في مَفَارق النبي...... قال عبدالله: في مَفرِق النبي"......مَفرِق (میم کے فتحہ، فاء کے سکون اور راء کے کسرہ کے ساتھ) مانگ کو کہتے ہیں، عبداللہ بن رجاء نے جمع کے بجائے مفرد روایت کیا ہے۔ وبیص چمک کو کہتے ہیں۔

(٢٤) عمدة القاري: ٢٢/٥٥، إرشادالساري: ٦٠١/١٢، فتح الباري: ٤٤١/١٠، النهاية لابن الأثير: ٤٣٨/٣، مجمع بحار الأنوار: ١٢٨/٤

(٢٥) الأبواب والتراجم: ١١٠/٢

٦٩ – باب : اَلذَّوَائِبِ .

٥٥٧٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَنْبَسَةَ : أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ (ح) .

وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُونَةَ بِنْتَ الحَارِثِ خالَتِي ، وَكانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عِنْدَهَا في لَيْلَتِهَا ، قالَ : فَقَامَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ، فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ ، قالَ : فَأَخَذَ بِذُؤَابَتِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ .

حدّثنا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ : بِهٰذَا ، وَقالَ : بِذُؤَابَتِي ، أَوْ بِرَأْسِي . [ر : ١١٧]

ذوائب: ذُؤابة کی جمع ہے زلف اور گیسو کو کہتے ہیں، روایت باب میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گیسوؤں سے پکڑ کر دائیں جانب کھڑا کیا، معلوم ہوا کہ زلفیں رکھنا جائز ہے کہ حضورؐ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

مردوں کے لیے بالوں کی چوٹیاں بنانا مکروہ ہے (٢٦) البتہ زلفوں کی صورت میں قدرے طویل بال رکھنا بلا کراہت جائز ہے اور سنن ترمذی کی ایک حدیث میں حضورؐ سے ثابت بھی ہے۔ (٢٧)

---

(٢٦) العرف الشذي على جامع الترمذي، كتاب اللباس، باب بلا ترجمة: ١/٣٠٨، الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار......: ٥/٣٥٧

(٢٧) عن أم هاني قالت: قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة، وله أربع غدائر، وفي رواية عنها: له أربع ضفائر (جامع الترمذي، كتاب اللباس، باب دخول النبي صلى الله عليه وسلم مكة: ٤/٢٤٦) (رقم الحديث: ١٧٨١)

٧٠ – باب : الْقَزَعِ .

٥٥٧٧/٥٥٧٦ : حدّثني مُحمَّدٌ قالَ : أَخْبَرَنِي مَخْلَدٌ : قالَ أَخْبَرَنِي ٱبْنُ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ ٱللهِ بْنُ حَفْصٍ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ نَافِعٍ أَخْبَرَهُ ، عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ الْقَزَعِ .

قالَ عُبَيْدُ ٱللهِ : قُلْتُ : وما الْقَزَعُ ؟ فأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ قالَ : إِذَا حُلِقَ الصَّبِيُّ ، وَتُرِكَ هَا هُنَا شَعَرَةٌ وَهَا هُنا وَهَا هُنَا ، فَأَشَارَ لَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ إِلَى نَاصِيَتِهِ وَجانِبَيْ رَأْسِهِ .

قِيلَ لِعُبَيْدِ ٱللهِ : فَالْجارِيَةُ وَالْغُلامُ ؟ قَالَ : لَا أَدْرِي ، هٰكَذَا قالَ : الصَّبِيُّ .

قَالَ عُبَيْدُ ٱللهِ : وَعاوَدْتُهُ ، فَقَالَ : أَمَّا الْقُصَّةُ وَالْقَفَا لِلْغلام فَلا بَأْسَ بِهِمَا ، وَلٰكِنَّ الْقَزَعَ أَنْ يُتْرَكَ بِنَاصِيَتِهِ شَعَرٌ ، وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ ، وَكَذٰلِكَ شِقُّ رَأْسِهِ هٰذَا وَهٰذَا .

(٥٥٧٧) : حدّثنا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ الْمُثَنَّى بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ .

قَزَع (قاف اور زاء کے فتحہ کے ساتھ) کے معنی ہیں سر کے بعض حصے کے بالوں کو منڈوا دینا اور بعض کو چھوڑ دینا یا مختلف جگہوں سے سر کے بال منڈوا دینے کو قزع کہتے ہیں۔(۲۸)

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے مکروہ تنزیہی ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اور اس میں مرد عورت دونوں برابر ہیں۔(۲۹)

(٥٥٧٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب كراهة القزع: ١٦٧٥/٣ (رقم الحديث: ٢١٢٠) وأخرجه أبوداود في كتاب الترجل، باب في الذؤابة: ٨٣/٤ (رقم الحديث: ٤١٩٣) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب النهي عن القزع: ٤٠٧/٥ (رقم الحديث: ٩٢٩٨) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الزينة، باب النهي عن القزع ١٢٠١/٢ (رقم الحديث: ٣٦٣٧)

(٢٨) عمدة القاري:٥٧/٢٢، فتح الباري:٤٤٦/١٠، إرشادالساري:٦٠٣/١٢، نیز دیکھیے مجمع بحارالأنوار: ٢٦٧/٤، النهاية لابن الأثير: ٥٩/٤، شرح البخاري للكرماني: ١٢١/٢١

(٢٩) شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب كراهة القزع:٢٠٤/٢

روایت باب میں حضرت ابن عمرؓ کے شاگرد نافع ان سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا ہے، قلت: وما القزع:...... راوی عبیداللہ بن حفص کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن نافع سے قزع کی تفسیر پوچھی، مسلم کی روایت میں ہے کہ قلت لنافع: وماالقزع یعنی عبیداللہ نے عمر بن نافع کی بجائے نافع سے قزع کی تفسیر پوچھی......(۳۰)

نافع نے اس کا جو جواب دیا، وہ نقل کرتے ہوئے عبیداللہ نے اشارہ سے بھی سمجھایا، نافع نے کہا کہ بچہ کے بال منڈوائے جائیں اور یہاں یہاں سے بال چھوڑ دیئے جائیں عبیداللہ نے پیشانی اور سر کے دونوں جانب کی طرف اشارہ کیا...... عبیداللہ سے پوچھا گیا کہ یہ حکم لڑکی کے لیے ہے یا لڑکے کے لیے تو انھوں نے کہا مجھے اور نہیں معلوم البتہ "صبي" (بچہ) کا لفظ کہا تھا۔

عبیداللہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن نافع سے دوبارہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ کنپٹیوں اور گدی کے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں البتہ قزع مکروہ ہے کہ باقی سر کے بال منڈوادیئے جائیں اور صرف پیشانی کے بال چھوڑ دیئے جائیں، اسی طرح اپنے سر کے بال آدھے مونڈنا اور آدھے رکھنا جائز نہیں ہے۔

حدیث میں فأشار لنا عبيدالله دو مرتبہ تکرار کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے ترکیب میں الجھن پیدا ہوگئی، حالانکہ ایک مرتبہ کافی تھا۔(۳۱)

القَصّة سے یہاں کنپٹیوں کے بال مراد ہیں، شارعین فرماتے ہیں "وهي هنا شعر الصدغين"۔(۳۲)

قزع مکروہ ہے، ایک تو یہ بے ڈھنگا پن ہے، دوسرا یہ یہودیوں کا شعار اور ان کا طریقہ تھا۔(۳۳)

---

(۳۰)صحيح مسلم، كتاب اللباس والزينة، باب كراهة القزع: ۱٦٧٥/۳ (رقم الحديث: ۲۱۲۰)

(۳۱) فتح الباري: ٤٤٦/۱۰، عمدة القاري: ٥٨/۲۲، إرشادالساري: ٦٠٤/۱۲، شرح البخاري للكرماني: ۱۲۲/۲۱

(۳۲)فتح الباري: ٤٤٧/۱۰، عمدة القاري: ٥٨/۲۲، إرشادالساري: ٦٠٤/۱۲

(۳۳) فتح الباري: ٤٤٧/۱۰، عمدة القاري: ٥٨/۲۲، إرشادالساري: ٦٠٤/۱۲، شرح البخاري للكرماني: ۱۲۱/۲۱

۷۱ – باب : تَطْيِيبِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِيَدَيْهَا . (۳۴)

۵۵۷۸ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : طَيَّبْتُ النَّبِيَّ ﷺ بِيَدِي لِحُرْمِهِ ، وَطَيَّبْتُهُ بِمِنًى قَبْلَ أَنْ يُفِيضَ . [ر : ۱٤٦٥]

بیوی شوہر کو اپنے ہاتھوں سے خوشبو لگا سکتی ہے جیسا کہ حدیثِ باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھنے کے وقت اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی اور طوافِ افاضہ (طوافِ زیارت) سے پہلے منی میں خوشبو لگائی۔

لِحُرْمِه

حُرْم (حاء کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ) احرام کو کہتے ہیں، حالت احرام میں خوشبو لگانا تو جائز نہیں، یہاں یہ کیسے کہہ دیا؟ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وأجيب بأن مرادها قبل طواف الزيارة أي قبل أن يفيض إلى الطواف ، وهو عندالتحلل الأول، وهو بعدالرمي يوم النحر والحلق، وتحل به جميع المحرمات إلاالجماع(۳۵)

یعنی دسویں تاریخ کو رمی اور حلق کرنے کے بعد جماع کے سوا احرام کی دوسری تمام پابندیاں ختم

(۳٤) قال الحافظ ابن حجرؒ: كأن فقه هذه الترجمة من جهة الإشارة إلى الحديث الوارد في الفرق بين طيب الرجل والمرأة، وأن طيب الرجل ماظهر ريحه وخفي لونه، والمرأة بالعكس، فلوكان ذلك ثابتاً لامتعنت المرأة من تطييب زوجها لما يعلق بيديها وبدنها منه حالة تطييبها له، وكان يكفيه أن يطيّب نفسه، فاستدل المصنف بحديث عائشة المطابق للترجمة وقدتقدم مشروحاً في الحج وهو ظاهر فيما ترجم له، والحديث الذي أشار إليه أخرجه الترمذي وصححه الحاكم من حديث عمران بن حصين، وله شاهد عن أبي موسى الأشعري عند الطبراني في "الأوسط" ووجه التفرقة: أن المرأة مامورة بالاستتار حالة بروزها من منزلها، والطيب الذي له رائحة لوشرع لها كانت فيه زيادة في الفتنة بها، وإذاكان الخبر ثابتا، فالجمع بينه وبين حديث الباب أن نها مندوحة أن تغسل أثره إذا أرادت الخروج لأن منعها خاص بحالة الخروج،والله أعلم (فتح الباري: ۱۰/٤٤٧)

(۳۵) عمدة القاري: ۲۲/۵۹

ہو جاتی ہیں، خوشبو لگائی جاسکتی ہے، حدیث باب میں احرام کا یہی وقت مراد ہے۔

۷۲ – باب : الطِّيبِ في الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ .

٥٥٧٩ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ بِأَطْيَبِ ما يَجِدُ ، حَتَّى أَجِدَ وَبِيصَ الطِّيبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ . [ر : ٢٦٨]

سر اور داڑھی کے بالوں میں خوشبو لگانا سنت سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمدہ قسم کی خوشبو لگایا کرتی تھی یہاں تک کہ آپ کے سر اور داڑھی میں خوشبو کی چمک باقی رہ جاتی تھی۔

۷۳ – باب : الِامْتِشَاطِ .

٥٥٨٠ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ : أَنَّ رَجُلاً اطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِي دَارِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَحُكُّ رَأْسَهُ بِالْمِدْرَى ، فَقَالَ : (لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ ، لَطَعَنْتُ بِهَا فِي عَيْنِكَ ، إِنَّمَا جُعِلَ الْإِذْنُ مِنْ قِبَلِ الْأَبْصَارِ) .
[٥٨٨٧ ، ٦٥٠٥]

امام بخاریؒ اس باب میں کنگھی کا استحباب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

(٥٥٨٠)الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الاستيذان، باب الاستيذان من أجل البصر (رقم الحديث: ٥٨٨٧) وأخرجه أيضاً في الديات، باب من اطلع في بيت قوم ففقؤاعينه، فلادية له (رقم الحديث: ٦٥٠٥) وأخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب تحريم النظر في بيت غيره: ١٦٩٨/٣ (رقم الحديث: ٢١٥٦) وأخرجه الترمذي في كتاب الاستيذان، باب من اطلع في دارقوم بغير إذنهم: ٦٤/٥ (رقم الحديث: ٢٧٠٩) وأخرجه النسائي في كتاب القسامة، باب ذكرحديث عمروبن حزم في العقول واختلاف الناقلين له: ٢٤٧/٤ (رقم الحديث: ٧٠٦٤)

حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سوراخ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جھانکا، اس وقت آپ سر مبارک میں کنگھی کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں اس کو تیری آنکھوں میں چبھو دیتا، دیکھنے ہی کے لیے تو اجازت لینا مقرر کیا گیا (اگر اجازت لینے سے پہلے پہلے گھر کے اندر دیکھ لیا تو پھر اجازت لینے کا کیا فائدہ؟......)

مِدْرَی (میم کے کسرہ، دال کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ) کنگھی کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا یہ ایک لکڑی ہوتی ہے جو عورتیں بالوں کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑنے کے لیے سر میں لگاتی ہیں، بعضوں نے کہا یہ ایک لکڑی ہوتی ہے جس میں کنگھی کی طرح دانتے ہوتے ہیں۔ (۳۶)

مِدْرَی کے معنی کنگھی کے لیے جائیں تو حدیث کی مناسبت باب سے بالکل ظاہر ہے اور اگر اس کے دوسرے معانی مراد ہوں تو پھر بطریق مقایسہ روایت کی ترجمۃ الباب سے مناسبت ہے۔ (۳۷)

۷۴ – باب : تَرْجِيلِ الحَائِضِ زَوْجَهَا .

۵۵۸۱ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ لزُّبَيْرِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَأَنَا حائِضٌ .
حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ : مِثْلَهُ .
[ر : ۲۹۱ ، ۲۹۲]

حائضہ عورت اپنے شوہر کو کنگھی کر سکتی ہے جیسا کہ حدیث باب میں ہے۔

---

(۳٦)عمدة القاري: ۲۲/٦۰، شرح البخاري للكرماني: ۲۱/۱۲۳، وفي مجمع بحار الأنوار: المدرى والمدراة شيئ يعمل من حديد أوخشب على شكل سن من أسنان المشط وأطول منه يسرح به الشعر المتلبّد ويستعمله من لامشط له......مجمع بحارالأنوار: ۲/۱۷۰، نیز دیکھیے النهاية لابن الأثير: ۲/۱۱۵، وقال الحافظ ابن حجرؒ: المدرى تطلق على نوعين: أحدهما صغير يتخذ من آبنوس أوعاج أوحديد يكون طول المسلة يتخذ لفرق الشعر فقط وهو مستدير الرأس على هيئة نصل السيف بقبضة وهذه صفته: ●▬▬ ثانيهما: كبير وهو عود مخروط من آبنوس أوغيره، وفي رأسه قطعة منحوتة في قدر الكف، ولها مثل الأصابع أولاهن معوّجة مثل حلقة الإبهام المستعمل للتسريح ويحك الرأس والجسد وهذه صفته: ●▬▬⋷ فتح الباري: ۱۰/٤٤۹

(۳۷) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۱، عمدة القاري: ۲۲/٦۰

۷۵ – باب : التَّرْجِيلُ وَالتَّيَمُّنُ فِيهِ .

٥٥٨٢ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عائِشَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كانَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ ما ٱسْتَطَاعَ ، فِي تَرَجُّلِهِ وَوُضُوئِهِ .
[ر : ١٦٦]

ابوذر کے نسخے میں ہے "باب الترجیل والتیمن" ہندوستانی نسخے اور بعض دوسرے نسخوں میں "باب الترجل" ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیمن یعنی دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا، کنگھی کرنے اور وضوء میں آپ دائیں طرف سے شروع فرماتے، کنگھی کرنا بھی مستحب ہے کیونکہ وہ نظافت وپاکیزگی کاذریعہ ہے۔

ان ابواب اور احادیث سے دنیا کے اسباب اور جائز زیب وزینت ترک کرنے والے ان اہل تقشف کے خیال کاواضح طور پر غلط ہونا ثابت ہو جاتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ خدا کے طالبوں اور آخرت کی فکر کرنے والوں کو اپنی صورت وہیئت اور لباس کے حسن وقبح سے بے پرواہو کر میلا کچیلا اور پراگندہ حال اور پراگندہ بال رہنا چاہیے اور صفائی، ستھرائی، صورت ولباس کو سنوارنے کی فکر اور اس میں جمال پسندی ان کے نزدیک گویا دنیاداری کی بات ہے، جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کے مزاج سے ناواقف ہیں۔

ہاں صورت ولباس وغیرہ کے بناؤ سنوار کا حد سے زیادہ اہتمام اور اس کے لیے فضول وبے جا تکلفات بھی ناپسند اور مزاج شریعت کے خلاف ہیں۔

۷٦ – باب : ما يُذْكَرُ فِي الْمِسْكِ .

٥٥٨٣ : حدّثني عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (كُلُّ عَمَلِ ٱبْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّوْمَ ، فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ ، وَلَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ ٱللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ) .
[ر : ١٧٩٥]

امام مسلم اور امام ابوداود رحمہما اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ "إن المسك أطيب الطيب" یعنی مشک سب سے اچھی خوشبو ہے (۳۸) روایت باب میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو، اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے، خُلُوف بھوک و پیاس کی وجہ سے روزہ دار کے منہ میں پیدا ہونے والی بو کو کہتے ہیں۔ (۳۹)

أطيب کے معنی بیان کیے ہیں أي خلوف الصائم أقبل عنداللّٰہ من قبول ريح المسك عندكم یعنی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں تمھارے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ مقبول ہے۔ (۴۰)

۷۷ - باب : ما يُسْتَحَبُّ مِنَ الطِّيبِ .

۵۵۸٤ : حدّثنا مُوسى : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ ﷺ عِنْدَ إِحْرَامِهِ بِأَطْيَبِ ما أَجِدُ .
[ر : ١٤٦٥]

اچھی اور عمدہ سے عمدہ خوشبو استعمال کرنا مستحب ہے، اعلیٰ خوشبو ہو تو اسی کو استعمال کرنا چاہیے، اعلیٰ کی موجودگی میں ادنیٰ خوشبو استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ (۴۱)

---

(٣٨) صحيح مسلم ، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك وأنه أطيب الطيب : ١٧٦٥/٤ (رقم الحديث: ٢٢٥٢) وأخرجه أبوداود في كتاب الجنائز، باب في المسك للميت: ٢٠٠/٣ (رقم الحديث: ٣١٥٨)

(٣٩) عمدة القاري: ٦١/٢٢، إرشادالساري: ٦٠٨/١٢، شرح البخاري للكرماني: ١٢٤/٢١

(٤٠) عمدة القاري: ٦١/٢٢، شرح البخاري للكرماني: ١٢٤/٢١، إرشادالساري: ٦٠٨/١٢

(٤١) فتح الباري: ٤٥٢/١٠

٧٨ - باب : مَنْ لَمْ يَرُدَّ الطِّيبَ .

٥٥٨٥ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ . حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الأَنْصَارِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ثُمَامَةُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ كانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ . [ر : ٢٤٤٣]

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أي هذا باب في ذكر من لم يردّالطيب وكأنه يريد بذلك أن النهي عن رده ليس على التحريم(۴۲) یعنی اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شخص کاذکر کیاہے جو خوشبو کورد نہیں کرتا، حضورؐ خوشبورد نہیں فرمایا کرتے تھے اور ایک روایت میں خوشبورد کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، امام بخاری شاید اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ یہ نہی، تحریمی نہیں ہے۔

حدیث باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کورد نہیں فرماتے تھے (اگر کوئی ہدیہ میں دیدیتا) زعم، قال کے معنی میں ہے۔

بزار نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے "ماعرض على النبي صلى الله عليه وسلم طيب قط فرده"(۴۳)

امام ابوداود نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے "من عرض عليه طيب، فلايرده، فإنه طيب الريح، خفيف المحمل"(۴۴) یعنی کسی کی خدمت میں اگر خوشبو پیش کی جائے تو اسے رد نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس کی بو عمدہ اور خوشبو پیش کرنے والے کے لیے وہ گراں بار نہیں ہوتی۔

---

(٤٢) عمدة القاري: ٢٢/٦١

(٤٣) فتح الباري: ١٠/٤٥٣

(٤٤) أخرجه أبوداود في كتاب الترجل، باب في ردالطيب: ٤/٧٨ (رقم الحديث: ٤١٧٢)

٧٩ - باب : الذَّرِيرَةِ .

٥٥٨٦ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ الْهَيْثَمِ : أَوْ مُحَمَّدٌ عَنْهُ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ : سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ بِيَدَيَّ بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ . [ر : ١٤٦٥]

خوشبو کی دو قسمیں ہیں، ایک تو عرق اور تیل کی شکل میں اور دوسری سفوف وغیرہ کی شکل میں، "ذریرہ" ایک خاص خوشبو کا نام ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اصل میں لکڑی سے بنتی ہے جو ہند سے لائی جاتی، داودی نے کہا کہ پہلے اس کے مفردات واجزاء جمع کیے جاتے، پھر انہیں پیستے ہیں اور یوں سفوف والی خوشبو تیار ہو جاتی ہے۔(۴۵)

روایت باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے ذریرہ خوشبو حجۃ الوداع میں احرام باندھتے اور کھولتے وقت لگائی۔

٨٠ - باب : الْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ .

٥٥٨٧ : حدّثنا عُثْمانُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ : (لَعَنَ اللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللهِ تَعَالَى) . ما لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ ، وَهُوَ فِي كِتَابِ اللهِ : «وَما آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ» . إِلى : «فَانْتَهُوا» . [ر : ٤٦٠٤]

حسن کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی خواتین پر لعنت بھیجی گئی ہے جیسا کہ حدیث باب میں ہے کہ اللہ کی لعنت ہو گودنے والی، اپنے جسم کو گدوانے والی، چہروں کے بال نوچنے والی اور حسن کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی عورتوں پر جو اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں۔

اس حدیث کی تشریح کتاب التفسیر میں سورۃ الحشر کی تفسیر کے تحت گذر چکی ہے۔(۴۶)

---

(٤٥) فتح الباري: ١٠/٤٥٤، عمدة القاري: ٢٢/٦٢

(٤٦) كشف الباري، كتاب التفسير: ٦٦٦

٨١ - باب : الْوَصْلِ فِي الشَّعَرِ .

٥٥٨٨ : حدّثنا إسماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ عَوْفٍ : أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عامَ حَجَّ ، وَهْوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ، وَهْوَ يَقُولُ ، وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كانَتْ بِيَدِ حَرَسِيٍّ : أَيْنَ عُلَماؤُكُم ؟ سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ ، وَيَقُولُ : (إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ ٱتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ) . [ر : ٣٢٨١]

٥٥٨٩ : وَقالَ ٱبْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ) . [٥٦٠٢]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں بالوں میں جوڑ لگانے کی ممانعت کو بیان فرمارہے ہیں، روایت باب میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر منبر پر خطبہ دیا۔ انھوں نے اپنے ایک سپاہی کے ہاتھ سے بالوں کا ایک گچھا لیتے ہوئے کہا کہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، آپؐ فرمایا کرتے تھے بنو اسرائیل ہلاک ہوگئے تھے جب ان کی عورتوں نے اس کو اختیار کیا (یعنی جب ان کی عورتیں اپنے بالوں میں دوسرے بالوں کا جوڑ لگانے لگیں)

قُصّة: بالوں کا گچھا، حَرَسِيٌّ: حفاظت کرنے والا۔ (۴۷)

٥٥٩٠ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قالَ : سَمِعْتُ الحَسَنَ بْنَ مُسْلِمِ ٱبْنِ يَنَّاقٍ يُحَدِّثُ ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّ جارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ ، وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَعَّطَ شَعَرُهَا ، فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهَا ، فَسَأَلُوا النَّبِيَّ ﷺ فَقالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ) .

تَابَعَهُ ٱبْنُ إِسْحٰقَ ، عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ ، عَنِ الحَسَنِ ، عَنْ صَفِيَّةَ ، عَنْ عائِشَةَ .
[ر : ٤٩٠٩]

(٥٥٨٩) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في اللباس، باب المستوشمة (رقم الحديث: ٥٦٠٢) وأخرجه مسلم في اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة......: ١٦٧٦/٣ (رقم الحديث: ٢١٢٤)

(٤٧) عمدة القاري: ٦٣/٢٢، فتح الباري: ٤٥٨/١٠، إرشادالساري: ٦١١/١٢

دوسری روایت میں ہے کہ انصار کی ایک لڑکی کا نکاح کیا گیا، وہ بیمار ہوئی تو اس کے سر کے بال جھڑ گئے، لوگوں نے چاہا کہ اس کے بالوں میں جوڑ لگادیں، لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا، اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی دونوں پر لعنت کی ہے۔

محمد بن اسحاق کی متابعت محاملی نے موصولاً نقل کی ہے۔(۴۸)

تَمَعَّط: گرنا، جھڑنا...... اگلی روایت میں تَمَرَّق ہے اس کے معنی نکلنے کے ہیں یعنی سر کے بال جڑ سے نکلنے لگے۔

۵۵۹۱/۵۵۹۲ : حدّثني أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ : حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا مَنْصُورُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قالَ : حَدَّثَتْنِي أُمِّي ، عَنْ أَسْماءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُما : أَنَّ ٱمْرَأَةً جاءَتْ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقالَتْ : إِنِّي أَنْكَحْتُ ٱبْنَتِي ، ثُمَّ أَصابَهَا شَكْوَى ، فَتمزَّقَ رَأْسُها ، وَزَوْجُهَا يَسْتَحِثُّنِي بِهَا ، أَفَأَصِلُ رَأْسَها ؟ فَسَبَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ .

(۵۵۹۲) : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنِ ٱمْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ ، عَنْ أَسْماءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قالَتْ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ . [۵۵۹۷]

۵۵۹۳ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ) .

وَقالَ نَافِعٌ : الْوَشْمُ فِي اللِّثَةِ . [۵۵۹۶ ، ۵۵۹۸ ، ۵۶۰۳]

(۵۵۹۱-۹۲) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في اللباس، باب الموصولة (رقم الحديث. ۵۵۹۷) وأخرجه النسائي في كتاب الزينة، باب الواصلة: ۴۲۱/۵ (رقم الحديث: ۹۳۷۴)

(۵۵۹۳) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في اللباس، باب الموصولة (رقم الحديث: ۵۵۹۶-۵۵۹۸) وفي باب المستوشمة (رقم الحديث: ۵۶۰۳) وأخرجه مسلم في اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة......:۱۶۷۶/۳ (رقم الحديث: ۲۱۲۴) وأخرجه الترمذي في اللباس، باب ماجاء في مواصلة الشعر: ۲۳۶/۴ (رقم الحديث: ۱۷۱۵۸) وأخرجه النسائي في الزينة، باب المستوصلة: ۴۲۱/۴(رقم الحديث: ۹۳۷۷) وأخرجه أبوداود في اللباس، باب صلة الشعر: ۷۷/۴ (رقم الحديث: ۴۱۶۸)

(۴۸)إرشادالساري: ۶۱۲/۱۲، فتح الباري: ۴۶۰/۱۰

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی، پھر وہ بیمار ہوئی تو اس کے سر کے بال جھڑ گئے، اس کا شوہر اس کے بارے میں ہمیں ابھار رہا ہے (ترغیب دے رہا ہے کہ اس کے سر میں بال جوڑ دیئے جائیں) تو کیا میں اس کے بال جوڑ سکتی ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی دونوں کو لعنت کی وعید سنا کر ڈانٹا۔

فتمرّق: یہ راء کے ساتھ بھی ہے اور تمزق زاء کے ساتھ بھی ہے دونوں کے معنی ایک ہیں یعنی الگ ہونا۔ (۴۹)

قال نافع: الوَشْم في اللِّثَة

نافع فرماتے ہیں کہ مسوڑھوں کے اندر بھی وشم ہوتا ہے۔

٥٥٩٤ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قالَ : قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ ، آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا ، فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ ، قالَ : مَا كُنْتُ أَرَى أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُودِ ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَمَّاهُ الزُّورَ . يَعْنِي الْوَاصِلَةَ فِي الشَّعَرِ . [ر : ٣٢٨١]

باب کی آخری حدیث میں ہے "فأخرج كُبَّة من شعرٍ" یعنی حضرت معاویہ نے بالوں کا گچھا نکالا، کبة اور قصة ایک ہی معنی میں ہیں۔

اس حدیث سے آداب مستنبط کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وفيه قيام الإمام بالنهي على المنبر، ولاسيما إذا رآه فاشيا، فيفشي إنكاره تاكيدا ليحذر منه، وفيه إنذار من عمل المعصية بوقوع الهلاك بمن فعلها قبله كما قال تعالىٰ: ﴿وما هي من الظالمين ببعيد﴾ وفيه جواز تناول الشيء في الخطبة ليراه من لم يكن رآه لمصلحة الدينية، وفيه إباحة الحديث عن بني إسرائيل، وكذا غيرهم من الأمم للتحذير

(٤٩) فتح الباري: ٤٦٠/١٠، إرشاد الساري: ٦١٣/١٢، عمدة القاري : ٦٥/٢٢، شرح البخاري للكرماني: ١٢٨/٢١

مما عصوا فیه(۵۰)

یعنی اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ شریعت کی نہی کو برسرِ منبر بیان کرنا چاہیے خاص کر جب وہ پھیل رہی ہو، ایسی صورت میں اس کی برسرِ عام تردید کرنی چاہیے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گناہ کرنے والوں کو سابقہ گناہ گاروں کی ہلاکت والا انجام بتلا کر ڈرانا چاہیے۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ہاتھ میں کوئی چیز دورانِ خطبہ لوگوں کو دکھانے اور سمجھانے کے لیے لینا جائز ہے جیسا کہ حضرت معاویہ نے وہ گچھا ہاتھ میں لے کر لوگوں کو بتلایا، چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ بنی اسرائیل اور دوسری امتوں کے قصص وواقعات لوگوں کو گناہوں سے بچانے اور ڈرانے کی غرض سے سنانا جائز ہے۔

فائدہ

عورت کے لیے جس طرح سر کے بالوں میں دوسرے بال جوڑنا جائز نہیں، اسی طرح سر کے بال منڈوانا بھی جائز نہیں، طبری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے "نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن تحلق المرأة رأسها"(۵۱)(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر کے بال حلق کرنے سے منع فرمایا۔)

امام ابوداود نے اسی حدیث کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے "ليس على النساء حلق، إنما على النساء التقصير"(۵۲)(عورتوں پر (احرام سے نکلنے کے لیے) حلق نہیں، بلکہ تقصیر ہے یعنی بال چھوٹے کرائیں۔)

بالوں کے ساتھ دوسرے بال جوڑنے کا حکم

حضرات فقہاء کے نزدیک بالوں کے ساتھ کوئی چیز جوڑنے کی تفصیل میں اختلاف ہے:

---

(۵۰) فتح الباري: ۴۶۱/۱۰

(۵۱) فتح الباري: ۴۵۹/۱۰

(۵۲) أخرجه أبوداود في كتاب الحج، باب الحلق والتقصير: ۲۰۳/۲ (رقم الحديث: ۱۹۸۴)

❶ بعض نے مطلقاً وصل کو ممنوع قرار دیا ہے، چاہے آدمی کے بال ہوں یا غیر آدمی کے یا کوئی ریشم اور کپڑے کے دھاگے ہوں، بالوں کے ساتھ اس طرح کی کوئی چیز جوڑنا مطلقاً ممنوع ہے۔

حضرات مالکیہ اور اکثر شوافع نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔(۵۳)

❷ انسان کے بال جوڑنا تو مطلقاً ممنوع ہے، اسی طرح انسان کے علاوہ کسی اور چیز کے نجس بال جوڑنا بھی جائز نہیں، جیسے مردار جانور کے بال ہوتے ہیں البتہ انسان کے علاوہ دوسرے پاک بال جوڑنا جائز ہے۔ یہ حضراتِ حنفیہ، حنابلہ اور بعض شوافع کا مسلک ہے(۵۴) چنانچہ عالمگیریہ میں ہے:

ووصل الشعر بشعر الآدمي حرام، سواء كان شعرها أوشعر غيرها...... ولابأس للمرأة أن تجعل في قرونها وذوائبها شيئا من الوبر(۵۵)

امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں فرماتے ہیں:

ولا بأس في الرأس إذاكان صوفا، فأما الشعر من شعور الناس فلاينبغي، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا(۵۶)

❸ تیسرا قول یہ ہے کہ بالوں کے ساتھ بالوں کو جوڑنا ممنوع ہے اور بالوں کے علاوہ ایسی چیز جوڑنا بھی ممنوع ہے جس پر بال کا گمان ہونے لگے لیکن اس طرح کا کوئی التباس نہیں ہوتا ہو تو پھر جائز ہے۔(۵۷)

---

(۵۳) أوجز المسالك في كتاب الشعر، باب السنة في الشعر: ۱۳۱/۱۵

(۵٤) الدرالمختار : كتاب الحظروالإباحة، فصل في النظروالمس: ۲٦٤/۵، بذل المجهود في كتاب الترجل، باب في صلة الشعر: ۵۸/۱٦، المغني لابن قدامة "حكم وصل الشعر" فصل (بلاترجمة): ۳۸/۱، أوجزالمسالك، كتاب الشعر، باب ماجاء في السنة في الشعر: ۱۳/۱۵

(۵۵) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء وقلم الأظفار وقص الشارب......: ۳۵۸/۵

(۵٦) المؤطا للإمام محمد، باب المرأة تصل شعرها بشعرغيرها ص/۳۸۳

(۵۷) بذل المجهود، كتاب الترجل، باب في صلة الشعر: ۵۸/۱۷، أوجزالمسالك، كتاب الشعر، باب في السنة في الشعر: ۱۱/۱۵

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔(۵۸)

۸۲ - باب : الْمُتَنَمِّصَاتِ .

٥٥٩٥ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ قالَ : لَعَنَ عَبْدُ ٱللهِ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ ٱللهِ ، فَقَالَتْ أُمُّ يَعْقُوبَ : ما هٰذَا ؟ قالَ عَبْدُ ٱللهِ : وَما لِيَ لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ ٱللهِ ، وَفِي كِتَابِ ٱللهِ ؟ قالَتْ : وَٱللهِ لَقَدْ قَرَأْتُ ما بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ فَمَا وَجَدْتُهُ ، قالَ : وَٱللهِ لَئِنْ قَرَأْتِيهِ لَقَدْ وَجَدْتِيهِ : «وَما آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَما نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا» . [ر : ٤٦٠٤]

مُتنمِّصات: یہ متنمِّصة کی جمع ہے، یہ نَمْص سے ہے جس کے معنی بال اکھیڑنے کے آتے ہیں، نامصة: وہ عورت جو چہرے سے بال اکھیڑے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نامصہ اس عورت کو کہتے ہیں جو بھنویں بناتی اور پلکیں باریک کرتی ہے۔(۵۹)

متنمصة اس عورت کو کہتے ہیں جو نمص کو طلب کرتی ہے یعنی بال دوسروں سے اکھڑواتی ہے۔(۶۰) عموماً خواتین اطراف چہرہ اور بھنوؤں کو بنانے اور باریک کرنے کے لیے بال اکھڑواتی ہیں، حدیث باب کی وجہ سے اس طرح کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

ہاں اگر کسی خاتون کے چہرے پر داڑھی نکل آئی یا کچھ زائد بال نکل آئے تو اسے صاف کرنے کی اجازت ہے(۶۱) اور وہ اس وعید میں داخل نہیں بلکہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو مستحب کہا ہے۔(۶۲)

---

(٥٨) فتح الباري: ٤٥٩/١٠

(٥٩) أخرجه أبوداود في كتاب الترجل، باب في صلة الشعر: ٧٨/٤(رقم الحديث: ٤١٧٠)

(٦٠)إرشادالساري: ٦١٥/١٢، فتح الباري: ٤٦١/١٠، عمدة القاري:٦٦/٢٢

(٦١) فتح الباري: ٤٦٢/١٠، إرشادالساري: ٦١٥/١٢

(٦٢) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة: ٢٠٥/٢

٨٣ – باب : المَوْصُولَةِ .

٥٥٩٦ : حدّثني مُحمَّدٌ : حدَّثنا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ . [ر : ٥٥٩٣]

٥٥٩٧ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حدَّثنا سُفْيَانُ : حدَّثنا هِشَامٌ : أَنَّهُ سَمِعَ فاطِمَةَ بِنْتَ المُنْذِرِ تَقُولُ : سَمِعْتُ أَسْماءَ قالَتْ : سَأَلَتِ ٱمْرَأَةُ النَّبِيَّ ﷺ فَقالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ ٱبْنَتِي أَصابَتْها الحَصْبَةُ ، فَٱمَّرَقَ شَعَرُها ، وَإِنِّي زَوَّجْتُها ، أَفَأَصِلُ فِيهِ ؟ فَقالَ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمَوْصُولَةَ) . [ر : ٥٥٩١]

٥٥٩٨ : حدَّثني يُوسُفُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ : حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ ، أَوْ قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَعَنَ ٱللهُ الْوَاشِمَةَ وَالْمُوتَشِمَةَ ، وَالْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ) . يَعْنِي : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ٥٥٩٣]

٥٥٩٩ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : لَعَنَ ٱللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ ٱللهِ ، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَهُوَ فِي كِتَابِ ٱللهِ ؟ [ر : ٤٦٠٤]

مَوصُولة: وہ عورت جس کے سر میں بال جوڑے گئے ہوں، اس باب میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

أصابتْها الحَصْبة

حَصْبة (حاء کے فتحہ، صاد کے سکون کے ساتھ) ایک بیماری کا نام ہے جس میں جسم کے اندر چھوٹے چھوٹے سرخ دانے نکل آتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ چیچک کی ایک قسم ہے (۶۳) بعض نے اردو میں اس کا ترجمہ "خسرہ" سے کیا ہے۔ (۶۴)

---

(٦٣) فتح الباري: ٤٦٢/١٠

(٦٤) القاموس الوحيد: ص/٣٤٥

قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: لعن اللّٰه الواشمة......يعني لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کے آخر میں " يعني لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم" کا تفسیری جملہ اچھی طرح واضح نہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے، ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے یہ لعنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کے ذریعہ بھیجی ہے یا کہا جائے کہ اللہ کی لعنت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لعنت بھیجی۔(٦٥)

کئی مصری نسخوں میں حدیث کی عبارت اس طرح ہے "قال النبيؐ:الواشمة والمستوشمة......يعني لعن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم" اس صورت یہ تفسیر بالکل واضح ہے چونکہ "الواشمة......" سے پہلے "لعن" کا لفظ رہ گیا ہے اس لیے راوی نے اس کی تصریح "لعن النبيؐ......" کہہ کر کردی۔(٦٦)

٨٤ – باب : الْوَاشِمَةِ .

٥٦٠٠ : حدَّثني يَحْيىٰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (الْعَيْنُ حَقٌّ) . وَنَهٰى عَنِ الْوَشْمِ .

حدَّثني ٱبْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : ذَكَرْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عابِسٍ حَدِيثَ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، فَقَالَ : سَمِعْتُهُ مِنْ أُمِّ يَعْقُوبَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ ، مِثْلَ حَدِيثِ مَنْصُورٍ . [ر : ٥٤٠٨]

٥٦٠١ : حدَّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ قالَ : رَأَيْتُ أَبِي ، فَقَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ ٱلدَّمِ ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ ، وَالْوَاشِمَةِ وَالْمُسْتَوْشِمَةِ . [ر : ١٩٨٠]

---

(٦٥) فتح الباري: ٦٣/١٠

(٦٦) الأبواب والتراجم: ١١١/٢، إرشادالساري: ٦١٧/١٢، عمدة القاري: ٦٧/٢٢

٨٥ - باب : المُسْتَوْشِمَة .

٥٦٠٢ : حدّثنا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ عُمَارَةَ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : أُتِيَ عُمَرُ بِٱمْرَأَةٍ تَشِمُ ، فَقَامَ فَقَالَ : أَنْشُدُكُم بِٱللهِ ، مَنْ سَمِعَ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْوَشْمِ ؟ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : فَقُمْتُ فَقُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَنَا سَمِعْتُ ، قالَ : ما سَمِعْتَ ؟ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا تَشِمْنَ وَلَا تَسْتَوْشِمْنَ) . [ر : ٥٥٨٩]

٥٦٠٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ قالَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ . [ر : ٥٥٩٣]

٥٦٠٤ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَلْقَمَةَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : لَعَنَ ٱللهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ ، الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ ٱللهِ . ما لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَهُوَ فِي كِتَابِ ٱللهِ . [ر : ٤٦٠٤]

وَشم گودنے کو کہتے ہیں، جسم میں سوئی وغیرہ چبھودی جاتی ہے اور پھر اس جگہ میں کوئی رنگ بھر دیا جاتا ہے، اس عمل کو وشم کہتے ہیں۔ (٦٧) جو عورت یہ عمل کرے، وہ واشمة اور جس عورت کے ساتھ کرے وہ موشومة کہلاتی ہے اور اس عمل کا مطالبہ کرنے والی عورت کو مستوشمة کہتے ہیں۔ وشم جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے (٦٨) کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول نے اس عمل کی مرتکب پر لعنت بھیجی ہے۔ بعض نے اس کو مکروہ تحریمی کہا ہے۔ (٦٩)

ایک اشکال اور اس کا جواب

طبری نے قیس بن ابی حازم سے سند صحیح کے ساتھ روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "دخلت

(٦٧) إرشادالساري: ١٢/٦١٨، فتح الباري: ١٠/٤٥٥، عمدة القاري: ٢٢/٦٣، النهاية لابن الأثير: ٥/١٨٩، مجمع بحار الأنوار: ٥/٥٨

(٦٨) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة الخ: ٢/٢٠٥

(٦٩) فتح الباري: ١٠/٤٦١

مع أبي على أبي بكر الصديق، فرأيت يدأسماء موشومة"(۷۰)

اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ یہ قبل النہی کا واقعہ ہے اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے نہی کی حدیث ان تک نہ پہنچی ہو۔(۷۱)

گودنے والے عضو کی طہارت کا حکم

باقی یہ بات رہ جاتی ہے کہ جسم کے جس حصے کو گودا گیا، طہارت میں اس کا کیا حکم ہے؟

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ وہ حصہ نجس ہو جاتا ہے لہٰذا اس میں جو رنگ وغیرہ بھرا گیا، اسے صاف کرنا واجب ہے، ہاں اگر عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر زائل کرنا واجب نہیں، یہ شوافع کا مسلک ہے۔(۷۲)

حضرات حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ جب خون جم گیا اور زخم مندمل ہو گیا اور صرف رنگ کا سبز یا سرخ نشان رہ گیا تو اب اسے زائل کرنا واجب نہیں، بلکہ اس کے اوپر پانی ڈال دیا جائے تو طہارت حاصل ہو جائے گی جس طرح داڑھی میں خضاب لگانے کے بعد پانی ڈالا جائے تو طہارت کا حکم حاصل ہو جاتا ہے۔(۷۳)

٨٦ – باب : التَّصَاوِيرِ.

٥٦٠٥ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْب ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُتْبَةَ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمْ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَدْخُلُ المَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَصَاوِيرُ) .

---

(۷۰) فتح الباري: ۱۰/٤٦۱، إرشادالساري: ۱۲/٦۱۳

(۷۱) فتح الباري: ۱۰/٤٦۱، إرشاد الساري: ۱۲/٦۱۳

(۷۲) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة الخ: ۲/۲۰٥

(۷۳) ردالمحتار علي الدر المختار، كتاب الطهارة، مطلب في حكم الوشم: ۱/۲٤۲

وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ : سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ : سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ . [ر : ۳۰۵۳]

تصاویر تصویر کی جمع ہے، اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تصویر کا حکم بیان فرمایا ہے:

لاتدخل الملائكة بيتافيه كلب

یہاں ملائکہ کے بارے میں دو قول ہیں، علامہ خطابی وغیرہ کئی علماء نے فرمایا کہ اس سے وہ فرشتے مستثنی ہیں جو انسان کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں کیونکہ وہ انسان سے کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے، لہٰذا اس سے رحمت وغیرہ کے فرشتے مراد ہیں۔(۷۴)

لیکن علامہ قرطبی اور دوسرے علماء کا خیال ہے کہ لفظ عام ہے اور اس میں اس طرح کی کوئی تخصیص نہیں، لہٰذا اس سے تمام فرشتے مراد ہیں، کوئی استثناء نہیں، باقی اعمال کی نگرانی پر مامور فرشتے کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ گھر کے باہر رہتے ہیں اور اللہ انہیں گھر کے اندر کے افراد کے اعمال معلوم کرنے کی صلاحیت دے دیتے ہیں۔(۷۵)

بیت سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں انسان رہتا ہے اور کلب سے ہر قسم کا کتا مراد ہے، علامہ خطابی وغیرہ نے ضرورت کی وجہ سے رکھے جانے والے کلب کا استثناء کیا ہے، شکار اور حفاظت کی غرض سے جو کتا رکھا جاتا ہے وہ اس میں داخل نہیں۔(۷۶)

لیکن علامہ قرطبی اور امام نووی کا رجحان عموم کی طرف ہے کیونکہ حدیث میں اس طرح کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔(۷۷)

احتیاط بھی اس میں ہے کہ ضرورت کے لیے جو کلب رکھا جائے وہ گھر کے اندر رکھنے کے بجائے باہر آس پاس کہیں رکھا جائے۔

---

(۷٤) إرشادالساري: ۱۲/٦۲۱، فتح الباري: ۱۰/٤٦٦، عمدة القاري: ۲۲/٦۹

(۷٥) فتح الباري: ۱۰/٤٦٦

(۷٦) إرشادالساري: ۱۲/٦۲۱، فتح الباري: ۱۰/٤٦٦، عمدة القاري: ۲۲/٦۹

(۷۷) إرشادالساري: ۱۲/٦۲۱، فتح الباري: ۱۰/٤٦۷، شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم صورة الحيوان: ۲/۲۰۰، عمدة القاري: ۲۳/٦۹

کلب خود بھی نجس ہے اور نجاستیں کھاتا بھی رہتا ہے، اس لیے فرشتے ایسے گھر میں نہیں جاتے جہاں یہ نجس ہو۔(۷۸)

ایک تیسرا مطلب اس جملے کا یہ بھی بیان کیا گیا کہ اس میں نفی مطلقاً دخول کی نہیں ہے بلکہ خاص صفت والے دخول کی ہے اور مطلب یہ ہے کہ فرشتے ایسے گھر میں اس طرح اطمینان اور رضا کے ساتھ داخل نہیں ہوتے جس طرح ان گھروں میں جاتے ہیں جہاں کلب نہ ہو۔(۷۹)

ولاتصاویر

لائے نفی کا اعادہ اس لیے کیا کہ تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ فرشتوں کے عدم دخول کے لیے گھر کے اندر کلب اور تصاویر دونوں کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر عبارت یوں ہوتی "لاتدخل الملائكة بيتافيه كلب و تصاوير" تو واؤ جمع کے لیے لے کر کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا، اس لیے "ولاتصاوير" کہہ کر یہ وہم دور کر دیا کہ فرشتے ایسے گھر میں بھی داخل نہیں ہوتے جہاں تصاویر ہوں کیونکہ اب تقدیر عبارت ہوگی "ولاتدخل بيتافيه صورة"۔(۸۰)

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر اشکال ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تذکرے میں ہے ﴿يعملون له مايشاء من محاريب وتماثيل﴾ "تماثیل" کی تفسیر تصویروں سے کی گئی ہے، اگر تصویر جائز نہیں تو پھر جنات کیوں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تصویر بناتے تھے؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ان کی شریعت میں اس کی گنجائش تھی، اسلام میں ممنوع ہے۔(۸۱)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ "تماثیل" سے ذی روح کی تصویر مراد نہ ہو بلکہ غیر جاندار چیزوں کی

---

(۷۸) إرشادالساري: ۱۲/٦۲۱، فتح الباري: ۱۰/٤٦۷، عمدة القاري: ۲۲/٦۹

(۷۹) فتح الباري: ۱۰/٤٦۷

(۸۰) إرشادالساري: ۱۲/٦۲۱، فتح الباري: ۱۰/٤٦۷

(۸۱) فتح الباري: ۱۰/٤٦۷، عمدة القاري: ۲۲/٦۹

تصویریں اور نقشے مراد ہوں۔(۸۲)

وقال الليث: حدثني يونس......

اس تعلیق میں ابن شہاب، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے سماع کی تصریح ہے، اوپر سندِ موصول میں عنعنہ ہے۔ اس لیے امام نے یہ تعلیق یہاں ذکر کی، اسے ابو نعیم نے "المستخرج" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۸۳)

٨٧ – باب : عَذَابِ الْمُصَوِّرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

٥٦٠٦ : حدّثنا الحميْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ، عَنْ مُسْلِمٍ قالَ : كُنَّا مَعَ مسْرُوقٍ فِي دَارِ يَسَارِ بْنِ نُمَيْرٍ ، فَرَأَى فِي صُفَّتِهِ تَمَاثِيلَ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ) .

٥٦٠٧ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ، عَنْ نَافِعٍ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا ما خَلَقْتُمْ) . [٧١١٩]

باب کی پہلی روایت میں مسلم بن صبیح فرماتے ہیں کہ ہم مسروق بن الاجدع کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، انھوں نے ان کے گھر کے چبوترے کے پاس تصویریں دیکھیں تو کہنے لگے میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے سنا ہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل فرمائی کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں تصویر بنانے والوں کو سخت عذاب ہوگا۔

---

(٨٢) فتح الباري: ٤٦٧/١٠

(٨٣) إرشادالساري: ٦٢١/١٢، فتح الباري: ٦٦/١٠، عمدة القاري: ٦٩/٢٢

(٥٦٠٦) الحديث أخرجه مسلم في اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......: ١٦٧٠/٣ (رقم الحديث: ٢١٠٩) وأخرجه النسائي في الزينة، باب التصاوير: ٥٠٤/٤ (رقم الحديث: ٩٧٩٤)

(٥٦٠٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في التوحيد، باب قول الله تعالى: "والله خلقكم وماتعملون" (رقم الحديث: ٧١١٩) وأخرجه مسلم في اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......: ١٦٧٠/٣ (رقم الحديث: ٢١٠٨)

یسار بن نمیر

نمیر (تصغیر کے ساتھ) یہ اصل میں مدینہ کے تھے اور کوفہ میں رہے، حضرت فاروق اعظم وغیرہ سے انھوں نے احادیث نقل کی ہیں، ثقہ ہیں (۸۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ولم أرله في البخاري إلا هذا الموضع" (۸۵)

فرأى في صُفَّته

صُفَة (صاد کے ضمہ اور فاء کی تشدید کے ساتھ) چبوترے کو کہتے ہیں، مسلم کی روایت میں ہے کنت مع مسروق في بيت فيه تماثيل، فقال لي مسروق: هذه تماثيل كسرى، فقلت: لا، هذه تماثيل مريم (۸۶) (میں مسروق کے ساتھ ایک گھر میں تھا جس میں تصویریں تھیں، مجھ سے مسروق نے کہا یہ کسری کی تصاویر ہیں؟ میں نے کہا نہیں، یہ مریم کی تصاویر ہیں)

تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا، سخت عذاب کئی لوگوں کو ہوگا، قرآن کریم میں آل فرعون کے متعلق ہے ﴿ادخلوا آل فرعون أشد العذاب﴾ (۸۷)

امام طحاویؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے "إن أشدالناس عذاباً يوم القيامة رجل قتل نبيا أوقتله نبي، وإمام ضلالة، وممثل من الممثلين" (۸۸) یعنی قیامت کے دن سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے نبی کو قتل کیا یا جس کو نبی نے قتل کیا اور گمراہی کے قائد اور تصویر بنانے والے کو ہوگا۔

حضرت عائشہؓ کی ایک مرفوع روایت بھی امام طحاویؒ نے موصولاً نقل کی ہے "أشدالناس عذابا يوم القيامة رجل هجارجلا، فهجا القبيلة بأسرها" (۸۹) یعنی قیامت کے دن سخت عذاب اس

(۸۴) عمدة القاري: ۲۲/۷۰، فتح الباري: ۱۰/٤٦۸، نیز دیکھیے تهذيب الكمال: ۳۲/۲۹۷

(۸۵) فتح الباري: ۱۰/٤٦۸، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۷۰

(۸٦) رواه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم صورة الحيوان: ۳/۱٦۷۰ (رقم الحديث: ۲۱۰۹)

(۸۷) سورة المؤمن: ٤٦

(۸۸) فتح الباري: ۱۰/٤٦۹

(۸۹) فتح الباري: ۱۰/٤٦۹

آدمی کو ہوگا جس نے ایک آدمی کو گالی دی اور اس کے جواب میں اس نے پورے قبیلہ کو گالی دی۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "فكل واحد من هؤلاء يشترك مع الآخر في شدة العذاب" یعنی شدت عذاب میں یہ سب لوگ مشترک ہیں۔(۹۰)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اشدیت تمام لوگوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ آدمی کو جس گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، اس گناہ کے عذاب میں مبتلا دوسرے لوگوں کے اعتبار سے یہ اشدیت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے ان میں فرعون کا عذاب سخت ہوگا جس نے کفار کی قیادت کی اس کا عذاب اس شخص کے مقابلے میں سخت ہوگا جس نے فاسقوں کی قیادت کی، اسی طرح جس نے جاندار کی تصاویر عبادت کے لیے بنائیں، اس کا عذاب سخت ہوگا اس شخص کے مقابلہ میں جس نے عبادت کے لیے جاندار کی تصاویر نہیں بنائیں۔

حاصل یہ کہ یہ اشدیت عام لوگوں کے اعتبار سے نہیں، اسی گناہ کے عذاب میں مبتلا لوگوں کے اعتبار سے ہے۔(۹۱)

باب کی دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ تصاویر بناتے ہیں، قیامت کے دن انہیں عذاب دیا جائے گا اور ان سے تعجیزاً اور توبیخاً کہا جائے گا کہ تم نے جو تصاویر بنائی ہیں، انہیں زندہ کرو (اور چونکہ وہ انہیں زندہ کرنے پر قادر نہیں ہوں گے اس لیے مسلسل اس عذاب میں مبتلا رہیں گے!)(۹۲)

٨٨ – باب : نَقْضِ الصُّوَرِ .

٥٦٠٨ : حدَّثنا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حِطَّانَ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا حَدَّثَتْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ يَتْرُكُ فِي بَيْتِهِ شَيْئًا فِيهِ تَصَالِيبُ إِلَّا نَقَضَهُ .

(٩٠) فتح الباري: ١٠/٤٦٩

(٩١) فتح الباري: ١٠/٤٦٩، عمدة القاري: ٢٢/٧٠

(٩٢) فتح الباري: ١٠/٤٧٠، عمدة القاري: ٢٢/٧١، إرشادالساري: ١٢/٦٢٣

(٥٦٠٨) الحديث أخرجه أبوداود في اللباس، باب في الصليب في الثوب: ٤/٧٢ (رقم الحديث: ٤١٥١)، وأخرجه النسائي في الزينة، باب التصاوير: ٤/٥٠٤ (رقم الحديث: ٩٧٩١)

اس باب میں تصویروں کو توڑ دینے کا ذکر ہے، پہلی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے جس میں تصویریں ہوں، مگر یہ کہ اسے توڑ کر چکنا چور کر دیتے تھے۔

تَصَالِيب

تصلیب کی جمع ہے، تصویر کو کہتے ہیں، حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا یہ صلیب کی جمع ہے(۹۳) لیکن علامہ عینی نے ان کی گرفت کی ہے۔(۹۴)

علامہ کرمانی نے تصالیب کی تشریح کی ہے "أي التصاوير كالصليب يقال: ثوب مُصَلَّب أي عليه نقش كالصليب الذي للنصارى" یعنی تصالیب سے صلیب کی مانند تصویریں مراد ہیں، ثوب مُصَلَّب اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جس پر نصاریٰ کی صلیب کی مانند نقش ونگار کا کام کیا گیا ہو۔(۹۵)

٥٦٠٩ : حدّثنا مُوسى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عُمَارَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ قالَ : دَخَلْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ دَارًا بِالْمَدِينَةِ ، فَرَأَى أَعْلَاهَا مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ ، قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي ، فَلْيَخْلُقُوا حَبَّةً ، وَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً) . ثُمَّ دَعَا بِتَوْرٍ مِنْ مَاءٍ ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ حَتَّى بَلَغَ إِبْطَهُ ، فَقُلْتُ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ؟ قالَ : مُنْتَهَى ٱلْحِلْيَةِ . [٧١٢٠]

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہؓ کے ساتھ مدینہ کے ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس کے اوپر ایک مصور تصویریں بنا رہا ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

---

(۹۳) فتح الباري: ٤٧١/١٠

(٩٤)عمدة القاري: ٧١/٢٢

(٩٥) شرح الكرماني: ١٣٥/٢١

(٥٦٠١) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: "والله خلقكم وما تعملون"...... (رقم الحديث: ٧١٢٠) وأخرجه مسلم في اللباس و الزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......: ١٦٧٠/٣ (رقم الحديث: ٢١١١)

ہوئے سنا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے، (یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قول نقل کیا ہے) ذرا وہ ایک دانہ پیدا کر کے تو دکھائے، ایک ذرہ پیدا کر کے تو دکھائے، پھر پانی کا برتن منگوایا اور دونوں ہاتھ بغل تک پہنچا کر دھوئے۔

ابوزرعہ کا نام ہرم بن عمر ہے، یہ مدینہ منورہ کے جس گھر میں گئے تھے، وہ مروان بن الحکم کا گھر تھا، مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے۔(۹۶)

فقلت: يا أباهريرة! أشيْ سمعتَه من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مُنتهى الحِليَة

ابوزرعہ نے پوچھا کہ ابوہریرہ! بغل تک وضو میں ہاتھ دھونے سے متعلق آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا یہی (جنت کے) زیور کی آخری جگہ ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کے معنی بیان کیے ہیں "أي التبليغ إلى الإبْط منتهى حلية المؤمن في الجنة" (۹۷)

حِلْيَة سے یا تو زیور مراد ہے جیسا کہ قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿يحلون فيها من أساور﴾ اور یا اس سے قیامت کے دن وضو کے اثر سے ہاتھ پاؤں اور اعضاء وضو کا چمکنا مراد ہے(۹۸) جس کو حدیث میں "غر محجلین" کہا ہے۔(۹۹)

---

(۹٦) رواه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم صورة الحيوان الخ: ١٦٧١/٣ (رقم الحديث: ٢١١١)

(۹۷) عمدة القاري: ٧٢/٢٢

(۹۸) عمدة القاري: ٧٢/٢٢، إرشادالساري: ٦٤٤/١٢، فتح الباري: ٤٧٣/١٠، شرح الكرماني: ١٣٥/٢١

(۹۹) قال أبوهريرة في حديثه: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن أمتي يأتون يوم القيامة غرًا محجلين من أثر الوضوء، أخرجه مسلم في كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة: ٢١٦/١ (رقم الحديث: ٢٤٦)

٨٩ – باب : ما وُطِئَ مِنَ التَّصاوِيرِ .

٥٦١٠/٥٦١١ : حدَّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ٱبْنَ الْقَاسِمِ ، وَما بِالْمَدِينَةِ يَوْمَئِذٍ أَفْضَلُ مِنْهُ ، قالَ : سَمِعْتُ أَبِي قالَ : سَمِعْتُ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : قَدِمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ سَفَرٍ ، وَقَدْ سَتَرْتُ بِقِرَامٍ لِي عَلَى سَهْوَةٍ لِي فِيهَا تَمَاثِيلُ ، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ هَتَكَهُ وَقالَ : (أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ ٱللهِ) . قالَتْ : فَجَعَلْنَاهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ .

(٥٦١١) : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ دَاوُدَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ سَفَرٍ ، وَعَلَّقْتُ دُرْنُوكًا فِيهِ تَمَاثِيلُ ، فَأَمَرَنِي أَنْ أَنْزِعَهُ فَنَزَعْتُهُ ، وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَالنَّبِيُّ ﷺ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ . [ر : ٢٣٤٧]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، میں نے چبوترے پر ایک پردہ لٹکایا ہوا تھا جس میں تصویریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق کی نقل اتارتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے ایک یا دو تکیے بنادیئے (اور چونکہ تکیہ روندا جاتا ہے اور ٹیک لگا کر استعمال ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ تصویروں کو بھی اس طرح پامال کیا جاسکتا ہے۔)

سترت بقِرام لي على سَهْوة

قِرام (قاف کے کسرہ کے ساتھ) منقش یا باریک پردے کو کہتے ہیں۔(١٠٠)

سَهْوَة (سین کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ) چبوترے کو، یار اہداری یا گھر کے اسٹور کو کہتے ہیں۔(١٠١) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ طاق سے کیا ہے۔(١٠٢)

وعلّقت دُرنُوكاً فيه تماثيل

(١٠٠) النهاية لابن الأثير: ٤٩/٤، مجمع بحار الأنوار : ٢٥٧/٤

(١٠١) النهاية لابن الأثير: ٤٣٠/٢، مجمع بحار الأنوار: ١٦١/٣

(١٠٢) فيض الباري: ٣٨٣/٤

دُرْنوك (دال کے ضمہ، راء کے سکون کے ساتھ) پردے کو کہتے ہیں۔ (۱۰۳)

٩٠ – باب : مَنْ كَرِهَ الْقُعُودَ عَلَى الصُّوَرِ .

٥٦١٢ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا : أَنَّهَا ٱشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْ ، فَقُلْتُ : أَتُوبُ إِلَى ٱللهِ مِمَّا أَذْنَبْتُ ، قالَ : (ما هٰذِهِ النُّمْرُقَةُ) . قُلْتُ : لِتَجْلِسَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا ، قَالَ : (إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا ما خَلَقْتُمْ ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ الصُّوَرُ) . [ر : ١٩٩٩]

٥٦١٣ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ بُكَيْرٍ ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خالِدٍ ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ ، صَاحِبِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، قالَ : إِنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ) .

قالَ بُسْرٌ : ثُمَّ ٱشْتَكَى زَيْدٌ فَعُدْنَاهُ ، فَإِذَا عَلَى بَابِهِ سِتْرٌ فِيهِ صُورَةٌ ، فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ ٱللهِ ، رَبِيبِ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : أَلَمْ يُخْبِرْنَا زَيْدٌ عَنِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْأَوَّلِ ؟ فَقَالَ عُبَيْدُ ٱللهِ : أَلَمْ تَسْمَعْهُ حِينَ قالَ : (إِلَّا رَقْمًا فِي ثَوْبٍ) .

وَقالَ ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو ، هُوَ ٱبْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَهُ بُكَيْرٌ : حَدَّثَهُ بُسْرٌ : حَدَّثَهُ زَيْدٌ : حَدَّثَهُ أَبُو طَلْحَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٠٥٣]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں تصاویر پر بیٹھنے کی کراہت بیان کی ہے۔ حدیث باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصویریں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر کھڑے ہوئے، اندر نہیں آئے، میں نے جب یہ دیکھا تو کہا میری توبہ اگر مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے، حضورؐ نے فرمایا یہ تکیہ کیا ہے، میں نے کہا یہ میں نے آپ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لیے خریدا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ ان میں جان ڈال دو، جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

---

(١٠٣) النهاية لابن الأثير: ٢/٤٣٠، مجمع بحار الأنوار: ٣/١٦١

تعارضِ روایات اور اس کے حل کی توجیہات

اس سے معلوم ہوا کہ تصویر والے تکیے کو استعمال کرنا درست نہیں، اس سے ما قبل والے باب میں تصویروں والے پردے کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے کہا تھا کہ ہم نے اس کا تکیہ بنادیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اسے استعمال کیا ہوگا روایت باب میں آپؐ نے اسے استعمال کرنے سے انکار کیا، بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے!

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اس تعارض کو دور کرنے اور دونوں کے درمیان تطبیق پیدا کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ تصویر والے پردے سے تکیہ بنانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضورؐ نے اسے استعمال بھی کیا ہو، لہٰذا دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں، پہلی روایت میں صرف تکیہ بنانے کا ذکر ہے، استعمال کی کوئی وضاحت نہیں۔ (۱۰۴)

❷ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضورؐ نے وہ تکیہ استعمال کیا تھا لیکن اس پردے کو تکیہ بنانے سے پہلے بالکل درمیان سے پھاڑ دیا تھا اور تصویریں پھٹ گئی تھیں، پھر تکیہ بنایا گیا تو وہ بغیر تصویروں والا تکیہ تھا۔ (۱۰۵)

❸ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں فرمایا کہ پہلے باب میں حضرت عائشہؓ کا قول "فجعلناہ وسادتین" سے معلوم ہوتا ہے کہ تصاویر ٹیک لگانے اور روندنے کی حالت میں جائز ہیں اور اس دوسرے باب کی روایت سے تصاویر کا مطلقاً عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ نے تصریح کردی تھی کہ یہ میں نے آپ کے بیٹھنے کے لیے خریدا ہے لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

امام بخاری نے پہلے اس پر جواز کا اور ثانیاً کراہت کا ترجمۃ قائم کیا، اب یا تو کہا جائے کہ امام کے نزدیک جواز کا قول راجح ہے، دوسرا ترجمہ قائم کر کے اشارہ کردیا کہ اگر کوئی عدم جواز کا قول اختیار کرتا ہے تو اس کی بھی بہر حال گنجائش ہے۔

اور یا کہا جائے کہ امام بخاری جلوس اور روندنے میں فرق کر رہے ہیں کہ تصاویر والے تکیہ اور

---

(۱۰٤) فتح الباري: ۱۰/٤٧٧

(۱۰٥) إرشادالساري: ۱۲/٦٦٦

پردے کو بیٹھنے کے لیے تو استعمال نہیں کر سکتے البتہ ٹیک لگانے، اس پر لیٹنے اور چلنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں امتہان و تحقیر زیادہ ہے۔(۱۰۶)

❹ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے خود اپنی توجیہ بھی بیان کی ہے، انھوں نے فرمایا کہ دراصل حضرت عائشہؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ میں نے آپ کے بیٹھنے کے لیے خریدا ہے تو آپ تصاویر کے مسئلہ سے تصویر بنانے کے مسئلہ کی طرف منتقل ہو گئے، اس لیے کہ اس موقع پر اگر آپ خاموشی اختیار کرتے تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب یہ تصاویر جائز ہیں تو تصاویر بنانا بھی جائز ہے لہٰذا اس وہم کے ازالے کے لیے آپ نے تنبیہ فرمائی کہ تصاویر امتہان کی صورت میں اگرچہ جائز ہیں لیکن تصویر بنانا قطعاً کسی صورت میں جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ نے تصاویر کے بارے میں کچھ نہیں کہا بلکہ ”إن اصحاب هذه الصور“ سے تصویر بنانے والوں کے بارے میں وعید بیان فرمائی اور حدیث کے آخر میں ”لاتدخل الملائكة بيتافيه صورة“ سے ایک عام حکم بیان کیا جس میں امتہان کی یہ مخصوص صورت شامل نہیں تھی۔(۱۰۷)

اس توجیہ کا حاصل یہ نکلا کہ حدیث باب تصاویر سے متعلق نہیں، بلکہ اس میں تصویر بنانے سے متعلق حکم بیان کیا گیا ہے، امتہان یعنی ٹیک لگانے، لیٹنے اور چلنے کی صورت میں تصاویر کے حکم سے حدیث باب خاموش ہے اور پہلے باب کی حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں وہ جائز ہیں! واللہ اعلم

مسئلہ تصویر پر تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

٩١ – باب : كَرَاهِيَةِ الصَّلَاةِ فِي التَّصَاوِيرِ .

٥٦١٤ : حدّثنا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : كانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ ، سَتَرَتْ بِهِ جانِبَ بَيْتِهَا ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ : (أَمِيطِي عَنِّي ، فَإِنَّهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِيرُهُ تَعْرِضُ لِي فِي صَلَاتِي) . [ر : ٣٦٧]

(١٠٦) فيض الباري: ٣٨٣/٤، الأبواب والتراجم: ١١٢/٢

(١٠٧) فيض الباري: ٣٨٣/٤

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أي هذا باب في بيان كراهية الصلاة في البيت الذي فيه الثياب التي فيها التصاوير، فإذا كرهت في مثل هذا، فكراهتها وهو لابسها أقوى وأشد" (۱۰۸)

یعنی اس باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کمرے کے اندر نماز پڑھنے کی کراہت کو بیان کیا ہے جس میں تصویریں ہوں، لہٰذا جب تصویروں والے گھر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے تو تصویر والے لباس میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔

تصویر والے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، امام نے باب کے اندر جو حدیث نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایک پردہ لٹکایا تھا، حضور نے فرمایا اس کو مجھ سے دور کرو، اس لیے کہ یہ تصویریں میری نماز میں مرے سامنے ہوتی ہیں (تو میری توجہ میں مخل ہوتی ہیں......)

حدیث باب پر اشکال اور اس کا جواب

اس حدیث پر اشکال ہوتا ہے کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصویروں والے پردے کے باوجود گھر میں داخل ہوئے اور گذشتہ باب میں ہے کہ آپ تصویر والا پردہ دیکھ کر داخل نہیں ہوئے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ اس میں جاندار کی تصویریں تھیں اور روایت باب میں جس پردے کا ذکر ہے اس میں غیر جاندار اشیاء کی تصویریں تھیں۔ (۱۰۹)

حدیث سے مستنبط آداب

علامہ عینی رحمہ اللہ حدیث باب سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفيه من الفقه ينبغي التزام الخشوع في الصلاة وتفريغ البال لله تعالى،

---

(۱۰۸) عمدة القاري: ۷٤/۲۲

(۱۰۹) فتح الباري: ٤۷۹/۱۰، عمدة القاري: ۷٤/۲۲، إرشاد الساري: ٦۲۸/۱۲

وترك التعرض لما يشتغل المصلي عن الخشوع، وفيه أيضا أن مايعرض للشخص في صلاته من الفكرة في أمور الدنيا لايقطع صلاته"(۱۱۰)

یعنی اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نماز کے اندر خشوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ قلبی کا التزام کرنا چاہیے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نماز میں خشوع سے غافل کرنے والی چیزوں سے بچنا چاہیے اور تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نماز کے اندر کسی دنیوی فکر سے نماز منقطع نہیں ہوتی۔

٩٢ – باب : لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ .

٥٦١٥ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : حَدَّثَني ٱبْنُ وَهْبٍ قالَ : حَدَّثَني عُمَرُ ، هُوَ ٱبْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : وَعَدَ النَّبِيَّ ﷺ جِبْرِيلُ ، فَرَاثَ عَلَيْهِ ، حَتَّى ٱشْتَدَّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَقِيَهُ ، فَشَكا إِلَيْهِ ما وَجَدَ ، فَقَالَ لَهُ : إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ . [ر : ٣٠٥٥]

حدیث باب میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن انھوں نے آنے میں دیر کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی تاخیر بڑی گراں گذری، جب آپ باہر تشریف لائے اور جبریل علیہ السلام سے ملاقات کی تو آپ نے ان سے دیر سے آنے کی شکایت کی، جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو اور نہ ہی اس گھر میں جس میں کتا ہو۔

فراث عليه

"راث رَوْثاً" کے معنی تاخیر کرنے اور سستی کرنے کے ہیں، یہاں روایت میں اختصار ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں تفصیل ہے، اس میں ہے...... "ثم التفت ، فإذا جرو كلب تحت سريره، فقال: يا عائشة متى دخل هذا الكلب، فقالت: وأيم الله مادريت، ثم أمربه، فأخرج، فجاء جبريل، فقال: واعدتني، فجلست لك فلم تأت، فقال: منعني

(۱۱۰) عمدة القاري: ٧٤/٢٢

الكلب الذي كان في بيتك......"(۱۱۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کتے کا ایک بچہ چارپائی کے نیچے ہے، آپ نے فرمایا "عائشہ! یہ کب داخل ہوا، فرمانے لگیں "واللہ! مجھے نہیں معلوم" پھر آپ نے اس کے نکال دینے کا حکم دیا اور اس کو نکال دیا گیا، حضرت جبریل آئے، ان سے کہا "آپ نے مجھ سے آنے کا وعدہ کیا تھا، میں انتظار کر رہا تھا لیکن آپ نہیں آئے" تو انھوں نے کہا کہ مجھے اس کتے نے منع کیا جو گھر کے اندر تھا۔

٩٣ – باب : مَنْ لَمْ يَدْخُلْ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ .

٥٦١٦ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ قامَ عَلَى الْبابِ فَلَمْ يَدْخُلْ ، فَعَرَفَتْ فِي وَجْهِهِ الكَرَاهِيَةَ ، قالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَتُوبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ ، ماذَا أَذْنَبْتُ ؟ قالَ : (ما بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ) . فَقَالَتِ : اشْتَرَيْتُهَا لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّ أَصْحابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَيُقَالُ لَهُمْ : أَحْيُوا ما خَلَقْتُمْ . وَقَالَ : إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ) . [ر : ١٩٩٩]

تصویروں والے گھر میں داخل ہونے کا حکم

جس گھر میں تصاویر ہوں، اس میں داخل ہونے کا کیا حکم ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

حضرات حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس میں داخل ہونا مکروہ ہے، حرام نہیں۔(۱۱۲)

شافعیہ کے اکثر علماء کے نزدیک اس میں داخل ہونا جائز نہیں(۱۱۳) وہ حدیث باب سے استدلال

---

(١١١) أخرجه مسلم في كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ١٦٦٤/٣ (رقم الحديث: ٢١٠٤)

(١١٢) فتح الباري: ٤٨١/١٠، الأبواب والتراجم: ١١٢/٢، أوجزالمسالك، كتاب الاستيذان، باب ماجاء في الصور والتماثيل: ١٤٨/١٥

(١١٣) الأبواب والتراجم: ١١٢/٢، شرح مسلم للنووي: ٢٠٠/٢، أوجزالمسالك، كتاب الاستيذان، باب ماجاء في الصوروالتماثيل: ١٤٨/١٥

کرتے ہیں لیکن جمہور اسے کراہت پر محمول کرتے ہیں۔

٩٤ – باب : مَنْ لَعَنَ الْمُصَوِّرَ .

٥٦١٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ اشْتَرَى غُلَامًا حَجَّامًا ، فَقَالَ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ ، وَثَمَنِ الْكَلْبِ ، وَكَسْبِ الْبَغِيِّ ، وَلَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُوكِلَهُ ، وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ ، وَالْمُصَوِّرَ . [ر : ١٩٨٠]

تصویر بنانے والے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے جیسا کہ حدیث باب میں ہے۔

٩٥ – باب : مَنْ صَوَّرَ صُورَةً كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ .

٥٦١٨ : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ قالَ : سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَتَادَةَ قالَ : كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُمْ يَسْأَلُونَهُ ، وَلَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ حَتَّى سُئِلَ ، فَقَالَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ﷺ يَقُولُ : (مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ) . [ر : ٢١١٢]

اکثر نسخوں میں یہ ترجمۃ الباب ہے، اسماعیلی کی روایت میں نہیں۔(۱۱۴)

سمعتُ النضربن أنس بن مالك يحدث قتادةَ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس سند کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان سعيد بن أبي عروبة كثير الملازمة لقتادة، فاتفق أن قتادة والنضربن أنس اجتمعا، فحدث النضرقتادة، فسمعه سعيد وهومعه...... وقد تقدم تصريح البخاري بأن سعيدا سمع من النضر هذا الحديث الواحد(١١٥)

یعنی سعید بن ابی عروبہ قتادہ کے خصوصی شاگرد تھے اور اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے، ایک مرتبہ

(١١٤)الأبواب والتراجم: ٢/١١٢، فتح الباري: ١٠/٤٨٢، عمدة القاري: ٢٢/٧٥

(١١٥) فتح الباري: ١٠/٤٨٢

نضر بن انس اور قتادہ اتفاق سے دونوں ایک جگہ جمع ہوگئے، نضر بن انس نے قتادہ سے یہ حدیث بیان کی، اس موقع پر سعید بھی موجود تھے، انھوں نے بھی نضر کی یہ حدیث سنی، سعید بن ابی عروبہ نے صرف یہی ایک حدیث نضر بن انس سے سنی ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کی تصریح پہلے کر چکے ہیں، حدیث اگرچہ وہ قتادہ کو سنا رہے تھے لیکن سعید بھی سن رہے تھے!

وهم يسألونه ولايذكر النبيَّ صلى الله عليه وسلم

یعنی لوگ حضرت ابن عباس سے مسائل پوچھ رہے تھے (وہ جواب دے رہے تھے لیکن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کر رہے تھے یعنی خود فتوی دے رہے تھے، حضور کی کوئی حدیث ذکر نہیں کر رہے تھے، اسماعیلی کی روایت میں اس کی تفصیل ہے "فجعلوا يستفتونه، ويفتيهم ولم يذكر فيما يفتيهم النبي صلى الله عليه وسلم"(۱۱۶)

حتى سُئل، فقال: سمعتُ......

ان سے کیا مسئلہ پوچھا گیا، یہاں ابہام ہے، ابن ابی عدی کی روایت میں اس کی تفصیل ہے، اس میں ہے"......حتى أتاه رجل من أهل العراق، أراه نجارا، فقال: إني أصور هذه التصاوير، فماتأ مرني؟ فقال إذًا: سمعت......"(۱۱۷) یعنی ایک عراقی شخص آیا ہے، وہ غالباً بڑھئی تھا، کہنے لگا، میں یہ تصاویر بناتا ہوں، آپ اس سلسلے میں مجھے کیا حکم و فتویٰ دیں گے؟ تب حضرت ابن عباسؓ نے مرفوع حدیث سنائی:

من صوّر صورةً في الدنيا

یہاں "صورة" عام ہے جاندار اور غیر جاندار دونوں کو شامل ہے، لیکن حدیث کے آخر میں "كُلّف أن ينفخ فيها الروح" سے غیر جاندار کی تخصیص ہوگئی اور معلوم ہوا کہ "صورة" سے جان دار کی تصویر مراد ہے۔

---

(۱۱۶) فتح الباري: ۴۸۲/۱۰

(۱۱۷) فتح الباري: ۴۸۲/۱۰

كُلِّف يوم القيامة أن ينفُخ فيها الروحَ وليس بنافخٍ

جان پھونکنے کا مصور کو مکلّف بنایا جائے گا اور وہ اس میں جان نہیں ڈال سکے گا۔ لہٰذا دائمی عذاب میں مبتلا ہوگا...... فاسق کا عذاب دائمی نہیں، اس لیے اس طرح کی نصوص زجر و توبیخ پر محمول کی جاتی ہیں، معنی حقیقی مراد نہیں ہوتا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والجواب أنه يتعين تأويل الحديث على أن المرادبه الزجر الشديد بالوعيد بعقاب الكافر، ليكون أبلغ في الارتداع، وظاهره غير مراد(١١٨)

مسئلہ تصویر

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان ابواب میں تصویر کی حرمت پر کئی احادیث بیان فرمائی ہیں، اس لیے جمہور علماء اور فقہائے اسلام کے نزدیک جاندار کی تصویر حرام اور کبائر میں سے ہے، چاہے وہ سایہ دار مجسم کی شکل میں ہو یا اس کا سایہ نہ ہو۔(١)

تصویر بنانا تو مطلقاً تمام صورتوں میں حرام ہے، اسی طرح گھر کی دیواروں، کپڑوں اور دوسرے اونچے مقامات پر تصویر رکھنا حرام ہے...... البتہ ایسی جگہ جہاں آدمی بیٹھتا، چلتا یا لیٹتا ہے چونکہ یہ مواضعِ امتہان و تحقیر ہیں، اس لیے اکثر علماء نے ایسی صورت میں تصویر رکھنے کو حرام نہیں کہا ہے، چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر، سواء صنعه بما يمتهن أوبغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق

---

(١١٨) فتح الباري: ١٠/٣٠٢.

(١) شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ٢/١٩٩- أوجزالمسالك، كتاب الاستيذان، باب ماجاء في الصور والتماثيل: ١٥/١٤٠، المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، وجوب الإنكار علي ما يصنع في الولائم من السنكرات: ٧/٢١٥- ٢١٦، شرح الزرقاني: كتاب الاستيذان، باب ماجاء في الصوروالتماثيل: ٤/٣٦٨، البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ٢/٢٧

الله، وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان، فإن كان معلقا على حائط أوثوباملبوسا أوعمامة ونحو ذلك مما لايعد ممتهنا، فهو حرام، وإن كان في بساط يداس ووسادة ونحوها ممايمتهن فليس بحرام...... ولا فرق في هذا كله بين ماله ظل ومالا ظل له، هذا تلخيص من مذهبنا في المسألة، وبمعناه قال جماهيرالعلماء من الصحابة و التابعين ومن بعدهم، وهو مذهب الثوري ومالك و أبي حنيفة وغيرهم(٢)

مرداوی نے الانصاف میں(٣)اورابن قدامہ نے "المغنی" میں حنابلہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے(٤)، حضرات حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے، علامہ عینی، علامہ شامی نے اس کی تصریح کی ہے(٥)امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں لکھتے ہیں:

وماكان فيه من تصاوير من بساط يبسط أوفراش يفترش أو وسادة ، فلابأس بذلك، وإنما يكره من ذلك في الستر وماينصب نصبا، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا(٦)

یعنی بچھونے اور تکیہ وغیرہ پر تصویر کے ہونے میں کوئی حرج نہیں، البتہ پردوں اور نصب کی جانے والی چیزوں پر تصویروں کا ہونا مکروہ ہے، امام ابو حنیفہ اور عام فقہاء کا یہی مسلک ہے۔

حضرات مالکیہ سے مختلف روایات ہیں، سایہ والی مجسم تصویر کی حرمت پر توان کا اتفاق ہے، جیسے

---

(٢)شرح مسلم للنووي في كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان الخ: ١٩٩/٢

(٣) الإنصاف: ٤٧٤/١

(٤) المغني لابن قدامة، كتاب الوليمة، وجوب الإنكار علي مايصنع في الولائم من المنكرات: ٢١٥/٧-٢١٦

(٥) عمدة القاري:٧٠/٢٢، الدرالمحتار، كتاب الصلوة، مطلب مكروهات الصلاة: ٤٧٩/١، البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ٢٧/٢، إكمال إكمال المعلم للأبي، كتاب اللباس، باب لاتدخل الملائكة......: ٣٩٤/٥

(٦) المؤطا للإمام محمد، كتاب الاستيذان، باب التصاوير والجرس ومايكره منها، ص٣٨٢

بعض لوگوں کے مجسمے یادگار کے طور پر بنا دیے جاتے ہیں، ایسے مجسمے بالاتفاق حرام ہیں، البتہ کاغذ اور کپڑے وغیرہ کی تصویر جس کا سایہ نہیں ہوتا، اس میں ان کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، ابن القاسم وغیرہ نے اس کو جائز قرار دیا (۷) بعض نے اس کو حرام لیکن اکثر مالکی علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ (۸)

حاصل یہ کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو تصویر چاہے مجسم ہو یا غیر مجسم حرام ہے، مالکیہ کے نزدیک مجسم تو حرام ہی ہے، البتہ غیر مجسم اکثر مالکیہ کے نزدیک مکروہ ہے، بعض کے نزدیک جائز ہے!

غیر مجسم تصویر کے جواز کے دلائل

جو حضرات غیر مجسم تصویر کو جائز کہتے ہیں وہ صحیح مسلم میں زید بن خالد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، جو انھوں نے بسر بن سعید کے سامنے بیان کی تھی:

إن زيد بن خالد الجهني حدثه ومع بسر عبيدالله الخولاني، أن أباطلحة حدثه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال: لاتدخل الملائكة بيتا فيه صورة، قال بسر: فمرض زيد بن خالد، فعُدْناه، فإذا نحن في بيته بِسترٍ فيه تصاوير، فقلت لعبيدالله الخولاني: ألم يحدثنا في التصاوير؟ قال: إنه قال: "إلا رقما في ثوب" ألم تسمعه؟ قلت: لا، قال: بلى، قد ذكر ذلك(۹)

اس روایت میں تصریح ہے کہ تصاویر کی حرمت کے حکم سے کپڑے میں پائی جانے والی تصویر مستثنیٰ ہے اور زید بن خالد نے اپنی روایت میں اس استثناء کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب اللباس میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے نقل کی ہے کہ وہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے گئے، وہاں سہل بن

(۷) إكمال إكمال المعلم للأبي، باب لاتدخل الملئكة بيتاًفيه صورة و لاكلب: ۳۹٤/٥

(۸) إكمال إكمال المعلم للأبي، باب لاتدخل الملئكة......: ۳۹٤/٥

(۹) رواه مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان......: ۱٦٦٦/۳ (رقم الحديث: ۲۱۰٦)

حنیف بھی موجود تھے، حضرت ابو طلحہ نے ایک آدمی کو بلایا اور ایک چادر نیچے سے ہٹانے کے لیے کہا، سہل نے پوچھا، اسے کیوں ہٹا رہے ہیں تو حضرت ابو طلحہ نے کہا "لأن فيه تصاوير، وقد قال فيه النبي صلى الله عليه وسلم ماقد علمت" سہل نے کہا "أولم يقل: إلا ما كان رقما في ثوب" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کپڑے پر تصویر کو مستثنیٰ قرار دیا ہے تو حضرت ابو طلحہؓ نے فرمایا "بلى ولكنه أطيب لنفسي" (۱۰) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ اس کا استثناء کیا ہے تاہم مجھے یہی اچھا لگ رہا ہے کہ اسے ہٹا دیا جائے۔

جمہور ان دونوں روایتوں کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس میں "رقما في ثوب" سے غیر جاندار کی تصویر مراد ہے، جاندار کی نہیں، پردے پر جاندار کی تصویر کے سلسلے میں یہاں بخاری میں روایت گذر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

کیمرے کی تصویر کا حکم

جہاں تک تعلق ہے آج کل کے کیمرے کی تصویر کا تو اگرچہ مصر کے بعض علماء نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے (۱۱) لیکن جمہور اہل فتاوی کا فتویٰ اس کے عدم جواز کا ہے۔ (۱۲) البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں، مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ وغیرہ کے لیے تصویر ایک ضرورت بن گئی ہے، امام محمد رحمہ اللہ "سیر کبیر" میں فرماتے ہیں "وان تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال، فلا بأس باستعماله" (یعنی اگر ایسے اسلحہ کی ضرورت پڑے جس میں تصویر ہے تو اسے استعمال کر سکتے ہیں) (۱۳) علامہ سرخسی رحمہ اللہ اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "لأن مواضع الضرورة

---

(۱۰) أخرجه الترمذي في كتاب اللباس، اب ماجاء في الصورة: ٤/ ٢٣٠ (رقم الحديث: ١٧٥٠)

(۱۱) چنانچہ مصر کے ایک مفتی علامہ الشیخ محمد بخیت نے اس کے جواز پر ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ہے "الجواب الشافي في إباحة التصوير الفوتوغرافي" نیز دیکھیے فقه السنة للسيد سابق، التصوير، الصور التى لا ظل لها: ٣/ ٥٠١

(۱۲) كفايت المفتي، كتاب الحظر والإباحة، بحث. فوٹوگرافی کا پیشہ حرام ہے: ٩/ ٢٤٣

(۱۳) السير الكبير مع شرحه: ٢/ ٢٧٨

مستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة" (کیونکہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں، مثلاً ضرورت کے وقت مردار جانور کھانے کی اجازت ہے)(۱۴)

ٹی وی، ویڈیو اور کمپیوٹر کی تصویر کا حکم

اب رہ جاتی ہے بات ٹیلی ویژن، ویڈیو اور کمپیوٹر کی تصویر کی، اس کے بارے میں جمہور اہل فتاوی کا فتویٰ عدمِ جواز کا ہے (۱۵) وہ کہتے ہیں کہ ٹی وی پر آنے والی تصویر کا وہی حکم ہے جو دوسری عام تصاویر کا ہے۔

البتہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ تصویر کے حکم میں نہیں، بلکہ یہ عکس ہے جو شعاؤں اور لہروں کے ذریعہ جدید تکنیک سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، لہٰذا اس پر تصویر کی وعیدیں جاری نہیں ہوں گی۔(۱۶) یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب ٹی وی، ویڈیو اور کمپیوٹر، سی ڈیز میں آنے والی اور محفوظ کی جانے والی تصویر میں کوئی اور شرعی قباحت نہ ہو تو جمہور تو اس کے عدم جواز اور بعض علماء جواز کے قائل ہیں!

لیکن اگر اس میں منکرات ہوں اور دوسری شرعی حدود کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو وہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے۔(۱۷)

---

(١٤) شرح السير الكبير: ٢٧٨/٢

(١٥) فتاوی حقانیه، باب التصاویر، جدید آلات کا حکم: ٤٣٢/٢، أحسن الفتاوی: ٢٨٩/٨، ٣٠٠، فتاوی محمودیه: ١٦٩/٥، نیز دیکھیے النهضة الإصلاحية للشيخ مصطفى الحامي: ٢٦٤، ٢٦٥

(١٦) لیکن اس پر اشکال کیا گیا ہے کہ پردہ پر آنے والی تصویر اگرچہ عکس ہی ہے لیکن اس کا نیگیٹو (Negative) تصویر ہے اس لیے کہ وہ اس بات کا ذریعہ بنتا ہے کہ اس کو کاغذ پر ایک جمی ہوئی تصویر کی شکل میں لے آیا جائے اور ذریعہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس سے حاصل ہونے والے مقصود کا ہو۔ ما كان سبباً لمحظور فهو محظور، ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٥٠/٦

(١٧) چنانچہ ایسے پروگرام جو رقص، استہزاء، بلاضرورت ہنسی مذاق اور موسیقی وغیرہ جیسے منکرات پر مشتمل ہوں اسے دیکھنے میں ضیاع وقت بھی ہے اور ارتکابِ حرام بھی، اور فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق ایسے پروگراموں میں شرکت کرنا، اسے دیکھنا، سننا سب ناجائز اور حرام ہیں، صاحب درمختارؒ فرماتے ہیں: وفي السراج: ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر...... قلتُ: وفي البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر" أي بالنعمة، فصرف الجوارح إلى غير ماخلق لأجله كفر بالنعمة لاشكر، فالواجب كلّ الواجب أن يجتنب...... (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٣٤٩/٦)

آج کل دنیا میں ٹی وی کے جتنے چینل ہیں، ان میں ہمارے علم کے مطابق ایک بھی ایسا نہیں جس میں کوئی شرعی قباحت نہ پائی جاتی ہو، غیر محرم کی تصویر سے تو کوئی چینل خالی نہیں اس لیے وہ بہر حال بالاتفاق ناجائز ہیں، البتہ کمپیوٹر، سی ڈیز اور ویڈیو میں اسلامی اور دوسری شرعی قباحتوں سے پاک کچھ پروگرام مرتب کیے جاتے ہیں، بعض علماء کے نزدیک اس کے جواز کی گنجائش ہے!

۹۶ – باب : الْإِرْتِدَافِ عَلَى ٱلدَّابَّةِ .

٥٦١٩ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى إِكَافٍ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ ، وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ وَرَاءَهُ . [ر: ۲۸۲۵]

ارتداف کے معنی ہیں کسی شخص کے پیچھے سوار ہونا، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں اس کے جواز کو بیان کر رہے ہیں، حدیث باب میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کے پالان پر سوار تھے آپ پر فدک کی بنی ہوئی چادر تھی اور آپ نے اپنے پیچھے اسامہ کو بٹھایا تھا۔

إِکاف: پالان کو کہتے ہیں۔ قَطِیفة: چادر۔ فَدَکیَّة: فدک کی طرف منسوب ہے، خیبر کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔(۱۸)

باب کی کتاب سے مناسبت

● کتاب اللباس سے اس باب کی مناسبت کے بارے میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولم يظهرلي وجه دخول هذا الباب ومابعده بكتاب اللباس، لكن قال في الكواكب: الغرض منه الجلوس على لباس الدابة، وإن تعدد أشخاص الراكبين عليها، والتصريح بلفظ "القطيفة" مشعر بذلك كما قال فليتأمل(۱۹)

(۱۸)عمدة القاري: ۲۲/۷٦، إرشادالساري: ۱۲/٦۳۲

(۱۹)إرشادالساري: ۱۲/٦۳۲

یعنی اس باب کو کتاب اللباس میں ذکر کرنے کی وجہ ظاہر نہیں، البتہ صاحب کواکب نے لکھا ہے کہ اس باب سے سواری کے لباس پر بیٹھنا مراد ہے، اگرچہ بیٹھنے والے متعدد ہوں، لفظ قطیفة سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات تحریر فرمائی ہے (٢٠)

❷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اس باب کے یہاں لانے پر اشکال تھا لیکن پھر مجھے اس کی یہ توجیہ سمجھ میں آئی کہ پیچھے بیٹھنے میں گرنے کا خطرہ ہوتا ہے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ گرنے کا احتمال پیچھے بیٹھنے کے لیے مانع نہیں، لہٰذا اس احتمال کے باوجود ردیف بن کر بیٹھنا جائز ہے۔ لیکن ردیف بن کر بیٹھنے والا محتاط رہے، گرے تو ستر و لباس کی حفاظت کے لیے بیدار رہے۔ (٢١)

❸ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ "الأبواب والتراجم" میں فرماتے ہیں:

والأوجه عند هذا العبد الضعيف أنه قد تقدم أن المصنف رحمه الله ذكر عدة أبواب في كتاب اللباس ممايتعلق بالزينة كما تقدم في مبدأ هذا الكتاب ، ولما كانت هذه الأبواب على الظاهر مما يخالف الزينة، فذكرها بعد ذكر أبواب الزينة استطرادا، فإن الضد أقرب خطورا بالبال مع ضده (٢٢)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب اللباس میں چند ابواب زینت سے متعلق بھی ذکر کیے ہیں، اب یہاں ایسے ابواب ذکر کر رہے ہیں جو زینت کے خلاف ہیں، دو تین آدمیوں کا ایک سواری اور جانور پر بیٹھنا خلافِ زینت ہے اور ضد کے ذکر کر دینے سے بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے وبضدها تتبين الأشياء گویا کہ ان ابواب کو نسبتِ تضاد کی وجہ سے یہاں ذکر کیا ہے۔

---

(٢٠) شرح الكرماني: ١٤١/٢١

(٢١) فتح الباري: ٤٨٤/١٠

(٢٢) الأبواب والتراجم: ١١٢/٢

۹۷ - باب : الثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّابَّةِ .

۵۶۲۰ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا خالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ ، اسْتَقْبَلَهُ أُغَيْلِمَةُ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ، فَحَمَلَ وَاحِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَالآخَرَ خَلْفَهُ . [ر : ۱۷۰۴]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ ایک جانور پر تین آدمی سوار ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ جانور میں اس کی طاقت وقدرت ہو۔(۲۳)

اگرچہ بعض روایتوں میں اس سے منع وارد ہے(۲۴) لیکن وہ روایتیں متکلم فیہا ہیں، قابل استدلال نہیں اور اگر انہیں قابل احتجاج تسلیم بھی کر لیا جائے تب وہ اس صورت پر محمول ہیں جب جانور میں تین آدمی لے جانے کی طاقت نہ ہو!(۲۵)

استقبله أُغَيلِمةُ بني عبدالمطّلب

أُغَيْلمة غلمة کی تصغیر ہے، غلمة غلام کی جمع ہے، یہ تصغیر خلاف قیاس ہے، قیاس کے مطابق غليمة ہونا چاہیے(۲۶) فتح مکہ کے موقع پر بنو عبدالمطلب کے چند بچے آپ کے استقبال کے لیے آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک کو آگے اور ایک کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ اگلے باب کی روایت میں نام آگئے ہیں کہ قثم بن عباس کو آگے اور فضل بن عباس کو پیچھے بٹھایا تھا۔

---

(۲۳) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۲، نیز دیکھیے إرشادالساري: ۱۲/۶۳۳، عمدة الفاري: ۲۲/۷۷

(۲۴) أخرجه الطبراني عن جابر: نهى رسوا الله صلى الله عليه وسلم أن يركب ثلاثة على الدابة: وسنده ضعيف، وأخرج الطبراني عن أبي سعيد رفعه "لايركب الدابة فوق اثنين" وفي سنده لين، وأخرج الطبري عن علي قال: "إذا رأيتم ثلاثة سلى دابة فارجموهم حتى ينزل أحدهم" (فتح الباري ۱۰/۴۸۵)

(۲۵) إرشادالساري: ۱۲/۶۳۳، عمدة القاري: ۲۲/۷۷، فتح الباري: ۱۰/۴۸۵

(۲۶) شرح الكرماني: ۲۱/۱۴۱، فتح الباري: ۱۰/۴۸۵، عمدة القاري: ۲۲/۷۷، إرشادالساري: ۱۲/۶۳۳

۹۸ - باب : حَمْلِ صَاحِبِ ٱلدَّابَّةِ غَيْرَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ .

وَقالَ بَعْضُهُمْ : صَاحِبُ ٱلدَّابَّةِ أَحَقُّ بِصَدْرِ ٱلدَّابَّةِ ، إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ .

۵۶۲۱ : حدَّثني مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ : ذُكِرَ شَرُّ الثَّلَاثَةِ عِنْدَ عِكْرِمَةَ فَقَالَ : قالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : أَتَى رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَقَدْ حَمَلَ قُثَمَ بَيْنَ يَدَيْهِ ، وَالْفَضْلَ خَلْفَهُ . أَوْ قُثَمَ خَلْفَهُ ، وَالْفَضْلَ بَيْنَ يَدَيْهِ . فَأَيُّهُمْ شَرٌّ ، أَوْ أَيُّهُمْ خَيْرٌ ؟

سواری کا مالک اگر چاہے تو کسی اور کو آگے اور خود پیچھے بیٹھ سکتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ سواری کا مالک آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے یہ حق کسی اور کو دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

وقال بعضهم: صاحبُ الدابة أحق بصدر الدابة إلا أن يأذن له

بعض سے مراد امام شعبی ہیں، ابن ابی شیبہ نے ان سے یہ تعلیق نقل کی ہے۔(۲۷) امام ابوداود اور امام ترمذی نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے، اس میں ہے:

بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشي إذجاء ہ رجل، ومعه حمار، فقال: يارسول الله، اركب، وتأخرالرجل، فقال: لا أنت أحق بصدر دابتك إلاّ أن تجعله لي ، قال: قد جعلته لك فركب(۲۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تشریف لے جارہے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا، اس کے پاس گدھا تھا، کہنے لگا، اللہ کے رسول! اس پر سوار ہو جائیے اور پیچھے ہٹ گیا، حضور نے فرمایا، نہیں آپ اپنی سواری کے اگلے حصے کے زیادہ مستحق ہیں، ہاں آپ اپنی خوشی سے یہ حق مجھے دیدیں تب ٹھیک ہے، اس نے کہا کہ یہ حق میں نے دیدیا، تب آپ سوار ہوئے۔

---

(۲۷) فتح الباري: ۴۸۵/۱۰، إرشادالساري: ۶۳۳/۱۲، عمدة القاري: ۷۷/۲۲

(۲۸) رواه أبوداود: في كتاب الجهاد، باب ربّ الدابة أحق بصدرها: ۲۸/۳ (رقم الحديث: ۲۵۷۲) والترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء أن الرجل أحق بصدر دابته: ۹۹/۵ (رقم الحديث: ۲۷۷۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس آدمی کا اس روایت میں ذکر ہے، وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن العربی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ آدمی اپنی سواری کے اگلے حصے کا زیادہ مستحق اس لیے ہے کہ یہ ایک شرف ہے اور یہ شرف مالک کا حق ہے۔ نیز اسے چلانے کا حق اسے ہے، تیز چلائے یا آہستہ، تصرف کا یہ اختیار مالک کو ہوتا ہے۔ (۲۹)

ذُکر شَرُّ الثلاثۃِ عند عکرمۃ

عکرمہ کے پاس کسی نے ایک سواری پر تین آدمیوں کے شر ہونے کا ذکر کیا کہ ایک سواری پر تین کا بیٹھنا بری بات ہے تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے قُثَم کو اور فضل کو اپنے پیچھے یا قثم کو پیچھے اور فضل کو اپنے آگے سوار کیا تھا تو ان میں سے کون اچھا ہے، کون برا ہے...... عکرمہ نے تردید کی کہ تین کا بیٹھنا کوئی بری بات نہیں، حضورؐ سے ثابت ہے، "شرُّ الثلاثۃ" میں اضافتِ لفظیہ ہے اور یہ الحسن الوجہ کے قبیل سے ہے۔ (۳۰) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وحاصل المعنى أنهم ذكروا عند عكرمة أن ركوب الثلاثة على الدابة شروظلم، وأن المقدم شر أوالمؤخر ، فأنكر عكرمة ذلك مستدلا بفعله صلى الله عليه وسلم، إذ لايجوز نسبة الظلم إلى أحدهما ، لأنهماركبا بحمله إياهما(۳۱)

یعنی عکرمہ کے پاس کسی نے ایک جانور پر تین آدمیوں کے سوار ہونے کا ذکر کیا کہ یہ ظلم اور برائی ہے اور آگے یا پیچھے بیٹھنے والا برا ہے تو عکرمہ نے اس کا انکار کیا اور استدلال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا کہ آپ نے ان دونوں کو اپنے پیچھے بٹھایا تھا، ان میں سے کسی کی طرف ظلم کی نسبت نہیں کی جاسکتی۔

---

(۲۹) فتح الباري: ۱۰/٤٨٦

(۳۰) عمدة القاري: ۲۳/۷۸، إرشادالساري: ۱۲/٦٣٤، فتح الباري: ۱۰/٤٨٦

(۳۱) إرشادالساري: ۱۲/٦٣٤

یہ حدیث صحاح ستہ میں صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔(۳۲)

۹۹ - باب : إِرْدَافِ الرَّجُلِ خَلْفَ الرَّجُلِ .

٥٦٢٢ : حدّثنا هُدْبَةُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنا هَمَّام : حَدَّثَنا قَتادَةُ : حَدَّثَنا أَنسُ بْنُ مالِكٍ ، عَنْ مُعاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا أَنَا رَدِيفُ النَّبِيِّ ﷺ ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا آخِرَةُ الرَّحْلِ ، فَقَالَ : (يَا مُعاذُ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ، ثُمَّ سارَ ساعَةً ثُمَّ قالَ : (يَا مُعاذُ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ، ثُمَّ سارَ ساعَةً ثُمَّ قالَ : (يَا مُعاذُ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ، قالَ : (هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ اللهِ عَلَى عِبادِهِ) . قُلْتُ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (حَقُّ اللهِ عَلَى عِبادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا) . ثُمَّ سارَ ساعَةً ، ثُمَّ قالَ : (يَا مُعاذُ بْنَ جَبَلٍ) . قُلْتُ : لَبَّيْكَ رَسُولَ اللهِ وَسَعْدَيْكَ ، فَقالَ : (هَلْ تَدْرِي ما حَقُّ الْعِبادِ عَلَى اللهِ إِذَا فَعَلُوهُ) . قُلْتُ : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (حَقُّ الْعِبادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمْ) .

[ر : ۲۷۰۱]

آدمی آدمی کے پیچھے بیٹھ سکتا ہے بعض نسخوں میں یہاں باب نہیں، روایت باب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، میرے اور آپ کے درمیان پالان کے ڈنڈے کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی، آپؐ نے فرمایا اے معاذ، میں نے عرض کیا لبیك رسول اللہ وسعدیك، پھر تھوڑی دیر چلے اور فرمایا اے معاذ، میں نے کہا لبیك رسول اللہ وسعدیك، پھر تھوڑی دیر اور چلے اور فرمایا: اے معاذ! میں نے کہا: لبیك رسول اللہ وسعدیك۔ آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندے پر کیا حق ہے، میں نے کہا "اللہ و رسوله أعلم"، آپ نے فرمایا اللہ کا حق بندے پر یہ ہے کہ اس کی عبادت کرے اور اس کے ساتھ شرک نہ کرے، پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد فرمایا "یا معاذ!" میں نے کہا لبیك رسول اللہ وسعدیك فرمایا تم جانتے ہو اللہ پر بندے کا کیا حق ہے جب وہ یہ کام کریں، میں نے کہا اللہ ورسوله أعلم (اللہ اور اس کے رسول

(۳۲) عمدة القاري: ۲۲/۷۸، إرشاد الساري: ۱۲/٦۳٤

زیادہ جانتے ہیں) آپ نے فرمایا بندے کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے۔

ماحق العبادعلى الله

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "هو من باب المشاكلة، وهو نوع من أنواع البديع الذي يحسن به الكلام، أو المرادبه أنه حق شرعي لاواجب بالعقل كما تقول المعتزلة، وكأنه لما وعدبه، ووعده الصدق، صار حقامن هذه الجهة" (۳۳)

حاصل یہ ہے کہ اللہ کے ذمہ کسی کا کوئی حق نہیں ہے لہٰذا "حق العباد على الله" **مشاکلۃ** کہا گیا چونکہ اس سے پہلے "حق الله على العباد" آیا، تو کلام کے اندر اس شکل کو برقرار رکھتے ہوئے حق العباد على الله کہہ دیا گیا اور یا اس سے حق شرعی مراد ہے، اللہ نے چونکہ اس کا وعدہ کیا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے، اپنے وعدے کو وہ ہر حال میں پورا کرتا ہے گویا اللہ نے اپنے ذمہ یہ واجب کردیا ہے، اس اعتبار سے اس کو "حق" کہا گیا۔

۱۰۰ – باب : إِرْدَافِ الْمَرْأَةِ خَلْفَ الرَّجُلِ ذَا مَحْرَمٍ .

٥٦٢٣ : حدّثنا الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ مِنْ خَيْبَرَ ، وَإِنِّي لَرَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ وَهْوَ يَسِيرُ ، وَبَعْضُ نِساءِ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ رَدِيفُ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ، إِذْ عَثَرَتِ النَّاقَةُ ، فَقُلْتُ : المَرْأَةَ ، فَنَزَلْتُ ، فَقالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (إِنَّها أُمُّكُمْ) . فَشَدَدْتُ الرَّحْلَ وَرَكِبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، فَلَمَّا دَنَا ، أَوْ : رَأَى المَدِينَةَ قالَ : (آيِبُونَ تائِبُونَ عابِدُونَ ، لِرَبِّنَا حامِدُونَ) . [ر : ٢٩١٩]

بیوی یا محرم کو سواری میں اپنے پیچھے بٹھایا جاسکتا ہے، یہ شرم وحیا کے خلاف نہیں سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

---

(۳۳) إرشادالساري: ١٢/٦٣٦

فقلت: المرأةَ

"المرأة" ترکیب میں منصوب ہے "أي احفظ المرأة" اور مرفوع بھی ہوسکتا ہے "أي وقعت المرأة"(۳۴)

١٠١ – باب : الْاَسْتِلْقَاءِ وَوَضْعِ الرِّجْلِ عَلَى الْأُخْرَى .

٥٦٢٤ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَمِّهِ : أَنَّهُ أَبْصَرَ النَّبِيَّ ﷺ يَضْطَجِعُ فِي المَسْجِدِ ، رَافِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى . [ر : ٤٦٣]

"استلقاء" چت لیٹنے کو کہتے ہیں، کتاب اللباس سے اس باب کی مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> وجه دخول هذه الترجمة في كتاب اللباس من جهة أن الذي يفعل ذلك لايأمن من الانكشاف، ولاسيما الاستلقاء يستدعي النوم، والنائم لايتحفظ، فكأنه أشارإلى أن من فعل ذلك ينبغي له أن يتحفظ لئلاينكشف(۳۵)

حاصل یہ ہے کہ چت لیٹنے میں لباس کھلنے اور کشفِ عورت کا اندیشہ ہوتا ہے، امام بخاری چت لیٹنے والے کو خبردار کرنا چاہ رہے ہیں کہ وہ اپنے لباس کی حفاظت کرے۔

ووضع الرّجل على الأخرى

چت لیٹنے کی حالت میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنے کو امام بخاری جائز سمجھ رہے ہیں، حدیث باب میں اس کی تصریح ہے۔

---

(٣٤) عمدة القاري: ٢٢/٧٩، إرشاد الساري: ١٢/٦٣٦

(٣٥) فتح الباري: ١٠/٤٨٩

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"لا يستلقين أحدكم ثم يضع إحدى رِجلَيه على الأُخرى"(۳۶)اس حدیث میں چت لیٹ کر ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھنے کی ممانعت آئی ہے، یہ حدیث یا تو امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ثابت نہیں اور یا ثابت ہے لیکن امام اس کو منسوخ سمجھ رہے ہیں۔ تہہ بند باندھا ہوا ہو اور ایک پاؤں کھڑا ہو تو اس پر دوسرا پاؤں رکھنا درست نہیں۔ اس میں کشف عورت کا اندیشہ ہوتا ہے اور پاؤں پھیلے ہوئے ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔(۳۷)

(٣٦) رواه مسلم في كتاب اللباس، باب ني صنع الاستلقاء على الظهر......: ١٦٦١/٣ (رقم الحديث: ٢٠٩٩)

(٣٧) فتح الباري: ٤٨٩/١٠، عمدة القاري: ٧٩/٢٢

٨١- کتاب الأدب

كتاب الأدب (الأحاديث: ٥٦٢٥- ٥٨٧٢)

کتاب الادب ایک سو اٹھائیس ابواب پر مشتمل ہے جن میں دو سو چھپن احادیث ہیں، پچھتر احادیث معلق اور باقی موصول ہیں، دو سو ایک حدیثیں مکرر ہیں اور باقی پہلی بار ذکر کی گئی ہیں۔ کتاب الادب میں حضرات صحابہ اور تابعین واسلاف کے گیارہ آثار امام بخاری نے ذکر کیے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

٨١ - كتاب الأدب

ادب اچھائی اور عمدگی اختیار کرنے کا نام ہے، چاہے اس کا تعلق عمل سے ہو یا بات سے، خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنا، بڑوں کا احترام کرنا، چھوٹوں پر شفقت کرنا، تہذیب وشائستگی اختیار کرنا ادب کہلاتا ہے۔(۱)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں ادب کا ترجمہ "تمیز" سے کیا ہے۔(۲)

حضرات محدثین "کتاب الادب" کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مبارک احادیث ذکر کرتے ہیں جو انسان کو معاشرتی زندگی کے اخلاق و آداب، رشتوں اور رشتہ داروں کے حقوق، تعلق رکھنے والوں سے برتاؤ کی وہ تعلیم سکھاتی ہیں جو سرورِ کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو دی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں "کتاب الادب" بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کی ہے، جس میں انھوں نے ایک سو بیس سے زیادہ ابواب قائم کیے ہیں۔

١ - باب : الْبِرِّ وَالصِّلَةِ .

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا» /العنكبوت : ٨/ .

٥٦٢٥ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : الْوَلِيدُ بْنُ عَيْزَارٍ أَخْبَرَنِي قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ يَقُولُ : أَخْبَرَنَا صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ ، وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللهِ ، قَالَ

---

(١) عمدة القاري: ٨١/٢٢، فتح الباري: ٤٩٠/١٠، شرح الكرماني: ١٤٦/٢١، الأبواب والتراجم: ١١٣/٢، إرشادالساري: ٣/١٣

(٢) فيض الباري: ٣٨٥/٤، الأبواب والتراجم: ١١٣/٢

سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ ؟ قَالَ : (الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا) . قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : (ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ) . قَالَ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : (الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ) . قَالَ : حَدَّثَنِي بِهِنَّ ، وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي . [ر : ٥٠٤]

ہندوستانی نسخے میں "البر والصلة" کے الفاظ نہیں ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں والدین کی فرمان برداری، اطاعت، ان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کو بیان کیا ہے۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت ﴿ووصينا الانسان بوالديه حسنا﴾ ذکر فرمائی، اس طرح کے الفاظ تین سورتوں میں واقع ہیں، سورۃ عنکبوت میں ہے ﴿ووصينا الانسان بوالديه حسنا وان جاهداك لتشرك بي ماليس لك به علم﴾(٣) سورۃ لقمان میں ہے ﴿ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن ...﴾(٤) اور سورۃ احقاف میں ہے ﴿ووصينا الانسان حسنا حملته امه كرها ووضعته كرها.....﴾(٥)

یہاں سورۃ عنکبوت والی آیت کریمہ مراد ہے، جو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی، ان کی والدہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا، حضرت سعدؓ سے مطالبہ تھا کہ دین اسلام چھوڑ دیں، حضرت سعدؓ نے اس کا مطالبہ تسلیم نہیں کیا تو سورۃ عنکبوت کی یہ آیت نازل ہوئی(٦) جس کا حاصل یہ ہے کہ والدین کی اطاعت واجب ہے، لیکن شرک اور خلاف شریعت امور میں ان کی اتباع نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ لکھا ہے، اور کسی روایت میں اس کے اسلام لانے کا ذکر نہیں ملتا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ولم أرفي شيئ من الأخبار أنها أسلمت"(٧)

---

(٣) سورة عنكبوت/٨

(٤) سورة لقمان/١٤

(٥) سورة أحقاف/١٥

(٦) عمدة القاري: ٨١/٢٢

(٧) فتح الباري: ٤٩١/١٠

الوليد بن عيزار أخبرني

اس میں راوی کے نام کو صیغہ پر مقدم کیا ہے اور یہ جائز ہے، عام اسلوب کے مطابق "أخبرني الولید......" ہونا چاہیے لیکن یہاں "أخبرني" کو نام کے بعد ذکر کیا ہے۔ شعبہ یہ اسلوب بکثرت استعمال کرتے ہیں(۸) ان کے شیخ ابوعمرو شیبانی ہیں، ان کا نام سعد بن ابی ایاس ہے، وہ کہتے ہیں مجھے اس گھر کے رہنے والے نے خبر دی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے گھر کی طرف اشارہ کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا، نماز اپنے وقت میں، پوچھا، پھر کون سا؟ فرمایا، والدین کی فرماں برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک، پوچھا، پھر کون سا؟ فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔

یہ حدیث اسی متن اور سند کے ساتھ "کتاب الصلاۃ" میں "باب فضل الصلاۃ لوقتها" کے تحت گذر چکی ہے۔

٢ – باب : مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ .

٥٦٢٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ شُبْرُمَةَ ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي ؟ قالَ : (أُمُّكَ) . قالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قالَ : (ثُمَّ أُمُّكَ) . قالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قالَ : (ثُمَّ أُمُّكَ) . قالَ : ثُمَّ مَنْ ؟ قالَ : (ثُمَّ أَبُوكَ) .

وَقالَ ٱبْنُ شُبْرُمَةَ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ : حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ : مِثْلَهُ .

حسن معاشرت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے، امام بخاری نے اس باب میں ان کا ذکر کیا ہے۔

(۸) فتح الباري: ۱۰/۴۹۱، عمدة القاري: ۲۲/۸۱، إرشاد الساري: ۱۳/۴

(۵٦۲٦) الحديث أخرجه مسلم في البر والصلة والآداب، باب بر الوالدين وأنهما أحق به: ۴/۱۹۷۴ (رقم الحديث: ۲۵۴۸) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الوصايا، باب النهي عن الإمساك في الحياة والتبذير عندالموت: ۲/۹۰۳ (رقم الحديث: ۲۷۰٦)

والدہ کا حقِ طاعت وخدمت زیادہ ہے

روایت میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااور عرض کیا یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا ”آپ کی والدہ“ عرض کیا، پھر کون؟..... فرمایا ”آپ کی والدہ“ پوچھا، پھر کون؟ فرمایا ”آپ کی والدہ“ پوچھا، پھر کون؟..... آپ نے فرمایا ”آپ کے والد“۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آنے والا آدمی شاید حضرت معاویہ بن حَیدَہ تھے، کیونکہ امام بخاری نے ”الأدب المفرد“ میں ان کی اس طرح کی حدیث نقل کی ہے۔(۹)

لیکن علامہ عینی نے حافظ کی بات سے اتفاق نہیں کیا، ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کے کئی واقعات کا روایات میں ذکر آیا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ”الأدب المفرد“ کی روایت میں جو نام آیا ہے وہ بخاری کی روایتِ باب میں بھی مراد ہے کوئی معتمد بات نہیں۔(۱۰)

روایت باب میں تین مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ کا ذکر کیا کہ وہ زیادہ حقدار ہے اور چوتھی مرتبہ میں والد کا ذکر کیا۔ بچے کے تین مراحل ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی مشقت صرف ماں جھیلتی ہے، ایک حمل، دوسرا وضع حمل اور تیسرا رضاعت، قرآن مجید نے ان تینوں مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے ﴿ووصينا الانسان بوالديه احسنا حملته امه كرها ووضعته كرها وحمله وفصله ثلثون شهرا﴾ والدہ کئی ماہ حمل کا بوجھ اٹھاتی ہے، ولادت کی مشقت جھیلتی ہے، پھر دودھ پلاتی اور زمانہ رضاعت میں نگہداشت کرتی ہے، اس آیت کریمہ میں ان تینوں مرحلوں کو ذکر فرمایا۔(۱۱)

اس کا حاصل یہی ہے کہ ماں باپ کے حق طاعت وخدمت میں اگر ٹکراؤ پیدا ہو تو ماں کا حق مقدم ہے اور اسے ترجیح دی جائے گی۔

قاضی عیاض نے فرمایا کہ جمہور علماء کا مسلک یہی ہے کہ اطاعت میں ماں کے حق کو باپ پر ترجیح

---

(۹) فتح الباري: ۱۰/٤۹۲، إرشادالساري: ۱۳/۵

(۱۰) عمدة القاري: ۲۲/۸۲

(۱۱) سورة أحقاف/۱۵

دی جائے گی(۱۲) بلکہ حارث محاسبی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(۱۳)

لیکن بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ دونوں کا حق برابر ہے، حافظ نے اسے بعض شافعیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔(۱۴)

شارح بخاری ابن بطال نے نقل کیا ہے کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ باپ بلا رہا ہے اور ماں منع کر رہی ہے، ایسے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا "باپ کی اطاعت کریں اور ماں کی نافرمانی سے بچیں۔"(۱۵)

یہی مسئلہ جب لیث سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا "ماں کی بات مانیں اس لیے کہ اس کا حق طاعت زیادہ ہے"۔(۱۶)

امام احمد اور نسائی نے حضرت عائشہؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے پوچھا، عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمانے لگے شوہر کا، پھر میں نے پوچھا آدمی پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا والدہ کا۔(۱۷)

وقال ابن شبرمة ويحي بن أيوب: حدثنا أبوزرعة مثله

عبداللہ بن شبرمہ کوفہ کے مشہور فقیہ اور قاضی ہیں، ان کی اور یحییٰ کی روایت کو امام بخاری نے "الأدب المفرد" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۸)

---

(۱۲) فتح الباري: ۱۰/٤۹۲، الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۳

(۱۳) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۹/۱۹۱، فتح الباري: ۱۰/٤۹۳، عمدة القاري: ۲۲/۸۳، الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۳

(۱٤) فتح الباري: ۱۰/٤۹۲، الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۳، إرشادالساري: ۱۳/۵

(۱۵) شرح البخاري لابن بطال: ۹/۱۹۰، فتح الباري: ۱۰/٤۹۳

(۱٦) شرح البخاري لابن بطال: ۹/۱۹۰

(۱۷) فتح الباري: ۱۰/٤۹۳

(۱۸) فتح الباري: ۱۰/٤۹۳

٣ - باب : لَا يُجَاهِدُ إِلَّا بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ .

٥٦٢٧ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ ، عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا : حَدَّثَنَا حَبِيبٌ (ح) . قَالَ : وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ حَبِيبٍ ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ : قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أُجَاهِدُ ؟ قَالَ : (لَكَ أَبَوَانِ) . قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : (فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ) . [ر : ٢٨٤٢]

جہاد میں جانے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے

عام حالات میں والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا درست نہیں، ہاں نفیر عام ہو تو پھر والدین سے اجازت کی ضرورت نہیں، امام بخاری کا مقصد والدین کی اہمیت کو بیان کرنا ہے کہ جہاد جیسے اہم فریضہ کو ادا کرنے کے لیے بھی والدین کی اجازت ضروری ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں اس طرح کا ایک باب ”باب الجهاد بإذن الأبوين“ کے عنوان سے قائم کیا ہے۔

ففيهما فجاهد

أي إن كان لك أبوان، فأبلغ جهدك في برهما والإحسان إليهما، فإن ذلك يقوم لك مقام قتال العدو۔(١٩) یعنی اگر آپ کے والدین زندہ ہیں تو ان کی خدمت واطاعت میں خوب محنت کریں کہ یہی آپ کے لیے دشمن کے ساتھ جہاد کا قائم مقام ہے۔

---

(١٩) فتح الباري: ١٠/٤٩٣، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٣/٦

٤ – باب : لَا يَسُبُّ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ .

٥٦٢٨ حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ) . قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ؟ قالَ : (يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ ، فَيَسُبُّ أَبَاهُ ، وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ) .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے، کہا گیا کہ یارسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت بھیج سکتا ہے؟ فرمایا "آدمی کسی دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دے اور وہ اس کے جواب میں اس کے باپ کو گالی دے۔"

اگرچہ اس طرح اس نے خود اپنے والدین کو گالی نہیں دی، دوسرے کے والدین کو گالی دی ہے لیکن اس کا گالی دینا، دوسرے آدمی کی جوابی گالی کا سبب بن گیا، مقصد یہ ہے کہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہیے جو والدین کے لیے طعن و تشنیع کا سبب بنتی ہو۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں تو کچھ کمینہ قسم کے لوگ ایسے بھی دیکھے گئے جو اپنے والدین کو خود گالی دیتے اور انہیں مارتے ہیں، فرمایا کہ یہ وبا مصری شہروں میں بہت عام ہو گئی ہے۔(٢٠)

إن من أكبر الكبائر

کبائر بڑے گناہوں کو کہتے ہیں، بڑے گناہ بھی شدت وشناعت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متفاوت اور مختلف ہوتے ہیں، بعض گناہ دوسرے بعض گناہوں سے زیادہ شنیع ہوتے ہیں، جمہور علماء کا

(٥٦٢٨) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان الكبائر وأكبرها: ١/٢ ٩ (رقم الحديث: ٩٠) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب برالوالدين: ٤/٣٣٦ (رقم الحديث: ٥١٤١) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة؛ باب ماجاء في عقوق الوالدين: ٤/٣١٢ (رقم الحديث: ١٩٠٢)

(٢٠) عمدة القاري: ٢٢/٨٤

یہی مسلک ہے۔(۲۱)

بڑے گناہوں کی تعداد

علامہ عینی رحمہ اللہ نے "اکبرالکبائر" یعنی بڑے گناہوں میں بھی جو زیادہ بڑے ہیں ان کی تعداد چودہ بتلائی ہے، شرک، والدین کی نافرمانی، جھوٹی گواہی، ضرورت وحاجت سے زائد پانی سے منع کرنا، (بھینس کو گابھن بنانے کے لیے) سانڈ نہ دینا، جھوٹی قسم، قتل ناحق، میدان جہاد سے فرار، پاک دامن پر تہمت، جادو سیکھنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، شراب پینا، جھوٹی حدیث بیان کرنا......اس طرح یہ چودہ گناہ ہیں جنھیں مختلف روایتوں میں "اکبرالکبائر" کہاہے۔(۲۲)

بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں "سبع موبقات" سے بچنے کا حکم دیا گیاہے یعنی سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

اجتنبوا السبع الموبقات، قالوا: يارسول الله ، ماهي؟ قال: الشرك بالله، والسحر، وقتل النفس التي حرم الله إلابالحق، وأكل الربا، وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف، وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات"(۲۳)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک، جادو، قتل ناحق، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جہاد سے بھاگنا اور پاک دامن مؤمن عورتوں پر تہمت لگانا......ان ساتوں گناہوں کو مہلک قرار دیاہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک آدمی نے سوال کیاکہ کبائر سات ہیں، فرمانے لگے:هي إلى السبعمائة أقرب منها إلى السبع غير أنه لاكبيرة مع استغفار، ولاصغيرة مع إصرار(۲۴)

(۲۱) عمدة القاري: ۸۳/۲۲، إرشادالساري: ۱۳/۱۳

(۲۲)عمدة القاري: ۸۳/۲۲-۸٤

(۲۳)رواه مسلم في كتاب الايمان، باب بيان الكبائر وأكبرها: ۹۲/۱ (رقم الحديث: ۸۹) رواه البخاري في كتاب الوصايا،باب قول الله تعالىٰ: ﴿إن الذين ياكلون اموال اليتامىٰ﴾: ۵۸۳/۲ (رقم الحديث: ۲۷٦٦)

(۲۴) عمدة القاري: ۸٤/۲۲، شرح ابن بطال: ۱۹۸/۹

یعنی وہ سات کے بجائے سات سو کے قریب ہیں، البتہ استغفار اور توبہ آدمی کرے تو کوئی کبیرہ باقی نہیں رہتا اسی طرح اصرار اور بار بار کرنے سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

کبائر یعنی بڑے گناہوں کی تعداد بعضوں نے چالیس اور بعض نے ستر بتائی ہے۔(۲۵)

بعض حضرات نے گناہوں کے کبائر اور صغائر میں تقسیم ہونے کا انکار کیا ہے اور کہا ہے اللہ تعالیٰ نے جس سے منع کیا وہ کبیرہ ہی ہے کوئی گناہ صغیرہ نہیں۔ چنانچہ ابو اسحاق اسفرائینی نے کہا "ليس في الذنوب صغيرة، بل كل مانهى الله عنه كبيرة" انھوں نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ نقل کیا اور قاضی عیاض نے اس کو محققین سے نقل کیا(۲۶) شارح بخاری ابن بطال نے اشاعرہ کی طرف اس قول کو منسوب کیا، ان کا کہنا ہے کہ کسی گناہ کو کبیرہ دوسرے گناہ کی نسبت سے کہا جاتا ہے، ورنہ فی نفسہ ہر گناہ کبیرہ ہے۔(۲۸)

لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ معاصی میں صغائر اور کبائر دونوں ہوتے ہیں(۲۸) قرآن مجید میں ہے ﴿الذين يجتنبون كبائر الاثم والفواحش الا اللمم﴾(۲۹) اس میں لمم سے صغائر مراد ہیں، ایک اور آیت کریمہ میں ہے ﴿ان تجتنبوا كبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم﴾(۳۰)

ان آیات میں کبائر اور صغائر دونوں کا ذکر ہے۔

گناہ کبیرہ کا تعارفی ضابطہ

کون سا گناہ کبیرہ ہے؟ اس کے لیے بعض علماء نے کچھ ضابطے بیان کیے ہیں، حضرت ابن عباسؓ

(۲۵) عمدة القاري: ۸٤/۲۲

(۲٦) إرشاد الساري: ۱۲/۱۳، فتح الباري: ۵۰۱/۱۰

(۲۷) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۱۹۸/۹، نیز دیکھیے فتح الباري: ۵۰۱/۱۰

(۲۸) فتح الباري: ۵۰۲/۱۰، عمدة القاري: ۸۳/۲۲

(۲۹) سورة النجم/۳۲

(۳۰) سورة النساء: ۳۱

اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا میں جہنم، اللہ کے غضب، لعنت یا عذاب کی وعید ذکر کی گئی ہو۔(۳۱)

امام احمد اور شوافع میں ماوردی سے منقول ہے کہ ہر وہ گناہ جس کی وعید میں آخرت میں جہنم کا ذکر ہو اور دنیا میں حد واجب ہوتی ہو، وہ کبیرہ ہے۔(۳۲)

ابن عبدالسلام نے فرمایا کہ اس سلسلے میں جتنے بھی ضابطے بیان کیے گئے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اعتراض سے خالی نہیں، پھر خود ضابطہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

والأولى ضبطها بما يشعر بتهاون مرتكبها بدينه إشعارا دون الكبائر المنصوص عليها۔(۳۳)

اس کا حاصل یہ ہے کہ نصوص کے اندر جن گناہوں کے کبیرہ ہونے کا ذکر ہے وہ تو کبائر ہیں، ان کے علاوہ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ گناہ کرنے والے نے اسے معمولی اور حقیر سمجھ کر کیا ہے اور اس کی شناعت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس ضابطہ کو عمدہ قرار دیا۔(۳۴)

بعض علماء نے کہا کہ جو گناہ کبیرہ ہے اور شریعت نے اس کے کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں کی، اس کے لیے کوئی ضابطہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔(۳۵)

حدیث باب سدذرائع کے سلسلے میں اصل ہے

شارح بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث باب سدذرائع کے سلسلے میں اصل ہے، وہ لکھتے ہیں:

(۳۱) شرح صحیح البخاري لابن بطال. ۱۹۸/۹، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۱۳/۱۳، فتح الباري: ۵۰۳/۱۰

(۳۲) فتح الباري: ۵۰۳/۱۰

(۳۳) فتح الباري: ۵۰۳/۱۰

(۳٤) فتح الباري: ۵۰۳/۱۰

(۳۵) فتح الباري: ۵۰۳/۱۰

"هذا الحديث أصل في قطع الذرائع، وأن من آل فعله إلى محرم وإن لم يقصده، فهو كمن قصده وتعمده في الإثم، ألاترى أنه عليه السلام نهى أن يلعن الرجل والديه؟ فكان ظاهرهذا أن يتولى الابن لعنهما بنفسه، فلما أخبر النبي عليه السلام أنه إذاسب أبا الرجل، وسب الرجل أباه وأمه، كان كمن تولى ذلك بنفسه، وكان ما آل إليه فعل ابنه كلعنه في المعنى، لأنه كان سببه، ومثله قوله تعالى: ﴿ولاتسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم﴾ (۳۶)

یعنی یہ حدیث باب قطع ذرائع کے بارے میں اصل ہے اور یہ کہ جو کام نتیجتاً حرام تک پہنچاتا ہو، اگرچہ آدمی نے اس حرام کا قصد وارادہ نہیں کیا ہو، تاہم وہ کام گناہ میں بالقصد حرام کے برابر ہے، دیکھیے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین پر لعنت بھیجنے سے منع کیا اور اس کی تشریح میں فرمایا کہ والدین پر لعنت بھیجنے کی صورت یہ ہے کہ آدمی دوسرے کے والدین پر لعنت بھیجے اور وہ جواب میں اس کے والدین کو برا بھلا کہے تو گویا خود اس نے اپنے والدین کو برا بھلا کہا، کیونکہ اس کا سبب خود اس کا عمل بنا، قرآن کریم کی ایک آیت میں بھی اس طرح سب اور برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد ہے "تم ان معبودان باطلہ کو برا بھلامت کہو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں کہ اس کے جواب میں عداوت کی وجہ سے یہ اللہ کو برا بھلا کہیں گے......"

٥ – باب : إِجَابَةِ دُعَاءِ مَنْ بَرَّ وَالِدَيْهِ .

٥٦٢٩ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ قَالَ : (بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَاشَوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ ، فَمَالُوا إِلَى غَارٍ فِي الْجَبَلِ ، فَٱنْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ ،

(۳۶) شرح البخاري لابن بطال: ۱۹۲/۹، ۱۹۳، نیز دیکھیے فتح الباري: ۴۹۴/۱۰، نیز دیکھیے الأبواب والتراجم: ۱۱۳/۲

فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : ٱنْظُرُوا أَعْمَالاً عَمِلْتُمُوهَا لِلّٰهِ صَالِحَةً ، فَٱدْعُوا ٱللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهُ يَفْرُجُهَا .

فَقَالَ أَحَدُهُمْ : اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ ، وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ ، كُنْتُ أَرْعَى عَلَيْهِمْ . فَإِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ فَحَلَبْتُ بَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ أَسْقِيهِمَا قَبْلَ وَلَدِي ، وَإِنَّه نَأَى بِيَ الشَّجَرُ يَوْمًا ، فَمَا أَتَيْتُ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا ، فَحَلَبْتُ كما كُنْتُ أَحْلُبُ ، فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ رُؤُوسِهِمَا ، أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا ، وَأَكْرَهُ أَنْ أَبْدَأَ بِالصِّبْيَةِ قَبْلَهُمَا ، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ ، فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَٱفْرُجْ لَنَا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ . فَفَرَجَ ٱللّٰهُ لَهُمْ فُرْجَةً حَتَّى يَرَوْنَ مِنْهَا السَّمَاءَ .

وَقَالَ الثَّانِي : اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ٱبْنَةُ عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ ما يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ ، فَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا ، فَأَبَتْ حَتَّى آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ ، فَسَعَيْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَلَقِيتُهَا بِهَا ، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قالَتْ : يَا عَبْدَ ٱللّٰهِ ٱتَّقِ ٱللّٰهَ ، وَلَا تَفْتَحِ الخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ . فَقُمْتُ عَنْهَا ، اللّٰهُمَّ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَٱفْرُجْ لَنَا مِنْهَا . فَفَرَجَ لَهُمْ فُرْجَةً .

وَقَالَ الآخَرُ : اللّٰهُمَّ إِنِّي كُنْتُ ٱسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ ، فَلَمَّا قَضَى عَمَلَهُ قالَ : أَعْطِنِي حَقِّي ، فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَقَّهُ فَتَرَكَهُ وَرَغِبَ عَنْهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا ، فَجَاءَنِي فَقَالَ : ٱتَّقِ ٱللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِي وَأَعْطِنِي حَقِّي ، فَقُلْتُ : ٱذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا ، فَقَالَ : ٱتَّقِ ٱللّٰهَ وَلَا تَهْزَأْ بِي ، فَقُلْتُ : إِنِّي لَا أَهْزَأُ بِكَ ، فَخُذْ تِلْكَ الْبَقَرَ وَرَاعِيَهَا ، فَأَخَذَهُ فَٱنْطَلَقَ بِهَا ، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ٱبْتِغَاءَ وَجْهِكَ ، فَٱفْرُجْ ما بَقِيَ . فَفَرَجَ ٱللّٰهُ عَنْهُمْ) . [ر : ٢١٠٢]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے والدین کی اطاعت کرنے والے کی دعا کی قبولیت کا ذکر کیا ہے اور اس کے تحت تین آدمیوں کا وہ مشہور واقعہ نقل کیا ہے جس میں تینوں ایک غار کے اندر بند ہوجاتے ہیں اور اپنے نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کر کے آزادی حاصل کرتے ہیں...... یہ حدیث "کتاب البیوع، باب إذا اشتری شیئا لغیره......"میں گذر چکی ہے۔

رُحتُ علیهم: رُحتُ:رواح سے ہے،شام کے وقت آیا۔نأی بي الشجر:درخت مجھے دور لے

گئے، یعنی بکریاں چراتے چراتے میں دور نکل گیا۔ نأی نأیاباب فتح سے ہے، اس کے معنی دور ہونے کے آتے ہیں۔ الحلاب: محلوب کے معنی میں ہے، یعنی دودھ۔ بعضوں نے کہا جس برتن میں دودھ دوہا جاتا ہے، اس برتن کو حلاب کہتے ہیں۔ (۳۷) یتضاغون: شور کر رہے تھے، رو رہے تھے۔ فَرَق أُرُزٍّ: ارز چاول کو کہتے ہیں اور فَرَق (راء کے فتحہ کے ساتھ) ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں سولہ رطل آتے ہیں۔ (۳۸)

یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اولاد کا نفقہ والدین کے نفقہ سے مقدم ہے، اس کی رعایت نہیں کی گئی بلکہ اسے نیکی شمار کیا گیا۔

اس کے جواب میں کہا گیا کہ ممکن ہے ان کے دین میں والدین کا نفقہ مقدم ہو...... اور یہ بھی ممکن ہے کہ بچوں کو بقدر ضرورت نفقہ دیدیا گیا تھا، اس کے بعد وہ قدر ضرورت سے زیادہ کا مطالبہ کر رہے تھے۔ (۳۹)

٦ - باب: عُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ.

قَالَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. [ر: ٦٢٩٨]

٥٦٣٠: حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ حَفْصٍ: حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ وَرَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: (إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ، وَمَنْعًا وَهَاتِ، وَوَأْدَ الْبَنَاتِ، وَكَرِهَ لَكُمْ: قِيلَ وَقَالَ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ). [ر: ١٤٠٧]

٥٦٣١: حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: (أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ). قُلْنَا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ: (الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ – وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ – أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ). فَمَا زَالَ يَقُولُهَا، حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ. [ر: ٢٥١١]

(۳۷) عمدة القاري: ۲۲/۸٦، إرشادالساري: ۱۳/۸

(۳۸) عمدة القاري: ۲۲/۸٦، إرشادالساري: ۱۳/۹

(۳۹) عمدة القاري: ۲۲/۸٦

٥٦٣٢ . حدثني مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْكَبَائِرَ ، أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ ، فَقَالَ : (الشِّرْكُ بِاللّٰهِ ، وَقَتْلُ النَّفْسِ ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ ، فَقَالَ : أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ؟ قَالَ : قَوْلُ الزُّورِ ، أَوْ قَالَ : شَهَادَةُ الزُّورِ) . قَالَ شُعْبَةُ : وَأَكْثَرُ ظَنِّي أَنَّهُ قَالَ : (شَهَادَةُ الزُّورِ) . [ر : ٢٥١٠]

عُقُوق (عین کے ضمہ کے ساتھ) نافرمانی کو کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت آگے "کتاب الایمان والنذور، باب الیمین الغموس" میں موصولاً آرہی ہے جسے یہاں امام نے تعلیقاً ذکر کیا ہے، اس میں ہے "الكبائر: الإشراك بالله ، وعقوق الوالدين، وقتل النفس واليمين الغموس"(۴۰)

پہلی روایت کی سند میں منصور سے منصور بن المعتمر اور میسّب سے میسّب بن رافع مراد ہیں، ان کے شیخ وراد ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے کاتب تھے...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... "اللہ تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی، حق داروں کا حق نہ دینا، اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا حرام کیا ہے اور تمھارے لیے قیل و قال، سوال کی کثرت اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے"۔

الأمهات

یہ أمهة کی جمع ہے، ماں کو کہتے ہیں۔ لفظ اُم ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، جب کہ أمهة خاص ہے، صرف ذوی العقول کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(۴۱)

وَمَنْعاً وهات

بعض روایات میں "وَمنْع وهات" ہے، مَنْع تو واضح ہے، منع یمنع کا مصدر ہے: منع کرنا، روکنا، یہاں منع کرنے سے ان حقوق کو منع کرنا مراد ہے جن کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے، مثلاً زکوۃ،

---

(٤٠) فتح الباري: ١٠/٤٩٧، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٨٦/٢٢

(٤١) فتح الباري: ١٠/٤٩٨

صدقات اور معمولی چیزیں دینے سے منع کرنا، ھات کے معنی ہیں: لے آؤ، دیدو، خلیل نحوی نے فرمایا کہ یہ اصل میں "آت" تھا ہمزہ کو ہاء سے بدل دیا۔ (۴۲)

"ھات" سے مراد ہے اس چیز کو طلب کرنا اور مانگنا جس کا آدمی مستحق نہیں ہے، حاصل یہ ہے کہ اپنے ذمہ جو حقوق ہیں انہیں ادا کرنے سے بے فکر رہنا اور اپنے لیے دوسروں سے ان حقوق کا مطالبہ کرتے رہنا جن کا وہ سرے سے مستحق ہی نہیں ہے۔ (۴۳)

ووأدالبنات

وَأْدٌ (ہمزہ کے سکون کے ساتھ) مصدر ہے اس کے معنی زندہ درگور کرنے کے ہیں، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی بری رسم عربوں میں زمانہ جاہلیت میں شروع ہوئی تھی، قیس بن عاصم تمیمی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنی بچی زندہ دفن کی تھی، اس کے کسی دشمن نے حملہ کیا اور اس کی لڑکی پکڑ کر لے گیا، بعد میں صلح ہوئی اور لڑکی کو اختیار دے دیا گیا کہ چاہے تو باپ کے پاس چلی جائے یا شوہر کے پاس رہے، بیٹی نے شوہر کے پاس رہنا پسند کیا، اس پر اس نے قسم کھائی کہ اس کی آئندہ جب بھی بیٹی پیدا ہوگی، اسے وہ زندہ دفن کرے گا، چنانچہ اس پر اس نے عمل کیا اور یہ رسم پھر عام ہوتی گئی۔ (۴۴)

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی صورتیں

زندہ دفن کرنے کی ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ عورت کے وضع حمل کا زمانہ جب قریب ہو جاتا تو اسے کسی گڑھے کے پاس چھوڑ دیتے، وضع حمل کے بعد اگر لڑکا ہوتا تو اسے لے آتے، لڑکی ہوتی تو اسے اسی گڑھے کے اندر دفن کر دیتے۔

---

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٤٩٨، عمدة القاري: ٢٢/٨٧

(٤٣) شرح الكرماني: ٢١/١٥١، عمدة القاري: ٢٢/٨٧، فتح الباري: ١٠/٤٩٨

(٤٤) فتح الباري: ١٠/٤٩٨، عمدة القاري: ٢٢/٨٧

دوسری صورت یہ ہوتی کہ لڑکی جب پانچ چھ سال کی ہو جاتی تو شوہر بیوی سے کہتا کہ رشتہ داروں کے پاس جانا ہے، اسے تیار کردے، وہ تیار کردیتی اور باپ اسے رشتہ داروں کے بجائے صحرا میں کسی کنویں کے پاس لے جاتا، اسے کہتا، اس میں دیکھ، وہ کنویں میں دیکھنے لگتی تو باپ پیچھے سے دھکیل کر اسے کنویں میں گرادیتا۔(۴۵)

لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی طرح لڑکوں کے زندہ دفن کرنے کا بھی رواج رہا ہے، بعض لوگ میراث میں حصہ پانے یا نفقہ کے ڈر سے اپنی اولاد کو پیدا ہوتے ہی زندہ مار دیتے(۴۶) قرآن کریم نے اس کا کئی آیات میں ذکر کیا ہے، ایک جگہ ہے ﴿ولا تقتلوا اولادکم خشیة املاق نحن نرزقهم وایاکم ان قتلهم کان خطئا کبیرا﴾(۴۷)

وکرہ لکم قیل وقال

قیل وقال میں تین قول ہیں:

❶ یہ دونوں اسم ہیں، جوہری نے صحاح میں اسی کو اختیار کیا ہے اور دلیل یہ دی کہ ان پر الف لام داخل ہوتا ہے جو اسم کی علامات میں سے ہے، کہتے ہیں "فلان کثیر القیل والقال"(۴۸)۔ اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ بحث و گفتگو کرنا مکروہ ہے کیونکہ کہ کثرتِ کلام بہر حال نقصان اور خطا کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

❷ قال فعل ماضی معروف اور قیل ماضی مجہول ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ آدمی لوگوں کے قصے اور اقوال بکثرت نقل کرے اور کہے کہ قال فلان کذا وقیل کذا...... فلاں نے یہ کہا، اور یہ بات کہی گئی تو اس طرح اقوال کا بکثرت نقل کرنا مکروہ ہے...... کیونکہ اس طرح کئی باتیں غلط اور خلاف حقیقت

---

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۴۹۸

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲/۸۷، فتح الباری: ۱۰/۱۸

(۴۷) سورۃ الإسراء: ۳۱

(۴۸) فتح الباری: ۱۰/۹۸

نقل ہو جاتی ہیں۔(۴۹)

❸اس سے دینی معاملات میں اختلافی اقوال کا ذکر مراد ہے کہ فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا اور فلاں مسئلہ کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے، قال فلان كذا وقيل كذا في هذه المسألة...... اس طرح بکثرت اقوال نقل کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں غلط قول نقل کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے، ہاں اگر کوئی تحقیق کے ساتھ بات کرتا ہے تو وہ اس میں داخل نہیں لیکن ظاہر ہے کہ لوگوں میں محققین کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔(۵۰)

ان آخری دو صورتوں میں "قيل وقال" فعل ہیں اور حکایۃً ان کا ذکر ہے لیکن پہلا قول راجح معلوم ہوتا ہے۔

وكثرة السئوال

زیادہ سوال کرنا...... سوال کرنے سے مانگنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور مسائل کے متعلق سوال کرنا بھی مراد لے سکتے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ اس سے لوگوں کے حالات کے متعلق زیادہ سوالات کرنا مراد ہے، اسی طرح کسی شخصِ معین کے بارے میں زیادہ سوالات و جستجو کرنا بھی درست نہیں۔(۵۱)

عام حالات میں مانگنا بھی جائز نہیں، ابوداود کی روایت میں ہے:

"إن المسألة لا تصلح إلالثلاثة: لذي فقر مدقع، أو لذي غرم مفظع أولذي دم موجع"(۵۲)

یعنی تین طرح کے آدمی مانگ سکتے ہیں ایک فقیر جس کے پاس کچھ نہ ہو، دوم سخت نقصان

(۴۹) عمدة القاري: ۲۲/۸۷، فتح الباري: ۱۰/۴۹۹

(۵۰) فتح الباري: ۱۰/۴۹۹، عمدة القاري: ۲۲/۸۷، شرح الكرماني: ۲۱/۱۵۱

(۵۱) عمدة القاري: ۲۲/۸۷، شرح الكرماني: ۲۱/۱۵۱، فتح الباري: ۱۰/۴۹۹

(۵۲) أخرجه أبوداود في كتاب الزكاة، باب ماتجوزفي المسألة: ۲/۱۲۰ (رقم الحديث: ۱۶۴۱)، نیز دیکھیے بذل المجهود: ۸/۱۸۳

اٹھانے والا اور سوم تکلیف دہ قتل کرنے والا قاتل جس کے ذمہ دیت کی ادائیگی ہے، دیت ادا نہیں کرے گا تو قصاصاً قتل ہوگا۔

مشہور حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے فرمایا "إذا سألت فاسأل الله" (۵۳)

سنن ابی داود کی روایت میں ہے "إنْ کنت لابد سائلا، فاسأل الصالحین" (۵۴) یعنی اگر مانگنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا تو پھر صالحین سے مانگ۔

مانگنے کا حکم

بغیر ضرورت کے مانگنا تو بالاتفاق جائز نہیں، ہاں جو شخص ضرورت مند ہے لیکن کمانے پر قادر بھی ہے، اس کے لیے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں دو قول ہیں تحریم کا اور کراہت کے ساتھ جواز کا، لیکن کراہت کے ساتھ جواز کے لیے تین شرطیں ذکر کی گئی ہیں کہ مانگنے میں اصرار نہ ہو، اپنی تذلیل نہ ہو اور جس سے مانگ رہا ہے اسے تنگ نہ کرے　ان تین شرطوں کے ساتھ مانگنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (۵۵) یہاں حدیث میں کثرت سوال یعنی زیادہ مانگنے کو مکروہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت مانگنا کراہت میں داخل نہیں۔

یاد رہے کہ یہاں مانگنے سے اپنے لیے مانگنا مراد ہے۔ اگر کوئی دوسروں کے لیے مانگتا ہے، اہل خیر اور متبرعین کو محتاجوں اور بے کسوں کی مدد کی طرف متوجہ کرتا ہے یا جس طرح منتظمینِ مدارس علوم دینیہ حاصل کرنے والے طلبہ کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے مسلمان اہل خیر کو متوجہ کرتے ہیں تو وہ اس میں داخل نہیں بلکہ وہ تو خود ایک زبردست اجر وثواب والا عمل ہے۔　البتہ اس کے جواز اور اجر وثواب پانے کے لیے شرط یہ ہے کہ دین اور علماء کے وقار کی پوری پوری رعایت رکھی جائے اور کوئی ایسا

---

(۵۳) أخرجه الترمذي، كتاب صفة القيامه، باب بلاترجمة: ٦٦٦/٤ (رقم الحديث: ٢٥١٦)

(٥٤) أخرجه أبوداود في كتاب الزكاة، باب في الاستعفاف: ١٢٢/٢ (رقم الحديث ١٦٤٦)

(٥٥) فتح الباري: ٥٠٠/١٠، شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب الزكاة، باب النهي عن المسألة: ٣٣٣/١

اسلوب اختیار نہ کیا جائے جس سے علماء کا وقار اور استغناء مجروح ہو یا وہ اہل علم کی ذلت کا ذریعہ بنے۔(۵۶)

وإضاعة المال

مال ضائع کرنا جائز نہیں، مال ضائع کرنے سے مراد یہ ہے کہ مال کو اس طرح خرچ کرنا کہ اس میں نہ آخرت کا فائدہ ہو اور نہ ہی دنیا کا کوئی جائز نفع اور فائدہ ہو، اخروی اور دنیوی جائز فائدے کے بغیر مال کے خرچ کرنے کو ضائع کرنا کہا جاتا ہے جو جائز نہیں۔(۵۷)

انفاق کی جائز و ناجائز صورتیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا حاصل یہ لکھا ہے کہ کثرت انفاق کی تین صورتیں ہیں:

❶ ناجائز امور میں مال خرچ کرنا...... یہ بالاتفاق ممنوع ہے۔

❷ نیکی اور بھلائی کے راستوں میں مال خرچ کرنا.. یہ بالاتفاق جائز اور مطلوب ہے۔

❸ مباح امور میں مال خرچ کرنا.. اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنی استطاعت، حالت اور عرف کے مطابق مال خرچ کرتا ہے، یہ اسراف میں داخل نہیں، جائز ہے، دوسری یہ کہ عرف و معمول سے ہٹ کر زیادہ خرچ کر لیتا ہے، جمہور علماء اس کو اسراف کہتے ہیں، بعض شوافع اسے اسراف نہیں کہتے "لأنه تقوم به مصلحة البدن وهو غرض صحيح، وإذاكان في غيرمعصية فهو مباح له......"(۵۸)(کیونکہ اس میں انسانی جسم کا فائدہ اور مصلحت ہے اور یہ ایک صحیح مقصد ہے لہٰذا اگر غیر معصیت میں معمول سے زیادہ خرچ کیا تو مباح ہے) لیکن امام غزالی، ابن دقیق العید، امام رافعی اور امام نووی نے اس صورت کو اسراف میں شامل کیا ہے۔(۵۹) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

---

(٥٦) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الزكاة، مطلب في الحوائج الأصلية. ٢/٧٦

(٥٧) فتح الباري: ١٠/٥٠٠، إرشادالساري: ١٣/١١، عمدة القاري: ٢٢/٨٧

(٥٨) فتح الباري: ١٠/٥٠٠

(٥٩) فتح الباري: ١٠/٥٠٠

"والذي يترجح أنه ليس مذموما لذاته، لكنه يفضي غالبا إلى ارتكاب المحذور كسؤال الناس، وما أدى إلى المحذور، فهو محذور"(٦٠)

یعنی راجح بات یہ ہے کہ اس طرح خرچ کرنا فی نفسہ مذموم نہیں لیکن یہ محذور وناجائز عمل تک عموماً پہنچادیتا ہے، مثلاً خرچ کرنے کے بعد محتاج ہوکر لوگوں سے مانگنا اور جو عمل مفضی الی المحذور ہو وہ خود محذور وممنوع ہوتا ہے۔

شارح مشکاۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"هذا الحديث أصل في معرفة حسن الخلق الذي هو منبع جميع الأخلاق الحميدة، والخلال الجميلة"(٦١)

یعنی یہ حدیث "حسن خلق" کی معرفت میں اصل وبنیاد ہے جو تمام اخلاق حمیدہ اور خصائل حسنہ کا منبع وسرچشمہ ہے۔

فقال: ألا وقول الزور أ وقال: شهادة الزور، فماز ال يقولها حتى قلت: لايسكت

جھوٹی بات اور جھوٹی شہادت کو کبائر میں گناتے ہوئے آپ مسلسل تکرار فرمارہے تھے، یہاں تک کہ میں نے کہا آپ خاموش نہیں ہوں گے...... بشر بن الفضل کی روایت میں ہے "فقال: ألا وقول الزور، فمازال يكررها حتى قلنا: ليته سكت"(٦٢)

جھوٹی شہادت اور گواہی دینا بڑا آسان اور اس کے نقصانات اور مضرات بہت زیادہ ہیں، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شناعت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تکرار کا یہ بلیغ اسلوب اختیار فرمایا۔(٦٣)

---

(٦٠) فتح الباري: ٥٠٠/١٠

(٦١) شرح المشكاة للطيبي، كتاب الآداب، باب البر والصلة: ١٥٠/٩ (رقم الحديث: ٤٩١٦)

(٦٢) فتح الباري: ٥٠٤/١٠

(٦٣) فتح الباري: ٤١٠/١٠

قول الزور سے بھی جھوٹی گواہی مراد ہے، کیونکہ ہر جھوٹ کبیرہ نہیں ہوتا۔(٦٤)

قال شعبة: فأكثرظني أنه قال: شهادة الزور

یعنی قول الزور اور شہادۃ الزور میں شک ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ "شهادة الزور" فرمایا تھا "شہادات" میں یہ روایت آئی ہے، وہاں "شهادة الزور" بغیر شک کے ہے۔(٦٥)

احادیث سے مستنبط آداب

حافظ ابن حجران احادیث سے آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي هذا الحديث والذي قبله استحباب إعادة الموعظة ثلاثا تفهم، وانزعاج الواعظ في وعظه، ليكون أبلغ في الوعي عنه والزجر عن فعل ماينهى عنه، وفيه غلظ أمرشهادة الزور...... وفيه التحريض على مجانبة كبائر الذنوب ليحصل تكفير الصغائر بذلك كما وعدالله عزوجل، وفيه إشفاق التلميذ على شيخه منزعجا، وتمنى عدم غضبه لما يترتب على الغضب من تغير مزاجه"(٦٦)

یعنی اس حدیث اور اس سے پہلی والی حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

❶......وعظ ونصیحت میں کسی بات کو تین بار دہرانا سمجھانے کی غرض سے مستحب ہے۔

❷ وعظ کہنے والا بعض باتیں اضطراب، بے چینی اور گھبراہٹ کے عالم میں بھی کہہ سکتا ہے یوں بلیغ انداز سے منکرات سے بچاؤ کا اظہار ہو جاتا ہے۔

---

(٦٤) فتح الباري: ١٠/٥٠٤، عمدة القاري: ٢٢/٨٨

(٦٥) فتح الباري: ١٠/٥٠٥، إرشاد الساري: ١٣/١٤

(٦٦)فتح الباري: ١٠/٥٠٥

❸ جھوٹی شہادت کی سنگینی بھی اس سے معلوم ہوئی۔

❹ کبائر سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہیے، کبائر سے بچا جائے تو یہ بچنا صغائر کے لیے خود کفارہ بن جاتا ہے جیسا کہ اللہ نے وعدہ کیا ہے ﴿ان تجتنبوا كبائر ماتنهون عنه نكفر عنكم سيئاتكم﴾

❺ شیخ واستاذ کو بے چینی اور گھبراہٹ کی حالت میں دیکھ کر شاگرد کو ترس کھانا چاہیے اور یہ تمنا کرنی چاہیے کہ وہ غصہ نہ ہو کیونکہ غصے کی وجہ سے مزاج نارمل نہیں رہتا۔

۷ - باب : صِلَةِ الْوَالِدِ الْمُشْرِكِ .

٥٦٣٣ : حدّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ : أَخْبَرَنِي أَبِي : أَخْبَرَتْنِي أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا قالَتْ : أَتَتْنِي أُمِّي رَاغِبَةً ، فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ : آصِلُهَا ؟ قالَ : (نَعَمْ) قالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : فَأَنْزَلَ ٱللَّهُ تَعَالَى فِيهَا : «لَا يَنْهَاكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي ٱلدِّينِ» . [ر : ٢٤٧٧]

مشرک والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم اس باب میں بیان کیا گیا ہے، حدیث باب میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں اس کے ساتھ حسن سلوک کریں۔

أتتني راغبة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم میں دو روایتیں ہیں:

❶ ایک روایت "راغبة" باء کے ساتھ ہے یعنی میری والدہ عہد نبوی میں رغبت کے ساتھ میرے پاس آئی، اسلام میں رغبت اور دلچسپی لیتی ہوئی یا صلہ رحمی میں دلچسپی لیتی ہوئی آئی "أي راغبة في الإسلام أو راغبة في صلتي"......(٦٧)

لیکن پہلی صورت میں یہ اشکال ہوگا کہ جب وہ اسلام قبول کرنے میں رغبت اور دلچسپی لیتی ہوئی آئی تو پھر حضرت اسماء کو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق پوچھنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ وہ

(٦٧) عمدة القاري: ٢٢/٨٩، فتح الباري: ١٠/٥٠٦، إرشاد الساري: ١٣/١٤

مسلمان ہونے کے لیے آئی تھی اور اسلام قبول کرنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے متعلق پوچھا جائے۔(٦٨) آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ احتیاطاً پوچھ لیا ہوگا۔

❷دوسری روایت ”راغمة“ میم کے ساتھ ہے ”أي کارهة للإسلام.....“ یعنی میرے پاس آئی لیکن اسلام کو پسند نہیں کر رہی تھی۔(٦٩)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر والدین کافر اور مشرک بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنی چاہیے، نظریات میں اختلاف اور شرک وکفر کی وجہ سے ان کے ساتھ بدسلوکی کی اجازت شریعت نے نہیں دی ہے۔

٨ – باب : صِلَةِ الْمَرْأَةِ أُمَّهَا وَلَهَا زَوْجٌ .

٥٦٣٤ : وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي هِشَامٌ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ : قَدِمَتْ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ ، فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ وَمُدَّتِهِمْ إِذْ عاهَدُوا النَّبِيَّ ﷺ ، مَعَ أَبِيهَا ، فَاسْتَفْتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ : إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ وَهِيَ رَاغِبَةٌ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، صِلِي أُمَّكِ) . [ر : ٢٤٧٧]

٥٦٣٥ : حدّثنا يَحْيَى : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ ، فَقَالَ : فَمَا يَأْمُرُكُمْ ؟ - يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ - فَقَالَ : يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ ، وَالصَّدَقَةِ ، وَالْعَفَافِ ، وَالصِّلَةِ . [ر : ٧]

عورت کو اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم ہے، اگرچہ اس کا شوہر ہو اور وہ شادی شدہ ہو.....ولها زوج کے مرجع میں دو احتمال ہیں......اس میں ضمیر ”المرأة“ کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور أم کی طرف بھی.....دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ماں کا شوہر ہو (ماں کا شوہر یا سگا باپ ہوتا ہے یا سوتیلا) تاہم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے۔(٧٠)

---

(٦٨)عمدة القاري: ٨٩/٢٢، فتح الباري: ٥٠٦/١٠

(٦٩)عمدة القاري: ٨٩/٢٢، فتح الباري: ٥٠٦/١٠

(٧٠)عمدة القاري: ٨٩/٢٢، إرشاد الساري: ١٥/١٣

حدیث باب میں دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں، حضرت اسماء شادی شدہ تھیں، ان کے شوہر حضرت زبیر بن العوامؓ تھے، ان کی والدہ ان کے پاس آئی، ”مع أبیھا“ اپنے والد کے ساتھ جو حضرت اسماء کے نانا تھے اور یا ضمیر اسماء کی طرف راجع ہے یعنی ان کی والدہ حضرت اسماء کے پاس آئی حضرت اسماء کے سوتیلے باپ کے ساتھ جو اس کا شوہر تھا۔

في عهد قريش ومدتهم

اس سے زمانۂ صلح مراد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ صلح کا جو معاہدہ کیا تھا، اسی زمانۂ صلح میں وہ آئی، علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

”وفقه هذه الترجمة من حديث أسماء أن النبي صلى الله عليه وسلم أباح لأسماء أن تصل أمها ولم يشترط في ذلك مشاورة زوجها“(۷۱)

یعنی حضرت اسماء کی حدیث سے واضح ہے کہ آپ نے حضرت اسماء کو والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیا اور شوہر کے ساتھ اس بارے میں مشورہ کرنے کی شرط نہیں لگائی، معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ صلہ رحمی میں کسی کے ساتھ مشورے کی ضرورت نہیں۔

باب کی دوسری روایت میں صلہ رحمی کا ذکر ہے ”فيؤخذ حكم الترجمة من عمومها“(۷۲) کہ اگرچہ روایت میں صلہ عام ہے لیکن اس میں عورت کا اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا بھی داخل ہے۔

٩ – باب : صِلَةِ الْأَخِ الْمُشْرِكِ .

٥٦٣٦ : حدّثنا مُوسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ ٱبْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : رَأَى عُمَرُ حُلَّةً سِيَرَاءَ تُبَاعُ ، فَقَالَ :

(۷۱) شرح ابن بطال: ۲۰۱/۹، فتح الباري: ۵۰۷/۱۰، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۱۵/۱۳

(۷۲) فتح الباري: ۵۰۶/۱۰، إرشادالساري: ۱۶/۱۳

يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱبْتَعْ هٰذِهِ وَٱلْبَسْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَإِذَا جاءَكَ الْوُفُودُ . قالَ : (إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ) . فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْهَا بِحُلَلٍ ، فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ ، فَقَالَ : كَيْفَ أَلْبَسُهَا وَقَدْ قُلْتَ فِيهَا ما قُلْتَ ؟ قالَ : (إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهَا لِتَلْبَسَهَا ، وَلٰكِنْ تَبِيعُهَا أَوْ تَكْسُوهَا) . فَأَرْسَلَ بِهَا عُمَرُ إِلَى أَخٍ لَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ . [ر : ٨٤٦]

مشرک بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم

مشرک بھائی کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک کو امام بخاری نے اس باب میں بیان کیا ہے، "صلة" مصدر ہے اور اس کی اضافت "الأخ" مفعول بہ کی طرف ہے، فاعل کو ذکر نہیں کیا ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أي هذا باب في بيان صلة المسلم لأخيه المشرك، والإضافة في صلة الأخ إضافة إلى المفعول، وطوى ذكر الفاعل"(٧٣)

روایت باب پہلے گذر چکی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم کو ریشمی جوڑا دیا، انھوں نے وہ جوڑا مکہ مکرمہ میں اپنے ایک بھائی کے لیے بھیج دیا جس نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، معلوم ہوا کہ کافر اور مشرک بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کے اس بھائی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عثمان بن حکیم بن امیہ تھے، جو مشہور صحابیہ خولہ بنت حکیم کے بھائی تھے، یہ حضرت عمرؓ کے نہیں بلکہ حضرت فاروق اعظم کے بھائی زید بن الخطاب کے ماں شریک بھائی تھے۔ زید بن الخطاب کی والدہ کا نام اسماء بنت وہب اور حضرت فاروق اعظم کی والدہ کا نام حَنْتَمة (حاء کے فتحہ، نون کے سکون اور تاء کے فتحہ کے ساتھ) بنت ہاشم ہے۔(٧٤)

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حضرت فاروق اعظم کے ماں شریک بھائی تھے (٧٥) لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے پہلے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے۔(٧٦)

---

(٧٣) عمدة القاري: ٢٢/٨٩، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٣/١٦

(٧٤) عمدة القاري: ٢٢/٩٠

(٧٥) عمدة القاري: ٢٢/٩٠

(٧٦) عمدة القاري: ٢٢/٩٠

١٠ - باب : فَضْلِ صِلَةِ الرَّحِمِ .

٥٦٣٧ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ عُثْمانَ قالَ : سَمِعْتُ مُوسٰى ٱبْنَ طَلْحَةَ ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قالَ : قِيلَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الجَنَّةَ .

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا بَهْزٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُثْمانَ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمانُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسٰى بْنَ طَلْحَةَ ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الجَنَّةَ ، فَقَالَ الْقَوْمُ : ما لَهُ ما لَهُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَرَبٌ ما لَهُ) . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (تَعْبُدُ ٱللهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا ، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ ، ذَرْهَا) . قالَ : كَأَنَّهُ كانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ . [ر : ١٣٣٢]

صلہ رحمی کی فضیلت

اس باب میں صلہ رحمی کی فضیلت اور اہمیت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے، لوگوں نے کہا اسے کیا ہوگیا، اسے کیا ہوگیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ایک ضرورت ہے، پھر فرمایا آپ اللہ کی عبادت کریں، شرک نہ کریں، نماز ادا کریں، زکوۃ دیں اور صلہ رحمی کریں، اب (سواری کو) چھوڑ دیں، راوی نے کہا کہ شاید وہ سواری پر تھے (حضور نے کہا کہ تمھارے سوال کا جواب ہوگیا اب سواری کو جانے دو)

ماله ماله؟ فقال: أَرَبٌ ماله

لوگوں نے اس آدمی کے سوال پر تعجب کا اظہار کیا، حضور نے فرمایا اس کی کوئی ضرورت ہے أَرَب حاجت اور ضرورت کو کہتے ہیں "ما" عموم کے لیے ہے "أربٌ ما" کوئی حاجت، کوئی ضرورت۔(٧٧)

(٧٧) عمدة القاري: ٢٢/٩١، إرشاد الساري: ١٣/١٨، نیز دیکھیے شرح الكرماني: ٢١/١٥٦

ذَرْها، قال: كأنه كان على راحلته

ذرھا یعنی اس سواری کو چھوڑ دیں، اس میں دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو وہ آدمی خود سواری پر سوار تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری کھڑی کر کے جلدی میں اس نے یہ سوال پوچھا، جب آپ نے جواب دیا تو فرمایا کہ اب اپنی سواری کو چھوڑ دیں اور چلے جائیں۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے اور اس سائل نے آکر آپ کی سواری کو لگام سے پکڑ کر روکا اور یہ سوال پوچھا، حضورؐ نے جب جواب دے دیا تو فرمایا کہ اب آپ میری سواری جانے دیں۔ (۷۸)

یہ حدیث کتاب الزکاۃ میں گذر چکی ہے۔ (۷۸☆)

۱۱ - باب: إِثْمِ الْقَاطِعِ

۵۶۳۸: حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ: أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قالَ: إِنَّ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: (لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ).

اس باب میں قطع رحمی کرنے والے کے گناہ اور سزا کا ذکر کیا گیا، حدیث میں ہے قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا... قطع رحمی گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب گناہ کبیرہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک تحت المشیۃ داخل ہوتا ہے اور تحت المشیۃ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ابتداً حق تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے اور وہ دوزخ میں نہیں جائے گا، اور یا وہ دوزخ میں جائے گا اپنی سزا کاٹ کر بعد میں

---

(۷۸) عمدة القاري: ۹۱/۲۲، إرشادالساري: ۱۸/۱۳، نیز دیکھیے شرح الكرماني: ۱۵۶/۲۱

(۷۸☆) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة (رقم الحديث: ۱۳۳۲)

(۵۶۳۸) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب صلة الرحم وتحريم قطيعتها: ۱۹۸۰/٤ (رقم الحديث: ۲۵۵٦) وأخرجه الترمذي في كتاب البر والصلة، باب ماجاء في صلة الرحم: ۳۱٦/٤ (رقم الحديث: ۱۹۰۹) وأخرجه أبوداود في كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم: ۱۳۳/۲ (رقم الحديث ۱٦۹٦)

جنت میں آئے گا، اس لیے اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداءً جنت میں داخل ہونے کا مستحق نہیں ہوگا، یا یہ زجر و توبیخ پر محمول ہے اور یا یہ وعید اس شخص کے حق میں ہے جو قطع رحمی کو جائز سمجھتا ہو اور ایسا شخص کافر ہوتا ہے۔(٧٩)

١٢ - باب : مَنْ بُسِطَ لَهُ فِي الرِّزْقِ بِصِلَةِ الرَّحِمِ .

٥٦٣٩ : حدّثني إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ ٱبْنِ أَبِي سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ ، وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ) .

٥٦٤٠ : حدّثنا يَحْيىٰ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ) . [ر : ١٩٦١]

صلہ رحمی رزق اور عمر دونوں میں برکت اور اضافہ کا سبب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بھلا معلوم ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

يُنْسَأ له في أثَره

نسأ کے معنی مؤخر کرنے کے ہیں، اثر سے اجل مراد ہے یعنی اس کی اجل میں تاخیر کر دی جاتی ہے اور عمر میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔(٨٠) اور یا أثر سے نشانات قدم مراد ہیں۔ اور قدم کے نشانات کا مؤخر کیا جانا درازیٔ عمر سے کنایہ ہے۔ چونکہ عمر دراز ہوتی ہے تو نشانات قدم کا سلسلہ دیر تک جاری رہتا ہے۔

---

(٧٩) عمدة القاري: ٢٢/١٠، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ١٣/١٨

(٥٦٣٩) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاريؒ، عمدة القاري: ٢٢/٩١

(٨٠) عمدة القاري: ٢٢/٩١، إرشاد الساري: ١٣/١٩، نیز دیکھیے شرح ابن بطال: ٩/٢٠٤، فيض الباري: ٤/٣٨٦

آیت وحدیث میں تعارض اور اس کے جوابات

قرآن کریم میں ہے ﴿اذاجاء اجلهم لايستأخرون ساعة ولايستقدمون﴾(۸۱)..... اور یہاں حدیث میں ہے کہ اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

❶ اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ آیت کریمہ میں تقدیر مبرم کا ذکر ہے اور حدیث میں تقدیر معلق کا، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ اس جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شارحین لکھتے ہیں:

"أوالمراد به بالنسبة إلى مايظهر للملائكة في اللوح المحفوظ، أن عمره ستون سنة، إلاّ أن يصل رحمه، فإن وصلها ، زيدله أربعون سنة، وقدعلم الله سبحانه وتعالىٰ بما سيقع من ذلك، وهو من معنى قوله تعالىٰ: ﴿يمحوالله مايشاء ويثبت﴾ فبالنسبة إلى علم الله، وما سبق به قدرته، لازيادة، بل هي مستحيلة، وبالنسبة إلى ماظهر للمخلوقين تتصور الزيادة، وهو مراد الحديث"(۸۲)

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے تو جو عمر مقرر ہے، اس میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہو سکتا، قرآن کریم کی آیت فاذا جاء اجلهم..... میں یہی اجل مراد ہے، البتہ لوح محفوظ میں فرشتوں کے سامنے ایک تقدیر معلق ہوتی ہے، مثلاً لکھا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہوگی لیکن اگر اس نے صلہ رحمی کی تو چالیس سال بڑھادیئے جائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے کہ یہ شخص صلہ رحمی کرے گا یا نہیں، اسے ساٹھ سال زندہ رہنا ہے یا سو سال، تاہم فرشتوں کو نہیں معلوم، ان کے سامنے تو یہی بات ہے کہ اس نے صلہ رحمی اگر کی تو اس کی عمر میں چالیس سال اضافہ ہو جائے گا تو یہ اضافہ تقدیر معلق میں مخلوق کے سامنے ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے، اللہ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے نہیں۔

❷ دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اس کی عمر میں اضافہ سے مراد مدتِ عمر میں اضافہ نہیں، بلکہ اُسی عمر میں نیکیوں، طاعات اور آثار صالحہ میں اضافہ مراد ہے..... اس کی نیک اولاد ہوگی جو اس کے لیے دعائیں

(۸۱) سورة الأعراف : ۳٤

(۸۲) إرشادالساري: ۱۹/۱۳، عمدة القاري: ۹۱/۲۲، فتح الباري: ۵۱۰/۱۰

کرے گی۔(۸۳)چنانچہ معجم طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ذكر عند رسول الله صلى الله عليه وسلم من وصل رحمه أنسئ له في أجله، فقال: ليس زيادة في عمره، قال الله تعالى: ﴿فإذا جاء أجلهم...﴾ ولكن الرجل يكون له الذرية الصالحة يدعون له من بعده"(۸۴)

اوراس کو برکت سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ اس کی عمر میں مختصر ہونے کے باوجود ایسی برکت ہوگی کہ وہ لمبی عمر والوں کے مقابلے میں یا ان کی طرح بہت زیادہ اچھے کام کرنے والا ہوگا جیسے مولانا عبدالحی لکھنویؒ جن کی عمر کل ۳۹ سال ہے اور کام بہت کیا یا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کی عمر کل ۴۹ سال ہوئی اور کام بڑے بڑے کیے۔

محمد بن معن

صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے(۸۵)۔یحیی بن معین، محمد بن سعد ابو حاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، ابن سعد نے کہا کہ یہ قلیل الحدیث تھے یعنی بہت کم روایات ان سے مروی ہیں۔(۸۶)

سفیان بن عیینہ کی وفات کے قریب قریب زمانے میں ان کی وفات ہوئی، ان کی عمر نوے سال سے اوپر تھی(۸۷) سفیان بن عیینہ کی وفات رجب سن ۱۹۸ھ میں ہوئی ہے۔(۸۸) صحاح ستہ کے مؤلفین میں سے امام بخاری، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔(۸۹)

---

(۸۳) عمدة القاري: ۹۱/۲۲، دیکھیے إرشاد الساري: ۱۹/۱۳، فتح الباري: ۵۱۰/۱۰

(۸٤) إرشاد الساري: ۱۹/۱۳، فتح الباري: ۵۱۰/۱۰

(۸۵) عمدة القاري: ۹۱/۲۲ فتح الباري: ۵۰۹/۱۰

(۸٦) تهذيب الكمال: ٤۸۹/۲٦، وطبقات ابن سعد: ٤۳٦/۵

(۸۷) تهذيب الكمال: ٤۸۹/۲٦، تاريخ البخاري الكبير: ۱/الترجمة: ۷۱۹

(۸۸) تهذيب الكمال: ٤۹۰/۲٦

(۸۹) تهذيب الكمال: ٤۹۰/۲٦

۱۳ – باب : مَنْ وَصَلَ وَصَلَهُ اللّٰهُ .

٥٦٤١/٥٦٤٢ : حدّثني بِشْرُ بْنُ مُحمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ : أَخْبَرَنَا مُعاوِيَةُ بْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَمِّي سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الخَلْقَ ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ ، قالَتِ الرَّحِمُ : هٰذا مَقَامُ العَائِذِ بِكَ مِنَ القَطِيعَةِ ، قَالَ : نَعَمْ ، أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ ؟ قالَتْ : بَلَى يَا رَبِّ ، قَالَ : فَهُوَ لَكِ) . قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (فَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ : «فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ») .

(٥٦٤٢) : حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ : حَدَّثَنا عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ الرَّحِمَ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ ، فَقَالَ اللّٰهُ : مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهُ) . [ر : ٤٥٥٢]

٥٦٤٣ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ . حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بْنُ بِلالٍ قالَ : أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ ابْنُ أَبِي مُزَرِّدٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومانَ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الرَّحِمُ شِجْنَةٌ ، فَمَنْ وَصَلَها وَصَلْتُهُ ، وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهُ)

اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا، میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا، میں اسے توڑوں گا ... مقصد یہ ہے کہ جو شخص صلہ رحمی کرے گا، اللہ تعالی اپنے فضل واحسان سے اسے نوازے گا اور جو قطع رحمی کرے گا، اللہ اسے اپنے فضل واحسان سے محروم کر کے مصائب و آفات میں مبتلا کر دے گا ... چنانچہ ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں ”الوصل من اللّٰه كناية عن عظيم إحسانه ... والقطع منه هو كناية عن حرمانه الإحسان“(۹۰)

إن الرحم شِجْنة من الرحمٰن

رَحِم (راء کے فتحہ اور حاء کے کسرہ کے ساتھ) رشتے کو کہتے ہیں اور ”ذو رحم“ رشتہ دار کو کہتے

(۹۰) فتح الباري: ۵۱۲/۱۰، عمدة القاري: ۹۳/۲۲، إرشاد الساري: ۲۲/۱۳

ہیں، چاہے وراثت ان میں جاری ہوتی ہو یا نہیں(۹۱)۔

"شِحْنة" شین کے کسرہ، جیم کے سکون کے ساتھ مشہور ہے اور شین کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، گھنی ٹہنی اور گھنے درخت کی شاخ کو کہتے ہیں(۹۲)"إن الرحم شجنة من الرحمن" کے معنی یہ ہیں کہ "رحم" "رحمن" سے مشتق ہے، اس کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

١٤ – باب: تُبَلُّ الرَّحِمُ بِبِلالِهَا.

٥٦٤٤: حدثنا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ: أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ: (إِنَّ آلَ أَبِي – قَالَ عَمْرٌو: فِي كِتَابِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بَيَاضٌ – لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ).

زَادَ عَنْبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ: (وَلٰكِنْ لَهُمْ رَحِمٌ أَبُلُّهَا بِبِلَالِهَا). يَعْنِي أَصِلُهَا بِصِلَتِهَا.

رشتہ داری کو رشتے کی تری سے تر کرنا چاہیے، تری سے صلہ رحمی مراد ہے یعنی رشتہ داری کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کرنی چاہیے۔

سمعت النبي صلى الله عليه وسلم جِهاراً غير سرٍ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آہستہ سے نہیں بلند آواز میں یہ کہتے ہوئے سنا اور یہ ضمیر متکلم سے بھی حال بن سکتا ہے یعنی یہ حدیث میں چھپ کر نہیں، علانیہ بیان کرتا ہوں۔(۹۳)

---

(۹۱)فتح الباري، كتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم: ١٠/٥٠٧، عمدة القاري، باب فضل صلة الرحم: ٢٢/٩٠، إرشادالساري، باب فضل صلة الرحم: ١٣/١٧

(٥٦٤٤) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب موالاة المؤمنين و مقاطعة غيرهم والبراءة منهم: ١/١٩٧ (رقم الحديث: ٢١٥)

(۹۲) عمدة القاري: ٢٢/٩٣، فتح الباري: ١٠/٥١٢، إرشاد الساري: ١٣/٢١

(۹۳)عمدة القاري: ٢٢/٩٣، فتح الباري: ١٠/٥١٤، إرشاد الساري: ١٣/٢٣

يقول: "إن آل أبي- قال عمرو: في كتاب محمد بن جعفر بياض- ليسوا بأوليائي......"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آل ابی (عمرو بن عباس کا بیان ہے کہ محمد بن جعفر کی کتاب میں "آل أبي" کے بعد بیاض ہے یعنی جگہ چھوٹی ہوئی ہے) میرے دوست نہیں ہیں بلکہ میرے دوست تو اللہ اور نیک مؤمنین ہیں۔

محمد بن جعفر کی کتاب میں "آل أبي" کے بعد مضاف الیہ نہیں ہے، بلکہ بیاض ہے، مستملی کی روایت میں "آل أبي فلان" ہے اور ایک روایت میں "آل أبي طالب" ہے۔(۹۴)

ولكن لهم رحم أبلها ببلالها يعني أصلها بصلتها

حاصل یہ کہ آل ابی طالب میرے دوست نہیں، لیکن ان کی میرے ساتھ رشتہ داری ہے جسے میں اس کی تری سے تر کرتا رہتا ہوں یعنی میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں۔

قال أبو عبدالله: ببلاها، كذا وقع وببلالها أجود وأصح ، وببلاها لا أعرف له وجها

بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ببلاها" بھی واقع ہے لیکن "ببلالها" زیادہ عمدہ اور صحیح ہے اور "ببلاها" کے بارے میں فرمایا کہ میں اس کے معنی اور وجہ کو نہیں جانتا۔ بلال (بکسر الباء) تری کو کہتے ہیں، بلا آزمائش کو کہتے ہیں، مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "يبل بلالها" محاورہ ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ ہے "سینچنا"(۹۵)

یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان میں ذکر کی ہے۔(۹٦)

---

(٩٤)عمدة القاري: ٢٢/٤٠، فتح الباري: ١٠/٥١٥، إرشاد الساري: ١٣/٢٣

(٩٥)فيض الباري: ٤/٣٨٦

(٩٦) صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب موالاة المؤمنين ومقاطعة غيرهم والبراءة منهم : ١/١٩٧ (رقم الحديث: ٢١٥)

١٥ – باب : لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ.

٥٦٤٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ وَالْحَسَنِ بْنِ عَمْرٍو وَفِطْرٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو : قالَ سُفْيَانُ : لَمْ يَرْفَعْهُ الْأَعْمَشُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، وَرَفَعَهُ حَسَنٌ وَفِطْرٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ ، وَلٰكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا)

بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے، صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے کہ جب اس سے رشتہ داری قطع کی جائے تو وہ اس کو جوڑے، مقصد یہ ہے کہ رشتہ داروں میں سے کسی نے حسن سلوک کیا اور اس کے بدلے میں حسن سلوک کیا جائے تو یہ اچھائی کے بدلے میں اچھائی ہے اور یہ اپنی جگہ ہونی چاہیے۔ ﴿هل جزاء الاحسان الا الاحسان﴾ لیکن اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی رشتہ داروں کے ساتھ اس صورت میں بھی حسن سلوک کرے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی فکر کرے جب ان کی طرف سے قطع تعلق اور قطع رحمی پائی جاتی ہو۔

روایت باب میں سفیان ثوری کے تین شیخ ہیں، سلیمان اعمش، حسن بن عمرو، فطر بن خلیفہ، فِطْر (فاء کے زیر اور طاء کے سکون کے ساتھ) کے والد کا نام خلیفہ ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اعمش نے یہ حدیث مرفوعاً بیان نہیں کی، البتہ حسن بن عمرو اور فطر بن خلیفہ نے مرفوعاً بیان فرمائی۔

١٦ – باب : مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ فِي الشِّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ .

٥٦٤٦ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، مِنْ صِلَةٍ ، وَعَتَاقَةٍ ، وَصَدَقَةٍ ، هَلْ كانَ لِي فِيهَا مِنْ أَجْرٍ ؟ قالَ حَكِيمٌ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

(٥٦٤٥) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الزكاة، باب في صلة الرحم: ١٣٣/٢ (رقم الحديث: ١٦٩٧)

وأخرجه الترمذي في كتاب البر والصلة، باب ماجاء في صلة الرحم: ٣١٦/٤ (رقم الحديث: ١٩٠٨)

(أَسْلَمْتَ عَلَى ما سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ)

وَيُقَالُ أَيْضًا عَنْ أَبِي الْيَمَانِ : أَتَحَنَّتُ . وَقَالَ مَعْمَرٌ وَصَالِحٌ وَابْنُ الْمُسَافِرِ : أَتَحَنَّثُ . وَقَالَ ابْنُ إِسْحٰقَ : التَّحَنُّثُ التَّبَرُّرُ . وَتَابَعَهُ هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ . [ر : ١٣٦٩]

کسی نے کفر اور شرک کی حالت میں صلہ رحمی کی اور پھر اسلام لے آیا تو زمانہ کفر کی صلہ رحمی کا اس کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، اس کی تفصیلی بحث کتاب الایمان میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث ''إذا أسلم العبد فحسن إسلامه'' کے تحت گذر چکی ہے۔(۹۷) حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اجر ملے گا۔

روایت باب میں ہے، حکیم بن حزام نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان امور کے متعلق ہمیں بتلائیں جو میں زمانہ جاہلیت میں کیا کرتا تھا یعنی صلہ رحمی، غلاموں کو آزاد کرنا اور صدقہ وغیرہ، کیا مجھے ان کا اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان بھلائیوں ہی کی وجہ سے تو مسلمان ہوا ہے جو پچھلے زمانہ میں تو کر چکا ہے اور یا ''أسلمت علی ما سلف من خیر'' کے معنی یہ ہیں کہ ان نیکیوں کا اجر تمہیں ملے گا۔

ويقال أيضا عن أبي اليمان: ''أتحنت''

اوپر ابوالیمان حکم بن نافع کی جو روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی، اس میں ''أتحنث'' ثاء کے ساتھ ہے، امام بخاری فرماتے ہیں کہ ان سے ''أتحنت'' تاء کے ساتھ بھی منقول ہے، ''یقال'' مجہول کا صیغہ لا کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا۔

وقال معمر، وصالح، وابن المسافر: أتحنث.

معمر بن راشد، صالح بن کیسان اور عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے بھی ''أتحنث'' ثاء کے ساتھ نقل کیا ہے..... معمر کی روایت امام بخاری نے کتاب الزکاۃ میں ''باب، من تصدق في الشرك ثم أسلم'' کے تحت، صالح کی روایت امام مسلم نے اور ابن المسافر کی روایت طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔(۹۸)

---

(۹۷) كشف الباري، كتاب الإيمان، باب، حسن إسلام المرء : ٢/٤٠٣

(۹۸) عمدة القاري: ٢٢/٩٦، فتح الباري: ١٠/٥٢٠، إرشاد الساري: ١٣/٢٥

وقال ابن اسحاق: التحنث: التبرر

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ تحنث کے معنی نیکی انجام دینے اور تقرب الی اللہ حاصل کرنے کے ہیں، علامہ ابن اثیر نے النہایۃ میں اس کے معنی لکھے ہیں "....کنت أتحنث بها في الجاهلية" أي أتقرب بها إلى الله"(۹۹)

جہاں تک تعلق "أتحنت" کا ہے تو ابن التین نے فرمایا کہ اس کے معنی مجھے نہیں معلوم، اسماعیلی نے اسے تصحیف قرار دیا ہے(۱۰۰) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "وبالمثلثة أصح رواية ومعنى"(۱۰۱) یعنی أتحنث (ثاء کے ساتھ) روایت اور معنی دونوں اعتبار سے صحیح تر ہے۔

وتابعه هشام عن أبيه

یعنی محمد بن اسحاق نے تحنث کی جو تفسیر بیان کی ہے اس میں ان کی متابعت ہشام بن عروہ نے اپنے والد حضرت عروہ سے کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری نے "كتاب العتق" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۰۱☆)

بعض نسخوں میں "تابعهم" جمع کی ضمیر کے ساتھ ہے، اس صورت میں مطلب ہوگا کہ معمر، صالح اور ابوالیمان وغیرہ کی متابعت ہشام نے بھی کی ہے۔

۱۷ – باب: مَنْ تَرَكَ صَبِيَّةَ غَيْرِهِ حَتَّى تَلْعَبَ بِهِ، أَوْ قَبَّلَهَا أَوْ مَازَحَهَا.

٥٦٤٧: حدّثنا حِبَّانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أُمِّ خَالِدٍ بِنْتِ خَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَتْ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَعَ أَبِي وَعَلَيَّ قَمِيصٌ أَصْفَرُ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (سَنَهْ سَنَهْ). قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَهِيَ بِالْحَبَشِيَّةِ: حَسَنَةٌ، قَالَتْ: فَذَهَبْتُ أَلْعَبُ بِخَاتَمِ

(۹۹) النهاية لابن الأثير: ۱/۴۴۹

(۱۰۰) فتح الباري: ۱۰/۵۲۰، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۹۶

(۱۰۱) فتح الباري، كتاب الزكاة، باب من تصدق في الشرك ثم أسلم: ۳/۳۰۲

(۱۰۱☆) صحيح البخاري، كتاب العتق، باب عتق المشرك (رقم الحديث: ۲۵۳۸)

النُّبُوَّةِ فَزَبَرَنِي أَبِي ، قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (دَعْهَا) . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَبْلِي وَأَخْلِقِي ، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي ، ثُمَّ أَبْلِي وَأَخْلِقِي) . قَالَ عَبْدُ اللهِ : فَبَقِيَتْ حَتَّى ذَكَرَ ، يَعْنِي مِنْ بَقَائِهَا .
[ر : ٢٩٠٦]

دوسرے کی بچی کو کھیلنے دینا، یا اس کو بوسہ دینا یا اس سے ہنسی کرنا جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، حدیث باب کتاب اللباس میں گذر چکی ہے (☆) اور اس کی مناسبت باب سے بالکل ظاہر ہے۔

فبقيتْ حتى ذَكر يعني من بقائها

یعنی حضرت ام خالد اس کے بعد زندہ رہیں، یہاں تک کہ راوی نے لمبا وقت ذکر کیا...... بَقِيَتْ مؤنث کا صیغہ اگر ہے تو ضمیر حضرت ام خالدؓ کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”أبلي وأخلقي“ کے الفاظ سے ان کے لیے درازیٔ عمر کی دعا فرمائی تھی، اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔ حتى ذكر يعني ذكر الراوي زمناً طويلا (١٠٢)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکثر نسخوں میں ”فبقي“ مذکر کا صیغہ ہے، ”أي فبقي الثوب المذكور“ یعنی وہ کپڑا کافی عرصے تک رہا (١٠٣) اس صورت میں من بقائها میں ضمیر ”الخميصة“ کی طرف راجع ہوگی۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے ”حتى ذكر“ کا ترجمہ کیا ہے ”المعنى: صار القميص مذكورا عندالناس بخروج بقائه عن العادة“ (١٠٤) اس معنی کی صورت میں ”ذُكر“ مجہول کا صیغہ ہوگا اور ذال کے ضمہ کے ساتھ ہوگا۔ یعنی اس قمیص کا لوگوں کے درمیان چرچا رہا۔

(☆) صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب الخميصة السوداء (رقم الحديث: ٥٨٢٣) وأيضاً باب مايُدعى لمن لبس ثوبا جديدًا (رقم الحديث: ٥٨٤٥)

(١٠٢) إرشادالساري: ٢٦/١٣، فتح الباري: ٥٢١/١٠، وفي فيض الباري: بقيت تلك الإبنة حيًا، وبقي ذلك الثوب أيضاً: ٣٨٦/٤

(١٠٣) فتح الباري: [illegible]

(١٠٤) شرح الكرماني: ١٦٢/٢١، عمدة القاري: ٩٧/٢٢، فتح الباري: ٥٢١/١٠

۱۸ - باب : رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ .

وَقَالَ ثَابِتٌ ، عَنْ أَنَسٍ : أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ إِبْرَاهِيمَ فَقَبَّلَهُ وَشَمَّهُ .

بچوں کے ساتھ شفقت کرنا، ان کا بوسہ لینا اور انہیں گلے کے ساتھ لگانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، امام بخاری نے ثابت بن اسلم بنانی کی روایت ذکر کی جسے امام بخاریؒ نے "باب مناقب الحسن والحسین" میں موصولاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کو بوسہ دیا اور انہیں سونگھا۔(۱۰۵)

٥٦٤٨ . حدّثنا موسى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ ۰ حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي يَعْقُوبَ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي نُعْمٍ قالَ : كُنْتُ شَاهِدًا لِٱبْنِ عُمَرَ ، وَسَأَلَهُ رَجُلٌ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ ، فَقَالَ : مِمَّنْ أَنْتَ ؟ فَقَالَ : مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ ، قالَ : ٱنْظُرُوا إِلَى هٰذَا ، يَسْأَلُنِي عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ ، وَقَدْ قَتَلُوا ٱبْنَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (هُما رَيْحَانَتَايَ مِنَ ٱلدُّنْيَا) . [ر : ٣٥٤٣]

ابن ابی نعم نے بیان کیا کہ میں ابن عمر کے پاس تھا کہ ان سے ایک شخص نے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا (کہ حالت احرام میں مچھر مارنے کا کیا حکم ہے؟) تو انھوں نے کہا تو کہاں کا باشندہ ہے؟ کہنے لگا عراق کا رہنے والا ہوں، ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس آدمی کو دیکھو، یہ مچھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے، حالانکہ ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا، جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

ابن ابی نعم کا نام عبد الرحمٰن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بارے میں فرمایا کہ "هما ریحانتاي من الدنیا"۔

---

(۱۰۵) صحيح البخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب الحسنؓ والحسينؓ (رقم الحديث: ٣٥٤٣)

ابن تین نے فرمایا کہ "ریحان" کے معنی یہاں رزق کے ہیں(۱۰۶)"أي هما من رزق الله الذي رزقنيه"یعنی یہ دونوں میرے اللہ کی طرف سے عطا کردہ "رزق وھدیہ" ہیں، علامہ زمخشری نے "الفائق"میں اس کے یہی معنی لکھے ہیں۔(۱۰۷)

دوسرے معنی پھول کے ہیں، ریحانہ ایک مشہور خوشبودار پھول کا نام ہے،اور مطلب یہ ہے کہ دنیامیں یہ دونوں میرے لیے پھول ہیں، جس طرح پھول سونگھے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو سونگھتے تھے!(۱۰۸)

۵٦٤٩ : حدثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ . حَدَّثَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ : أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حَدَّثَتْهُ قالَتْ : جاءَتْنِي ٱمْرَأَةٌ مَعَهَا ٱبْنَتَانِ تَسْأَلُنِي ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ ، فَأَعْطَيْتُهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ٱبْنَتَيْهَا ، ثُمَّ قامَتْ فَخَرَجَتْ ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَحَدَّثْتُهُ ، فقال : (مَنْ يَلِي مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ شَيْئًا ، فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ ، كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ) . [ر . ١٣٥٢]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کو ساتھ لے کر میرے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئی،اس کو میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ ملا، میں نے وہ اسے دیدی،اس نے وہ ایک کھجور اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کردی، پھر کھڑی ہو کر نکل گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں نے آپ کی خدمت میں اس عورت کا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا"جو شخص ان لڑکیوں میں کسی کا والی بن جائے،ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے حجاب بنیں گی۔"

من يلي من هذه البنات شيئًا

اکثر نسخوں میں "يلي" ہے جو ولایت سے ہے اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے، ترمذی وغیرہ

---

(۱۰٦)عمدة القاري: ۹۸/۲۲، فتح الباري: ۵۲٤/۱۰،نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۲۸/۱۳

(۱۰۷)عمدة القاري: ۹۸/۲۲، فتح الباري: ۵۲٤/۱۰

(۱۰۸)عمدة القاري: ۹۸/۲۲، فتح الباري: ۵۲٤/۱۰، إرشاد الساري: ۲۸/۱۳

کی روایت میں "من يبتلي" ہے(۱۰۹) یعنی جو شخص ان لڑکیوں میں سے کسی کے ساتھ مبتلا ہو جائے، ابتلاء مصیبت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگ چونکہ اس زمانے میں لڑکیوں کو ایک آزمائش اور مصیبت سمجھتے تھے، اس لیے "ابتلاء" کا لفظ لوگوں کی اس عادت کے پیش نظر استعمال کیا گیا۔(۱۱۰) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وفيه تأكيد حقوق البنات لما فيهن من الضعف غالبا عن القيام بمصالح أنفسهن بخلاف الذكور"(۱۱۱)

یعنی اس حدیث سے لڑکیوں کے حقوق کی تاکید معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ طبعاً اور فطرتاً کمزور وضعیف ہوتی ہیں، اپنی ذاتی ضروریات کو اچھی طرح پوری نہیں کر سکتیں۔

حدیث سے مستنبط آداب

اور علامہ ابن بطال لکھتے ہیں:

"وفيه جواز سؤال المحتاج، وسخاء عائشة لكونها لم تكن إلاتمرة فأثرت بها، وأن القليل لايمتنع التصدق به لحقارته، بل ينبغي للمتصدق أن يتصدق بما تيسرله وإن قل، وفيه جوار ذكر المعروف إن لم يكن على وجه الفخر ولا المنة(۱۱۲)

یعنی اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ آدمی اگر محتاج وضرورت مند ہے تو اس کے

(۱۰۹) جامع الترمذي، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في النفقة على البنات والأخوات: ٣١٩/٤ (رقم الحديث: ١٩١٣)

(۱۱۰) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب فضل الإحسان إلى البنات: ٣٣٠/٢

(۱۱۱) إرشاد الساري: ٢٩/١٣

(۱۱۲) فتح الباري: ٥٢٩/١٠

لیے سوال کرنا جائز ہے۔ حضرت عائشہؓ کی سخاوت بھی اس سے معلوم ہوئی کہ صرف ایک کھجور تھی اور وہ بھی دے دی، تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ تھوڑی اور معمولی چیز بھی صدقہ کر سکتے ہیں، اسے معمولی سمجھ کر صدقہ نہ کرنا درست نہیں، بلکہ حسب توفیق جو میسر ہو صدقہ کر لینا چاہیے۔

چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ اپنی کسی نیکی کا ذکر کیا جائے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ فخر اور احسان جتانے کی نیت سے نہ ہو۔

یہاں بخاری کی روایت میں ایک کھجور کا جب کہ صحیح مسلم کی روایت میں تین کھجوروں کا ذکر ہے، دونوں کے درمیان تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ابتداءً ایک کھجور حضرت عائشہؓ کو ملی اور بعد میں دو اور مل گئیں۔(۱۱۳)

۵۶۵۰ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سُلَيْمٍ : حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ قَالَ : خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ، وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عَاتِقِهِ ، فَصَلَّى ، فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا ، وَإِذَا رَفَعَ رَفَعَهَا . [ر : ٤٩٤]

۵۶۵۱ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَبَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَعِنْدَهُ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيمِيُّ جَالِسًا ، فَقَالَ الْأَقْرَعُ : إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ مِنْهُمْ أَحَدًا ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ : (مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ) .

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کا بوسہ لیا، آپ کے پاس اقرع بن حابس بیٹھے تھے، اقرع نے یہ دیکھ کر کہا میرے دس بچے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کا کبھی بھی بوسہ نہیں لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا، پھر فرمایا جو شخص دوسروں پر

(۱۱۳) عمدة القاري: ۲۲/ ۹۹، فتح الباري: ۱۰/ ۵۲۴، إرشاد الساري: ۱۳/ ۲۸

حدیث (۵۶۵۱) اور (۵۶۵۲) کے بارے میں علامہ عینیؒ نے فرمایا ہے کہ "الحدیث من إفراده" حالانکہ ان دونوں کی تخریج امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔

(۵۶۵۱) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال......: ۴/ ۱۸۰۸ (رقم الحديث: ۲۳۱۸)

رحم نہیں کھاتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔

من لایَرْحَم لایُرْحَم

اس میں دو صورتیں ہیں:

❶ مَنْ موصولہ ہے، یہ دونوں صیغے حالت رفعی میں ہیں اور یہ کلام از قبیل خبر ہے۔ ترجمہ ہے جو شخص رحم نہیں کرتا ہے، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا ہے۔

❷ مَنْ شرطیہ جازمہ ہے "لایَرْحَم" اور "لایُرْحَم" دونوں مجزوم ہیں، پہلا شرط اور دوسرا اجزاء ہے، ترجمہ ہے جو شخص رحم نہیں کرے گا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔(۱۱۴)

علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلی صورت سیاقِ کلام کے زیادہ موافق ہے۔(۱۱۵)

۵۶۵۲ : حدَّثنا محمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها قالَتْ : جاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : تُقَبِّلُونَ الصِّبْيَانَ ؟ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ . (أَوَ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ نَزَعَ ٱللهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ) .

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، کہنے لگا تم لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہو لیکن ہم نہیں دیتے...... یہ دیہاتی یا تو اقرع بن حابس تھے جن کا پہلی حدیث میں ذکر ہے، یا قیس بن عاصم تمیمی تھا اور یا عیینہ بن حصن تھا، روایات میں اس طرح کے واقعہ میں ان دونوں کا ذکر بھی آیا ہے۔(۱۱۶)

أوأملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة

یعنی اللہ نے اگر آپ کے دل سے شفقت و نرمی نکال دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

---

(۱۱۴)عمدة القاري: ۲۲/۱۰۰، فتح الباري: ۱۰/۵۲۶، إرشاد الساري: ۱۲/۳۰، شرح الكرماني: ۲۱/۱٦٤

(۱۱۵)عمدة القاري: ۲۲/۱۰۰، فتح الباري. ۱۰/۵۲٦، إرشاد الساري. ۱۳/۳۰

(٥٦٥٢) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال......: ٤/۱۸۰۸ (رقم الحديث: ۲۳۱۷)

أَوْ أملك ...... میں ہمزہ استفهام انکاری کے لیے ہے"أي لا أملك، أي لا أقدر أن أجعل الرحمة في قلبك بعد أن نزعها الله منه ...."(١١٧) أن نزع...... ترکیب میں "أملك" کے لیے مفعول بہ ہے۔

٥٦٥٣ : حدّثنا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ سَبْيٌ ، فَإِذَا ٱمْرَأَةٌ مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحْلُبُ ثَدْيَهَا تَسْقِي ، إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ ، فَأَلْصَقَتْهُ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْهُ ، فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ ﷺ : (أَتُرَوْنَ هٰذِهِ طَارِحَةً وَلَدَهَا فِي النَّارِ) . قُلْنَا : لَا ، وَهْيَ تَقْدِرُ عَلَى أَنْ لَا تَطْرَحَهُ ، فَقَالَ : (لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا) .

بندوں پر اللہ کی مہربانی کس قدر ہے

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند قیدی لائے گئے، ان قیدیوں میں ایک عورت تھی، وہ چھاتی سے دودھ پلانے کے لیے نکال رہی تھی، جب وہ کسی بچے کو قید میں دیکھتی تو اسے پکڑ کر اپنے پیٹ سے چمٹاتی اور اس کو دودھ پلاتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ "کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے"ہم لوگوں نے کہا، نہیں جب کہ وہ نہ ڈالنے پر قادر ہو، آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا یہ عورت اپنے بچے پر مہربان ہے۔

قدتحلّب ثَدْيُها تسقي

❶ تَحلَّب باب تفعّل سے واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف کا صیغہ ہے "ثَدْي" اس کا فاعل

(١١٧)عمدة القاري: ٢٢/١٠٠، فتح الباري: ١٠/٥٢٧، إرشاد الساري: ١٣/٣١، نیز دیکھیے شرح الکرماني: ٢١/٦٤.

(٥٦٥٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب التوبة، باب في سعة رحمه الله تعالى و أنها سبقت غضبه: ٤/٢١٠٩ (رقم الحديث: ٢٧٥٤)

ہے یعنی اس کی چھاتی دودھ دے رہی تھی، دودھ سے بھری ہوئی تھی۔

❷ تَحْلُب باب نصر سے ہے "ثدي" اس کا مفعول بہ ہے یعنی وہ عورت چھاتی سے دودھ نکال رہی تھی "تسقی" اس سے حال واقع ہو رہا ہے (۱۱۸) بعض روایات میں "تسعی" ہے یعنی وہ اضطراب کی حالت میں ادھر ادھر دوڑ رہی تھی (۱۱۸☆) اور مسلم شریف کی روایت میں "تبتغي" ہے یعنی وہ کسی بچے کو تلاش کر رہی تھی۔ (۱۱۹)

حاصل یہ کہ اس عورت کا بچہ قیدیوں میں گم ہو چکا تھا اور اس کی چھاتیاں دودھ سے بھر گئی تھیں، اس لیے وہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں ادھر ادھر کسی بچے کی تلاش میں پھر رہی تھی کہ کوئی بچہ مل جائے اور وہ اس کو دودھ پلادے..... اتنے میں اسے اپنا بچہ مل گیا تو اس نے اسے اپنے سینے کے ساتھ چمٹالیا... (۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ اللہ جل شانہ اس سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر شفیق ہے۔

"عباد" سے مؤمنین مراد ہیں، ابو محمد بن ابی جمرہ نے فرمایا کہ "لفظ العباد عام ومعناه خاص بالمؤمنين" (۱۲۱)

حدیث سے مستنبط آداب

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث باب سے آداب ومسائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفيه إشارة إلى أنه ينبغي للمرء أن يجعل تعلقه في جميع الأمور

---

(۱۱۸) عمدة القاري: ۲۲/۱۰۰، إرشاد الساري: ۱۳/۳۱

(۱۱۸☆) فتح الباري: ۱۰/۵۲۸

(۱۱۹) أخرجه مسلم في كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله وأنها سبقت غضبه: ۴/۲۱۰۹ (رقم الحديث: ۲۷۵۴)

(۱۲۰) عمدة القاري: ۲۲/۱۰۱، نیز دیکھیے فتح الباري: ۱۰/۵۲۸، إرشاد الساري: ۱۳/۳۱

(۱۲۱) عمدة القاري: ۲۲/۱۰۱، فتح الباري: ۱۰/۵۲۹

بالله وحده، وأن كل من فرض أن فيه رحمة ما حتى يقصد لأجلها، فالله سبحانه و تعالى أرحم منه، وفيه جواز نظر النساء المسبيات، وفيه ضرب المثل بمايدرك بالحواس لما لايدرك بها لتحصيل معرفة الشيء على وجهه، وإن كان الذي ضرب به المثل لايحاط بحقيقته، لأن رحمة الله لاتدرك بالعقل، ومع ذلك، فقربها النبي صلى الله عليه وسلم للسامعين بحال المرأة المذكورة...“(۱۲۲)

یعنی اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

❶ آدمی کو چاہیے کہ تمام امور میں اپنا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑے رکھے، اللہ تعالیٰ نے جو احکام فرض کیے ہیں، ان میں سے ہر ایک باعث رحمت ہے اور کسی رحمت ہی کی وجہ سے اس کا حکم دیا گیا ہے۔

❷ جنگ میں قید ہونے والی عورتوں کو دیکھنا جائز ہے۔

❸ جس چیز کا ادراک حواس سے نہ ہوتا ہو، اس کو سمجھانے کے لیے اور لوگوں کے ذہن کے قریب لانے کے لیے محسوس چیزوں سے مثال دے سکتے ہیں، اللہ کی رحمت کا مکمل ادراک عقل و حواس سے نہیں ہو سکتا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی محسوس حالت سے لوگوں کو اللہ کی رحمت سمجھانے کی سعی فرمائی۔

١٩ - باب : جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ فِي مِائَةِ جُزْءٍ .

٥٦٥٤ : حدّثنا الحكمُ بْنُ نَافِعٍ الْبَهْرَانِيُّ : أَخْبَرَنا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ . سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : (جَعَلَ اللهُ الرَّحْمَةَ فِي مِائَةِ جُزْءٍ . فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْءًا ، وَأَنْزَلَ فِي الْأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا ، فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ ، حَتَّى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا ، خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ) . [٦١٠٤]

---

(١٢٢) فتح الباري. ٥٢٩/١٠

(٥٦٥٤) الحديث، أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الرقاق، باب الرجاء مع الخوف (رقم الحديث. ٦١٠٤) وأخرجه مسلم في كتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالى وأنها سبقت غضبه: ٢١٠٨/٤ (رقم الحديث: ٢٧٥٢)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے، ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصے کو زمین پر اتارا اور اسی ایک حصے سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہاں تک کہ گھوڑا جو تکلیف پہنچنے کے خوف سے اپنے بچے کے اوپر سے کھر اٹھالیتا ہے (وہ بھی اسی ایک حصے کے سبب سے ہے)

فمن ذلك الجزء يتراحم الخلق

اللہ جل شانہ نے دنیا میں رحمت کا صرف ایک جزء بھیجا ہے اور ننانوے اپنے پاس رکھے ہیں، آخرت میں یہ ایک جزء بھی ان کے ساتھ مل جائے گا اور سو کا عدد پورا ہو جائے گا اور لوگوں میں آپس کی رحمت و مہربانی دنیا میں ایک حصے کے سبب سے ہے تو آخرت میں سو حصوں کے سبب سے ہوگی، چنانچہ ایک دوسرے کو اس کی وجہ سے آخرت میں معاف کریں گے۔

اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ جل شانہ رحمت کے ان حصوں کو اختیار فرما کر ان کی وجہ سے لوگوں کی مغفرت اور بخشش فرمائیں گے...... ایک تو اللہ جل شانہ کی وہ رحمت ہے جو اللہ کی صفات ذاتیہ میں سے ہے، یہ رحمت اس کے علاوہ ہوگی۔ (١٢٣)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی سو انواع ہیں، ان میں ایک نوع دنیا میں اور بقیہ اللہ نے آخرت کے لیے اپنی پاس رکھ دی ہیں...... آخرت میں دنیا والی نوع بھی ان کے ساتھ مل جائے گی اور سو کی سو انواع مکمل مؤمنین کو ملیں گی۔ (١٢٤)

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سو کا عدد لوگوں کو سمجھانے کے لیے بطور تمثیل ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں نعمتیں بہت زیادہ اور مخلوق کے ہاں کم ہیں۔ (١٢٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سو کے عدد کی تخصیص ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جنت میں سو درجات ہوں گے، سو رحمتوں کا ذکر ان ہی درجات کی مناسبت سے ہے، ہر درجہ کے لیے ایک رحمت ہوگی کیونکہ

---

(١٢٣) فتح الباري: ٥٣٠/١٠

(١٢٤) عمدة القاري: ١٠١/٢٢، فتح الباري: ٥٣١/١٠

(١٢٥) شرح الكرماني: ١٦٥/٢١

جنت محلِ رحمت ہے اور اس میں اللہ کی رحمت ہی سے داخلہ ممکن ہو سکے گا، لہٰذا جس شخص کو رحمت کا ایک جزء بھی مل گیا وہ ادنی جنتی ہوگا، جسے ساری رحمتیں مل گئیں، وہ اعلیٰ جنتی ہوگا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فيحتمل أن نكون مناسبة هذا العدد الخاص لكونه مثل عدد درج الجنة، والجنة هي محل الرحمة، فكان كل رحمة بإزاء درجة، وقد ثبت أن لايدخل أحد الجنة إلابرحمة الله تعالى، فمن نالته منها رحمة واحدة كان أدنى أهل الجنة منزلة، وأعلاهم منزلة من حصلت له جميع الأنواع من الرحمة"(١٢٦)

٢٠ - باب: قَتْلِ الْوَلَدِ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَهُ.

٥٦٥٥: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو ٱبْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ ٱللهِ، أَيُّ ٱلذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: (أَنْ تَجْعَلَ لِلهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ). قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: (أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ خَشْيَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ). قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: (أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ). وَأَنْزَلَ ٱللهُ تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ ٱللهِ إِلٰهًا آخَرَ». [ر: ٤٢٠٧]

اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ اس کے ساتھ کھائے گی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، حدیث باب کتاب التفسیر میں سورۃ فرقان کی تفسیر کے تحت گذر چکی ہے۔(١٢٧)

---

(١٢٦) فتح الباري: ١٠/٥٣١

(١٢٧) صحيح البخاري، كتاب التفسير، باب قول الله تعالىٰ: والذين لايدعون مع الله إلهاً آخر..... الفرقان: ٦٨ (رقم الحديث: ٤٧٦١)

٢١ – باب : وَضْعِ الصَّبِيِّ فِي الْحِجْرِ .

٥٦٥٦ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ هِشَامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وضعَ صَبِيًّا فِي حَجْرِهِ يُحَنِّكُهُ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فدعَا بِماءٍ فَأَتْبَعَهُ . [ر : ٢٢٠]

حجر حاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ گود کو کہتے ہیں، بچہ کو گود میں اٹھانا سنت سے ثابت ہے، جیساکہ حدیث باب میں ہے، تحنیک کھجور چباکر بچے کے تالو میں رکھ دینے کو کہتے ہیں، روایتِ باب ”کتاب الطهارة ، باب بول الصبيان“ میں گذر چکی ہے۔

٢٢ – باب : وَضْعِ الصَّبِيِّ عَلَى الْفَخِذِ .

٥٦٥٧ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عارِمٌ : حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمانَ : يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا تَمِيمَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ النَّهْدِيِّ : يُحَدِّثُهُ أَبو عُثْمانَ ، عَنْ أُسامَةَ ابْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُما . كانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَأْخُذُنِي فَيُقْعِدُنِي عَلَى فَخِذِهِ ، وَيُقْعِدُ الْحَسَنَ عَلَى فَخِذِهِ الآخَرِ ، ثُمَّ يَضُمُّهُما ، ثُمَّ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُما) .

وَعَنْ عَلِيٍّ قالَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ : قالَ التَّيْمِيُّ : فَوَقَعَ فِي قَلْبِي مِنْهُ شَيْءٌ ، قُلْتُ : حَدَّثْتُ بِهِ كَذَا وَكَذَا ، فَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي عُثْمانَ ، فَنَظَرْتُ فَوَجَدْتُهُ عِنْدِي مَكْتُوبًا فِيما سَمِعْتُ . [ر : ٣٥٢٨]

بچہ کو ران پر بٹھانا سنت سے ثابت ہے، روایتِ باب معتمر اپنے والد سلیمان بن طرفان سے نقل کرتے ہیں، ان کے شیخ ابو تمیمہ ہیں، ابو تمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے (طریف بروزن عظیم ہے) ان کے شیخ ابو عثمان ہیں جن کا نام عبدالرحمن ہے۔(١)

---

(١) فتح الباري: ١٠/٥٣٢، عمدة القاري: ٢٢/١٠٣

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی ایک ران پر اور حضرت حسن کو دوسری ران پر بٹھایا، پھر دونوں کو ملایا اور دعا فرمائی "اللهم ارحمهما، فإني أرحمهما"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ کی عمر ایک روایت کے مطابق بیس سال اور دوسری روایت کے مطابق انیس سال تھی۔(۲) جب کہ حضرت حسنؓ کی عمر اس وقت زیادہ سے زیادہ آٹھ سال تھی، دونوں کی عمروں میں کافی تفاوت ہے، یہ واقعہ شاید اس وقت ہے جب حضرت حسنؓ ایک دو سال کے اور حضرت اسامہؓ قریب البلوغ ہوں گے، اس طرح کے بڑے بچوں کو بھی گود میں لے لیا جاتا ہے اور ران پر بٹھایا جاتا ہے، خاص کر جب بیمار ہو جائیں اس لیے دونوں کو عمروں میں تفاوت کے باوجود ران پر بٹھانا کوئی مستبعد نہیں!(۳)

وعن علي، قال: حدثنا يحيىٰ، حدثنا سليمان......

"علی" سے علی بن عبداللہ مدینی مراد ہیں "عن علي" میں دو احتمال ہیں:

❶ ایک یہ کہ اس کا عطف "سابقہ سند "حدثنا عبداللہ بن محمد" پر ہے اور عبداللہ بن محمد امام بخاری کے شیخ ہیں، اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ روایت دو حضرات سے نقل کی ہے ایک عبداللہ بن محمد سے اور دوسرے علی بن المدینی سے۔

❷ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا عطف "حدثنا عارم" پر ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ امام بخاری نے عبداللہ بن محمد کے واسطے سے یہ حدیث علی بن المدینی سے بھی نقل کی ہے یعنی عبداللہ کے پاس یہ حدیث عارم کے واسطے سے بھی ہے اور علی بن المدینی کے واسطے سے بھی، امام بخاری نے دونوں واسطوں سے یہ نقل کی۔(۴)

قال التيمي: "فوقع في قلبي منه شيءٌ، قلت: حدثتُ به كذا وكذا، فلم أسمعه من

(۲) فتح الباري: ۵۳۳/۱۰

(۳) فتح الباري: ۵۳۳/۱۰، عمدة القاري: ۱۰۳/۲۲

(٤) فتح الباري: ۵۳۳/۱۰، عمدة القاري: ۱۰۳/۲۲

أبي عثمان، فنظرت فوجدته عندي مكتوبا فيما سمعت

سلیمان تیمی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جب میں نے بیان کی تو میرے دل میں شک ہوا کہ آیا یہ حدیث میں نے ابو عثمان سے براہ راست سنی ہے یا ابو تمیمہ کے واسطے سے سنی ہے، یعنی اس حدیث میں میرے شیخ ابو عثمان ہیں یا ابو تمیمہ ہیں، مجھے شک ہوا تو میں نے اپنی کتاب میں دیکھا تو اس میں پایا کہ میں نے ابو تمیمہ سے سنی ہے یعنی براہ راست ابو عثمان سے نہیں سنی، حدیثِ باب کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما میں گذر چکی ہے۔

ابو تمیمہ طریف بن مجالد

ابو تمیمہ طریف بن مجالد کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں ایک یہ اور دوسری کتاب الاحکام میں آرہی ہے۔(۵)

یحییٰ بن معین، محمد بن سعد وغیرہ ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے(٦) ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔(۷)

ان کے چچا نے انہیں ایک یمنی شخص کے ہاتھ فروخت کردیا تھا، جس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اس شخص کی بیوی نے ایک دن انہیں برا بھلا کہا تو انھوں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں عرب ہوں، بیوی نے شوہر سے کہا، شوہر نے ان سے پوچھا تو انھوں نے پوری حقیقت بتلادی کہ آپ کے ہاتھ میرے چچا نے مجھے فروخت کیا ہے، میں غلام نہیں بلکہ اصلاً آزاد ہوں، خریدنے والے یمنی شخص نے ان سے کہا کہ آپ یہ اونٹنی اور زادراہ لے لیں اور واپس اپنی قوم میں چلے جائیں لیکن انھوں نے انکار کردیا اور کہا کہ جس قوم نے مجھے فروخت کیا ہے، میں اب کبھی ان سے نہیں ملوں گا۔(۸)

ان کی وفات پچانوے، ستانوے یا ننانوے سن ہجری میں ہوئی ہے۔(۹)

---

(٥) فتح الباري: ٥٣٣/١٠

(٦) الجرح والتعديل: ٤/ الترجمة: ٢١٦٤، طبقات بن سعد: ١٥٢/٧

(٧) كتاب الثقات لابن حبان: ٣٩٥/٤

(٨) تهذيب الكمال: ٣٨١/١٣ (رقم الترجمة: ٢٩٦٢)

(٩) تهذيب الكمال: ٣٨١/١٣ (رقم الترجمة: ٢٩٦٢)

امام مسلم کے علاوہ باقی حضرات نے ان کی روایتیں ذکر کی ہیں۔(۱۰)

۲۳ - باب : حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ .

٥٦٥٨ : حدّثنا عُبَيْدُ بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْها قالَتْ : ما غِرْتُ عَلَى آمْرَأَةٍ ما غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ ، وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي بِثَلَاثِ سِنِينَ ، لِمَا كُنْتُ أَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا ، وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَبُّهُ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ ، وَإِنْ كانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِي فِي خُلَّتِهَا مِنْهَا . [ر : ٣٦٠٥]

تعلق کی پاسداری

عہد کے کئی معانی آتے ہیں، زمان، مکان، یمین، ذمہ، صحبت، میثاق، امان، نصیحت، وصیت(۱۱) یہاں اس سے احترام اور پاسداری مراد ہے۔(۱۲) حقوق واحترام کی رعایت کرنا اور تعلقات کی پاسداری کرنا، ایمانی اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

روایت باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں ہوا جتنا خدیجہ پر ہوا، حالانکہ وہ میرے نکاح سے تین سال قبل وفات پا گئی تھیں، اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا ذکر کرتے ہوئے سنتی تھی، آپ کو اللہ نے حکم دیا کہ ان کو جنت میں موتی کے محل کی بشارت دیدیں، جب آپ کبھی بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی کچھ بھیج دیتے۔

حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بکری کا گوشت بھیجنا "حسن عہد" اور ان کے تعلقات کی پاسداری کے طور پر تھا، اسی مناسبت سے امام بخاریؒ نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی ہے چنانچہ مستدرک حاکم اور شعب الایمان بیہقی میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں اس کی تصریح ہے، وہ فرماتی ہیں:

---

(۱۰) تهذيب الكمال: ۳۸۱/۱۳ (رقم الترجمة: ۲۹٦۲)

(۱۱) فتح الباري. ٥٣٤/١٠، عمدة القاري: ١٠٣/٢٢

(۱۲) فتح الباري: ٥٣٤/١٠، عمدة القاري: ١٠٣/٢٢

”جاء ت عجوز إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: كيف أنتم حالكم، كيف كنتم بعدنا؟ قالت: بخير،أبي أنت وأمي يارسول الله، فلماخَرَجَتْ، قلت: يارسول الله، تُقْبِلُ على هذه العجوز هذا الإقبال، فقال: يا عائشة، إنها كانت تأتينا ز مان خديجة، وإن حسن العهد من الإيمان“(۱۳)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ایک بوڑھی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، حضورؐ نے اس سے حال احوال پوچھے اور اس کی طرف بڑی توجہ دی، اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں ٹھیک ہوں، جب وہ نکلی تو میں نے پوچھا، یارسول اللہ! آپ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟ حضور نے فرمایا عائشہ! یہ ہمارے پاس خدیجہ کے دور میں آیا کرتی تھیں اور تعلقات میں احترام و پاسداری ایمان میں سے ہے۔

من قَصَب

قصب اصل میں بانس کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ”قصب الدرر“ موتیوں کا بانس مراد ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جوہریوں کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے ”قصب من اللؤلؤ، قصب من الجوهر“......(۱۴)

في خُلّتها

خُلَّة (خاء کے ضمہ اور لام کی تشدید کے ساتھ) مصدر ہے، دوستی کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے سہیلیاں مراد ہیں، مصدر جمع اور اسم کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔(۱۵)

بعضوں نے کہا یہاں مضاف محذوف ہے أي يهدى إلى أهل خلتها(١٦)۔

(١٣) المستدرك للحاكم، كتاب الإيمان، باب حسن العهد من الإيمان: ١٦/١

(١٤) عمدة القاري: ١٠٤/٢٢

(١٥) فتح الباري: ٥٣٤/١٠، عمدة القاري: ١٠٤/٢٢، نیز دیکھیے النهاية لابن الأثير: ٧٢/٢

(١٦) فتح الباري: ٥٣٤/١٠

٢٤ – باب : فَضْلِ مَنْ يَعُولُ يَتِيمًا .

٥٦٥٩ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حازِمٍ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هٰكَذَا) . وَقالَ بِإِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى . [ر : ٤٩٩٨]

اس باب میں یتیم کی پرورش اور کفالت کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، یعُول کے معنی پرورش اور تربیت کرنے کے ہیں(١٧)، حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے سبابہ اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے اس کی نزدیکی بتائی یعنی جتنا تھوڑا سا فاصلہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے، اسی قدر فاصلہ میرے اور یتیم کی کفالت کرنے والے کے درمیان ہوگا، جیسے ایک اور حدیث میں ہے بعثت أنا والساعة کهاتین یعنی میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے جس قدر ان دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وفيه إشارة إلى أن بين درجة النبي وكافل اليتيم قدر تفاوت مابين السبابة والوسطى، وهو نظير قوله: ”بعثت أنا والساعة كهاتين“(١٨)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کے حوالہ سے اس تشبیہ کی حکمت یہ لکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے جو جاہل اور دین سے بیگانہ تھی، آپ ان کے پاس ان کے دینی امور کے لیے کفیل اور معلم بن کر تشریف لائے، یتیم کی کفالت کرنے والا بھی ایک ایسے بچے کی پرورش وتربیت کرتا ہے جو اپنے دین اور دنیا دونوں سے بیگانہ ہوتا ہے۔(١٩)

---

(١٧) فتح الباري: ٥٣٥/١٠

(١٨) فتح الباري: ٥٣٥/١٠

(١٩) فتح الباري: ٥٣٦/١٠

٢٥ - باب : السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ .

٥٦٦٠ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ ، أَوْ : كَالَّذِي يَصُومُ النَّهَارَ وَيَقُومُ اللَّيْلَ) .

حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ . [ر : ٥٠٣٨]

أَرْمَلة (راء کے سکون اور میم کے فتحہ کے ساتھ) ایسی خاتون کو کہتے ہیں جس کا شوہر نہ ہو، چاہے اس نے شادی کی ہو یا نہیں (٢٠) "بیوہ" سے بھی اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔

حدیثِ باب کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل میں گذر چکی ہے۔

٢٦ - باب : السَّاعِي عَلَى الْمِسْكِينِ .

٥٦٦١ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ) . وَأَحْسِبُهُ قالَ - يَشُكُّ الْقَعْنَبِيُّ - : (كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ ، وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ) . [ر : ٥٠٣٨]

---

(٢٠) إرشاد الساري: ١٣/٣٨، وقال ابن الأثير: الأرامل: المساكين من رجال ونساء ويقال لكل واحد من الفريقين على انفراده: أرامل، وهو بالنساء أخص وأكثر استعمالاً، والواحد أرمل وأرملة، وقد تكرر ذكر الأرمل والأرملة في الحديث، فالأرمل الذي ماتت زوجته، والأرملة التي مات زوجها، وسواء كانا غنيين أو فقيرين، النهاية لابن الأثير: ٢/٢٦٦، وهكذا في مجمع بحار الأنوار: ٢/٣٨١

على المسكين أي لأجل المسكين، على سبیت کے لیے ہے،ساعي: محنت کرنے اور کمانے والا"القائم لایفتر"مرکب توصیفی ہے،لایفتر "القائم"کی صفت ہے۔"القائم"پر الف لام عہد ذہنی کا ہے جیسے"ولقد أمرُّ على اللئيم يسبُّني"میں ہے(۲۱)

وأحسبه قال- يشك القعنبي- : كالقائم......

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبداللہ بن مسلمہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ امام مالک نے "كالقائم لا يفتر......"کے الفاظ بھی کہے تھے۔"أحسبه"میں ضمیر منصوب"مالك"کی طرف راجع ہے"يشك القعنبي"جملہ معترضہ ہے یعنی عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کو شک ہو رہا ہے۔

۲۷ - باب : رَحْمَةِ النَّاسِ وَالْبَهَائِمِ .

٥٦٦٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ : أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ ، وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ ، فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً ، فَظَنَّ أَنَّا اشْتَقْنَا أَهْلَنَا ، وَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا فِي أَهْلِنَا ، فَأَخْبَرْنَاهُ ، وَكَانَ رَقِيقًا رَحِيمًا ، فَقَالَ : (ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ ، فَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ ، وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي ، وَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ، ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ) . [ر : ٦٠٢]

خلق خدا پر رحمت کی فضیلت

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے لوگوں اور جانوروں کے ساتھ رحمت و مہربانی کے سلوک کرنے کی اہمیت بیان کی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری نے شاید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا جو انھوں نے مرفوعاً نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں "لن تؤمنوا حتى ترحموا، قالوا: كلنا رحيم يارسول الله، قال: إنه ليس برحمة أحدكم صاحبه، ولكنهارحمة الناس رحمة العامة"(۲۲) یعنی تم اس وقت تک مؤمن نہیں بن سکتے ہو

(۲۱)إرشاد الساري: ۳۸/۱۳

(۲۲) فتح الباری: ۵۳۸/۱۰

جب تک رحم نہ کرو، لوگوں نے کہا، یارسول اللہ! ہم سب رحم کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا، اپنے کسی ساتھی پر رحم کرنا مراد نہیں (ساتھی کے ساتھ رحمت و شفقت کا معاملہ تو ہر ایک کرتا ہے) بلکہ ایسی رحمت و شفقت مراد ہے جو تمام لوگوں کے لیے عام ہو۔

طبرانی نے یہ حدیث نقل کی ہے اور حافظ نے فرمایا کہ اس کے رجال ثقہ ہیں (۲۳)

باب، کی پہلی روایت "کتاب الصلاة، باب من قال لیؤذن فی السفرمؤذن واحد" میں گذر چکی ہے، شَبَبَة: شاب کی جمع ہے جیسے بار کی جمع بَرَرَة، متقارِبون یعنی ہم ایک دوسرے کے قریب العمر تھے: أي متقاربون في السن۔ فُظن أنا اشتقنا أهلنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ ہم اپنے گھر والوں کے مشتاق ہوگئے ہیں۔ وسَألَنا عمن ترکنافي أهلنا فأخبرناه: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ ہم نے گھر میں کس کو چھوڑا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے اہل و عیال کے متعلق پوچھنا اور پھر انہیں جانے کی اجازت دینا شفقت و ہمدردی کی وجہ سے تھا، اسی مناسبت سے امام نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی ہے۔

٥٦٦٣ : حدّثنا إسماعيلُ : حدَّثني مالكٌ ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمانِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (بَيْنَما رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ ، ٱشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا ، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ ، يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ ، فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كانَ بَلَغَ بِي ، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ ٱللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ) . قالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهائِمِ أَجْرًا ؟ فَقَالَ : (فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ) . [ر : ١٧١]

جانوروں کے ساتھ مہربانی کے سلوک کی فضیلت

باب کی دوسری روایت "کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء" میں گذر چکی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک

(۲۳) فتح الباری: ۱۰/۵۳۸

شخص جا رہا تھا، راستے میں اسے شدید پیاس لگی تو اسے ایک کنواں نظر آیا، وہ اس میں اترا اور پانی پی کر باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے سبب سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، آدمی نے سوچا، اس کتے کو بھی پیاس کے سبب سے وہی تکلیف پہنچی ہوگی جو مجھے پہنچی، یہ سوچ کر وہ کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اپنے منہ میں پکڑا (اور اوپر آکر) اس کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی، لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا جانوروں کے سلسلے میں بھی ہمیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہر تر جگر رکھنے والے (یعنی ہر جانور) کے متعلق اجر ملے گا۔

کل ذات کبدٍ رطبةٍ

"رطبة" کبد کی صفت ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الرطوبة کناية عن الحياة(۲۴)

٥٦٦٤ : حدّثنا أبو اليمان : أخبرنا شعيب ، عن الزّهري قال : أخبرني أبو سلمة بن عبد الرّحمن : أنّ أبا هريرة قال : قام رسول الله ﷺ في صلاة وقمنا معه ، فقال أعرابيّ وهو في الصّلاة : اللّهمّ ارحمني ومحمّدًا ، ولا ترحم معنا أحدًا . فلمّا سلّم النّبيّ ﷺ قال للأعرابيّ : (لقد حجّرت واسعًا) . يريد رحمة الله .

روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی آیا (یہ ذوالخویصرہ یمانی یا اقرع بن حابس تھا) (۲۵) اور اس نے کہا "اے اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام پھیرا تو اس دیہاتی سے کہا تو نے ایک وسیع چیز کو تنگ (اور محدود) کردیا۔ حجّر تحجيرا کے معنی تنگ کرنے کے آتے ہیں (۲۶) "واسعا" سے اللہ کی رحمت مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے اور تم نے اسے بہت محدود کردیا۔ یريد رحمة الله...... یہ کسی راوی کی طرف سے تشریح ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جملہ ہے۔ (۲۷)

(٢٤) إرشاد الساري: ١٣/٣٩، فتح الباري: ١٠/٥٣٨، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٠٦

(٥٦٦٤) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاريّ ، عمدة القاري: ٢٢/١٠٦

(٢٥) إرشاد الساري: ١٣/٤٠، فتح الباري: ١٠/٥٣٨، عمدة القاري: ٢٢/١٠٦

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٥٣٨، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٠٦

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے۔(۲۸)

٥٦٦٥ : حدّثنا أبو نُعَيمٍ : حدَّثنا زَكَرِيَّاءُ ، عَنْ عامِرٍ قالَ : سَمِعْتُهُ يَقُولُ : سَمِعْتُ النُّعْمَانَ ٱبْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (تَرَى المُؤْمِنِينَ : في تَرَاحُمِهِمْ ، وَتَوَادِّهِمْ ، وَتَعَاطُفِهِمْ ، كَمَثَلِ الجَسَدِ ، إِذَا ٱشْتَكَى عُضْوًا ، تَدَاعَى لَهُ سائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى) .

مسلمانوں کی باہمی محبت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ایک دوسرے پر مہربانی کرنے،ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور آپس کی شفقت کرنے میں (کامل)مؤمنین کو ایک جسم کی طرح دیکھیں گے کہ جسم کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیداری اور بخار میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں تین لفظ تراحم، تواد اور تعاطف استعمال کیے گئے ہیں، تراحم کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے کے آتے ہیں، تواد کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مودت کرنے کے اور تعاطف کے معنی ایک دوسرے کے ساتھ شفقت کرنے کے آتے ہیں، تداعی کے معنی ایک دوسرے کو دعوت دینے کے ہیں۔(۲۹)

مطلب یہ ہے کہ جب آدمی کے جسم میں کوئی ایک عضو تکلیف اور بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو پورا جسم اس کی وجہ سے بے آرام ہوتا ہے اور آدمی جاگ رہا ہوتا ہے، زیادہ جاگنے اور بے آرام ہونے کی وجہ سے عموماً بخار بھی ہو جاتا ہے،اس لیے "السّهر" کے بعد "الحُمّى" کا لفظ ذکر فرمایا(۳۰) کامل مؤمنین کی بھی آپس میں محبت و تعلق کا یہی عالم ہوتا ہے کہ کسی ایک مؤمن کو تکلیف میں مبتلا دیکھتے ہیں تو سب اس

(۲۷) فتح الباری: ۱۰/۵۳۸

(۲۸) إرشاد الساري: ۱۳/۴۰، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۱۰۶

(٥٦٦٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب تراحم المؤمنين و تعاطفهم وتعاضدهم: ۴/۱۹۹۹ (رقم الحديث: ۲۵۸۶)

(۲۹) إرشاد الساري: ۱۳/۴۰،فتح الباري: ۱۰/۵۳۹، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۱۰۷

(۳۰) فتح الباري: ۱۰/۵۳۹،عمدة القاري: ۲۲/۱۰۹

کے لیے پریشان ہو جاتے ہیں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

والحاصل أن مثل الجسد في كونه إذا اشتكى بعضه اشتكى كله كا لشجرة، إذا ضرب غصن من أغصانها، اهتزت الأغصان كلها بالتحرك والاضطراب، وفيه جواز التشبيه وضرب الأمثال لتقريب المعاني للإفهام(۳۱)

یعنی جسم کی مثال درخت کی طرح ہے، درخت کی کسی ایک شاخ کو جب مارا جاتا ہے تو اس کی ساری شاخیں حرکت واضطراب میں آجاتی ہیں، اسی طرح جسم کا کوئی ایک حصہ بے آرام ہو تو سارا جسم بے آرام ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معنی سمجھانے کے لیے تشبیہ دینا جائز ہے۔

٥٦٦٦ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (ما مِنْ مُسْلِمٍ غَرَسَ غَرْسًا ، فَأَكَلَ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ دَابَّةٌ ، إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةٌ) . [ر : ٢١٩٥]

٥٦٦٧ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ قالَ : سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ) . [٦٩٤١]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان جب کوئی درخت لگاتا ہے اور اس سے کوئی آدمی یا جانور کھائے تو اس کے لیے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت

ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(٣١) إرشاد الساري: ١٣/٤٠

(٥٦٦٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب التوحيد، باب قول الله تبارك وتعالىٰ: "قل ادعوا الله أو ادعوا الرحمن أيّاً ماتدعوا فله الأسماء الحسنىٰ" (رقم الحديث: ٦٩٤١) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال: ١٨٠٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣١٩) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في رحمة الولد: ٣١٨/٤ (رقم الحديث: ١٩١١) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرحمة. ٢٨٥/٤ (رقم الحديث: ٤٩٤١)

مطابقته للترجمة من حيث أن في غرس المسلم الذي يأكل منه الإنسان والحيوان، فيه معنى الترجمة والتعطف عليهم، لأن حال المسلم يدل على أنه يقصد ذلك وقت غرسه(٣٢)

یعنی مسلمان درخت وغیرہ اگاتا ہے تو اس میں اس کا اصل محرک اور جذبہ خلق خدا پر رحم و شفقت ہی ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق اس سے فائدہ اٹھائے گی، اس مناسبت سے حدیث باب جس میں درخت بونے کا ذکر ہے امام بخاری نے یہاں ذکر فرمائی۔

٢٨ - باب: الْوَصَاءَةِ بِالجَارِ.

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى: «وَاعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا» الآيَةَ /النساء: ٣٦/.

٥٦٦٨: حدّثنا إسْماعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قالَ: حَدَّثَنِي مالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (ما زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ).

٥٦٦٩: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهالٍ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ: قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: (ما زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ).

---

(٣٢) عمدة القاري: ١٠٧/٢٢

(٥٦٦٨) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه: ٢٠٢٥/٤ (رقم الحديث: ٢٦٢٤)، وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في حق الجوار: ٣٣٢/٤ (رقم الحديث: ١٩٤٢) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في حق الجوار: ٣٣٨/٤ (رقم الحديث: ٥١٥١) وأخرجه ابن ماجة في كتاب الأدب، باب في حق الجوار: ١٢١١/٢ (رقم الحديث: ٣٦٧٣)

(٥٦٦٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والأدب، باب الوصية بالجار والإحسان إليه: ٢٠٢٥/٤ (رقم الحديث: ٢٦٢٥) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في حق الجوار: ٣٣٣/٤ (رقم الحديث: ١٩٤٣) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في حق الجوار: ٣٣٨/٤ (رقم الحديث: ٥١٥٢)

وَصاءَة (واؤ کے فتحہ کے ساتھ) وصیت کے معنی میں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سورۃ نساء کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے۔ پوری آیت ہے ﴿وا عبدوا اللّٰه ولاتشركوابه شيئاً وبالوالدين إحسانا وبذي القربى واليتمى والمسكين والجار ذي القربىٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبيل وماملكت أيمانكم إن اللّٰه لايحب من كان مختالا فخورا﴾ .

اس آیت کریمہ میں والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور غلاموں اور باندیوں کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

الجار ذي القربى اور الجار الجنب کا مصداق

"الجار ذي القربى" اور "الجار الجنب" کے مصداق میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:

❶ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ "الجار ذي القربى" سے وہ شخص مراد ہے جو پڑوسی بھی ہے اور رشتہ دار بھی اور "الجار الجنب" سے وہ شخص مراد ہے جو صرف پڑوسی ہے، رشتہ دار نہیں۔(۳۳)

❷ "الجار ذي القربى" سے قریب رہنے والا پڑوسی اور "الجار الجنب" سے دور رہنے والا پڑوسی مراد ہے۔(۳۴)

❸ "الجار ذي القربى" سے مسلمان پڑوسی اور "الجار الجنب" سے غیر مسلم پڑوسی مراد ہے، ابن جریر نے یہ قول نقل کیا ہے۔(۳۵)

❹ مجاہد سے منقول ہے کہ "الجار الجنب" سے سفر کا ساتھی مراد ہے۔(۳۶)

---

(۳۳) فتح الباري: ۱۰/۵٤۱، عمدة القاري: ۲۲/۱۰۸، نیز دیکھیے تفسیر ابن کثیر: ۱/٤۹٤، النساء: ۳٦

(۳٤) فتح الباري: ۱۰/۵٤۱، تفسیر ابن کثیر: ۱/٤۹٤

(۳۵) فتح الباري: ۱۰/۵٤۱، عمدة القاري: ۲۲/۱۰۸، تفسیر ابن کثیر: ۱/٤۹٤، النساء: ۳٦

(۳٦) فتح الباري: ۱۰/۵٤۱، عمدة القاري: ۲۲/۱۰۸، تفسیر ابن کثیر: ۱/٤۹٤، النساء: ۳٦

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کے حقوق ہیں، چاہے کافر ہو یا مسلمان، رشتہ دار ہو یا نہ ہو، کافر پڑوسی کے ساتھ احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کی جائے، اس کی اذیت رسانی سے بچا جائے، احسان سے دوستی اور محاماۃ مراد نہیں کہ وہ ممنوع ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

قلت: وعلى هذا فالوصاة بالجار مأموربها مندوب إليها مسلماكان أو كافرا، وهوالصحيح، والإحسان قديكون بمعنى المواساة، وقديكون بمعنى حسن العشرة، وكف الأذى، والمحاماة دونه۔(۳۷)

پڑوسیوں کی قسمیں

طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ پڑوسیوں کی تین قسمیں ہیں:

❶ وہ پڑوسی جو صرف حقِ جوار رکھتا ہے۔

❷ وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں ایک حق جوار اور دوسرا حق اسلام۔

❸ وہ پڑوسی جس کے تین حقوق ہیں، ایک حقِ جوار، دوسرا حقِ اسلام، تیسرا قرابت اور رشتہ داری کا حق (۳۸)

پڑوسی کی حد میں اختلاف ہے، اوزاعی نے کہا ہر جانب سے ہر طرف سے چالیس گھر پڑوس میں شامل ہیں...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ من سمع النداء فهو جار (۳۹)

بعض لوگوں نے کہا من سمع إقامة الصلاة فهو جار لذلك المسجد (۴۰)

---

(۳۷) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۸۴/۵

(۳۸) إرشادالساري: ۴۲/۱۳، فتح الباري: ۵۴۲/۱۰، تفسير ابن كثير: ۴۹۵/۱، النساء: ۳۶، نیز دیکھیے الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۸۴/۵

(۳۹) عمدة القاري: ۱۰۸/۲۲

(۴۰) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۸۵/۵

بعض نے کہا من ساکن رجلا في محلة أومدينة فهو جار (۴۱)

ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ اذان کی آواز جہاں جہاں تک پہنچتی ہے وہ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں یا اقامت کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں یا ایک محلّہ اور شہر میں رہنے والے لوگ ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔

الصاحب بالجنب سے سفر کا ساتھی مراد ہے، بعضوں نے کہا اس سے بیوی مراد ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے قول اول کو اصح کہا ہے۔ (۴۲) مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یتامی، نساء، ورثاء اور زوجین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق درجہ بدرجہ تعلق کے موافق اور حاجت مندی کے مناسب ادا کرو سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر ماں باپ کا پھر درجہ بدرجہ سب واسطہ داروں اور حاجت مندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے مراد قرب وبُعد نسبی ہے یا قرب وبُعد مکانی۔ صورت اولیٰ میں یہ مطلب ہوگا کہ ہمسایۂ قرابتی کا حق ہمسایۂ اجنبی سے زیادہ ہے اور صورت ثانیہ کا مدعا یہ ہوگا کہ پاس کے ہمسایہ کا حق ہمسایہ بعید یعنی جو کہ فاصلہ سے رہتا ہے اس سے زیادہ ہے اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر، ہم پیشہ اور کام کے شریک، ایک آقا کے دو نوکر، ایک استاد کے دو شاگرد، دوست، شاگرد اور مرید وغیرہ سب داخل ہیں اور مسافر میں مہمان، غیر مہمان دونوں آگئے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے آخر میں فرمادیا کہ جس کے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے، اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو، وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا، سو اس سے احتراز رکھو اور جدا رہو۔

یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خود پسند اور تکبر کرنے والوں کو جو کہ بخل کرتے ہیں اور اپنے مال اور علمِ خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کسی کو نفع نہیں پہنچاتے اور قولاً اور عملاً دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اور ان کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۴۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۵/۱۸۵

(۴۲) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۵/۱۸۹، نیز دیکھیے شرح ابن بطال: ۹/۲۲۱

فائدہ

یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی روکنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو توریت میں مذکور تھے اور حقانیت اسلام کی آیات جو موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ سو مسلمانوں کو ایسی خصلتوں سے احتراز لازم ہے۔

حدیثِ باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام پڑوسی کے لیے ہمیں برابر وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔

پڑوسی کے ساتھ کیسا حسن سلوک کیا جائے؟

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کرتے ہوئے علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ويحصل امتثال الوصية بإيصال ضروب الإحسان إليه بحسب الطاقة كالهدية، والسلام، وطلاقة الوجه عند لقائه، وتفقدحاله، ومعاونته فيما يحتاج إليه، وكف أسباب الأذى عنه على اختلاف أنواعه حسية كانت أومعنوية(۴۳)

یعنی پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی جو وصیت کی گئی ہے اس پر عمل کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، ہدیہ دینا، سلام کرنا، بشاشت و خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، حال احوال پوچھنا، ضرورت کے موقع پر تعاون کرنا اور اس کو اذیت دینے والے حسی اور معنوی اسباب سے اپنے آپ کو روکنا پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک میں داخل ہے۔

---

(٤٣) إرشادالساري: ١٣/ ٤٢، فتح الباري: ١٠/ ٥٤٢، فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد: ١/ ١٩٠

۲۹ – باب : إِثْمِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ .

«يُوبِقْهُنَّ» /الشورى: ٣٤/ . يُهْلِكْهُنَّ . «مَوْبِقًا» /الكهف: ٥٢/ : مَهْلِكًا .

٥٦٧٠ : حدّثنا عاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ : حدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (وَٱللهِ لَا يُؤْمِنُ ، وَٱللهِ لا يُؤْمِنُ ، وَٱللهِ لَا يُؤْمِنُ) . قِيلَ : وَمَنْ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (الَّذِي لَا يَأْمَنُ جارُهُ بَوَائِقَهُ) .

تَابَعَهُ شَبَابَةُ وَأَسَدُ بْنُ مُوسٰى .

وَقَالَ حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ ، وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ . وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ : عَنِ ٱبْنِ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس شخص کے گناہ کا ذکر کیا ہے جس کی ہلاکت خیز تکلیفوں سے اس کے پڑوسی محفوظ نہ ہوں۔

بوائق: بائقة کی جمع ہے ہلاک کرنے والی، ہلاکت خیز..... امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن کریم کی دو آیتوں کے لفظ ذکر فرمائے ہیں، ایک سورۃ شوری کی آیت نمبر چونتیس میں واقع لفظ "یوبقھن" ہے ﴿أو یوبقھن بما کسبوا ویعف عن کثیر﴾ دوسرا لفظ ہے "موبق" یہ سورۃ کہف کی آیت نمبر باون میں واقع ہے ﴿وجعلنا بینھم موبقا﴾ موبق اس میں مہلک کے معنی میں ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر نقل کی ہے۔(۴۴)

باب کی پہلی روایت حضرت ابو شریحؓ سے ہے۔ یہ صحابی ہیں اور ان کا نام حضرت خویلد خزاعی ہے۔(۴۵)

(٥٦٧٠) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار: ٦٨/١ (رقم الحديث:٤٦)

(٤٤) روح المعاني: ٢٩٨/١٥، سورة الكهف. ٥٢، نیز دیکھیے إرشادالساري: ٤٣/١٣، عمدة القاري: ١٠٩/٢٢، فتح الباري: ٥٤٣/١٠

(٤٥) فتح الباري: ٥٤٣/١٠، عمدة القاري ١٠٩/٢٢، إرشادالساري: ٤٣/١٣

امام بخاری کے شیخ عاصم بن علی کی متابعت شبابہ بن سوار اور اسد بن موسی نے کی ہے، اسماعیلی نے شبابہ کی متابعت کو موصولاً نقل کیا ہے اور اسد بن موسی کی متابعت طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔(۴۶)

حمید بن الاسود، عثمان بن عمر، ابو بکر بن عیاش اور شعیب بن اسحاق ...... ان چار راویوں نے "ابن أبي ذئب عن المقبري" کے طریق سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت نقل کی ہے۔ عثمان کے طریق کو امام احمد نے موصولاً نقل کیا ہے(۴۷)...... بہر حال یہ حدیث ابو شریح اور حضرت ابوہریرہ دونوں سے منقول ہے، ابن ابی ذئب کے تین شاگرد اسے ابو شریح سے اور چار شاگرد ابوہریرہ سے نقل کررہے ہیں۔

"والله لايؤمن ..." میں ایمان کامل کی نفی ہے یعنی جو شخص پڑوسیوں کو تکلیف اور اذیت پہنچاتا ہے وہ کامل الایمان نہیں ہے یا اس کو کمال ایمان کی نفی کے بجائے زجر و توبیخ پر محمول کیا جائے۔(۴۸)

۳۰ - باب : لَا تحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا .

٥٦٧١ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، هُوَ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ : (يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ ، لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ) . [ر : ٢٤٢٧]

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں أي لاتمنع الجارة عن إعطاء شيء حقير لجارتها لأجل قلته(۴۹) یعنی کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے کوئی چیز حقیر نہ سمجھے بلکہ معمولی چیز بھی اگر بطور ہدیہ بھیج سکتی ہے تو بھیجے، چنانچہ حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان خواتین سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی پڑوسن کے لیے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے، اگرچہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مهداة إليها اس ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے جب کہ دینے والی

(٤٦) فتح الباري ١٠/٥٤٤، عمدة القاري: ٢٢/١٠٩، إرشادالساري: ١٣/٤٣

(٤٧) فتح الباري: ١٠/٥٤٤، إرشادالساري: ١٣/٤٣

(٤٨) فتح الباري: ١٠/٥٤٥، عمدة القاري: ٢٢/١٠٩، إرشادالساري: ١٣/٤٣

(٤٩) عمدة القاري: ٢٢/١١٠

کی استطاعت اتنی ہی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر ہدیہ کرنے والی کی گنجائش زیادہ کی ہے اور پھر وہ قلیل مقدار کا ہدیہ کرتی ہے تو اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔

یانساء المسلمات میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔

فِرْسِن (فاء کے کسرہ، راء کے سکون اور سین کے کسرہ کے ساتھ) کھر کو کہتے ہیں۔(۵۰)

روایت باب حضرت سعید مقبری نے اپنے والد کیسان کے واسطے سے حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی ہے، سعید مقبری کا سماع براہ راست بھی حضرت ابوہریرہؓ سے ثابت ہے، اس لیے کبھی وہ بالواسطہ اور کبھی بلاواسطہ نقل کرتے ہیں۔(۵۱)

٣١ – باب : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جارَهُ)

٥٦٧٢ حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ . قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَن كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جارَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خيرًا أَوْ لِيَصْمُتْ) . [ر : ٣١٥٣]

٥٦٧٣ : حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قالَ : حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ

(٥٠) قال ابن الأثير: فرسن (س) فيه "لاتحقرن من المعروف شيئا ولوفرسن شاة" الفِرْسِن: عَظْم قليل اللحم، وهو خف البعير، كالحافر للدابة، وقديُستعار للشاة: فيقال: فرسن شاة، والذي للشاة هو الظلف، والنون زائدة، وقيل: أصلية، النهاية لابن الأثير ٣/٤٢٩، وهكذا في مجمع بحار الأنوار ٤/١١٧

(٥١) عمدة القاري: ٢٢/ ١١، فتح الباري: ١٠/٥٤٥

(٥٦٧٣) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه (رقم الحديث: ٥٧٨٤) أخرجه أيضاً في كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان (رقم الحديث ٦١١١) وأخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار والضيف: ١/٦٩ (رقم الحديث: ٤٨) وأخرجه ابن ماجة في كتاب الفتن، باب كف اللسان في الفتنة ٢/١٣١٣ (رقم الحديث: ٣٩٧١) وأخرجه أبوداود في كتاب الأطعمة، باب ماجاء في الضيافة ٣/٣٤٢ (رقم الحديث: ٣٧٤٨) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في الضيافة كم هو: ٤/٣٤٥ (رقم الحديث ١٩٦٧) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب حق الضيف: ٢/١٢١٢ (رقم الحديث: ٣٦٧٥)

أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ قالَ : سَمِعَتْ أُذُنايَ ، وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ ، حِينَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جارَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جائِزَتَهُ) . قالَ : وَما جائِزَتُهُ يَا رَسُولَ ٱللهِ ؟ قالَ : (يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ، فَمَا كانَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَهْوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ)

[٥٧٨٤ ، ٦١١١]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام اور عزت کرے اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

فلیُکرم ضیفه جائزته

"جائزته" یکرم کے لیے مفعول بہ ثانی ہے، إکرام اعطاء کے معنی میں ہے یعنی اپنے مہمان کو جائزہ اور ضیافت دے اور یا منصوب بنزع الخافض ہے أي فلیکرم ضیفه بجائزته(۵۲)اس کی تفصیل آگے باب اکرام الضیف کے تحت آرہی ہے۔

فلیقل خیراً أولیصمُت

صمت باب نصر اور ضرب دونوں سے استعمال ہوتا ہے(۵۳) یعنی مؤمن کو چاہیے کہ وہی بات کرے جس میں خیر و بھلائی ہو، ورنہ خاموش رہے اچھی بات کہنا خاموش رہنے سے افضل ہے اور خاموش رہنا بری بات کہنے سے افضل ہے۔

جیسا کہ مشہور ہے، کہ بلا ضرورت بولنا حماقت ہے لیکن ضرورت کے وقت خاموش رہنا اس سے بڑی حماقت ہے۔

---

(۵۲) إرشادالساري: ۱۳/۴۵، عمدة القاري: ۲۲/۱۱۱

(۵۳)إرشادالساري: ۱۳/۴۵، عمدة القاري: ۲۲/۱۱۱، فتح الباري: ۱۰/۵۴۶

۳۲ - باب : حَقِّ الجِوَارِ في قُرْبِ الأَبْوَابِ .

٥٦٧٤ : حدّثنا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو عِمْرَانَ قالَ : سَمِعْتُ طَلْحَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّهِ ، إِنَّ لِي جارَيْنِ ، فَإِلَى أَيِّهِمَا أُهْدِي ؟ قالَ : (إِلَى أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا) . [ر : ٢١٤٠]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا جس کا دروازہ زیادہ نزدیک ہو۔

پڑوسی کے حقوق کی تفصیل

حد جوار میں مختلف اقوال ذکر کیے جاچکے ہیں..... امام بخاری رحمہ اللہ نے پڑوسیوں کے حقوق کے سلسلے میں یہ پانچ ابواب قائم فرمائے ہیں جن میں پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر ہے، حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک حدیث ہے اس میں پڑوسیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیل بیان کی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا کہ پڑوسیوں کے کیا حقوق ہیں؟ آپ نے فرمایا:

"إن استقرضك أقرضته، وإن استعانك أعنته، وإن مرض عدتّه، وإن احتاج أعطيته، وإن افتقر عدت عليه، وإن أصابه خير هنّيته، وإن أصابته مصيبة عزيته، وإدامات اتبعت جنازته، ولا نستطيل عليه بالبناء، فتحجب عنه الريح إلا بإذنه، وإن اشتريت فاكهة فأهدها له، وإن لم تفعل فأدخلها سرا ولايخرج بها ولدك ليغيظ بهاولده"(٥٥)

یعنی اگر وہ قرض مانگے تو آپ قرض اسے دیں، مدد مانگے تو اس کی مدد کریں، بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کریں، محتاج ہو تو اس کو عطیہ دیں، فقیر ہو تو اس پر احسان کریں، خوشی کے موقع پر اس کو

(٥٥) فتح الباري: ١٠/٥٤٧

مبارکباد دیں اور اگر کسی مصیبت میں ہو تو اس کو تسلی دیں، وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں ساتھ جائیں اور بغیر اجازت کے تعمیر اس طرح نہ بڑھائیں کہ اس کے گھر کی ہوا رک جائے، کوئی پھل خریدیں تو کچھ اس کو بھی ہدیہ کریں، ہدیہ نہیں کر سکتے ہیں تو پھر چھپا کر گھر لے جائیں ایسے میں آپ کا بچہ وہ پھل باہر لے کر نہ جائے کہ اس کا بچہ دیکھ کر پریشان ہوگا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأسانيدهم واهية، لكن اختلاف مخارجها يشعر بأن للحديث أصلاً(٥٦) یعنی اس حدیث کے طرق ضعیف ہیں، لیکن مختلف طرق سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل ہے۔

٣٣ – باب : كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ .

٥٦٧٥ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي محمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ)

٥٦٧٦ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَى كلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ) . قالُوا : فَإِنْ لَمْ يَجِدْ ؟ قالَ : (فَيَعْمَلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ) . قالُوا : فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ ؟ قالَ : (فَيُعِينُ ذَا الحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ) . قالُوا : فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ ؟ قالَ : (فَلْيَأْمُرْ بِالْخَيْرِ ، أَوْ قالَ : بِالمَعْرُوفِ) . قالَ : فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ ؟ قالَ : (فَلْيُمْسِكْ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ) . [ر : ١٣٧٦]

ہر بھلائی صدقہ ہے

ہر بھلائی اور معروف صدقہ ہے، معروف کی تعریف ہے "المعروف اسم جامع لكل ماعرف من طاعة الله والتقرب إليه والإحسان إلى الناس ، وكل ماندب إليه الشرع من المحسنات" یعنی معروف کا اطلاق اللہ کی طاعت، اس کی نزدیکی اور لوگوں کے ساتھ اچھائی والے ہر

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٥٤٧

(٥٦٧٥) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاريؒ، عمدة القاري: ٢٢/١١٢

عمل پر ہوتا ہے اسی طرح شرعاً جو چیزیں مندوب و مستحب ہیں ان پر "معروف" کا اطلاق ہوتا ہے۔

امام راغب فرماتے ہیں: "المعروف اسم کل فعل یعرف حسنه بالشرع والعقل معا" (۵۸) یعنی معروف ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کی اچھائی وعمدگی شریعت اور عقل دونوں سے معلوم ہو۔

یہاں بخاری کی روایت میں ہے "کل معروف صدقه" دارقطنی اور حاکم کی روایت میں اس کے بعد اضافہ ہے "وما أنفق الرجل علی أهله کتب له به صدقة، وما وقی المرء به عرضه فهو صدقة" (۵۹) اہل وعیال پر خرچ کرنا، اپنی عزت کی حفاظت کرنا بھی بھلائی وصدقہ ہے۔

مسند احمد کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے "ومن المعروف أن تلقی أخاك بوجه طلق، وأن تكفئ من دلوك في إناء أخيك" (۶۰) خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالنا معروف ونیکی میں سے ہے۔

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ ہر مسلم پر صدقہ ہے، صحابہ نے پوچھا اگر وہ صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ پائے، فرمایا "وہ اپنے ہاتھوں سے کما کر صدقہ کرے" پوچھا اگر وہ نہ کما سکے، فرمایا، ضرورت مند کی مدد کرے، پوچھا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا، نیکی کا حکم کرے، پوچھا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو فرمایا، شر سے اپنے آپ کو روکے، یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔

فإن لم يستطع أولم يفعل...... راوی کو شک ہے کہ "إن لم یستطع" کہا تھا یا "إن لم یفعل" کہا۔

ملهوف مظلوم اور مغموم کے معنی میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا آخری درجہ یہ قرار دیا کہ آدمی اپنے آپ کو کم از کم ایذا

---

(۵۷) عمدة القاري: ۲۲/۱۹۲، النهاية لابن الأثير: ۳/۲۱۶، مجمع بحار الأنوار: ۲/۵۶۸

(۵۸) فتح الباري: ۱۰/۵۴۹

(۵۹) المستدرك للحاكم، كتاب البيوع، باب كل معروف صدقة: ۲/۵۰

(۶۰) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسانيد جابر بن عبدالله الأنصاري: ۳/۳۶۰

رسائی سے روک لے تو یہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے، صدقہ سے ثواب مراد ہے۔ (۶۱)

شارح بخاری ابن بطال اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ اس حدیث سے وہ لوگ استدلال کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ترک اور کچھ نہ کرنا بھی ایک عمل ہے، متکلمین کا مسلک یہ ہے کہ ترکِ عمل، عمل نہیں ہے، عمل کے لیے کچھ کرنا ضروری ہے۔ (۶۲)

ظاہر حدیث سے استدلال کر کے بعض حضرات نے کہا کہ شریعت میں کوئی امر مباح نہیں بلکہ ہر امر یا باعث اجر ہے یا باعث گناہ۔ جو آدمی کچھ نہ کرے، صرف گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے، یہ بھی ایک اجر والا عمل ہے۔ (۶۳)

٣٤ - باب : طِيبِ الْكَلَامِ .

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ) . [ر : ٢٨٢٧]

٥٦٧٧ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ، عَنْ خَيْثَمَةَ ، عَنْ عَدِيِّ ابْنِ حاتِمٍ قالَ : ذَكَرَ النَّبِيُّ ﷺ النَّارَ ، فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ، ثُمَّ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَأَشَاحَ بِوَجْهِهِ ، قالَ شُعْبَةُ : أَمَّا مَرَّتَيْنِ فَلَا أَشُكُّ ، ثُمَّ قالَ : (اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ) . [ر : ١٣٤٧]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اچھی بات کہنا صدقہ ہے، ان کی اس تعلیق کو امام بخاری نے کتاب الصلح اور کتاب الجہاد میں موصولاً نقل کیا ہے۔ (۶۴)

ذكر النبي صلى الله عليه وسلم النار فتعوّذ منها وأشاح وجهه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کا ذکر کیا، تو اس سے پناہ طلب کی اور چہرہ پھیرا گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ رہے تھے اور اس کی تپش سے بچنے کے لیے چہرۂ انور پھیر رہے تھے۔

---

(٦١) فتح الباري: ٥٤٩/١٠

(٦٢) إرشاد الساري: ٤٨/١٣، شرح ابن بطال: ٢٢٤/٩، فتح الباري: ٥٥٠/١٠

(٦٣) شرح ابن بطال: ٢٢٤/٩، إرشاد الساري: ٤٨/١٣، فتح الباري: ٥٥٠/١٠

(٦٤) صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب فضل من حمل متاع صاحبه في السفر (رقم الحديث ٢٨٢٧)

٣٥ – باب : الرِّفْقِ في الْأَمْرِ كُلِّهِ .

٥٦٧٨ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ صَالِحٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ ، فَقَالُوا : السَّامُ عَلَيْكُمْ ، قالَتْ عائِشَةُ : فَفَهِمْتُهَا فَقُلْتُ : وَعَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ ، قالَتْ : فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَهْلاً يَا عائِشَةُ ، إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا ؟ قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (قَدْ قُلْتُ : وَعَلَيْكُمْ) . [ر : ٢٧٧٧]

٥٦٧٩ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَقَامُوا إِلَيْهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَا تُزْرِمُوهُ) . ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ ماءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ . [ر : ٢١٦]

ہر معاملے میں نرمی ہونی چاہیے

رِفْق (راء کے کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) نرمی کو کہتے ہیں، روایت باب میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور کہا "السام علیکم" (تم پر موت نازل ہو) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ سمجھ لیا تو کہا "وعلیکم السام واللعنة" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہریے عائشہؓ! اللہ جل شانہ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے ان کا کلام نہیں سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے بھی تو "وعلیکم" کہہ دیا تھا۔

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب شروع کر دیا۔ لوگ اس کی طرف روکنے کے لیے بڑھنے لگے تو حضورؐ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر ایک ڈول پانی منگوایا اور اس پر بہایا، لاتُزْرِمُوْهُ: یہ إزرام باب افعال سے ہے۔ ازرام کے معنی قطع کرنے کے ہیں یقال: زرم البول إذا انقطع، وأزرمته: قطعته(٦٥)

---

(٦٥) النهاية لابن الأثير: ٣٠١/٢، مجمع بحار الأنوار: ٤٢٣/٢

٣٦ – باب : تَعاوُنِ الْمُؤْمِنِينَ بَعْضِهِمْ بَعْضًا .

٥٦٨٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بُرَيْدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ قالَ : أَخْبَرَنِي جَدِّي أَبُو بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا). ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ . وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ جالِسًا ، إِذْ جاءَ رَجُلٌ يَسْأَلُ ، أَوْ طَالِبُ حاجَةٍ ، أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ : (اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا ، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَا شَاءَ) . [ر : ٤٦٧]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت پہنچاتا ہے اور آپ نے (سمجھانے کے لیے) ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔

"یشد بعضه بعضا" میں "بعضا" "یشد" کے لیے مفعول بہ ہے، لیکن علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ منصوب بنزع الخافض ہے أي يشد بعضه ببعض۔(٦٦)

علامہ ابن بطال فرماتے ہیں "تعاون المؤمنين بعضهم بعضا في أمور الدنيا والأخرة مندوب إليه بهذا الحديث، وذلك من مكارم الأخلاق، وقد جاء في حديث آخر عن النبي صلى الله عليه وسلم "الله في عون العبد، مادام العبد في عون أخيه"(٦٧)

یعنی اس حدیث کی بناء پر مسلمانوں کا ایک دوسرے کے ساتھ دنیوی اور اخروی امور میں تعاون کرنا مندوب و مستحب ہے اور یہ اچھے اخلاق کا ایک حصہ ہے، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے جب تک آدمی اپنے بھائی کی نصرت و تعاون میں مصروف رہتا ہے، اللہ تعالی کی مدد اس کے شامل حال رہتی ہے۔

ثم شبّك بين أصابعه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر

---

(٦٦) شرح البخاري للكرماني: ٢١/١٧٩

(٦٧) شرح ابن بطال: ٩/٢٢٧

فرمایا کہ مؤمنین ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے اور ملے ہوتے ہیں..... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بات میں مبالغہ مقصود ہو تو اسے سمجھانے کے لیے ہاتھ وغیرہ سے اشارہ اور حرکت کر سکتے ہیں تاکہ سننے والا اس کو اچھی طرح سمجھ سکے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں.

"ويستفاد منه أن الذي يريد المبالغة في بيان أقواله يمثلها بحركاته ليكون أوقع في نفس السامع"(۶۸)

وكان النبي صلى الله عليه وسلم جالسا إذ جاء رجل يسأل أو طالب حاجة، أقبل علينا بوجهه، فقال: اشفعوا.....(۶۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا اس عبارت میں پیچیدگی ہے، کیونکہ مقصود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بتلانا ہے کہ جب آپ تشریف فرما ہوتے اور کوئی سائل آتا تو آپ فرماتے کہ اس کے لیے سفارش کرو..... جب کہ اس عبارت سے یہ ایک بار کا واقعہ معلوم ہوتا ہے..... حافظ نے فرمایا کہ شاید اصل میں "كان إذا كان جالسا....." تھا (یعنی جب آپ تشریف فرما ہوتے) لیکن راوی نے "كان إذا" کو اختصاراً حذف کر دیا۔(۷۰)

ابو نعیم نے روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جاءه السائل أو طلبت إليه حاجة، قال: اشفعوا تؤجروا"(۷۱)

یہ عبارت بالکل بے غبار ہے۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی سائل آتا یا کوئی حاجت مند آتا تو آپ حضرات صحابہ سے فرماتے کہ تم اس کی سفارش کر دیا کرو تو تمہیں (اس سفارش کا) اجر دیا جائے گا، چاہے تمہاری سفارش قبول ہو یا نہ ہو، بہر حال تمہیں سفارش کا ثواب ملے گا۔

---

(٦٨)فتح الباري: ٥٥٢/١٠

(٦٩)فتح الباري: ٥٥٢/١٠

(٧٠)فتح الباري: ٥٥٢/١٠

(٧١) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب التحريض على الصدقة والشفاعة فيها (رقم الحديث: ١٤٣٢)

اشفعوا فلتو جروا...... اس میں لام، لام کی ہے أي اشفعوا کي تؤجروا، فاء اس میں زائدہ ہے۔(۷۲)

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ فاء سببیہ ہے اور لام کی کے معنی میں ہے اور فاء سببیہ اور لام کی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔(۷۳) شارح مشکاۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یعني إذا عرض صاحب الحاجة عليّ اشفعوا له إليّ، فإنكم إذا شفعتم له إليّ أي إذا عرض المحتاج حاجته عليّ فاشفعوا له إليّ، حصل لكم بتلك الشفاعة أجرٌ، سواء قبلت شفاعتكم أولم تقبل، وقوله: "يقضي الله على لسان رسوله" أي يجري على لساني ماشاء الله، إن قضيت حاجة من شفاعتكم له، فهو بتقدير الله، وإن لم أقض فهو أيضاً بتقدير الله(۷۴)

یعنی جب کوئی حاجت مند اپنی حاجت پیش کرے تو تم اس کی سفارش کرو، سفارش کی وجہ سے تمھیں اجر ملے گا، چاہے تمھاری سفارش قبول ہو یا نہ ہو، اللہ جل شانہ میری زبان پر وہی جاری کریں گے جو اللہ کی مشیت ہوگی، آپ کی سفارش کی وجہ سے کوئی ضرورت پوری کی تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے اور نہیں کی تو وہ بھی اللہ کی تقدیر اور حکم سے ہوگا۔

مقصد یہ ہے کہ سفارش کا قبول ہونا یا نہ ہونا ایک الگ بات ہے، محض سفارش کر لینے سے اجر کا استحقاق حاصل ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من سعي لأخيه المسلم في حاجة قضيت له أولم تقض غفر له"(۷۵) جس نے اپنے مسلمان

---

(۷۲)إرشادالساري: ۱۳/۵۱، فتح الباري: ۱۰/۵۵۳

(۷۳) شرح البخاري للكرماني: ۲۱/۱۷۹

(۷٤)شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق: ۹/۱۷۱ (رقم الحديث: ٤٩٥٦)

(۷۵) فتح الباري: ۱۰/۵۵۳

بھائی کی حاجت و ضرورت کے لیے کوشش کی، اس کی مغفرت ہو جائے گی، چاہے اس کوشش سے وہ حاجت پوری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

حافظ ابن حجر حدیث سے آداب کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي الحديث الحض على الخير بالفعل وبالتسبب إليه بكل وجه، والشفاعة إلى الكبير في كشف كربة ومعونة ضعيف، إذ ليس كل أحد يقدر على الوصول إلى الرئيس، ولا التمكن منه ليلج عليه أو يوضح له مراده ليعرف حاله على وجهه، وإلا فقد كان صلى الله عليه وسلم لايحتجب"(۷٦)

یعنی اس حدیث میں نیکی کرنے اور اس کا سبب بننے کی طرف ترغیب دی گئی ہے، کسی کا بوجھ ہلکا کرنے یا کسی ضعیف کے ساتھ تعاون کے لیے بڑے سے سفارش کرنے کی ترغیب بھی اس میں ہے، کیونکہ ہر آدمی امیر تک نہیں پہنچ پاتا اسی طرح امیر کے پاس جا کر اپنی مقصد براوی کو صحیح صحیح بیان کرنا بھی ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجب و دربان نہ رکھتے تھے۔

وليقض الله على لسان نبيه

"ليقض" لام کے ساتھ بھی ہے اور "ويقضي" لام کے بغیر بھی ہے، صحیح مسلم کی روایت میں "فليقض" ہے(۷۷) علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لايصح أن تكون هذه اللام لام الأمر، لأن الله لايؤمر، ولا لام كي إلاأنه ثبت في الرواية، وليقض، بغيرياء مد، ثم قال: يحتمل أن تكون بمعنى الدعاء: اللهم اقض أو الأمرهنا بمعنى الخبر"(۷۸)

(۷٦) فتح الباري: ۵۵۳/۱۰

(۷۷) فتح الباري: ۵۵۳/۱۰، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب الشفاعة فيماليس بحرام ۲۰۲٦/٤ (رقم الحديث: ۲٦۲۷) لیکن صحیح مسلم کی روایت میں "وليقضِ" ہی ہے۔

(۷۸) فتح الباري ۵۵۳/۱

یعنی "ولیقض" میں لام، لام امر نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر اسے لام امر قرار دے کر امر کا صیغہ فرض کیا جائے تو ترجمہ ہوگا "اللہ کو چاہیے کہ وہ فیصلہ کرے ..... "اور اللہ مامور نہیں ہو سکتا اور اسے "لام کی" بھی نہیں قرار دے سکتے کہ اس صورت میں مطلب نہیں بیٹھتا، مگر روایت میں اسی طرح ثابت ہے، البتہ امر کی صورت میں اس کو دعا پر محمول کر سکتے ہیں، "ولیقض الله ..." "اللهم اقض......" کے معنی میں ہوگا اور یہ احتمال بھی ہے کہ امر خبر کے معنی میں ہو۔

۳۷ - باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا وَكَانَ اللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا» /النساء: ۸۵/

كِفْلٌ. نَصِيبٌ. قالَ أَبُو مُوسَى «كِفْلَيْنِ» /الحديد: ۲۸/ : أَجْرَيْنِ ، بِالْحَبَشِيَّةِ.

۵٦٨١ : حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدٍ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ كانَ إِذَا أَتَاهُ السَّائِلُ أَوْ صَاحِبُ الحاجَةِ قالَ : (اشْفَعُوا فَلْتُؤْجَرُوا ، وَلْيَقْضِ اللهُ عَلَى لِسَانِ رَسُولِهِ ما شَاءَ) . [ر : ٤٦٧]

سفارش کی دو قسمیں ہیں ایک سفارش حسنہ اور دوسری شفاعت سیئہ۔ آیت کریمہ میں ہے کہ جو شخص اچھی سفارش کرے گا، اس کا اس میں سے حصہ ہوگا اور جو بری سفارش کرے گا اس کا بھی اس میں سے حصہ ہوگا۔

شفاعت حسنہ کی کئی صورتیں ہیں، جائز اور مباح امور میں کسی کے نفع اور فائدے کے لیے سفارش کرنا، نیکی کے کاموں میں سفارش کرنا، شفاعت حسنہ ہے اور کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے سفارش کرنا، خلاف شرع امور میں کسی کے لیے سفارش کرنا، شفاعت سیئہ میں داخل ہے۔(۷۹)

بعضوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لیے دعا کرنا شفاعت حسنہ اور ان کے لیے بد دعا کرنا شفاعت سیئہ ہے۔(۸۰)

---

(۷۹) دیکھیے الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۲۹۵/۵

(۸۰) الجامع لأحکام القرآن للقرطبي: ۲۹۵/۵، عمدة القاري ۱۰۵/۲۲

حضرت حسن بصریؒ اور قتادہ نے کِفل کے معنی گناہ اور وزر سے کیے ہیں(۸۱) اور امام نے اس کے معنی "نصیب" (حصے) سے بیان کیے ہیں، یہ ابو عبیدہ کی تفسیر ہے۔(۸۲)

قال أبوموسى: كفلين: أجرين بالحبشية

سورۃ حدید میں ہے۔﴿يؤتكم كفلين من رحمته﴾ اس آیت کریمہ میں کفل اجر کے معنی میں ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ کفلین کے معنی حبشی زبان میں اجر کے ہیں، ابن ابی حاتم نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۸۳)

٣٨ – باب : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا .

٥٦٨٢ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سُلَيْمَانَ . سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ . سَمِعْتُ مَسْرُوقًا قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو (ح) . وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ . حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو حِينَ قَدِمَ مَعَ مُعَاوِيَةَ إِلَى الْكُوفَةِ ، فَذَكَرَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا ، وَقَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّ مِنْ أَخْيَرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ خُلُقًا) [ر : ٣٣٦٦]

٥٦٨٣ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا : أَنَّ يَهُودَ أَتَوُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا : السَّامُ عَلَيْكُمْ ، فَقَالَتْ عائِشَةُ : عَلَيْكُمْ ، وَلَعَنَكُمُ اللهُ ، وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْكُمْ . قال : (مَهْلاً يَا عائِشَةُ ، عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ ، وَإِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ) . قَالَتْ : أَوَلَمْ تَسْمَعْ ما قالُوا ؟ قال : (أَوَلَمْ تَسْمَعِي ما قُلْتُ ؟ رَدَدْتُ عَلَيْهِمْ ، فَيُسْتَجَابُ لِي فِيهِمْ ، وَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ فِيَّ) . [ر : ٢٧٧٧]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ فحش گوئی کی عادت تھی اور نہ ہی آپ قصداً فحش گوئی کرتے تھے۔

---

(۸١) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ٥/٢٩٥، شرح ابن بطال: ٩/٢٢٨، عمدة القاري: ٢٢/١١٥

(۸٢) فتح الباري: ١٠/٥٥٤، عمدة القاري: ٢٢/١١٥

(۸٣) عمدة القاري: ٢٢/١١٥

فاحش کہتے ہیں جو شخص فحش کلام کرے، کوئی بھی عمل، قول اور وصف اپنی مقدار سے بڑھ جائے کہ وہ برا لگے، اسے فحش کہا جاتا ہے لیکن عموماً یہ کلام کے لیے استعمال ہوتا ہے، ایسی بات جو حد اعتدال سے باہر ہو فحش کہلائے گی، متفحّش باب تفعل سے اسم فاعل کا صیغہ ہے، باب تفعل کی ایک خاصیت تکلف ہے، متفحش یعنی بتکلف اور بالقصد فحش گوئی کرنے والا۔ (٨٤)

٥٦٨٤ . حدثنا أَصْبَغُ قالَ : أَخْبَرَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو يَحْيَى ، هُوَ فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمانَ ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ سَبَّابًا ، وَلَا فَحَّاشًا ، وَلَا لَعَّانًا ، كانَ يَقُولُ لِأَحَدِنا عِنْدَ المَعْتِبَةِ : (ما لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ) . [٥٦٩٩]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گالی گلوچ کرنے والے، بدگوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہیں تھے، ہم میں سے کسی پر کبھی ناراض ہوتے تو فرماتے مالهٗ ترب جبینه (اس کو کیا ہوا، اس کی پیشانی خاک آلود ہو)۔

مَعتبة (میم کے فتحہ، عین کے سکون اور تاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ) ناراضگی کو کہتے ہیں۔(٨٥)

مالهٗ ترب جبینهٗ

اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ یہ بددعا ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ گر جائے تاکہ اس کی پیشانی مٹی آلود ہو جائے..... لیکن اس کے معنی حقیقی مراد نہیں لیے جاتے بلکہ غصہ اور ناراضگی کے وقت یہ جملہ عموماً استعمال کیا جاتا ہے۔

اور اس کو عبادت کے لیے دعا پر بھی محمول کر سکتے ہیں، یعنی اسے بکثرت نمازوں کی توفیق مل

---

(٨٤) شرح الطيبي، باب في أخلاقه وشمائله صلى الله عليه وسلم، الفصل الثاني: ١١/٣٦ (رقم الحديث. ٥٨٢٠)، نیز دیکھیے عمدة القاري ٢٢/١١٦، فتح الباري ١٠/٥٥٥

(٥٦٨٤) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاري، عمدة القاري: ٢٢/١١٧، وأخرجه أيضاً في كتاب الأدب، باب ماينهى من السباب واللعن، رقم الحديث (٥٦٩٩)

(٨٥) عمدة القاري ٢٢/١١٧، إرشادالساري: ١٣/٥٤، نیز دیکھیے فتح الباري ١٠/٥٥٦

جائے جس کے نتیجہ میں اس کی پیشانی خاک آلود رہے گی۔(٨٦)

لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین سیاق اور راجح ہے۔

یہ حدیث یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے، صحیح بخاری میں اس سے پہلے کہیں نہیں گذری ہے۔

٥٦٨٥ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عِيسٰى : حَدَّثَنَا محمَدُ بْنُ سَوَاءٍ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : أَنَّ رَجُلاً اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا رَآهُ قالَ : (بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ ، وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ) . فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ في وَجْهِهِ وَانْبَسَطَ إِلَيْهِ ، فَلَمَّا انْطَلَقَ الرَّجُلُ قالَتْ لَهُ عائِشَةُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، حِينَ رَأَيْتَ الرَّجُلَ قُلْتَ لَهُ كَذَا وَكَذَا ، ثُمَّ تَطَلَّقْتَ في وَجْهِهِ وَانْبَسَطْتَ إِلَيْهِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (يَا عائِشَةُ ، مَتَى عَهِدْتِنِي فَحَّاشًا ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ شَرِّهِ) . [٥٧٨٠ ، ٥٧٠٧]

عمرو بن عیسی کی کنیت ابو عثمان ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں ایک یہ اور ایک کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(٨٧)

ان کے شیخ محمد بن سَوَاء کی بھی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں ایک یہ اور ایک مناقب میں گذر چکی ہے۔(٨٨)

روایت باب میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

(٨٦) إرشادالساري: ١٣/٥٤، عمدة القاري: ٢٢/١١٧، فتح الباري: ١٠/٥٥٦

(٥٦٨٥)الحديث أخرجه البخاريؒ أيضاً في كتاب الأدب، باب مايجوز من اغتياب أهل الفساد والريب (رقم الحديث: ٥٧٠١) وأخرجه أيضاً في كتاب الأدب، باب المدارة مع الناس (رقم الحديث: ٥٧٨٠) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل باب مدارة من يتقى فحشه: ٤/٢٠٠٢ (رقم الحديث: ٢٥٩١) وأخرجه الترمذي في كتاب البر والصلة، باب ماجاء في المدارة: ٤/٣٥٩ (رقم الحديث: ١٩٩٦) وأخرجه ابوداود في كتاب الأدب، باب في حسن العشرة: ٤/٢٥١ (رقم الحديث: ٤٧٩١)

(٨٧) إرشادالساري: ١٣/٥٥، عمدة القاري: ٢٢/١١٧، فتح الباري: ١٠/٥٥٦

(٨٨) إرشادالساري: ١٣/٥٥، عمدة القاري: ٢٢/١١٧، فتح الباري: ١٠/٥٥٦

اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا یہ قبیلہ کا برا بھائی یا برا بیٹا ہے، جب وہ بیٹھ گیا تو آپ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے ملے، جب وہ آدمی چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے آپ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ! جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا تو اس اس طرح فرمایا (کہ یہ قبیلہ کا برا آدمی ہے) پھر آپ اس سے خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کے ساتھ ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عائشہ! تم نے مجھے فحش گو کب پایا ہے، قیامت کے دن اللہ کے ہاں درجہ کے اعتبار سے لوگوں میں بدترین وہ شخص ہوگا جس کو لوگ اس کے شر کے خوف سے چھوڑ دیں"۔

أن رجلا استأذن.....

ابن بطال، قاضی عیاض، قرطبی اور امام نووی نے کہا کہ یہ آدمی عیینہ بن حصن تھا۔(۸۹)

امام مالک نے حضرت عائشہ سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں اس کی تصریح ہے۔(۹۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک اور روایت میں ہے کہ یہ شخص مخرمہ بن نوفل تھا، اس کو تعدد واقعات پر محمول کر سکتے ہیں۔(۹۱)

فلما جلس تَطلَّق

تطلق باب تفعل سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے أي أبدى له طلاقة وجهه:(۹۲) یعنی آپ نے بشاشت اور انبساط کا اظہار فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رویے سے تعجب ہوا کہ آپ نے تو اسے "بدتر آدمی" فرمایا اور اس کے بعد دوران ملاقات آپ نے بشاشت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس

---

(۸۹) عمدة القاري: ۱۱۷/۲۲، فتح الباري: ۵۵٦/۱۰، نیز دیکھیے إرشادالساري: ۵۵/۱۳، شرح مسلم للنووي، کتاب البر والصلة، باب مداراة من يتقى فحشه: ۳۲۲/۲

(۹۰) یہ روایت امام مالک نے اپنی مؤطا میں (کتاب حسن الخلق، باب ماجاء في حسن الخلق: ۹۰۳/۲) میں ذکر کی ہے لیکن اس میں نام کی تصریح نہیں ہے، البتہ حافظ ابن حجرؒ نے بلاغات امام مالک کے حوالے سے اس کی تصریح کی ہے۔ فتح الباري: ۵۵٦/۱۰

(۹۱) دیکھیے فتح الباري: ۵۵٤/۱۰، عمدة القاري: ۱۱۷/۲۲

(۹۲) فتح الباري: ۵۵۷/۱۰

سے ملاقات فرمائی، مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اس موقع پر ایک اور آدمی آیا تو آپ نے فرمایا "نعم بن العشیرة" (۹۳) (یہ قبیلہ کا اچھا آدمی ہے) لیکن جب آپ اس کے ساتھ ملے تو زیادہ بشاشت کا اظہار نہیں کیا...... اس لیے حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا عائشہ آپ نے مجھے کب فحش گو دیکھا ہے؟..... مقصد یہ تھا کہ آدمی کے برے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ملاقات کرتے ہوئے درشتگی اور بے توجہی کا اظہار کیا جائے۔

حدیث سے مستنبط فوائد

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص بداخلاق اور برا ہے تو اس کی برائی سے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اسے برا کہا جائے تو یہ غیبت محرمہ کے زمرے میں نہیں آئے گا بشرطیکہ یہ خوف ہو کہ اگر لوگوں کو آگاہ نہیں کیا گیا تو وہ بے خبری میں لوگوں کو دھوکہ دیدے گا۔ (۹۴)

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی برے شخص کی برائی بیان کرنے کے بعد اس کے ساتھ ملاقات کے وقت خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا نفاق میں داخل نہیں۔ (۹۵)

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بداخلاق اور فاسق شخص کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اور اسے دین کے قریب لانے کے لیے ظاہراً مدارات اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے بشرطیکہ مداہنت کی حد تک آدمی نہ پہنچے۔ (۹۶)

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مدارات کہتے ہیں دنیا کو کسی دنیوی یا دینی فائدہ اور اصلاح

(۹۳) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسانید عائشةؓ: ۶/۱۵۸

(۹٤) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظروالإباحة، فصل في البیع: ۵/۲۹۰، فتح الباري: ۱۰/۵۵۷، عمدة القاري: ۲۲/۱۱۸

(۹۵) فتح الباري: ۱۰/۵۵۷، عمدة القاري: ۲۲/۱۱۸، شرح مسلم للنووي، کتاب البروالصلة، باب مداراة من یتقی فحشه: ۲/۳۲۲

(۹٦) فتح الباري: ۱۰/۵۵۷

کے لیے استعمال کرنا اور مداہنت کہتے ہیں دنیا کے لیے دین کو چھوڑ دینے کو، مدارات مباح اور بعض صورتوں میں مستحب اور مداہنت حرام وناجائز ہے۔(۹۷) علامہ قرطبی حدیث باب کے واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والنبي صلى الله عليه وسلم إنما بذل له من دنياه حسن عشرته، والرفق في مكالمته، ومع ذلك فلم يمدحه بقول، فلم يناقض قوله فيه فعله، فإن قوله فيه قول حق، وفعله معه حسن عشرة"(۹۸)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ حسن سلوک اور گفتگو میں شفقت اور نرمی کا مظاہرہ کیا، تاہم آپؐ نے اس کی زبان سے تعریف نہیں کی، اس طرح آپ کے قول و عمل میں تناقض نہیں، اس کے بارے میں زبانی رائے اور قول اپنی جگہ برحق تھا تاہم ملاقات کے وقت آپ نے نرم رویہ رکھا جو حسن معاشرت کی قبیل سے تھا۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عیینہ نے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، اس لیے اسے "بئس أخو العشيرة" کہنا غیبت میں داخل نہیں یا اسلام قبول کیا تھا لیکن وہ اسلام میں کمزور تھا، آپ نے اس کے بارے میں وضاحت کردی کہ کہیں کوئی اس کے مسلمان ہونے سے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے بعد اس سے ایسے امور کا صدور ہوتا رہا جو اس کے ضعف اسلام کی دلیل تھے۔(۹۹)

۳۹ - باب : حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ ، وَما يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ .

وَقالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَأَجْوَدُ ما يَكُونُ فِي رَمَضَانَ . [ر : ٦]
وَقالَ أَبُو ذَرٍّ ، لَمَّا بَلَغَهُ مَبْعَثُ النَّبِيِّ ﷺ ، قالَ لِأَخِيهِ : ارْكَبْ إِلَى هٰذَا الْوَادِي فَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ ، فَرَجَعَ فَقالَ : رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكارِمِ الْأَخْلَاقِ . [ر : ٣٦٤٨]

(۹۷) فتح الباري: ۱۰/۵۵۷
(۹۸) فتح الباري: ۱۰/۵۵۷
(۹۹) فتح الباري: ۱۰/۵۵۷

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین جزء ذکر فرمائے ہیں، ایک حسن خلق یعنی اچھے اخلاق، اخلاق سے وہ اوصاف مراد ہیں جن سے انسان دوسرے کے ساتھ معاملہ کرتا ہے، یہ اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی جیسے عفو، بردباری، خندہ جبینی، سخاوت، صبر...... یہ اخلاق حسنہ ہیں، بخل، درشتگی، ظلم وغیرہ اخلاق قبیحہ ہیں۔(١٠٠)

سخا، سخاوت کو کہتے ہیں یعنی بغیر کسی عوض کے اپنا مال وغیرہ صرف کرنا، بخل اس کی ضد ہے۔

"مایکرہ من البخل" میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کر دیا کہ بخل کی بعض صورتیں جن پر لفظ بخل کا اطلاق ہوتا ہے وہ بخل مذموم میں داخل نہیں۔(١٠١)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں آپ اور زیادہ سخی ہو جاتے، یہ تعلیق امام بخاری نے کتاب الإیمان میں موصولاً نقل کی ہے اور وہیں اس کی تشریح بھی گذر چکی ہے۔(١٠٢)

وقال أبوذر لما بلغه مبعث النبي صلى الله عليه وسلم.....

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی خبر ملی تو اپنے بھائی سے کہا کہ اس وادی میں جاؤ اور آپ کی باتیں سنو، جب وہ لوٹا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کو اچھے اخلاق کا حکم دیتے ہوئے دیکھا۔ یہ تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے تفصیل کے ساتھ "المبعث النبوي" میں موصولاً نقل کی ہے۔(١٠٣) مکارم: مَكْرُمة (راء کے ضمہ کے ساتھ) کی جمع ہے اچھے اخلاق کو کہتے ہیں۔(١٠٤)

---

(١٠٠) فتح الباري: ١٠/٥٥٨، عمدة القاري: ٢٢/١١٨

(١٠١) فتح الباري: ١٠/٥٥٨، عمدة القاري: ٢٠/١١٨، إرشادالساري: ١٣/٥٦

(١٠٢)صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي (رقم الحديث: ٦) نیز حدیث کی تشریح کے لیے دیکھیے کشف الباري، باب بدء الوحي: ١/٤٦١

(١٠٣)صحيح البخاري ،باب إسلام أبي ذر رضي الله عنه (رقم الحديث: ٣٨٦١)

(١٠٤) فتح الباري: ١٠/٥٦٠، إرشادالساري: ١٣/٥٦

٥٦٨٦ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ابْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَأَجْوَدَ النَّاسِ ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ ، وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ ، فَانْطَلَقَ النَّاسُ قِبَلَ الصَّوْتِ ، فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ سَبَقَ النَّاسَ إِلَى الصَّوْتِ ، وَهُوَ يَقُولُ : (لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا) . وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ ما عَلَيْهِ سَرْجٌ ، فِي عُنُقِهِ سَيْفٌ ، فَقَالَ : (لَقَدْ وَجَدْتُهُ بَحْرًا . أَوْ : إِنَّهُ لَبَحْرٌ) . [ر : ٢٤٨٤]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات (کوئی آواز سن کر) اہل مدینہ ڈر گئے، لوگ اس آواز کی طرف چل پڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا استقبال کیا (کیونکہ آپ تحقیق کر کے واپس آ رہے تھے اور لوگ ابھی نکل رہے تھے) آپ آواز کی طرف لوگوں سے پہلے نکل چکے تھے، فرمارہے تھے گھبرانے کی بات نہیں، آپ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ننگے گھوڑے پر بغیر زین کے سوار تھے، گلے میں تلوار تھی اور فرمارہے تھے میں نے اسے سمندر پایا، یا وہ سمندر ہے۔

لم تُراعوا لم تُراعوا

اس میں "لم" "لا" کے معنی میں ہے، نفی نہی کے معنی میں ہے أي لاتراعوا...... ابوذر کے علاوہ باقی نسخوں میں "لن تراعو" ہے۔(١٠٥)

عُرْيٍ (عین کے ضمہ اور راء کے سکون کے ساتھ) یہ فرس کی صفت ہے ننگی پیٹھ والا گھوڑا ماعلیہ سرج اس کی تفسیر ہے۔

لقد وجدتُه بحرا

اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ضمیر "صوت" کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ آواز سمندر کی تھی، دشمن کی آواز نہیں تھی۔(١٠٦)

دوسرا یہ کہ ضمیر "فرس" کی طرف راجع ہے کہ میں نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح چلنے میں

(١٠٥) إرشادالساري. ١٣/٥٧

(١٠٦) لم أجده فيما بين يديّ من المصادر

وسیع اور کشادہ پایا۔(۱۰۷) اور یہی دوسرا قول راجح ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں فرس کی تصریح ہے۔

٥٦٨٧ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ قالَ : سَمِعْتُ جابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : ما سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فَقَالَ . لَا .

ماسئل النبي صلى الله عليه وسلم عن شئ قط فقال: لا

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی دنیوی چیز طلب کی جاتی تو آپ ''لا'' (نہیں) کبھی نہیں فرماتے بلکہ اگر دینی ہوتی تو نعم (جی ہاں) کہہ دیتے اور کسی عذر کی وجہ سے نہیں دے سکتے تو خاموشی اختیار فرماتے۔ ابن سعد کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے۔(۱۰۸)

٥٦٨٨ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : حَدَّثَنِي شَقِيقٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ قالَ : كُنَّا جُلُوساً مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو يُحَدِّثُنَا ، إِذْ قالَ : لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا ، وَإِنَّهُ كانَ يَقُولُ : (إِنَّ خِيارَكُمْ أَحاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا) . [ر : ٣٣٦٦]

٥٦٨٩ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : جاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِبُرْدَةٍ ، فَقَالَ سَهْلٌ لِلْقَوْمِ : أَتَدْرُونَ ما الْبُرْدَةُ ؟ فَقَالَ الْقَوْمُ : هِيَ شَمْلَةٌ ، فَقَالَ سَهْلٌ : هِيَ شَمْلَةٌ مَنْسُوجَةٌ فِيهَا حاشِيَتُهَا ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَكْسُوكَ هٰذِهِ ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا فَلَبِسَهَا ، فَرَآهَا عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الصَّحَابَةِ ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ما أَحْسَنَ هٰذِهِ ، فَاكْسُنِيهَا ، فَقَالَ : (نَعَمْ) . فَلَمَّا قامَ النَّبِيُّ ﷺ لَامَهُ أَصْحَابُهُ ، قالُوا : ما أَحْسَنْتَ حِينَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا مُحْتَاجًا إِلَيْهَا ، ثُمَّ سَأَلْتَهُ إِيَّاهَا ، وَقَدْ عَرَفْتَ أَنَّهُ لَا يُسْأَلُ شَيْئًا فَيَمْنَعَهُ ، فَقَالَ : رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ ﷺ ، لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا . [ر : ١٢١٨]

---

(۱۰۷) التعليق الصبيح،باب في أخلاقه وشمائله صلى الله عليه وسلم: ٩٢/٧، شرح الطيبي،باب في أخلاق وشمائله صلى الله عليه وسلم ، الفصل الأول: ٣٠/١١، عمدة القاري: ١١٩/٢٢، إرشادالساري: ٥٧/١٣

(٥٦٨٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب ماسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم قط، فقال: لا، وكثرة عطائه: ١٨٠٥/٤ (رقم الحديث: ٢٣١١) وأخرجه الترمذي في الشمائل، باب ماجاء في خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم: ٢٤

(١٠٨) إرشادالساري: ٥٧/١٣، فتح الباري: ٥٦١/١٠

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک "بردہ" لے کر حاضر ہوئی، سہل نے لوگوں سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ بردہ کیا ہے؟لوگوں نے کہاوہ شملہ ہے، سہل نے کہا بردہ اس شملہ (چادر) کو کہتے ہیں جس پر حاشیے بُنے ہوئے ہوں،اس عورت نے عرض کیا،یارسول اللہ! میں آپ کو یہ پہنانا چاہتی ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت مند شخص کی طرح اس کو (بڑی رغبت سے) لیااور اس کو پہن لیا، حضرات صحابہ میں سے ایک شخص نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا،یارسول اللہ! یہ کس قدر خوب صورت ہے، آپ یہ مجھے دیدیں، آپ نے فرمایا،اچھا،جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے(اور اندر تشریف لے گئے) تو صحابہ نے انہیں ملامت کی اور کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا،جب تم نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کو قبول کر لیااور آپؐ کو اس کی ضرورت بھی تھی، لیکنتم نے اس کے باوجود چادر مانگ لی، حالانکہ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ سے جب کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو آپ انکار نہیں کرتے،اس صحابی نے عرض کیاجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہن لیاتو میں اس کی برکت کاامیدوار ہوا،شاید کہ میں اسے اپنا کفن بنالوں۔

جاء ت امرأة

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایاکہ اس عورت کانام مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔(۱۰۹)

هي شملة منسوجه فيها حاشيتها

شملہ چادر اور کملی کو کہتے ہیں، اصل میں شملہ ہر اس کپڑے کو کہتے ہیں جسے پہنا جائے لیکن پھر یہ چادر اور کملی کے لیے استعمال ہونے لگا،یعنی وہ ایسی چادر تھی کہ حاشیے اس میں بنے ہوئے تھے،اس کے حاشیے کاٹے نہیں گئے تھے،یا مطلب یہ ہے کہ وہ بغیر جھالر کے تھی،ابھی تک اس میں جھالر نہیں بنائے گئے تھے،علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أي لم تقطع من ثوب فتكون بلاحاشية، أو أنها جديدة لم يقطع هدبها،

وفي تفسير البردة بالشملة تجوّز لأن البردة كساء، والشملة مايشتمل به،

---

(۱۰۹) إرشادالساري: ۵۸/۱۳، فتح الباري، كتاب الجنائز، باب من استعد الكفن في زمن النبي صلى الله عليه وسلم: ۱۴۳/۳

لکن لما کثر استعمالهم لها، أطلقوا علیها اسمها"(۱۱۰)

فرآها علیه رجل

یہ آدمی کون تھا؟ بعض روایات میں ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے اور بعض میں ہے کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔(۱۱۱)

٥٦٩٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (يَتَقَارَبُ الزَّمانُ ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ ، وَيُلْقَى الشُّحُّ ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ) . قالُوا : وَما الْهَرْجُ ؟ قالَ : (الْقَتْلُ الْقَتْلُ) .

[٦٦٥٢ ، وانظر : ٩٨٩ ، ٣٤١٣]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زمانہ قریب ہو جائے گا، عمل (صالح) کم ہو جائے گا، بخل بڑھ جائے گا اور ہرج کی کثرت ہوگی، لوگوں نے پوچھا، ہرج کیا ہے، فرمایا قتل قتل۔

یتقارب الزمان کا مطلب

❶ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ نے شرح مصابیح میں فرمایا کہ "یتقارب الزمان" سے قرب قیامت مراد ہے یعنی دنیا اور آخرت کا زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا۔(۱۱۲)

❷ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا "یتقارب الزمان" کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ شر اور فساد میں زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائے گا، فسادات بکثرت ہوں گے اور مسلسل ہوں گے، درمیان میں انقطاع کم آئے گا۔(۱۱۳)

---

(۱۱۰) إرشادالساري: ۱۳/۵۸

(۱۱۱) إرشادالساري: ۱۳/۵۸

(۱۱۲) مرقاة: کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰ وشرح الطيبي: کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۵٦ (رقم الحديث: ۵۳۸۹)

(۱۱۳) مرقاة: کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰

③ بعضوں نے کہا کہ اس سے لوگوں کی عمروں کی کمی کی طرف اشارہ ہے یعنی اہل زمانہ کی عمریں کم ہوں گی۔ لمبی عمریں نہیں ہوں گی۔(۱۱۴)

④ بعضوں نے کہا کہ اس سے زمانے میں برکت کی قلت کی طرف اشارہ ہے کہ زمانہ سے برکت اٹھالی جائے گی اور وقت بہت جلد گذرتا جائے گا۔(۱۱۵)

ایک حدیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں ہے قیامت کے قریب وقت اس طرح بے برکت ہو جائے گا کہ سال مہینہ کی طرح، مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح گذرتا ہوا محسوس ہوگا۔(۱۱۶)"یتقارب الزمان" سے اسی بے برکتی کی طرف اشارہ ہے۔

⑤ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ شہر تیزی کے ساتھ مٹتے چلے جائیں گے اور صدیاں تیز رفتاری کے ساتھ گذریں گی۔(۱۱۷)

ویلقی الشحُّ

شح بخل مع الحرص کو کہتے ہیں، یعنی بخل لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جائے گا، عالم اپنے علم میں اور دولت مند اپنے مال میں بخل کرنے لگے گا۔(۱۱۸)

ویکثر الهَرْج

هَرج کی تشریح یہاں حدیث میں قتل سے کی گئی ہے، صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ هرج الناس کے معنی ہیں وقعوا في فتنة وقتل واختلاط......(۱۱۹)اس سے معلوم ہوا کہ هَرج ہر قتل کو

---

(۱۱٤) إرشادالساري: ۱۳/۵۹، عمدة القاري: ۲۲/۱۲۰، مرقاة: کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰

(۱۱۵)مرقاة : کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰، معالم السنن، کتاب الفتن: ٦/۱٤۱ (رقم الحدیث: ٤۰۸۸)

(۱۱٦) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسانید أسماء بنت یزید: ٦/٤٥٤، ٤٥۹، نیز دیکھیے سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب، فتنة الدجال..... ۲/۱۳٥٦ (رقم الحدیث: ٤۰۷٥)

(۱۱۷) مرقاة، کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰

(۱۱۸) مرقاة، کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰

(۱۱۹)مرقاة، کتاب الفتن، الفصل الأول: ۱۰/۱۲۰، القاموس المحیط، فصل الهاء من باب الجیم: ۲/۱۱٥

نہیں کہتے بلکہ اس قتل کو کہتے ہیں جو کسی فتنے کے سبب سے ہو۔

ابن فارس نے معجم مقاییس اللغۃ میں هَرْج کے معنی قتل واختلاط بیان کیے ہیں، علامہ عینی اور قسطلانی نے لکھا ہے کہ ابن فارس نے اس کے معنی فتنہ واختلاط کے کیے ہیں، لیکن معجم میں انھوں نے اس کے معنی قتل واختلاط سے کیے ہیں۔(۱۲۰)

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ هَرْج حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی قتل و فتنہ کے ہیں۔(۱۲۱)

یلقی الشح کی مناسبت سے امام نے یہ حدیث یہاں ذکر فرمائی ہے کیونکہ ترجمۃ الباب کا جزء ثالث ومایکرہ من البخل ہے۔

٥٦٩١ : حدّثنا مُوسٰی بْنُ إِسْمَاعِيلَ : سَمِعَ سَلَّامَ بْنَ مِسْكِينٍ قالَ : سَمِعْتُ ثَابِتًا يَقُولُ : حَدَّثَنَا أَنَسٌ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : خَدَمْتُ ٱلنَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ ، فَمَا قالَ لِي : أُفٍّ ، وَلَا : لِمَ صَنَعْتَ ؟ وَلَا : أَلَا صَنَعْتَ . [ر : ٢٦١٦]

خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين

یہاں بخاری کی روایت میں دس جب کہ صحیح مسلم کی روایت میں نو سال کا ذکر ہے۔(۱۲۲)

لیکن دونوں میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ کل مدت خدمت نو سال اور چند ماہ ہے، دس والی روایت میں کسر کو پورا کیا اور نو والی روایت میں کسر کو حذف کیا۔(۱۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو دنیوی کاموں میں کبھی نہیں ڈانٹا اور نہ ہی یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا، کیوں نہیں کیا۔

---

(١٢٠)عمدة القاري: ٢٢/١٢٠، إرشاد الساري: ١٣/٥٩، معجم مقاييس اللغة: باب الهاء والراء ومايثلثهما: ٦/٤٩

(١٢١)عمدة القاري: ٢٢/١٢٠ إرشادالساري: ١٣/٥٩، معالم السنن: ٦/١٤٣ (رقم الحديث: ٤٠٨٨)

(١٢٢)رواه مسلم في كتاب الفضائل ، باب كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسن الناس خلقا: ٤/١٨٠٤ (رقم الحديث: ٢٣٥٩)

(١٢٣)فتح الباري: ١٠/٥٦٤، إرشادالساري: ١٣/٥٩

البتہ شرعی امور میں آپ کسی تسامح اور چشم پوشی سے کام نہیں لیتے تھے۔(۱۲۴)

٤ – باب : كَيْفَ يَكُونُ الرَّجُلُ في أَهْلِهِ .

٥٦٩٢ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الحَكَمِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ قالَ : سَأَلْتُ عائِشَةَ : ما كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ في أَهْلِهِ ؟ قالَتْ : كانَ في مِهْنَةِ أَهْلِهِ ، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قامَ إِلَى الصَّلَاةِ . [ر : ٦٤٤]

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”أي هذا باب يذكر فيه كيف يكون حال الرجل في أهله يعني إذاكان الرجل في بيته بين أهله، كيف يعمل من أعمال نفسه، ومن أعمال البيت على مايجيء في حديث الباب“(۱)

یعنی اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ آدمی کس طرح گھر والوں میں رہتے ہوئے گھر کے اور اپنے کام کرے۔

روایت باب میں ہے کہ اسود بن یزید نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر والوں میں رہتے ہوئے کیا کرتے تھے تو فرمانے لگیں، وہ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں مصروف رہتے، جب نماز کا وقت ہو جاتا تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

مسند احمد کی روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”يخيط ثوبه، ويخصف نعله، ويعمل مايعمل الرجال في بيوتهم(۲) اپنے کپڑے سیتے، اپنا جوتا گانٹھتے اور وہ کام انجام دیتے جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا(۳) اور مسند احمد ہی میں حضرت عائشہؓ کی

(١٢٤) فتح الباري: ١٠/٥٦٥، إرشادالساري: ١٣/٦٠
(١) عمدة القاري: ٢٢/١٢١
(٢) مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد عائشةؓ: ٦/١٢١
(٣) عمدة القاري: ٢٢/١٢١

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں "ماکان إلابشرا من البشر، کان یفلي ثوبه،ویحلب شاته، ویخدم نفسه"(۴) یفلي ثوبه کے لغوی معنی تو کپڑوں میں جوئیں تلاش کرنے کے ہیں، لیکن دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوئیں نہیں ہوا کرتی تھیں، اس لیے یہاں اس سے ویسے ہی اپنے کپڑوں کو ٹٹولنا مراد ہے۔(☆)

حدیث باب کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(۵) شارح بخاری علامہ ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أخلاق الأنبياء والمرسلين عليهم السلام التواضع والتذلل في أفعالهم، والبعد عن الترفه والتنعم، فكانوا يمتهنون أنفسهم فيما يعن لهم ليستنوا بذلك، فيسلك سبيلهم وتقتفي آثارهم وقول عائشة: "كان في مهنة أهله" يدل على دوام ذلك من فعله متى عرض له مايحتاج إلى إصلاحه، لئلايخلد إلى الدعة والرفاهية التي ذمّها الله وأخبر أنها من صفات غيرالمؤمنين فقال تعالى:﴿فذرني والمكذبين أولي النعمة ومهلهم قليلا﴾(٦)

یعنی انبیاء کے اخلاق میں تواضع اور عاجزی اور تعیش اور تنعم سے دوری داخل ہوتی ہے، چنانچہ وہ اپنی پیش آنے والی ضروریات کو خود پورا کرتے ہیں تاکہ ان کا عمل دوسرے لوگوں کے لیے سنت اور اسوہ بن سکے، لوگ ان کے طریقے پر چل سکیں اور ان کے آثار اور نقش قدم کی اتباع کر سکیں، حضرت عائشہؓ کا قول "كان في مهنة أهله" دوام پر دلالت کرتا ہے کہ حضورؐ کو جب بھی کسی چیز کی درستگی اور اصلاح کی

---

(٤) مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد عائشةؓ: ٢٥٦/٦

(☆) التعليق الصبيح، باب بدء الخلق وذكر الأنبياء: ٩٧/٧

(٥) أخرجه البخاري في كتاب الصلاة، باب من كان في حاجة أهله فأقيمت الصلاة، فخرج (رقم الحديث: ٦٧٦)

(٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٢٣٤/٩

ضرورت پیش آتی آپ بذات خود اس کی اصلاح فرماتے، یہ اس لیے تاکہ ہمیشہ آپ اس آسودگی اور فارغ البالی سے بچے رہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت کی ہے اور بتلایا کہ یہ مومنین کی صفت نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے "آپ مجھے اور تکذیب کرنے والے اصحاب تنعم کو چھوڑ دیں اور ان کو کچھ دیر کے لیے مہلت دیدیں۔"

٤١ – باب : الْمِقَةُ مِنَ اللهِ تَعَالَى .

٥٦٩٣ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَبُو عاصِمٍ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قالَ : أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِذَا أَحَبَّ اللهُ العَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ : إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ : إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ) .

[ر : ٣٠٣٧]

مِقَة بروزن عدة محبت کو کہتے ہیں(٧) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بندے کے ساتھ محبت شروع ہوتی ہے تو وہ بندہ فرشتوں میں اور پھر انسانوں میں مقبول و محبوب بن جاتا ہے "المقة من اللّٰه" یہ حدیث کے الفاظ ہیں جو امام احمد اور ابن ابی شیبہ نے نقل کی ہے "المقة من اللّٰه ،والصيت من السماء فإذا أحب اللّٰه عبدا....."(٨)(محبت اللہ کی طرف سے اور شہرت آسمان کی طرف سے ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کی مقبولیت کا اعلان کرتے ہیں.....) یہ روایت چونکہ امام بخاری کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کر دیا ہے۔

إذا أحب اللّٰه عبدا

صحیح بخاری کی کتاب الرقاق کی روایت میں بندے کے ساتھ اللہ کی محبت کرنے کے سبب کو بیان کیا گیا ہے، اس میں ہے "لایزال عبدي يتقرب إليّ بالنوافل حتى أحبه"(٩)(میرا بندہ نوافل کے

---

(٧) النهاية لابن الأثير: ٣٤٨/٤

(٨) فتح الباري: ٥٦٦/١٠

(٩) أخرجه البخاري في كتاب الرقاق، باب من أحب لقاء اللّٰه أحب اللّٰه لقاءه (رقم الحديث. ٦٥٠٧)

ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں)اور مسند احمد میں حضرت ثوبان کی حدیث ہے''إن العبد لیلتمس مرضاة الله تعالی، ولا یزال بذلك فیقول الله عزوجل لجبریل: إن فلانا عبدي یلتمس أن یرضیني، ألا وإن رحمتي علیه.....''(۱۰)(بندہ مسلسل اللہ کی رضامندی کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے کہتے ہیں کہ فلاں بندہ میری رضا کی تلاش میں ہے، سن لو، اس پر میری رحمت اب چھاگئی ہے۔).

قَبول قاف کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے، بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ اس وزن پر قاف کے فتحہ کے ساتھ ''قبول'' کے علاوہ کوئی اور لفظ ہمیں نہیں ملا، علامہ ابن منظور افریقی نے ''لسان العرب'' میں اس کی تصریح کی ہے۔(۱۱) قرآن کریم میں ہے ﴿فتقبلها ربها بقبول حسن﴾(۱۲)

معتمر کی روایت میں''قبول'' کے بجائے ''محبت'' کا لفظ ہے، اس میں ہے ''فیوضع له المحبة''(۱۳)

حاصل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ اس کی اطاعت وبندگی کی وجہ سے محبت فرماتے ہیں تو مخلوق میں بھی وہ بندہ اللہ کے حکم وفیصلے سے محبوب بن جاتا ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ فرمادیتے ہیں، فرشتوں کی محبت اس کے لیے استغفار کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور لوگوں کی محبت، عقیدت و تعلق کی صورت میں سامنے آتی ہے(۱۴) قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے ﴿إن الذین آمنوا وعملواالصالحات سیجعل لهم

---

(١٠) مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبلؒ، مسانید ثوبانؓ: ٥/٢٧٩

(١١)لسان العرب، مادة ''قبل'': ١١/٤٤٠، لیکن ابن بری نے اس کورد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وزن کے چار دوسرے مصادر بھی ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وقدجاء الوضوء والطهور والولوع والوقود، وعدتها مع القبول خمسة۔

(١٢) سورة آل عمران: ٣٧

(١٣) فتح الباري: ١٠/٥٦٧

(١٤)فتح الباري: ١٠/٥٦٧، إرشادالساري: ١٣/٦١، عمدة القاري: ٢٢/١٢١

الرحمن ودًّا﴾(۱۵)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اور اس کے لیے اہل سماء اور اہل ارض میں نفرت کا اعلان کردیا جاتا ہے، "ثم توضع له البغضاء في الأرض"(۱٦) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وحقيقة المحبة عندأهل المعرفة من المعلومات التي لاتحد، وإنما يعرفها من قامت به وجدانا لايمكن التعبير عنه، والحب على ثلاثة أقسام: إلهي وروحاني وطبيعي، وحديث الباب بشتمل على هذه الأقسام الثلاثة، فحب الله العبد حب إلهي، وحب جبريل والملائكة له حب روحاني، وحب العبادله حب طبيعي"(۱۷)

اس کا حاصل یہ ہے کہ محبت کی حقیقت ایک وجدانی چیز ہے، لفظوں میں اس کی کوئی نپی تلی تعریف نہیں کی جاسکتی، محبت کی تین قسمیں ہیں، الٰہی، روحانی اور طبعی، حدیث باب تینوں پر مشتمل ہے، اللہ تعالٰی کا بندے سے محبت کرنا حب الٰہی، جبرئیل اور فرشتوں کا اس بندے سے محبت کرنا حب روحانی اور لوگوں کا اس کے ساتھ محبت کرنا حب طبعی ہے۔ لیکن بندوں کی وہ محبت معتبر ہے جو اہلِ علم و فضل اور صلحاء میں پائی جاتی ہے اگر کوئی شخص فاسق فاجر لوگوں کے یہاں محبوب ہوتا ہے اور اہل علم و فضل کے یہاں محبوب نہیں ہوتا تو اس محبت کا کوئی اعتبار نہیں۔

٤٢ – باب : الحُبِّ في اللهِ .

٥٦٩٤ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَجِدُ أَحَدٌ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ حَتَّى يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلهِ ، وَحَتَّى أَنْ يُقْذَفَ

---

(١٥) سورة مريم: ٩٦

(١٦) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب إذا أحب الله عبدًا، حببه إلى عباده: ٢٠٣٠/٤ (رقم الحديث: ٢٦٣٧)

(١٧) فتح الباري : ٥٦٧/١٠

في النَّارِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللهُ ، وَحَتَّى يَكُونَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا) . [ر : ١٦]

اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے بغض کرنا ایمان کی علامات میں سے ہے، حدیث باب کی تشریح "کتاب الإیمان" میں گذر چکی ہے۔(۱۸)

٤٣ – باب : قَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ» الآية /الحجرات : ١١/ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سورۃ الحجرات کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے۔ جس میں مؤمنین سے خطاب کر کے اللہ جل شانہ نے تمسخر اور مذاق اڑانے سے منع فرمایا ہے۔

تمسخر کے معنی وممانعت

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تفسیر قرطبی میں فرمایا کہ تمسخر اس کو کہتے ہیں کہ آدمی کسی شخص کی تحقیر اور اس کی تذلیل و توہین کے لیے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرے کہ لوگ اس پر ہنسنے لگ جائیں، یہ زبان کے علاوہ ہاتھ پاؤں کے اشارے سے بھی ہوتا ہے(۱۹) قرآن کریم نے مردوں اور عورتوں کا الگ الگ ذکر کر کے اس کی ممانعت فرمائی، ورنہ عموماً احکام قرآن میں خواتین کا الگ مستقل ذکر نہیں ہوتا، دونوں کا الگ ذکر کرنے ایک تو اس کی شناعت کی طرف بطور خاص توجہ دلانا مقصود ہے، دوسرا یہ مرض عورتوں میں بکثرت پایا جاتا ہے، اس لیے خواتین کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا۔(۲۰)

قرآن کریم نے مردوں کو مردوں کے تمسخر کرنے سے اور عورتوں کو عورتوں کے مذاق اڑانے سے منع کیا، حالانکہ جس طرح یہ ممنوع اور حرام ہے، ٹھیک اسی طرح کسی مرد کا عورت کے ساتھ تمسخر یا کسی عورت کا مرد کے ساتھ تمسخر بھی حرام اور ناجائز ہے۔

---

(۱۸) كشف الباري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان. ٢/٢٥

(۱۹) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ١١، ١٦/٣٢٥، نیز دیکھیے روح المعاني: ١٣/١٥٢

(۲۰) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ١١، ١٦/٣٢٦، روح المعاني. ١٣/١٥٣

لیکن شرعاً چونکہ اختلاط مرد وزن ممنوع ہے، اس لیے اس صورت کاذکر نہیں کیا، اس میں اشارہ تھا کہ جب اسلامی معاشرہ خالص اسلامی بنیادوں پر تشکیل پائے گا تو یہ صورت اس میں از خود پیدا ہی نہیں ہوگی، اس لیے صراحت کے ساتھ اس صورت کو ذکر نہیں کیا گیا۔(۲۱)

لاتلمزوا أنفسکم کے معنی

تمسخر کے ساتھ "لمز" سے بھی ﴿ولاتلمزوا أنفسکم﴾ کہہ کر منع کیا گیا۔ لَمز کے معنی کسی میں عیب نکالنے یا کسی کے عیب پر طعنہ زنی کرنے کے آتے ہیں۔(۲۲)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لمز کسی کے عیوب کو واضح کرنے یا کسی کے عیوب کی جستجو اور تلاش کرنے کو کہتے ہیں، جب کہ سخرية تحقیر اور توہین کرنے کو کہتے ہیں۔(۲۳)

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا اللمز: الطعن والضرب باللسان(۲۴) اس صورت میں "لاتلمزوا" کا عطف "لایسخر ....." پر عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہوگا۔(۲۵)

"لاتلمزوا" کے بعد "أنفسکم" فرمایا، علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أي لایعیب بعضکم بعضا بقول أوإشارة، لأن المؤمنین کنفس واحدة، فمتی عاب المؤمن المؤمن فکأنه عاب نفسه(۲٦) یعنی تم ایک دوسرے پر قول یا اشارہ سے عیب مت لگاؤ کیونکہ تمام مؤمنین ایک نفس کی طرح ہیں، جب ایک مؤمن دوسرے پر عیب لگاتا ہے تو گویا وہ خود اپنے آپ پر عیب لگاتا ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اس کی ایک اور توجیہ بھی لکھی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے پر عیب

(۲۱) معارف القرآن للمفتي محمد شفيع: ۱۱٦/۸

(۲۲) مجمع بحار الأنوار: ٥٠٦/٤، النهاية لابن الأثير: ٢٦٩/٤

(۲۳) روح المعاني للعلامة الألوسي: ١٥٣/١٣، الجزء: ٢٥

(٢٤) عمدة القاري: ١٢٢/٢٢، إرشادالساري: ٦٣/١٣

(٢٥) روح المعاني للعلامة الألوسي: ١٥٣/١٣، الجزء: ٢٥

(٢٦) روح المعاني للعلامة الألوسي: ١٥٣/١٣، الجزء: ٢٥

لگاتا ہے، ظاہر ہے عیب لگانے والا خود عیب سے مبرا نہیں ہو سکتا، اس میں بھی یقیناً کوئی نہ کوئی عیب ہوگا، لہٰذا جواب میں وہ شخص اس میں موجود عیب پر طعنہ زنی کرے گا، اس طرح اس نے دوسرے کا عیب نکال کر خود کو بھی طعنہ زنی کا ہدف بنالیا، گویا کہ خود اس نے یہ عیب اپنے اوپر لگایا "اس لیے اپنے اوپر عیب نہ لگاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں پر طعنہ زنی نہ کرو کہ پھر خود اس کا ہدف بننا پڑے گا۔(۲۷)

ولاتنابزوا بالألقاب

یعنی ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو، صاحب القاموس المحیط نے لکھا ہے التنابز: التعاير والتداعي بالألقاب(۲۸) یعنی برے القاب سے کسی کو عار دلانا اور پکارنا۔

حافظ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباسؓ سے تنابز کی تفسیر نقل کی ہے کہ آدمی کسی زمانے میں بدکار اور بدکردار تھا، اس نے توبہ کی اور نیکی کی راہ پر آگیا تو اب اس کو سابقہ برائیوں پر عار دلانا تنابز ہے۔(۲۹)

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں، علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اور علامہ قرطبی نے تفسیر قرطبی میں اس آیت کے شان نزول میں اس طرح کے کئی واقعات نقل کیے ہیں۔(۳۰)

بئس لاسم الفسوق بعدالإيمان

علامہ آلوسی رحمہ اللہ "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:

"بئس الذكر المرتفع للمؤمنين بسبب ارتكاب التنابز أن يذكروا بالفسق بعد اتصافهم بالإيمان، وهو ذم على احتماع الفسق ــ وهو ارتكاب التنابز ــ والإيمان على معنى: لاينبغي أن يجتمعا فإن الإيمان يأبى الفسق"(۳۱)

---

(۲۷) إرشادالساري: ۱۳/۶۳

(۲۸) القاموس المحيط، باب الزاى، فصل الميم والنون: ۲/۲۰۰

(۲۹) تفسير الطبري لابن جرير، سورة الحجرات: ۱۱، ۱۱/۱۳۳

(۳۰) التفسير الكبير للإمام الفخرالرازي، سورة الحجرات: ۲۸/۱۳۱، تفسير ابن كثير، سورة الحجرات: ۴/۲۱۲، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۶/۳۲۴

(۳۱) روح المعاني، سورة الحجرات: ۱۳/۱۵۵ (الجزء: ۲۶)

یعنی برے القاب کے ذریعہ سے مؤمنین کا ذکر کرنا بہت برا ہے، اس طرح کہ ایمان سے متصف ہونے کے بعد فسق کے ساتھ ان کا ذکر کیا جائے (انھیں فاسق، فاجر، یہودی، نصرانی وغیرہ کہا جائے) کوئی شخص حقیقی معنوں میں مؤمن ہوگا تو وہ مؤمنین کو برے القاب سے یاد کرنے کا ارتکاب نہیں کرے گا کیونکہ یہ ارتکاب فسق ہے اور ایمان اور فسق دونوں جمع نہیں ہونے چاہئیں۔

اسی طرح کوئی شخص پہلے کافر تھا، پھر مسلمان ہوگیا یا فاسق وفاجر تھا، پھر نیک وصالح ہوگیا، اس کے پکے مؤمن ہونے کے بعد سابقہ کفر وفسق کا ذکر کرنا جائز نہیں۔

حاصل یہ کہ کہنے والا مؤمن ہے تو اس کو تنابز کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ فسق ہے اور ایمان لانے کے بعد فسق کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے اور جس کے بارے میں کہا جارہا ہے وہ مؤمن ہے تو ایمان سے متصف ہونے کے بعد فسق کے ساتھ اس کا تذکرہ نہیں کرنا چاہیئے تو آیت قائل اور مقول فیہ دونوں سے متعلق ہے۔

اسم یہاں ذکر کے معنی میں ہے، کہتے ہیں طار اسمه أي ذكره

٥٦٩٥ : حدّثنا عليُّ بنُ عبدِ الله : حدَّثنا سُفيانُ ، عنْ هِشامٍ ، عنْ أبيهِ ، عنْ عبدِ الله ابنِ زَمْعةَ قالَ : نَهى النّبيُّ ﷺ أنْ يَضْحَكَ الرَّجُلُ مِمَّا يَخْرُجُ مِنَ الْأَنْفُسِ ، وَقالَ : (بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمْ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ ، ثُمَّ لَعَلَّهُ يُعانِقُها) . وَقالَ الثَّوْرِيُّ وَوُهَيْبٌ وَأَبُو مُعاوِيَةَ عَنْ هِشامٍ : (جَلْدَ الْعَبْدِ) . [ر : ٣١٩٧]

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاح خارج ہونے پر ہنسنے سے منع فرمایا(٣٢) اور فرمایا کہ کیوں تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو سانڈ کی طرح مارتا ہے، حالانکہ پھر وہ اس سے ملے گا۔

سفیان ثوری، ابومعاویہ، محمد بن حازم اور وہیب بن خالد نے "ضرب الفحل" کے بجائے "جلد العبد" کہا ہے "جلد" کے معنی کوڑے مارنے کے ہیں۔

---

(٣٢)لأنه قديكون بغير الاختيار، ولأنه أمر مشترك بين الكل ،عمدة القاري: ١٢٣/٢٢، وإرشادالساري. ٦٣/١٣

سفیان کی روایت کتاب النکاح میں، وہیب کی روایت کتاب التفسیر میں موصولاً گذر چکی ہے اور ابو معاویہ کی روایت کو امام احمد نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۳۳)

ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیت کریمہ کے ساتھ مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "المناسبة بين الحديث والآية الكريمة: هي أن ضحك الرجل مما يخرج من الأنفس فيه معنى الاستهزاء والسخرية"(۳۴) یعنی ریاح خارج ہونے کی وجہ سے ہنسنا بھی ایک طرح استہزاء اور تمسخر ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کریمہ کے ساتھ ذکر کیا۔

٥٦٩٦ : حدّثني محمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا عاصِمُ بْنُ مُحمَّدِ ابْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِنًى : (أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا) . قالُوا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (فَإِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ ، أَفَتَدْرُونَ أَيُّ بَلَدٍ هٰذَا) . قالُوا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (بَلَدٌ حَرَامٌ ، أَتَدْرُونَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا) . قالُوا : اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قالَ : (شَهْرٌ حَرَامٌ ، قالَ : فَإِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِماءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا) . [ر : ١٦٥٥]

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وجه المناسبة بينه وبين الآية المذكورة من حيث إن فيه حرمة العرض التي تتضمنها الآية الكريمة أيضا على مالا يخفى على الفطن"(۳۵)

یعنی حدیث شریف میں عزت کی حرمت کا ذکر ہے کہ کسی کی عزت کو پامال کرنا حرام ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کا ذکر ہے، اس طرح حدیث اور آیت کے درمیان مناسبت واضح ہے۔

درحقیقت حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک حقوق اللہ اور دوم حقوق العباد...... حقوق العباد کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ حقوق جو انسان کے مال اور جسم سے متعلق ہیں اور دوسرے وہ حقوق جو انسان کی عزت، رتبہ اور حیثیت سے متعلق ہیں، معاشرتی زندگی میں شریعت نے دونوں قسم کے حقوق کی پاسداری

(٣٣) فتح الباري: ١٠/٥٦٩، إرشاد الساري: ١٣/٦٣

(٣٤) عمدة القاري: ٢٢/١٢٢

(٣٥) عمدة القاري: ٢٢/١٢٣

اور ادائیگی کی بڑی تاکید کی ہے اور ان کی پامالی کو حرام اور ناجائز کہا ہے، آیت کریمہ میں ان میں سے بعض صور توں کا ذکر ہے جن میں ایک انسان دوسرے کے حقوق کو پامال اور اس کی عزت واحترام کی تحقیر کر سکتا ہے، روایت باب میں "إن الله حرّم عليكم دماء كم وأموالكم وأعراضكم......" حقوق العباد کی دونوں قسموں کی عدم رعایت اور پامالی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔(۳۶)

٤٤ - باب: ما يُنْهى مِنَ السِّبابِ وَاللَّعْنِ.

٥٦٩٧ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مَنْصُورٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ) .

تَابَعَهُ محمَّدُ بْنُ جعفرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ . [ر : ٤٨]

کسی مسلمان کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا ممنوع ہے، حدیث باب میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق اور گناہ ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے، کفر سے یا کفران نعمت مراد ہے یا کفر حقیقی مراد ہے لیکن کفر حقیقی اس شخص کے حق میں ہوگا جو مسلمان کے ساتھ قتال کو حلال اور جائز سمجھتا ہو اور یا یہ زجر و توبیخ پر محمول ہے۔(۳۷)

تابعه محمد بن جعفر عن شعبة

یعنی سلیمان بن حرب کی متابعت محمد بن جعفر غندر نے کی ہے، ان کی یہ متابعت امام احمد رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے۔(۳۸)

٥٦٩٨ : حدّثنا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنِ الحُسَيْنِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَعْمَرَ : أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلاً بِالْفُسُوقِ ، وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذٰلِكَ) . [ر : ٣٣١٧]

---

(٣٦) فتح الباري: ١٠/٥٢٩

(٣٧)فتح الباري: ١٠/٥٧١، عمدة القاري: ٢٢/١٢٣، إرشادالساري: ١٣/٦٤

(٣٨) مسندالإمام أحمد بن محمد بن حنبلؒ، مسانيد عبدالله بن مسعودؓ: ١/٣٨٥

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی شخص کسی پر نہ فسق کا الزام لگائے نہ کفر کا، اس لیے کہ اگر وہ اس کا اہل نہ ہوگا تو وہ (فسق یا کفر) اس الزام لگانے والے کی طرف لوٹے گا۔

کسی کو کافر یا فاسق کہنے کا حکم

إلا ارتدتْ عليه إن لم يكن صاحبُه كذلك

یعنی وہ کلمہ کفر اس کی طرف لوٹ آتا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے، ایک شخص نے دوسرے کو فاسق یا کافر کہا اور جس کو کہا ہے وہ حقیقت میں فاسق یا کافر ہے تو ایسی صورت میں کہنے والی کی نیت کو دیکھا جائے گا! اگر اس نے خیر خواہی کے جذبے سے یا لوگوں کو اس کی حالت سے باخبر کرنے کے لیے یہ جملہ کہا ہے تو جائز ہے۔ (۳۹)

لیکن اگر اس کا مقصد اس شخص پر طعنہ زنی اور بلاضرورت اس کے فسق یا کفر کی تشہیر ہے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ شریعت نے برائیوں کے اچھالنے کا نہیں، ستر اور چھپانے کا حکم دیا ہے، ترمذی شریف کی حدیث میں ہے "من ستر علی مسلم ستره الله في الدنيا والآخرة" اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے "من ستر مسلما ستره الله يوم القيامة" (۴۰)

لیکن جس شخص کو فاسق یا کافر کہا اور وہ حقیقت میں فاسق و کافر نہیں تو یہاں روایت میں فرمایا گیا کہ وہ کلمہ تکفیر کہنے والے کی طرف لوٹ آتا ہے، اس کے مختلف مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ کہنے والے کی طرف لوٹ آنے کا ظاہری مطلب تو یہی ہے کہ وہ خود کافر ہو جائے گا، حالانکہ مسلمان کو کافر کہنے سے آدمی گناہ گار تو ضرور ہو جاتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا، اس لیے اس کی ایک تو وہی مشہور تاویل کی گئی کہ یہ حکم مستحل کے لیے ہے یعنی جو شخص مسلمان کو گالی دینا حلال اور جائز سمجھتا ہے، وہ

---

(۳۹) فتح الباري: ۵۷۱/۱۰، عمدة القاري: ۱۲۴/۲۲، نیز دیکھیے إرشادالساري: ۶۵/۱۳

(۴۰) الجامع الصحيح للترمذي، كتاب الحدود، باب ماجاء في الستر على المسلم: ۳۸/۴ (رقم الحديث: ۱۴۲۵)، رواه مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم الظلم: ۱۹۹۶/۴، (رقم الحديث: ۲۵۸۰)

کافر ہوجاتا ہے اور اس کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں(۴۱) لیکن سیاق کلام سے اس مطلب کی تائید نہیں ہوتی۔

❷ یہ زجر و توبیخ پر محمول ہے، معنی حقیقی مراد نہیں۔(۴۲)

❸ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس جملے کا وبال اس پر آئے گا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علامہ قرطبی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"والحاصل أن المقول له، إن كان كافرا كفرا شرعيا، فقد صدق القائل، وذهب بها المقول له، وإن لم يكن، رجعت للقائل معرة ذلك القول وإثمه...... وهو من أعدل الأجوبة"(۴۳)

یعنی جس شخص کو کافر کہا گیا وہ اگر واقعتاً کافر ہے، پھر تو کہنے والا سچا ہے اور جس کے متعلق کہا گیا وہ اس کا مستحق ہے لیکن اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والے پر اس جملے کا وبال اور گناہ آئے گا، یہ اس حدیث کی سب سے اچھی توجیہ ہے۔

لعنت کے متعلق بھی اس طرح کی ایک حدیث امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "إن العبد إذا لعن شيئاً صعدت اللعنة إلى السماء، فتغلق أبواب السماء دونها، ثم تهبط إلى الأرض، فتأخذ يمنة ويسرة، فإن لم تجد مساغا، رجعت إلى الذي لعن، فإن كان أهلا، وإلا رجعت إلى قائلها"(۴۴) یعنی آدمی جب کسی چیز پر لعنت بھیجتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف جاتی ہے، آسمان کے دروازے اس کے سامنے بند ہو جاتے ہیں تو وہ پھر زمین کی طرف آجاتی ہے، وہاں دائیں بائیں گھومتی ہے، جب کوئی اور جگہ اسے نہیں ملتی تو اس چیز کی طرف لوٹ آتی ہے جس پر وہ لعنت بھیجی گئی ہے، اگر وہ اس کی اہل ہو تو اس پر لگ جاتی ہے، ورنہ لعنت بھیجنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

(٤١) فتح الباري: ١٠/٥٧١، عمدة القاري: ٢٢/١٤٣، إرشادالساري: ١٣/٦٤

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٥٧١

(٤٣) فتح الباري: ١٠/٥٧٢

(٤٤) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في اللعن: ٤/٢٧٧ (رقم الحديث: ٤٩٠٥)

٥٦٩٩ : حدّثنا محمدُ بْنُ سِنَانٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمانَ : حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : لَمْ يَكُنْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَاحِشًا ، وَلَا لَعَّانًا ، وَلَا سَبَّابًا ، كانَ يَقُولُ عِنْدَ المَعْتِبَةِ : (ما لَهُ تَرِبَ جَبِينُهُ) . [ر : ٥٦٨٤]

٥٧٠٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ المُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَىٰ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ : أَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ ، وَكانَ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ ، حَدَّثَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ حَلَفَ عَلَى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ فَهْوَ كما قالَ ، وَلَيْسَ عَلَى ٱبْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي ٱلدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهْوَ كَقَتْلِهِ ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهْوَ كَقَتْلِهِ) . [ر : ١٢٩٧]

ثابت بن ضحاک نے جو اصحاب شجرہ (درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں) میں سے تھے، بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری ملت کی قسم کھائے تو وہ ایسا ہے جیسا اس نے کہا اور آدمی پر اس چیز کے متعلق نذر پوری کرنا ضروری نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور جس نے جس چیز کے ساتھ دنیا میں خودکشی کی، قیامت میں اس کو اسی چیز کے ذریعہ عذاب دیا جائے گا اور جس نے کسی مؤمن پر تہمت لگائی تو وہ اس کے قتل کی طرح ہے۔

من حلف علی ملةٍ غیر الإسلام فھو کما قال

ملة موصوف اور غیر الإسلام اس کی صفت ہے "علی" "باء" کے معنی میں ہے، مثلاً کسی نے حلف اٹھایا کہ اس نے اگر یہ کام کیا تو وہ یہودی ہوگا، یا نصرانی ہوگا اور اس نے وہ کام کیا ہو تو وہ یہودی اور نصرانی ہو جائے گا، یہاں پر بھی وہی باتیں کہی گئی ہیں جن کا ذکر ابھی گذر چکا ہے کہ یا تو یہ زجز و توبیخ اور مبالغہ فی الوعید پر محمول ہے، معنی حقیقی مراد نہیں، یا اس شخص کے بارے میں ہے جو یہودی، نصرانی یعنی کافر بننے کا ارادہ کر رہا ہے تو ارادۂ کفر، کفر ہے، لہٰذا ایسا شخص کافر ہو جائے گا، ہاں اگر کسی نے محلوف علیہ سے اپنے آپ کو روکنے کے لیے اس طرح کا حلف اٹھایا تو یہ شرعاً یمین نہیں، لہٰذا اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، البتہ حدیث میں ممانعت وارد ہونے کی وجہ سے وہ گناہگار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وظاهره أنه يكفر، أوهو محمول على من أراد أن يكون متصفا بذلك إذا وقع المحلوف عليه، لأن إرادة الكفر كفر، فيكفر في الحال، أوالمراد التهديد والمبالغة في الوعيد، لا الحكم، وإن قصد تبعيد نفسه عن الفعل، فليس بيمين ولايكفربه"۔(۴۵)

وليس على ابن آدم نذرٌ فيما لا يملك

نذر اور منت آدمی صرف اپنی مملوکہ اشیاء کے سلسلے میں مان سکتا ہے، جس چیز کا آدمی مالک نہ ہو، اس کی نذر ماننا درست نہیں، مثلاً کوئی کہے کہ اگر میرا بیٹا صحت یاب ہوگیا تو میں زید کا گھر صدقہ کروں گا۔(۴۶)

ومن قتل نفسه بشيئٍ في الدنيا......

آدمی نے جس چیز کے ساتھ خودکشی دنیا میں کی ہوگی، آخرت میں اسی چیز کے ساتھ بطور سزا اپنے آپ کو قتل کرے گا لیکون الجزاء من جنس العمل، وإن كان عذاب الآخرة أعظم(۴۷)(تاکہ سزا، گناہ ہی کی جنس سے ہو، اگرچہ آخرت کا عذاب سخت ہوگا۔)

ومن لعن مؤمنا فهوَ كقتله

مؤمن پر لعنت کرنا اس کے قتل کر دینے کی طرح ہے یعنی جس طرح مؤمن کو قتل کرنا حرام ہے، اسی طرح اس پر لعنت کرنا بھی حرام ہے یا جس طرح مؤمن کو قتل کرنا باعثِ عقاب ہے، اسی طرح اس پر لعنت کرنا بھی باعثِ سزا وعقاب ہے۔(۴۸)

---

(٤٥)إرشادالساري: ٦٦/١٣

(٤٦) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الأيمان، مطلب في أحكام النذر:٧٣٧/٣، نیز دیکھیے الفتاوى البزازيه، كتاب الأيمان، النوع الثالث في النذر: ٢٧١/٤

(٤٧) إرشادالساري: ٦٧/١٣، نیز دیکھیے عمدة القاري:١٢٥/٢٢

(٤٨)إرشاد الساري: ٦٧/١٣

٥٧٠١ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَدِيُّ ابْنُ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ صُرَدٍ ، رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَغَضِبَ أَحَدُهُما ، فَاشْتَدَّ غَضَبُهُ حَتَّى انْتَفَخَ وَجْهُهُ وَتَغَيَّرَ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً ، لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ). فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ : تَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَقَالَ : أَتَرَى بِي بَأْسًا ، أَمَجْنُونٌ أَنَا ، اذْهَبْ .
[ر : ٣١٠٨]

روایت میں ہے کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دوسرے کو گالی دی، ان میں سے ایک کو بہت زیادہ غصہ آگیا، یہاں تک کہ اس کا چہرہ پھول گیا اور رنگ بدل گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر وہ شخص اس کو پڑھے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، ایک شخص نے اس کے پاس جاکر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی خبر دی کہ تو "أعوذ باللّٰہ......" پڑھ، اس نے کہا کہ کیا تم مجھ میں کوئی برائی پاتے ہو؟ کیا میں پاگل ہوں؟ چلو، ہٹ جاؤ۔

استبّ رجلان

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے ان دو آدمیوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے۔(٤٩)

إني لأعلم كلمة لوقالها لذهب عنه الذي يجد

آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص وہ کہتا تو اس کا غصہ جاتا رہتا، صحیح مسلم کی روایت میں اس کلمہ کی تصریح آتی ہے، اس میں ہے "لوقالها لذهب ذاعنه: أعوذباللّٰه من الشيطان الرجيم"(٥٠)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے "إني لأعلم كلمة لو قالها لذهب عنه مايجد من الغضب فقال: ماهي يارسول اللّٰه ؟ قال: يقول: اللهم إني أعوذبك من

(٤٩) فتح الباري: ٥٧٢/١٠

(٥٠) رواه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب فضل من يملك نفسه عندالغضب وبأي شئ يذهب الغضب: ٢٠١٤/٤ (رقم الحديث: ٢٦١٠)

الشيطان الرجيم"(۵۱)(حضورؐ نے فرمایا، مجھے ایسا جملہ معلوم ہے کہ اگر یہ شخص وہ کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، پوچھا، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جملہ "اللهم إني أعوذبك من الشيطان الرجيم" ہے)

فانطلق إليه الرجل

سنن ابی داود کی روایت میں ہے خبر دینے والا شخص حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے۔(۵۲)

أترى بي بأس

تُری تاء کے ضمہ کے ساتھ "تظن" کے معنی میں ہے، "بأس" مبتداء مؤخر اور "بي" خبر مقدم ہے، بعض روایات میں "بأسا" منصوب ہے، منصوب ہونے کی صورت میں یہ "ترى" کے لیے مفعول بہ ہوگا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ صورت زیادہ مناسب ہے۔(۵۳)

اذهبْ

یہ آدمی یا تو منافق تھا، یا کافر تھا، یا کوئی دیہاتی سادہ مسلمان تھا اور اسے معلوم نہیں تھا کہ غصہ کے وقت تعوذ پڑھنا چاہیے، وہ سمجھ رہا تھا کہ تعوذ صرف وہی شخص پڑھتا ہے جو پاگل و مجنون ہو کیونکہ زیادہ غصہ شیطان کا اثر ہوتا ہے۔(۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کے وقت تعوذ پڑھ لینا چاہیے، سنن ابی داود کی روایت میں "إن الغضب من الشيطان" آیا ہے۔(۵۵)

٥٧٠٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ حُمَيْدٍ قالَ : قالَ أَنَسٌ : حَدَّثَني عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِيُخْبِرَ النَّاسَ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ . فَتَلاحَى رَجُلَانِ مِنَ

---

(٥١) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب ما يقال عندالغضب: ٢٤٨/٤ (رقم الحديث: ٤٧٨٠)

(٥٢) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب مايقال عندالغضب: ٢٤٨/٤ (رقم الحديث: ٤٧٨٠)

(٥٣) فتح الباري: ٥٧٣/١٠، وإرشادالساري: ٦٧/١٣

(٥٤) فتح الباري: ٥٧٣/١٠، عمدة القاري: ١٢٥/٢٢، إرشاد الساري: ٦٨/١٣

(٥٥) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب مايقال عندالغضب: ٢٤٩/٤ (رقم الحديث: ٤٧٨٤)

الْمُسْلِمِينَ . قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ . فَتَلَاحَى فُلَانٌ وَفُلَانٌ ، وَإِنَّهَا رُفِعَتْ ، وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ ، فَالْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالخَامِسَةِ) . [ر : ٤٩]

فتلاحى رجلان من المسلمين

تلاحی کے معنی لڑنے جھگڑنے کے ہیں، اسی جملے کی مناسبت سے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں " باب ماینهی من السباب واللعن " کے تحت ذکر کیا، کیونکہ لڑنا جھگڑنا عموماً لعن طعن اور گلوچ کا سبب بن جاتا ہے۔ یہ دو آدمی کعب بن مالک اور عبداللہ بن ابی حدرد تھے۔(۵۶) یہ روایت کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔(۵۷) آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی خبر دینے کے لیے آرہے تھے مگر ان دو صحابہ کے جھگڑنے کی وجہ سے اس کی تعیین آپ کے قلب سے اٹھالی گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ شاید اسی میں بہتری ہوگی، کیونکہ مبہم رکھنے کی صورت میں لوگ اس کی تلاش میں ساری راتوں میں عبادت کریں گے، اگر وہ رات متعین کردی جاتی تو دوسری راتوں سے لوگوں کی توجہ ہٹ جاتی۔

٥٧٠٣ : حدّثني عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ . عَنِ الْمَعْرُورِ ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قالَ : رَأَيْتُ عَلَيْهِ بُرْدًا ، وعَلَى غُلَامِهِ بُرْدًا ، فَقُلْتُ : لَوْ أَخَذْتَ هٰذَا فَلَبِسْتَهُ كانَتْ حُلَّةً ، وَأَعْطَيْتَهُ ثَوْبًا آخَرَ . فَقَالَ : كانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ كَلَامٌ ، وَكانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً ، فَنِلْتُ مِنْهَا ، فَذَكَرَنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لِي : (أَسَابَبْتَ فُلَانًا) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قالَ : (أَفَنِلْتَ مِنْ أُمِّهِ) . قُلْتُ : نَعَمْ . قالَ : (إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جاهِلِيَّةٌ) . قُلْتُ عَلَى حِينِ سَاعَتِي : هٰذِهِ مِنْ كِبَرِ السِّنِّ ؟ قالَ : (نَعَمْ . هُمْ إِخْوَانُكُمْ ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ ، فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخاهُ تَحْتَ يَدِهِ ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ ، وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ ما يَغْلِبُهُ ، فَإِنْ كَلَّفَهُ ما يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ) . [ر : ٣٠]

یہ روایت، کتاب الایمان میں گذر چکی ہے(۵۸) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٥٧٣، عمدة القاري: ٢٢/١٢٦، إرشاد الساري: ١٣/٦٨

(٥٧) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله وهولا يشعر (رقم الحديث: ٤٩)

(٥٨) صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب المعاصي من أمر الجاهلية..... (رقم الحديث: ٣٠)

آدمی کے ساتھ تلخ کلامی ہوگئی، اس کی والدہ عجمی تھی، انھوں نے اس کو برا بھلا کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ آپ میں جاہلیت کا اثر باقی ہے، حضرت ابوذرؓ نے پوچھا کہ کیا میری اس بڑی عمر میں بھی!...... حضورؐ نے فرمایا "ہاں"

جس آدمی کے ساتھ یہ تلخ کلامی ہوئی تھی، وہ حضرت بلالؓ تھے، ان کی والدہ کا نام حمامہ تھا۔(٥٩)

جاہلیت سے یا تو اسلام سے پہلے والی جاہلیت مراد ہے اور یا اس سے جہل مراد ہے۔(٦٠)

قلتُ: على حين ساعتي: هذه من كبر السن؟

یعنی اس قدر عمر بڑھ جانے کے باوجود مجھ میں جاہلیت کا اثر ہے، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے، حضورؐ نے انھیں ڈانٹا تاکہ وہ آئندہ کے لیے محتاط رہیں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وإنما وبَّخه بذلك مع عظم درجته تحذيراله أن يفعل مثل ذلك مرة أخرى"(٦١)

أفِنلتَ من أُمه...... یعنی کیا آپ نے اس کی والدہ کو برا بھلا کہا۔

حدیث سے مستنبط فوائد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث سے فوائد مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ويؤخذ منه المبالغة في ذم السب واللعن لما فيه من تحقير المسلم، وقدجاء الشرع بالتسوية بين المسلمين في معظم الأحكام، وأن التفاضل الحقيقي بينهم إنما هو بالتقوى، فلايفيد الشريف النسب نسبه، إذا لم يكن من أهل التقوى، وينتفع الوضيع النسب بالتقوى كماقال تعالیٰ:

(٥٩) عمدة القاري: ١٢٦/٢٢، فتح الباري: ٥٧٣/١٠

(٦٠) فتح الباري: ٥٧٣/١٠، عمدة القاري: ١٢٦/٢٢

(٦١) إرشادالساري: ٦٩/١٣

﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم﴾(٦٢)

اس حدیث سے ایک تو گالی گلوچ اور لعنت کی شناعت معلوم ہوئی کیونکہ اس میں مسلمانوں کی تحقیر و توہین ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی ایک مسلمان کا دوسرے پر فضیلت و فوقیت حاصل کرنے کا معیار تقویٰ ہے، لہٰذا اگر بلند اور شریف نسب سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص متقی نہیں تو صرف نسب اس کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا، اس کے برعکس کوئی شخص نچلے نسب سے تعلق رکھتا ہے لیکن متقی ہے تو اس کا مقام بلند ہے، قرآن کریم میں اسی کی طرف اشارہ کرکے کہا گیا ﴿ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم﴾

٤٥ – باب : ما يَجُوزُ مِنْ ذِكْرِ النَّاسِ ، نَحْوَ قَوْلِهِمْ : الطَّوِيلُ وَالْقَصِيرُ . وَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ) . [ر : ٤٦٨]

وَمَا لَا يُرَادُ بِهِ شَيْنُ الرَّجُلِ .

٥٧٠٤ : حدّثنا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ قَامَ إِلَى خَشَبَةٍ فِي مُقَدَّمِ الْمَسْجِدِ ، وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهَا ، وَفِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، فَهَابَا أَنْ يُكَلِّمَاهُ ، وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ ، فَقَالُوا : قَصُرَتِ الصَّلَاةُ ؟ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ ، كانَ النَّبِيُّ ﷺ يَدْعُوهُ ذَا الْيَدَيْنِ ، فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللهِ ، أَنَسِيتَ أَمْ قَصُرَتْ ؟ فَقَالَ : (لَمْ أَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ) . قالُوا : بَلْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللهِ ، قالَ : (صَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ) . فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ ، ثُمَّ وَضَعَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ وَكَبَّرَ . [ر : ٤٦٨]

ترجمۃ الباب کا مقصد

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں: أي هذا باب في بيان مايجوز من ذكر أوصاف الناس نحو قوله: فلان طويل، وفلان قصير (٦٣)

---

(٦٢) فتح الباري: ١٠/٥٧٣

(٦٣) عمدة القاري: ٢٢/١٢٦

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ بعض ایسے جسمانی اوصاف جو عیب شمار نہیں ہوتے، کسی شخص کے لیے وہ استعمال ہوں تو وہ جائز ہے، مثلاً طویل، قصیر وغیرہ، بشرطیکہ جس کے لیے یہ استعمال کیے جارہے ہیں اسے تکلیف نہ ہوتی ہو، ترجمۃ الباب میں وما لا یراد بہ شین الرجل سے اس کی طرف اشارہ ہے، شین کے معنی عیب کے ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے لیے "ذوالیدین" کا لفظ استعمال کیا تھا، روایت باب میں اس کی تفصیل آگئی ہے، یہ روایت کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(٦٤)

"اعمش" اور "اعرج" وغیرہ کے جو اوصاف بعض راویوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں اصولاً یہ درست نہیں، لیکن چونکہ یہ راوی ان اوصاف کے ساتھ اس قدر مشہور ہوگئے ہیں کہ یہ اوصاف ذکر کیے بغیر ان کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے، اس لیے وہ ایک ضرورت کے تحت محدثین ذکر کرتے ہیں، مقصود ان کی عیب گوئی نہیں، بلکہ تعارف ہوتا ہے، بعض محدثین نے اس میں سختی کی ہے اور کہا ہے کہ یہ درست نہیں، امام بخاریؒ نے "مالا یراد بہ شین الرجل" سے جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔(٦٥)

٤٦ – باب : الْغِيبَةِ .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ» /الحجرات : ١٢/ .

٥٧٠٥ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى قَبْرَيْنِ ، فَقَالَ : (إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ، أَمَّا هٰذَا : فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ ، وَأَمَّا هٰذَا : فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ) . ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ . فَغَرَسَ عَلَى هٰذَا وَاحِدًا ، وَعَلَى هٰذَا وَاحِدًا ، ثُمَّ قَالَ : (لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا) . [ر : ٢١٣]

---

(٦٤)صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره (رقم الحديث: ٤٨٢)

(٦٥) عمده القاري: ١٢٧/٢٢، إرشادالساري: ٧٠/١٣، فتح الباري: ٥٧٤/١٠

غیبت سے متعلق چند باتیں ذہن نشین کرلیں:

غیبت کی تعریف

❶ پہلی بات غیبت کی تعریف سے متعلق ہے، امام راغب نے غیبت کی تعریف کی ہے: الغيبة أن يذكر الإنسان غيرَہ بما فيه من عيب من غير أن أُحوج إلى ذكره (٦٦) کسی دوسرے آدمی کا عیب بغیر ضرورت کے بیان کرنے کو غیبت کہتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے "احیاء العلوم" میں غیبت کی تعریف کی ہے "الغيبة أن تذكر أخاك بما يكرهه لو بلغه" (٦٧)

علامہ ابن اثیر نے "النهاية في غريب الحديث" میں غیبت کی تعریف کی ہے "الغيبة وهي أن يذكر الإنسان في غَيبته بسوء وإن كان فيه" (٦٨)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے تفسیر قرطبی میں غیبت کی تعریف کی ہے "هي ذكر العيب بظهر الغيب" (٦٩)

حاصل یہ کہ کسی شخص کا اس انداز سے اس کی عدم موجودگی میں تذکرہ کرنا کہ وہ اگر اسے سن لے تو اسے اچھا نہیں لگے گا، غیبت ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ غیبت مطلقاً کسی شخص کی برائی بیان کرنے کا نام ہے، چاہے وہ حاضر ہو یا غائب ہو...... لیکن راجح یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا تو غیبت ہے کیونکہ لفظ کے لغوی معنی کی اسی صورت میں رعایت ہے جن تعریفات میں "غائب ہونے" کی قید نہیں لگائی گئی ہے، وہاں بھی یہ قید

---

(٦٦) المفردات في غرائب القران، كتاب الغين ومايتصل بها: ٣٦٧

(٦٧) إحياء علوم الدين للإمام الغزاليؒ، كتاب آفات اللسان، الآفة الخامسة عشرة الغيبة: ١٤٣/٣

(٦٨) النهاية لابن الأثير: ٣٩٩/٣

(٦٩) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ٣٣٥/١٦

محذوف ماننی چاہیے۔(۷۰)

غیبت کا حکم

❷ غیبت کو بعض علماء نے صغائر یعنی چھوٹے گناہوں میں شمار کیا ہے(۷۱) لیکن جمہور علماء کے نزدیک غیبت کبائر میں سے ہے، علامہ قرطبی وغیرہ کئی علماء نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے،(۷۲) کیونکہ غیبت کے متعلق قرآن وحدیث میں بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں جو اس کے کبیرہ ہونے پر واضح دلالت کرتی ہیں۔

حدیثِ معراج میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ ناخنوں سے اپنے چہروں کو نوچ رہے تھے، ان کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت جبریل نے فرمایا "هؤلاء الذين يأكلون لحوم الناس ويقعون في أعراضهم"(۷۳) یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے (یعنی غیبت کرتے تھے) اور ان کی عزت پر حرف چینی کرتے تھے۔

سعید بن زید کی مرفوع روایت ہے "إن من أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق"(۷۴)...... (کسی مسلمان کی عزت کے متعلق ناحق زبان درازی کرنا سود کی بدترین صورت ہے۔)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کی روایت میں ہے "من أكل لحم أخيه في الدنيا، قرب له يوم القيامة، فيقال له: كله ميتا، كما أكلته حيا، فيأكله، ويكلح ويصيح"(۷۵) یعنی جس شخص

---

(٧٠) فتح الباري: ١٠/٥٧٥

(٧١) فتح الباري: ١٠/٥٧٦، إرشادالساري: ١٣/٧١

(٧٢) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ١٦/٣٣٧، نیز دیکھیے فتح الباري: ١٠/٥٧٦

(٧٣) أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الغيبة: ٤/٢٦٩ (رقم الحديث: ٤٨٧٨) وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان، باب في تحريم أعراض الناس: ٥/٢٩٩ (رقم الحديث: ٦٧١٦)

(٧٤) أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الغيبة: ٤/٢٦٩ (رقم الحديث: ٤٨٧٦) وأخرجه البيهقي في شعب الإيمان، باب في تحريم أعراض الناس: ٥/٢٩٧ (رقم الحديث: ٦٧١٠)

(٧٥) تفسير ابن كثير، سورة الحجرات: ٤/٢١٦

نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا یعنی غیبت کی قیامت کے دن وہ اس کے قریب کر دیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس کو مردہ ہونے کی حالت میں کھا جیسا کہ تو نے زندہ ہونے کی حالت میں اسے کھایا تھا تو وہ اسے کھائے گا، اور ترش رو ہو کر چیخے گا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت جابرؓ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وارتفعت ريح خبيثةٌ منتنة، فقال أتدرون ماهذه؟ هذه ريح الذين يغتابون المؤمنين" (٧٦) (حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک بدبودار ہوا چلی، آپ نے فرمایا، جانتے ہو یہ کیا ہے؟...... یہ ان لوگوں کی بدبو ہے جو مؤمنین کی غیبت کرتے ہیں۔)

غیبت کے بارے میں ان احادیث میں جو وعیدیں بیان ہوئی ہیں، ان کے پیش نظر علماء نے غیبت کو کبائر میں شمار کیا ہے۔

غیبت سے توبہ کی صورت

❸ غیبت کے گناہ سے توبہ کی کیا صورت ہے؟ بعض علماء کا خیال ہے کہ اللہ سے توبہ کی جائے، یعنی ندامت کے ساتھ استغفار کیا جائے اور آئندہ دل کے اندر اس سے بچنے کا عزم ہو، بس یہی کافی ہے۔(٧٧)

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے، اس کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے تلافی ہو جائے گی۔(٧٨)

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ غیبت کر کے حق تلفی کی گئی ہے، لہٰذا جب تک جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس سے معافی طلب کر کے حق تلفی کو معاف نہ کرایا گیا ہو، اس وقت تک یہ گناہ معاف نہیں

---

(٧٦) الأدب المفرد مع فضل الله الصمد، باب بلاترجمة: ١٩٤/٢ (رقم الحديث: ٧٣٢)

(٧٧) روح المعاني، سورة الحجرات، ١٦٠/١٣، الجزء: ٢٥

(٧٨) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ٣٣٧/١٦

ہوگا، کیونکہ حق العبد صرف توبہ اور استغفار سے ادا نہیں ہوتا، جب تک ادا نہ کیا جائے یا معاف نہ کرایا جائے۔(۷۹)اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، آپؐ نے فرمایا"من كانت له عند أخيه مظلمة في عرض أومال ، فليتحللها منه"(۸۰)(جس شخص نے اپنے بھائی پر عزت یا مال کے سلسلے میں ظلم کیا ہو، وہ اس سے معاف کرادے)

معاف کرانے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جاکر اس سے صاف کہہ دیا جائے کہ میں نے آپ کی غیبت کی ہے، آپ مجھے معاف کردیں۔

علامہ شامی اور علامہ قرطبی نے فرمایا، کہ اس طرح اظہار کرنا کوئی ضروری نہیں، اجمال اور ابہام کے ساتھ اگر کہہ دیا جائے کہ آپ کی جو حق تلفی مجھ سے ہوئی ہے آپ معاف فرمادیں اور وہ معاف کردے تو ان شاء اللہ غیبت کا گناہ معاف ہو جائے گا۔(۸۱) البتہ اگر جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اس کو غیبت کا علم نہ ہوا ہو تو پھر اس سے معافی مانگنے کے بجائے اللہ سے اس گناہ کی معافی مانگنا کافی ہے۔

کس کی غیبت کرنا جائز ہے؟

❹ اگر کوئی شخص مشہور فاسق و فاجر ہے اور وہ علانیہ فسق و گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، تو اس کی برائی اور فسق کو بیان کرنا غیبت ممنوعہ میں داخل نہیں۔(۸۲)ایک روایت میں ہے"من ألقى جلباب

---

(۷۹) شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۱۰/۱۲۵، نیز دیکھیے مرقاة المفاتيح على مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، والغيبة والشتم: ۱۹۷/۹

(۸۰) أخرجه البخاري في كتاب المظالم والغضب، باب من كانت له مظلمة عندالرجل...... (رقم الحديث: ۲٤٤۹) وأخرجه الإمام أحمد في مسنده: ۲/٤۳٥

(۸۱)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٥/۲۹۰، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱٦/۳۳۹، روح المعاني: ۱۳/۱٦۱

(۸۲)

الحياء فلاغيبة له"(۸۳)......(جو حیا کی چادر اتار دے، اس کی غیبت حرام نہیں) اور ایک حدیث مرفوع میں ہے "اذكروا الفاجر بما فيه كي يحذره الناس "(۸۴) یعنی فاسق کی برائی بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچ سکیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے ثلاثه ليست لهم حرمة: صاحب الهوى، والفاسق المعلن ، والإمام الجائر (۸۵) یعنی تین آدمیوں کی غیبت حرام نہیں، ایک خواہش و ہوا پرست کی، دوسرے علانیہ فاسق کی اور تیسرے ظالم حکمران کی، اسی طرح کسی کے عیب بیان کرنے کی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ہے تو بھی وہ غیبت ممنوعہ میں داخل نہیں، راویوں پر جو جرح کی جاتی ہے وہ چونکہ ایک دینی ضرورت ہے اس لیے جائز ہے۔(٨٦)

أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتا

غیبت کی مثال مردے کے گوشت سے دی ہے، ایک تو اس لیے کہ جس طرح مردے کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا گوشت کون کھا رہا ہے اسی طرح جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے، اسے بھی معلوم نہیں

---

(٨٣) أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، كتاب الشهادات، باب الرجل من أهل الفقه......: ٢١٠/١٠

(٨٤) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ٣٣٩/١٦

(٨٥) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ٣٣٩/١٦

(٨٦) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٢٩٠/٥، علامہ شامیؒ نے غیبت کے حلال و حرام مقامات اشعار میں بیان فرمائے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

بما يكره الإنسان يحرم ذكره
سوى عشرة حلت أتت تلوواحد
تظلم وشر أجرح وبين مجاهراً
بفسق و مجهولا وغشا لقاصد
وعرف كذا استفت استعن عند زاجر
كذاك اهتمم حذر فجور معاند

نیز دیکھیے فتح الباري، كتاب الأدب، باب مايجوزمن اغتياب أهل الفساد والريب: ٥٧٨/١٠

ہو تاکہ اس کی غیبت ہو رہی ہے، دوسرے جس طرح مردے کا گوشت کھانا ایک ناپسندیدہ اور کریہہ عمل ہے، اسی طرح غیبت کرنا بھی شرعاً قبیح اور ناپسندیدہ ہے۔(۸۷)

روایت باب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

روایتِ باب، طہارت، کتاب الوضوء ، باب من الکبائر أن لایستتر من بوله اور جنائز، باب الجرید علی القبر میں گذر چکی ہے، اس میں غیبت کا ذکر نہیں، بظاہر اس کی ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں۔

بعض شارحین نے کہا کہ روایت میں نمیمہ یعنی چغل خوری کا ذکر ہے، اور چغل خوری اور غیبت دونوں حرام ہونے میں مشترک ہیں۔(۸۸)

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ روایت باب کے بعض طرق میں "غیبت" کا ذکر ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "أما أحدهما فكان يغتاب الناس......"(۸۹)

اور امام احمد اور طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو بکرہ سے روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "إنهما لَيُعذبان في الغيبة والبول"(۹۰) اسی طرح مسند احمد اور طبرانی میں یعلی بن شبابہ کی روایت میں ہے "إن النبي صلى الله عليه وسلم مرَّ على قبر يعذب صاحبه، فقال: إن هذا كان يأكل لحوم الناس"(۹۱)

ان روایتوں میں تصریح ہے کہ قبر میں جسے عذاب دیا جارہا تھا، اس کے مُعذّب ہونے کی ایک وجہ

(۸۷) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ، سورة الحجرات: ١٦/٣٣٥

(۸۸) إرشادالساري: ١٣/٨١، عمدة القاري: ٢٢/١٢٨، فتح الباري: ١٠/٥٧٧

(۸۹) الأدب المفرد مع فضل الله الصمد، باب الغيبة وقول الله تعالىٰ: ولايغتب بعضكم بعضاً: ٢/١٩٨ (رقم الحديث: ٧٣٥)

(۹۰) مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، مسانيد أبي بكرةؓ : ٥/٣٩، نیز دیکھیے فتح الباري: ١٠/٥٧٧

(۹۱) فتح الباري: ١٠/٥٧٧

غیبت تھی، یہ روایتیں چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے امام نے نمیمہ والی روایت ذکر کر کے ان روایتوں کی طرف اشارہ کافی سمجھا۔(۹۲)

روایت باب میں "عسیب" کا لفظ آیا ہے، شاخ کو کہتے ہیں۔

٤٧ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ) .

٥٧٠٦ : حدّثنا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (خَيْرُ دُورِ الْأَنْصارِ بَنُو النَّجَّارِ) . [ر : ٣٥٧٨]

باب کی مناسبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنو نجار انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر ہیں، بظاہر اس باب کی غیبت سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی لیکن شارحین نے مناسبت بیان کی ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ کسی شخص کی تعریف کر کے اس کو دوسرے پر ترجیح دی جائے، بسا اوقات یہ ترجیح جن لوگوں پر دی گئی ہے ان پر گراں گذرتی ہے لیکن یہ گراں گذرنا "ذكرك أخاك بمايكره" میں داخل نہیں، اس لیے کہ "ذكرك أخاك بمايكره" اس وقت قابل زجر و تنبیہ ہے، جب اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہ ہوتا ہو، بغیر کسی شرعی حکم اور وجہ کے ناگوار بات کہنا غیبت ممنوعہ میں داخل ہے لیکن اگر کسی شرعی حکم و مصلحت کی وجہ سے کسی کے متعلق کوئی ناگوار بات کہہ دی جائے تو وہ غیبت میں داخل نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"ومناسبة إيراد هذه الترجمة هنا ولم يذكر فيها شئ من الغيبة من جهة أن المفضل عليهم يكرهون ذلك، فيستثنیٰ ذلك من عموم قوله: ذكرك أخاك بمايكره، إذ محل الزجر، إذالم يترتب عليه حكم شرعي، فإن ترتب، فلايكون غيبة، ولوكرهه المحدث عنه"(۹۳)

---

(۹۲) إرشاد الساري: ۷۳/۱۳

(۹۳) إرشادالساري: ۷۳/۱۳

٤٨ – باب : ما يَجُوزُ مِنْ ٱغْتِيَابِ أَهْلِ الْفَسَادِ وَالرِّيَبِ .

٥٧٠٧ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ الْمُنْكَدِرِ : سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ قالَتْ : ٱسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (ٱئْذَنُوا لَهُ ، بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ ، أَوِ ٱبْنُ الْعَشِيرَةِ) . فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ ، قُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قُلْتَ الَّذِي قُلْتَ ، ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْكَلَامَ ؟ قالَ : (أَيْ عائِشَةُ ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ ، أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ ، ٱتِّقَاءَ فُحْشِهِ) . [ر : ٥٦٨٥]

ریب ریبة کی جمع ہے، تہمت کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مشہور فاسق و فاجر ہے اور اس کا فسق و فجور معروف و مشہور ہے، تو اس کی غیبت کرنا جائز ہے، جس کی تفصیل بیان کی جاچکی ہے، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وقد ذکر الشامي فیها المستثنیات ، وملخصا یرجع عندي إلی کلمة واحدة، وهي أن الغیبة هي التي کانت لتبرید الصدرو التلذذ بها، وجعلها مشغلا، أما إذاکان بصدد ذکر حوادث الأیام وصروفها، فذکر فیها أشیاء، لایکون من الغیبة المحظورة ، ولذا ترجم البخاري: ”باب مایجوز من اغتیاب أهل الفساد والریب

شرالورى بمساوى الناس مشتغل مثل الذباب یراعي موضع العلل“(٩٤)

یعنی علامہ شامی رحمہ اللہ نے غیبت محرمہ سے کچھ صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے لیکن میرے نزدیک سب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص لذت حاصل کرنے کے لیے غیبت کو باقاعدہ ایک شغل بنادے تو یہ حرام اور ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے واقعات، حالات سناتے سناتے بعض چیزوں کا ذکر کردیا (اور بعض لوگوں کی برائی کا تذکرہ ضمناً آگیا) تو یہ غیبت ممنوعہ میں داخل نہیں، امام بخاری نے یہ باب اسی لیے قائم فرمایا ہے، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے ”بدترین ہے وہ شخص جو لوگوں کی برائیوں میں مصروف رہتا ہے، مکھی کی طرح جو ہمیشہ گندی جگہ منڈلاتی رہتی ہے“۔

---

(٩٤) فیض الباري، کتاب الأدب، باب الغیبة: ٣٨٩/٤

٤٩ - باب . النَّمِيمَةُ مِنَ الْكَبَائِرِ .

٥٧٠٨ : حدّثنا ابْنُ سَلَام : أَخْبَرَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ بَعْضِ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ ، فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا . فَقَالَ : (يُعَذَّبَانِ ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ ، وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ ، كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ ، وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ) . ثُمَّ دَعَا بِجَرِيدَةٍ فَكَسَرَهَا بِكِسْرَتَيْنِ أَوْ ثِنْتَيْنِ ، فَجَعَلَ كِسْرَةً فِي قَبْرِ هٰذَا ، وَكِسْرَةً فِي قَبْرِ هٰذَا ، فَقَالَ : (لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا) . [ر : ٢١٣]

چغل خوری گناہ کبیرہ ہے

نمیمۃ چغل خوری کو کہتے ہیں، بعض علماء نے نمیمۃ اور غیبت کو ایک کہا ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔(۹۵)

لیکن راجح یہ ہے کہ دونوں کے درمیان فرق ہے، نمیمۃ یعنی چغل خوری کہتے ہیں کہ آدمی کسی شخص کی حالت یا اس کی کوئی بات دوسرے آدمی کی طرف فساد کی نیت سے اس کی رضامندی کے بغیر منتقل کردے، چاہے اس کو معلوم ہو یا نہیں اور غیبت کہتے ہیں کہ کسی شخص کی پیٹھ پیچھے برائی بیان کی جائے۔(۹۶)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان عموم، خصوص من وجہ کی نسبت بیان کی ہے عموم، خصوص من وجہ میں تین مادّے ہوتے ہیں، دو افتراقی، ایک اجتماعی، اگر کسی کی برائی فساد کی نیت سے دوسرے شخص کو اس کی موجودگی میں بتلادی جائے تو یہ نمیمہ ہے، غیبت نہیں...... کسی کی برائی پیٹھ پیچھے بیان کی جائے اور نیت فساد کی نہیں، تو یہ غیبت ہے، چغل خوری نہیں...... یہ دونوں افتراقی مادّے ہیں، ان کے علاوہ باقی صورتیں اجتماعی مادّے کی ہیں۔ یعنی اگر فساد کی نیت بھی ہے اور مقول فیہ موجود بھی نہیں تو

(۹۵) إرشادالساري: ۱۳/۷۷، فتح الباري: ۱۰/۵۸۰

(۹٦) إرشادالساري: ۱۳/۷۷، فتح الباري: ۱۰/۵۸۰

دونوں جمع ہو جائیں گی۔ چنانچہ وہ مذکورہ تفصیل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فامتازت النميمة بقصد الإفساد، ولايشترط ذلك في الغيبة ،

وامتازت الغيبة بكونها في غيبة المقول فيه واشتركتا فيما عداذلك"(٩٧)

٥٠ – باب : ما يُكْرَهُ مِنَ النَّمِيمَةِ .

وَقَوْلِهِ : «هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ» /القلم: ١١/ . «وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ» /الهمزة: ١/ : يَهْمِزُ وَيَلْمِزُ : يَعِيبُ .

٥٧٠٩ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ هَمَّامٍ قالَ : كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ ، فَقِيلَ لَهُ : إِنَّ رَجُلاً يَرْفَعُ الحَدِيثَ إِلَى عُثْمَانَ ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَتَّاتٌ) .

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ چغل خوری بعض صورتوں میں جائز ہوتی ہے، مثلاً جاسوسی کے ذریعہ کفار کے حالات کی چغل خوری کرنا جائز ہے۔(٩٨)

همّازمشّاء بنميم

یہ سورۂ قلم میں ہے هَمَّاز مبالغہ کا صیغہ ہے، بہت زیادہ طعنہ زنی کرنے والا(٩٩)

مَشَّاء مَشْيٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے، چلنے کے معنی میں، نمیم چغل خوری کو کہتے ہیں، اہل لغت نے لکھاہے کہ "نم" کے اصل معنی حرکت کرنے اور ہلنے کے ہیں(١٠٠)

---

(٩٧) فتح الباري: ١٠/٥٨٠

(٥٧٠٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة: ١/١٠١ (رقم الحديث: ١٠٥) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في القتات: ٤/٢٦٨ (رقم الحديث: ٤٢٨١) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ما جاء في النمام: ٤/٣٧٥ (رقم الحديث: ٢٠٢٦) وأخرجه النسائي في كتاب التفسير، سورة القلم: ٦/٤٩٦ (رقم الحديث: ١١٦١٤)

(٩٨) إرشادالساري: ١٣/٧٦، عمدة القاري: ٢٢/١٢٩

(٩٩) النهاية لابن الأثير، مادة "همز": ٥/٢٧٣، مجمع بحارالأنوار: ٥/١٦٨

(١٠٠)تاج العروس، مادة "نم" : ١٠/٨٥، لسان العرب: ١٢/٥٩٢

ویل لکل همزة لمزة

همزة اور لمزة دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں، بکثرت عیب چینی کرنے والا، غیبت کرنے والا۔

بعضوں نے کہا لمز سامنے عیب بیان کرنے کو اور همز پس پشت عیب بیان کرنے کو کہتے ہیں، بعضوں نے اس کے برعکس کہا اس کے اور بھی کئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔(۱۰۱)

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے یھمز یلمز کے معنی عیب بیان کرنے کے کیے ہیں۔

بیہقی نے ابن جریج سے نقل کیا ہے کہ همز کا تعلق آنکھ، ہاتھ وغیرہ سے ہے اور لمز کا تعلق زبان سے ہے۔(۱۰۲)

سند کے اندر تمام راوی کوفی ہیں:

"إن رجلا یرفع الحدیث" حافظ ابن حجر نے فرمایا، کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا(۱۰۳)

لایدخل الجنة قتات...... قتات چغل خور کو کہتے ہیں۔(۱۰۴)

بعضوں نے کہا کہ نمّام اس شخص کو کہتے ہیں جو حاضر ہو کر کوئی بات سنے اور پھر آگے فساد پھیلانے کی نیت سے نقل کرے اور قتّات اس کو کہتے ہیں جو سنی سنائی بات آگے فساد پھیلانے کی نیت سے نقل کرے۔(۱۰۵)

---

(۱۰۱) چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں معنوں کے علاوہ ایک اور معنی بیان فرمائے ہیں وہ فرماتے ہیں "وقیل: الهمز: الکسر واللمز: الطعن فعلی هذا هما بمعنی واحد، فتح الباري: ۵۷۹/۱۰، اوپر ذکر کیے گئے دونوں معنی علامہ عینیؒ نے بھی ذکر فرمائے ہیں، دیکھیے عمدة القاري: ۱۲۹/۲۲، اور علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:"وقال قتادة: یهمزه، ویلمزه بلسانه وعینه، ویأکل لحوم الناس، وقال مجاهد: الهمز بالعین والید، واللمز باللسان(إرشادالساري: ۷۶/۱۳)

(۱۰۲) أخرجه البیهقي في شعب الإیمان، باب في تحریم أعراض الناس: ۳۰۹/۵ (رقم الحدیث: ۶۷۵۲)

(۱۰۳) فتح الباري: ۵۷۹/۱۰

(۱۰۴) مجمع بحارالأنوار: ۲۰۵/۴، النهایة لابن الأثیر، باب القاف مع التاء: ۱۱/۴

(۱۰۵) فتح الباري: ۵۸۰/۱۰، إرشادالساري: ۷۶/۱۳، ۷۷

٥١ – باب : قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ» /الحج: ٣٠/ .

٥٧١٠ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنِ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ وَالْجَهْلَ ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حاجَةٌ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ) .

قالَ أَحْمَدُ : أَفْهَمَنِي رَجُلٌ إِسْنَادَهُ . [ر : ١٨٠٤]

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زور کے معنی جھوٹ کے ہیں(١٠٦)، روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور جہل نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قال أحمد: أفهمني رجل إسناده

احمد بن یونس کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھے حدیث کی سند سمجھائی، مطلب یہ ہے کہ جب انھوں نے اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے حدیث سنی تو سند انہیں سمجھ میں نہیں آئی، ان کے پاس بیٹھے ایک اور آدمی نے انہیں سند سمجھائی۔

امام ابوداود رحمہ اللہ نے سنن میں یہ روایت نقل کر کے اس کے بالکل برعکس بات نقل کی ہے وہاں روایت کے آخر میں ہے "وقال أحمد: فهمت إسناده من بن أبي ذئب وأفهمني الحديث رجل إلى جنبه، أراه ابن أخيه"......(١٠٧) اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث کسی اور آدمی سے اور سند ابن ابی ذئب سے سمجھی ہے اور یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ حدیث ابن ابی ذئب نے اور سند کسی اور آدمی نے سمجھائی۔

ممکن ہے یہ حدیث دونوں طرح سے احمد بن یونس نے روایت کی ہو۔(١٠٨)

---

(١٠٦) قال الإمام الراغب الأصفهاني: وقيل للكذب زور لكونه مائلاً عن جهته، المفردات في غرائب القران، كتاب الزاي ومايتصل بها: ٢١٧

(١٠٧) سنن أبي داود، كتاب الصوم، باب الغيبة للصائم: ٣٠٧/٢ (رقم الحديث: ٢٣٦٢)

(١٠٨) فتح الباري: ٥٨١/١٠

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے أفهمني رجل إسناده کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ میں یہ سند بھول گیا تھا، ایک آدمی نے مجھے یہ سند یاد دلائی۔(۱۰۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مطلب درست نہیں بلکہ صحیح مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔(۱۱۰)

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص روزہ تو رکھ لیتا ہے لیکن جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالی کو ایسے روزے کی حاجت نہیں، یعنی اللہ تعالی ایسا روزہ قبول نہیں فرماتے ہیں(۱۱۱) علامہ تورپشتی رحمہ اللہ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں:

"أي لا يبالي بعمله ذلك، لأنه أمسك عما أبيح له في غيرحين الصوم، ولم يمسك عما حرم عليه في سائر الأحايين"(۱۱۲)

(یعنی اللہ شانہ کو اس کے عمل کی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اس نے کھانے پینے اور جماع سے تو اپنے آپ کو روک لیا جو روزہ کے علاوہ عام حالات میں مباح ہیں لیکن جھوٹ سے اپنے آپ کو نہیں روکا جو تمام اوقات میں حرام ہے۔)

حدیثِ باب کتاب الصوم میں گذر چکی ہے۔(۱۱۳)

٥٢ - باب : ما قِيلَ في ذِي الْوَجْهَيْنِ .

٥٧١١ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي . حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (تَجِدُ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللهِ ذَا الْوَجْهَيْنِ ، الَّذِي يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ ، وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ) . [٦٧٥٧]

---

(۱۰۹) شرح البخاري للكرماني: ١٩٧/٢١

(۱۱۰) فتح الباري: ٥٨١/١٠

(۱۱۱) فتح الباري: ٥٨١/١٠

(۱۱۲) شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب الصوم، باب تنزيه الصوم: ١٥٧/٤ (رقم الحديث: ١٩٩٩)

(۱۱۳) صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم (رقم الحديث: ١٨٠٤)

اس باب میں دوغلی پالیسی اختیار کرنے والے شخص کی مذمت بیان کی گئی ہے، حدیث باب میں ہے، قیامت کے دن اللہ کے ہاں برے لوگوں میں سے آپ اس شخص کو پائیں گے جو اِن کے پاس ایک رخ کے ساتھ اور اُن کے پاس دوسرے رخ کے ساتھ آتا ہے۔

یعنی ایک قوم کے پاس آکر کہتا ہے، کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارا حامی ہوں اور دوسروں کا مخالف ہوں، پھر دوسروں کے پاس جاکر وہاں ان کے ساتھ اپنی محبت جتاتا ہے...... ظاہر ہے یہ نفاق ہے۔(۱)

ایک اور طریق میں ہے الذي يأتي هؤلاء بحديث هؤلاء ، وهؤلاء بحديث هؤلاء(۲)
یعنی لوگوں کی باتیں ایک دوسرے تک پہنچائے اور ارادہ فساد کا ہو، ایسے شخص کے بارے میں وعید ذکر کی گئی ہے۔

٥٣ – باب : مَنْ أَخْبَرَ صَاحِبَهُ بِمَا يُقَالُ فِيهِ .

٥٧١٢ . حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنِ ٱبْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : قَسَمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ قِسْمَةً ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : وَٱللهِ ما أَرَادَ محمَّدٌ بِهٰذَا وَجْهَ ٱللهِ ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ . وَقالَ : (رَحِمَ ٱللهُ مُوسٰى ، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ) . [ر : ٢٩٨١]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر آدمی اپنے ساتھی سے اس کے بارے میں کہی گئی کوئی بات کہہ دے تو یہ جائز ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے جیسا کہ روایت باب میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بارے میں بعض لوگوں کی کہی ہوئی بات نقل کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ناراض نہیں ہوئے اور فرمایا کہ یہ تکلیف دہ بات ہے لیکن اس سے زیادہ تکلیف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے پہلے

(١) إرشاد الساري: ١٣/٧٨، فتح الباري: ١٠/٥٨٢

(٢) فتح الباري: ١٠/٥٨٢، إرشاد الساري: ١٣/٧٧

ان کے امتیوں نے اس طرح کی باتیں کر کے دی ہے۔(۳) مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ "لامع الدراری" میں فرماتے ہیں:

"والفرق بينه وبين النميمة أن المقصود ههنا الإصلاح ودفع الشر، وفي النميمة الإفساد وإثارة الشر، فجاز ذلك دونها"(۴)

یعنی اس صورت میں بھی لوگوں کی بات نقل کی جاتی ہے لیکن یہ چغل خوری کے زمرے میں نہیں آتی، کیونکہ چغل خوری میں نیت اصلاح کی نہیں ہوتی، بلکہ فساد اور شر پھیلانے کا ارادہ ہوتا ہے اور یہاں اصلاح اور دفع شر کی نیت ہوتی ہے...... علامہ قسطلانی رحمہ اللہ حدیث باب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ويفهم منه أن الكبراء من الخواص قد يعز عليهم مايقال من الباطل لما في فطر البشر، إلا أن أهل الفضل يتلقون ذلك بالصبر الجميل اقتداء بالسلف ليتأسى بهم الخلف"

یعنی اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ خواص پر بھی بعض باطل باتیں گراں گذرتی ہیں اور یہ گراں گذرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے لیکن وہ صبر کرتے ہیں تاکہ بعد میں آنے والے ان کی تقلید کر سکیں(۵) حدیث میں ہے تمعّر وجهه یعنی آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

٥٤ - باب: ما يُكْرَهُ مِنَ التَّمادُحِ.

٥٧١٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا إِسْماعِيلُ بْنُ زَكرِيَّاءَ : حَدَّثَنا بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قالَ : سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلاً يُثْنِي عَلَى رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ في الْمِدْحَةِ ، فَقَالَ : (أَهْلَكْتُمْ ، أَوْ : قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ) . [ر : ٢٥٢٠]

٥٧١٤ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَجُلاً ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَثْنَى عَلَيْهِ رَجُلٌ خَيْرًا ، فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَيْحَكَ ،

(٣) الأبواب والتراجم: ٢/١١٥، إرشادالساري: ١٣/٧٩

(٤) لامع الدراري على جامع البخاري: ١٠/٢٢

(٥) إرشاد الساري: ١٣/٧٩

قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ - يَقُولُهُ مِرَارًا -- إِنْ كانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ : أَحْسِبُ كَذَا وَكَذَا ، إِنْ كانَ يُرَى أَنَّهُ كَذٰلِكَ ، وَٱللهُ حَسِيبُهُ ، وَلَا يُزَكِّي عَلَى ٱللهِ أَحدًا) . قالَ وُهَيْبٌ ، عَنْ خالِدٍ : (وَيْلَكَ) . [ر : ٢٥١٩]

تمادح باب تفاعل کا مصدر ہے، یعنی ایک دوسرے کی تعریف کرنا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں صورتوں کو عام ہے، چاہے دونوں ایک دوسرے کی تعریف کریں، یا ایک جانب سے تعریف ہو جیسا کہ حدیث باب میں ایک جانب سے تعریف پر آپ نے منع فرمایا۔(٦)

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ تعریف میں حد سے مبالغہ اور تجاوز نہ کیا جائے کہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، ایک دوسرے کی تعریف کرنا مراد نہیں کیونکہ وہ ممادحۃ یعنی باب مفاعلہ سے مستعمل ہے جب کہ یہاں تمادح باب تفاعل سے ہے، وہ فرماتے ہیں:

"هذا باب في بيان مايكره من التمادح بين الناس الذي فيه الإطراء ومجاوزة الحد، وهو المراد من الترجمة، لأن الحديث يدل على هذا، قال بعضهم. هو مدح كل من الشخصين الآخر، قلت: ليس كذلك، هذا الذي قاله باب المفاعلة، وهذا من باب التفاعل لمشاركة القوم، ومن له أدنى مسكة من الصرف يعرف هذا"۔(٧)

کسی کی تعریف میں مبالغہ کرنا درست نہیں، اس کی کئی خرابیاں ہیں، اول تو مبالغہ حقیقت کے خلاف ہے، دوم اس سے اس آدمی کے عجب اور پندار میں مبتلا ہونے کا بھی اندیشہ رہتا ہے، وہ اس مبالغہ کو حقیقت سمجھ کر اپنے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا۔(٨)

---

(٦) فتح الباري: ٥٨٣/١٠

(٧) عمدة القاري: ١٣٢/٢٢

(٨) فتح الباري: ٥٨٣/١٠، ٥٨٤، إرشاد الساري: ٨٠/١٣

البتہ اگر کسی شخص کی ایسی تعریف کی جائے جس کا وہ مستحق ہے اور ظن غالب یہ ہو کہ وہ شخص عجب وپندار میں مبتلا نہیں ہوگا تو ایسی تعریف جائز ہے۔(۹)

ایک مرفوع حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"أحثوا التراب في وجره المداحين"(۱۰)...... (تعریف کرنے والوں کے چہرہ پر مٹی پھینکو)..... لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ ان مداحین کے بارے میں ہے جو غلط اور جھوٹی تعریفیں کرتے ہوں۔(۱۱)

کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشعار اور خطبوں میں تعریف کی گئی، اور آپ نے اس پر کوئی نکیر بیان نہیں فرمائی، حضرت حسان بن ثابت اور کعب بن زہیر کے قصائد اور اشعار مشہور ہیں۔(۱۲)

يُطريه في المِدْحة

إطراء کے معنی تعریف میں مبالغہ کرنے کے ہیں، مِدْحة (میم کے کسرہ اور دال کے سکون کے ساتھ) تعریف کو کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ ان دونوں آدمیوں کے نام مجھے صراحۃً معلوم نہیں ہو سکے، البتہ امام بخاری کی "الأدب المفرد" کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنے والا یہ آدمی محجن بن الادرع تھا اور جس کی تعریف کر رہا تھا غالباً وہ عبداللہ ذو البجادین مزنی تھا۔(۱۳)

---

(۹) فتح الباري: ۵۸۷/۱۰، إرشاد الساري: ۸۱/۱۳

(۱۰) الأدب المفرد مع فضل الله الصمد، باب يُحثى في وجوه المداحين: ۴۳۳/۱ (رقم الحديث: ۳۴۱) أخرجه مسلم في كتاب الزهد، باب النهي عن المدح إذاكان فيه إفراط: ۲۲۹/۴ (رقم الحديث: ۳۰۰۲) وأخرجه الترمذي في كتاب الزهد، باب ماجاء في كراهية المدح والمداحين: ۵۹۹/۴ (رقم الحديث: ۲۳۹۳) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في كراهية التمادح: ۲۵۴/۴ (رقم الحديث: ۴۸۰۴) وأخرجه الإمام أحمد في مسانيد المقداد بن الأسود: ۵/۶

(۱۱) عمدة القاري: ۱۲۳/۲۲، فتح الباري: ۵۸۵/۱۰

(۱۲) عمدة القاري: ۱۳۲/۲۲

(۱۳) أخرجه مسلم في كتاب الزهد، باب النهي عن المدح إذاكان فيه إفراط ...... (رقم الحديث: ۳۰۰۲) وأخرجه الترمذي في كتاب الزهد باب ماجاء في كراهية المدح والمداحين: ۵۹۹/۴ (رقم الحديث: ۲۳۹۳) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في كراهية التمادح: ۲۵۴/۴ (رقم الحديث: ۴۸۰۴) وأخرجه الإمام أحمد في مسانيد المقداد بن الأسود: ۵/۶

قال وهيب عن خالد: ويلك

شعبہ نے تو خالد بن مہران سے "ويحك" نقل کیا ہے، البتہ وہیب ابن خالد نے ويلك نقل کیا ہے، یہ تعلیق نہیں، ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے۔

اس حدیث میں تعریف کرنے کا ایک ادب بیان کیا گیا کہ تعریف میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کہے میرے خیال میں یہ اس طرح ہے...... کیونکہ ممکن ہے کہ وہ جو تعریف کر رہا ہے حقیقت میں وہ آدمی اس کا مستحق نہ ہو اور اس کا خیال حقیقت سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔

حدیثِ باب شہادات میں گذر چکی ہے۔(۱۴)

٥٥ – باب : مَنْ أَثْنٰى عَلَى أَخِيهِ بِمَا يَعْلَمُ .

وَقَالَ سَعْدٌ : مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ لِأَحَدٍ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ : (إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ) . إِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ . [ر : ٣٦٠١]

٥٧١٥ : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا مُوسٰى بْنُ عُقْبَةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ حِينَ ذَكَرَ فِي الْإِزَارِ مَا ذَكَرَ ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ إِزَارِي يَسْقُطُ مِنْ أَحَدِ شِقَّيْهِ ؟ قَالَ : (إِنَّكَ لَسْتَ مِنْهُمْ) . [ر : ٣٤٠٥]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ واضح کیا ہے کہ اگر کسی مسلمان بھائی میں واقعتاً کوئی خوبی ہے اور آدمی کو اس کا علم ہے تو وہ خوبی بیان کرنا "تمادح مکروہ" میں داخل نہیں بلکہ جائز ہے(۱۵)، امام بخاری نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا جو موصولاً کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ میں گذر چکا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ زمین پر چلنے والے کسی آدمی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے، سوائے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے......

خود حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے، لیکن انھوں نے اپنے

---

(١٤) صحيح البخاري كتاب الشهادات، باب مايكره من الإطناب في المدح...... (رقم الحديث: ٢٥٢٠)

(١٥) فتح الباري ٥٨٧/١٠، إرشادالساري: ٨١/١٣

بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نہیں سنا ہوگا۔(١٦)

دوسری روایت کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿قل من حرم زينة الله......﴾ میں گذر چکی ہے، آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا "إنك لست منهم"......(آپ متکبرین میں سے نہیں ہیں۔)

ان دونوں روایتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت صدیق اکبرؓ کی خوبی بیان فرمائی، معلوم ہوا اس طرح کسی مسلمان کی خوبی بیان کرنا ممنوع نہیں ہے۔

٥٦ – باب : قَوْلِ اللهِ تعالَى : «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ» /النحل: ٩٠/.

وَقَوْلِهِ : «إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ» /يونس: ٢٣/.

«ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللهُ» /الحج: ٦٠/.

وَتَرْكِ إِثَارَةِ الشَّرِّ عَلَى مُسْلِمٍ أَوْ كَافِرٍ.

٥٧١٦ : حدَّثنا الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : مَكُثَ النَّبِيُّ ﷺ كَذَا وَكَذَا ، يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَأْتِي أَهْلَهُ وَلَا يَأْتِي ، قالَتْ عائِشَةُ : فَقَالَ لِي ذَاتَ يَوْمٍ : «يَا عائِشَةُ ، إِنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِي أَمْرٍ اسْتَفْتَيْتُهُ فِيهِ : أَتَانِي رَجُلَانِ ، فَجَلَسَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رِجْلَيَّ وَالآخَرُ عِنْدَ رَأْسِي ، فَقَالَ الَّذِي عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِي عِنْدَ رَأْسِي : ما بَالُ الرَّجُلِ ؟ قالَ : مَطْبُوبٌ ، يَعْنِي مَسْحُورًا ، قالَ : وَمَنْ طَبَّهُ ؟ قالَ : لَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ ، قالَ : وَفِيمَ ؟ قالَ : فِي جُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ ، تَحْتَ رَعُوفَةٍ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ» . فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : «هٰذِهِ الْبِئْرُ الَّتِي أُرِيتُهَا ، كَأَنَّ رُؤُوسَ نَخْلِهَا رُؤُوسُ الشَّيَاطِينِ ، وَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ» . فَأَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ فَأُخْرِجَ ، قالَتْ عائِشَةُ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ فَهَلَّا ، تَعْنِي تَنَشَّرْتَ ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : «أَمَّا اللهُ فَقَدْ شَفَانِي ، وَأَمَّا أَنَا فَأَكْرَهُ أَنْ أُثِيرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا» . قالَتْ : وَلَبِيدُ بْنُ أَعْصَمَ ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ ، حَلِيفٌ لِيَهُودَ . [ر : ٣٠٠٤]

---

(١٦) إرشاد الساري: ١٣/٨١، عمدة القاري: ٢٢/١٣٣

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں قرآن کریم کی تین آیتیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی آیت کریمہ سورۃ نحل کی ہے ﴿ان اللہ یامر بالعدل والاحسان﴾.....

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس میں عدل واحسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ قرآن کو تبیانا لکل شیء فرمایا تھا۔ یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے ہر ایک خیر وشر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خُلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا بُرا ایسا نہیں جو امراً و نہیاً اس کے تحت داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت "تبیانا لکل شیء" کا ثبوت دینے کے لیے کافی تھی۔ شاید اسی لیے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خطبہ جمعہ کے آخر میں اس کو درج کر کے امت کے لیے اسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ...... "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوئے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے، سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو، اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے، مقامِ عدل وانصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل وعفو اور لطف و رحمت کی خو اختیار کرے، فرض ادا کرنے کے بعد تطوّع و تبرّع کی طرف قدم بڑھائے، انصاف کے ساتھ مروّت جمع کرے اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کرے گا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ دونوں خصلتیں (یعنی عدل واحسان یا بالفاظ دیگر انصاف ومروّت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش وبیگانہ اور دوست و دشمن سے متعلق تھیں، لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے جو تعلقاتِ قرابت، قدرت نے باہم رکھ دیئے ہیں انھیں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کی ہمدردی اور ان کے ساتھ مروّت واحسان اجانب سے کچھ بڑھ کر ہونا چاہیے۔ صلہ رحمی ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کے لیے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہیے۔ گویا "احسان" کے بعد ذوی القربیٰ کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرمادیا کہ عدل وانصاف تو سب کے لیے یکساں

ہے لیکن مروت واحسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت واہتمام کے قابل ہیں، فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کیے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے، اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھ دار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کون سی فطری خوبی بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔

اس آیت کریمہ میں منع بھی تین چیزوں سے کیا، فحشاء، منکر، بغی، کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں جن کے لیے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں، قوت بہمیہ شہوانیہ، قوت وہمیہ شیطانیہ، قوتِ غضبیہ سبعیہ، غالباً "فحشاء" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشاء شہوت و بہیمیت کی افراط ہو "منکر" معروف کی ضد ہے یعنی نامعقول کام جن پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے۔ گویا قوت وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز "بغی" ہے یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا، ظلم وتعدی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور دوسروں کے جان ومال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا، اس قسم کی تمام حرکات قوتِ سبعیہ غضبیہ کے بے جا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں، الحاصل آیت میں تنبیہ فرمادی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔

اکثم بن صیفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق واعمال سے روکتے ہیں، تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو، فَكُونُوا فِي هٰذَا الأَمْرِ رُؤُوسًا وَلَا تَكُونُوا فِيهِ أَذْنَابًا (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دم نہ بنو) حضرت عثمانؓ بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں ہوئی" (۱)۔

دوسری آیت سورۃ یونس کی ہے ﴿انما بغيكم على انفسكم﴾ یعنی تمھاری بغاوت اور سرکشی خود تمھارے خلاف وبال وعذاب بنے گی، اور تیسری آیت کریمہ سورۃ حج کی ہے ﴿ثم بُغي عليه لينصرنّه الله﴾ یعنی اگر کسی کے ساتھ ظلم کیا گیا، تو اللہ جل شانہ اس کی مدد ونصرت کریں گے۔

---

(۱) تفسير عثماني: ۳۶۷، سورة النحل، الآية: ۹۰

وترك إثارة الشر على مسلم أو كافر

إثارۃ کے معنی ابھارنے اور برانگیختہ کرنے کے ہیں یعنی کسی مسلم اور کافر کے خلاف شر ابھارنے کے ترک کردینے کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں بیان کیا ہے۔

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے وہ حدیث ذکر کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرنے کا واقعہ ذکر کیا گیا، اس کی تفصیل کتاب الطب، باب السحر، وباب هل يستخرج السحر میں گذر چکی ہے۔(۱۸)

حدیث کی آیات کریمہ سے مناسبت

حدیث کی آیات کریمہ سے مناسبت بیان کرتے ہوئے شارحین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں اللہ جل شانہ نے بغی وظلم سے منع فرمایا اور بتایا کہ سرکشی کا نقصان خود ظلم وسرکشی کرنے والے کی طرف لوٹے گا اور یہ کہ مظلوم کی اللہ جل شانہ مدد کریں گے ... اللہ کی طرف سے مظلوم کے لیے مدد ونصرت کا آنا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ کے اس احسان وفضل پر شکر ادا کیا جائے، اور اس شکر کی ایک صورت یہ ہے کہ ظالم کو معاف کردیا جائے چنانچہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کرنے والے شخص کو یہ کہہ کر معاف فرمادیا تھا "وأنا أكره أن أثير على الناس شرا" (لوگوں میں شر ابھارنا مجھے پسند نہیں)

حاصل یہ ہے کہ آیات میں فضل واحسان اور نصرت خداوندی کا ذکر ہے جس کا تقاضا شکر ہے اور مظلوم کا ظالم سے بدلہ نہ لینا اسی شکر کی ایک صورت ہے۔(۱۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ایک اور مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ويحتمل أن تكون مطابقة الترجمة للآيات والحديث من جهة أنه ترك استخراج السحر خشية أن يثور على الناس منه شر، فسلك مسلك

(۱۸)عمدة القاري: ۲۲/ ۱۳۲، إرشاد الساري: ۱۳/ ۸۳

(۲۰) كشف الباري، باب السحر: ۱۰۴-۱۱

(۱۹) فتح الباري: ۱۰/ ۵۸۸، إرشاد الساري: ۱۳/ ۸۲، عمدة القاري: ۲۲/ ۱۳۴

العدل في أن لايحصل لمن لم يتعاط السحر شيٌ من أثر الضرر الناشئ عن السحر شر، وسلك مسلك الإحسان في ترك عقوبة الجاني"(٢٠)

اس کا حاصل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں عدل واحسان کاذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جادو کے اس واقعے میں عدل واحسان دونوں پر عمل کیا، عدل پر اس طرح کہ جادو کا یہ واقعہ آپ نے مشہور نہیں کیا تاکہ جو لوگ اس میں شریک نہیں، ان میں شر و فساد پیدا نہ ہو، کیونکہ اگر آپ سحر کرنے والے یہودیوں کے نام بتلا دیتے تو مسلمان ان کے خلاف کارروائی کرتے اور یوں معاملہ نزاع اور جنگ وجدال تک پہنچتا...... اس لیے آپ نے معاملہ دبا کر راہ عدل وانصاف کو اختیار کیا، دوسری طرف جادو کرنے والے مجرم کو معاف کر کے احسان پر عمل کیا یوں آیت کریمہ میں جس عدل واحسان کا حکم ہے، اس پر آپ نے عمل فرمایا۔

٥٧ – باب : ما يُنْهٰى عَنِ التحاسُدِ وَالتَّدَابُرِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ» /الفلق : ٥/.

٥٧١٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوا ، وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّهِ إِخْوَانًا) . [ر : ٤٨٤٩]

٥٧١٨ : حدّثنا أَبُو اليَمانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللّهِ ﷺ قالَ : (لَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللّهِ إِخْوَانًا ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ) . [٥٧٢٦]

---

(٢٠)فتح الباري: ٥٨٨/١٠

(٥٧١٨) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب الهجرة (رقم الحديث: ٥٧٢٦) وأخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب تحريم التحاسد والتباغض والتدابر: ١٩٨٣/٤ (رقم الحديث: ٢٥٥٩)

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو چیزوں کی ممانعت بیان فرمائی ہے، ایک حسد اور دوم تدابر کی۔

حسد کے معنی اور علاج

حسد کے معنی ہیں کسی کو نعمت وخوشحالی میں دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کرنا، یہ جائز نہیں (۲۱) البتہ کسی کے پاس نعمت دیکھ کر یہ جذبہ اور تمنا پیدا ہو کہ میرے پاس بھی اس طرح کی نعمت ہونی چاہیے اسے غبطہ کہتے ہیں اور وہ جائز ہے۔ (۲۲)

حسد ایک مہلک باطنی بیماری ہے، انسان خواہ مخواہ دوسروں کے پاس اللہ کی نعمتیں دیکھ دیکھ کر جلتا اور کڑھتا ہے۔

حضرات صوفیاء نے حسد کا علاج یہ ذکر کیا ہے کہ حاسد دل پر جبر کر کے کئی مرتبہ مختلف مجالس میں محسود کی تعریف کرے، اور اس کے لیے دعا مانگے تو اس طرح حسد رفتہ رفتہ ختم ہو جاتا ہے۔ (۲۳)

قرآن کریم میں حاسد کے حسد کے شر سے پناہ طلب کی گئی ہے ﴿ومن شر حاسد إذا حسد﴾ "إذا حسد" کے معنی ہیں إذا أظهر حسده وعمل بمقتضاه یعنی جب حاسد اپنا حسد ظاہر کرے اور اس کے مطابق محسود کے خلاف دشمنی کا آغاز کردے، کیونکہ اظہارِ حسد سے پہلے محسود کو حاسد کا شر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (۲۴)

تدابر کے معنی علامہ ابن اثیر نے لکھے ہیں: التدابر: هو أن يعطي كل واحد من الناس أخاه دبره وقفاه، فيعرض عنه ويهجره (۲۵) یعنی آدمی اپنے بھائی سے پیٹھ پھیر کر اعراض کرے اور

---

(۲۱) فتح الباري: ۵۹۱/۱۰، عمدة القاري: ۱۳۶/۲۲، إرشاد الساري: ۸٤/۱۳

(۲۲) فتح الباري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة: ۱٦٧/۱، عمدة القاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة: ۵٧/۲، معارف القرآن: ۸٤۹/۸

(۲۳) بہشتی زیور، حصہ ہفتم، ۴۰، نیز دیکھیے تربیت السالک: ۳۲۸/۱

(۲٤) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الفلق: ۲۵۹/۲، روح المعاني، سورة الفلق: ۳۲٧/۱۵، معارف القرآن: ۸٤۹/۸

(۲۵) النهاية لابن الأثير، مادة "دَبَرَ": ۹٧/۲

اسے چھوڑ دے۔

علامہ ھروی نے تدابر کا ترجمہ تقاطع سے کیا ہے، کہتے ہیں: تدابر القوم أي أدبر كل واحد عن صاحبه یعنی قطع تعلق کر لیا جائے (٢٦) امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں فرمایا لا أحسب التدابر إلا الإعراض عن المسلم يدبر عنك بوجهه فتدبر عنه بوجهك (٢٦☆) یعنی تدابر کے معنی یہ ہیں کہ سلام سے اعراض کر کے پیٹھ پھیر دی جائے۔

حدثنا بشر بن محمد......

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بدگمانی سے بچو، اس لیے کہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے اور نہ کسی کے عیوب تلاش کرو اور نہ جستجو کرو، نہ ایک دوسرے کے ساتھ حسد کرو، نہ ایک دوسرے کے ساتھ قطع تعلق کرو، نہ ایک دوسرے کے ساتھ بغض رکھو، اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔

إياكم والظن

ظن سے بدگمانی مراد ہے یعنی صرف گمان کی بنیاد پر کسی پر تہمت مت لگاؤ۔ حدیث میں "ظن" کو "أكذب الحديث" کہا ہے، حالانکہ کذب اور صدق قول کی صفت ہیں جب کہ "ظن" کا تعلق قول سے نہیں۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں کذب سے خلاف واقع مراد ہے، چاہے وہ قول ہو یا فعل ہو۔ (٢٧)

اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ظن سے مراد، ظن سے پیدا ہونے والا قول ہے، مجازاً اس کو ظن کہہ دیا۔ (٢٨)

---

(٢٦) عمدة القاري: ٢٢/١٣٦ فتح الباري: ١٠/٥٩٢، إرشادالساري: ١٣/٨٥

(٢٦☆) الموطأ للإمام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في المهاجرة: ٧٠٦

(٢٧) عمدة القاري: ٢٢/١٣٦، فتح الباري: ١٠/٥٩١، إرشادالساري: ١٣/٨٥، شرح الكرماني: ٢١/٢٠٢

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٥٩١، إرشادالساري: ١٣/٨٥

ولاتحسَّسوا ولاتجسَّسوا

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تحسس اور تجسس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔(۲۹)

ابراہیم حربی اور ابن الانباری کا بھی یہی خیال ہے۔(۳۰)

تحسس اور تجسس کے درمیان فرق

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں کے درمیان فرق ہے:

❶ ایک فرق یہ بیان کیا گیا کہ تجسس (جیم کے ساتھ) عیوب تلاش کرنے کو کہتے ہیں اور تحسس قوم کی باتیں سننے کو کہتے ہیں۔(۳۱)

❷ بعضوں نے کہا تجسس باطنی امور کے بارے میں تحقیق و جستجو کو کہتے ہیں اور عموماً شر کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تحسس کہتے ہیں ان چیزوں کے متعلق جستجو کو، جن کا ادراک آنکھ یا کان سے ہوتا ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے اور تفسیر قرطبی میں انھوں نے اسے اعرف قرار دیا۔(۳۲)

❸ بعضوں نے کہا تجسس کہتے ہیں کسی شخص کا تتبع غیر کی وجہ سے کرنا اور تحسس کہتے ہیں کسی شخص کا تتبع اپنے لیے کرنا، نحو کے مشہور امام ثعلب نے اسی کو اختیار کیا ہے۔(۳۳)

وكونوا عباد الله إخوانا

اس میں "إخوانا" "كونوا" کی خبر ہے اور "عباداللّٰه" منادی ہے، حرف نداء، محذوف ہے...... أي كونوا إخوانا يا عباداللّٰه اور اس کو عباداللّٰه سے بدل یا كونوا کے لیے خبر ثانی بھی بنا سکتے ہیں۔(۳۴)

---

(۲۹) شرح الكرماني: ۲۱/۲۰۲

(۳۰) عمدة القاري: ۲۲/۱۳٦، فتح الباري: ۱۰/۵۹۱، إرشادالساري: ۱۳/۸۵

(۳۱) عمدة القاري: ۲۲/۱۳٦، نیز دیکھیے فتح الباري: ۱۰/۵۹۱، إرشادالساري: ۱۳/۸۵

(۳۲) عمده القاري: ۲۲/۱۳٦، فتح الباري: ۱۰/۵۹۱، إرشادالساري: ۱۳/۸۵، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ۱٦/۳۳۳

(۳۳) عمدة القاري: ۲۲/۱۳٦، فتح الباري: ۱۰/۵۹۱

(۳٤) إرشادالساري: ۱۳/۸۵

اس حدیث میں حسد، بغض، قطع تعلق اور بدگمانی سے منع کیا ہے، مصنف عبدالرزاق میں ایک روایت نقل کی گئی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ثلاث لایعجزهن ابن آدم: الطیرة، وسوء الظن، والحسد، قال: فینجیك من الطیرة ألاتعمل بها، وینجیك من سوء الظن ألاتتکلم به، وینجیك من الحسد ألاتبغي أخاك سوء" (۳۵) تین چیزیں ابن آدم کو عاجز نہیں کرسکتیں، ایک بدشگونی، دوم بدگمانی، سوم حسد، بدشگونی سے نجات یوں حاصل کرسکتے ہیں کہ اس پر عمل نہ کیا جائے، بدگمانی سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا زبان سے اظہار نہ کیا جائے اور حسد سے نجات حاصل کرسکتے ہیں کہ اپنے بھائی کی برائی تلاش نہ کی جائے۔

علامہ قرطبی نے بھی امام ابوداود کے حوالے سے اس مفہوم کی ایک حدیث نقل کی ہے (۳۶)

باب کی دوسری حدیث میں بھی یہی باتیں ذکر کی گئی ہیں، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے لایحل لمسلم أن یهجر أخاه فوق ثلاثة أیام۔ یعنی کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق کرکے تین دن سے زیادہ کے لیے اس کو چھوڑ دے، یہاں چند باتیں ذہن نشین کرلیں:

تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق جائز نہیں

❶ جیسا کہ حدیث میں ہے تین دن سے زیادہ کے لیے اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق اور اعراض کرنا جائز نہیں ہے...... معلوم ہوا کہ تین دن سے کم مدت کے لیے قطع تعلق کرنے کی گنجائش ہے۔ (۳۷)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اور دوسرے بعض محدثین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ تلخی اور تلخ کلامی اور غصہ کی وجہ سے بسا اوقات قطع تعلق کرنا پڑتا ہے، لیکن تین دن کی مدت ایسی ہے کہ

---

(۳۵) المصنف للحافظ عبدالرزاق، باب الطیرة: ۴۰۳/۱۰ (رقم الحدیث: ۱۹۵۰۴)

(۳۶) الجامع لأحکام القرآن، سورة الحجرات: ۳۳۲/۱۶، نیز دیکھیے تفسیر درمنثور: ۹۲/۶

(۳۷) فتح الباری، کتاب الأدب، باب الهجرة: ۶۰۳/۱۰، إرشادالساري: ۹۳/۱۳

اس میں آدمی کا غصہ از خود ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا اب اس کے لیے جائز نہیں کہ قطع تعلق کو بر قرار رکھے۔(۳۸)

فاسق سے ترک تعلق کیا جاسکتا ہے

❷ یہ حکم ان لوگوں کے حق میں ہے، جو پابند صوم و شریعت ہوں لیکن اگر کوئی فاسق و فاجر ہے یا کسی نے کوئی شرعی حکم توڑا ہے، اس کی بنیاد پر اس کے ساتھ قطع تعلق تین دن سے زیادہ بھی کی جاسکتی ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں تین صحابہ سے پچاس دن تک قطع تعلق کر لیا تھا، اسی طرح ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے لیے گھر میں الگ ہو گئے تھے۔(۳۹)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ "أخ" ذکر کر کے اس حکم کی علت کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ جب تک اخوت کا تعلق اور یہ نسبت بر قرار ہے، تب یہ حکم ہے لیکن اگر کسی نے اس نسبت کا خود خیال نہیں رکھا، اور یہ رابطہ توڑ ڈالا تو اس کے حق میں یہ حکم لاگو نہیں ہوگا، چنانچہ خواہش پرستوں اور بدعتیوں سے دائمی ترک تعلق کرنا جائز ہے جب تک وہ توبہ اور حق کی طرف رجوع نہ کرلیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"تخصیص الأخ بالذکر إشعار بالعلیة و مفهومه أنه إن خالف هذه الشريطة، وقطع هذه الرابطة جاز هجرانه فوق ثلاثة، فإن هجرة أهل الأهواء والبدع دائمة على ممر الأوقات مالم تظهر التوبة والرجوع إلى الحق"(۴۰)

---

(۳۸) فتح الباري: ۶۰۷/۱۰، المرقاة شرح المشكاة، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر...... ۲۶۲/۹، إرشادالساري: ۹۳/۱۳

(۳۹)شرح الطيبي على مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر...... ۲۰۸/۹ (رقم الحديث: ۵۰۲۷)، المرقاة شرح المشكاة، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر...... ۲۶۲/۹، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۱۳۷/۲۲۔

(۴۰) إرشاد الساري: ۸۶/۱۳

③ اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ قطع تعلق کیسے ختم ہوگی، جمہور علماء فرماتے ہیں کہ صرف سلام کرنے سے قطع تعلق ختم ہو جائے گی اور اس وعید سے نکل جائے گا۔(۴۱)

لیکن امام احمد کہتے ہیں کہ قطع تعلق اس وقت ختم سمجھا جائے گا جب تعلقات اپنے سابقہ معمول پر آجائیں، اگر ترک تعلقات سے اس کو اذیت ہوتی ہے تو صرف سلام کرنے سے ہجران ختم نہیں ہوتا!(۴۲)

٥٨ - باب : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا» /الحجرات : ١٢/.

٥٧١٩ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ ، وَلَا تَحَسَّسُوا ، وَلَا تَجَسَّسُوا ، وَلَا تَنَاجَشُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا) . [ر : ٤٨٤٩]

باب میں ذکر کردہ آیت کریمہ میں کثرت ظن سے منع کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ ظن کی بعض صورتیں گناہ کے زمرے میں آتی ہیں۔

ظن کی قسمیں

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظن کی دو قسمیں ہیں ایک محمود اور دوم مذموم، کسی کے ساتھ حسن ظن رکھنا، ظن محمود میں داخل ہے اور بغیر کسی دلیل اور علامت کے کسی کے متعلق بدگمانی کرنا ظن مذموم ہے۔(۴۳)

اگر کسی شخص میں آثار خیر غالب اور نمایاں ہیں، تو اس کے متعلق بدگمانی کرنا درست نہیں، ہاں اگر کوئی شخص فاسق وفاجر ہے اور اس کا فسق وفجور مشہور ہے، تو اس کے متعلق بدگمانی کرنا ﴿إن بعض

(٤١) عمدة القاري: ١٣٧/٢٢، فتح الباري: ٦٠٨/١٠، إرشادالساري: ٩٥/١٣

(٤٢) عمدة القاري: ١٣٧/٢٢، فتح الباري: ٦٠٨/١٠، إرشادالساري: ٩٥/١٣

(٤٣) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ٣٣٢/١٦

الظن إثم﴾ کے تحت نہیں آتا۔(۴۴)

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اگلا باب "باب مایجوز من الظن" اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے قائم فرمایاہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔

كنَّافي زَمنٍ، الظن بالناس فيه حرام ، وأنت اليوم في زمنٍ اعمل واسكت، وظن في الناس ماشئت(۴۵)

یعنی ہم نے ایک ایسااچھادور بھی گذاراہے کہ اس میں کسی کے متعلق بدگمانی کرنا حرام تھااور اب توایسازمانہ آگیاہے کہ اس میں اپناکام کرکے خاموش رہناچاہیےاور لوگوں کے متعلق ہر طرح کاگمان کیا جاسکتاہے(کیونکہ فاسقوں اور برےلوگوں کی کثرت ہوگئی ہے۔)

لوگوں کے عیوب تلاش کرنادرست نہیں

بغیر دلیل اور کسی قرینے کے خواہ مخواہ بدگمانی کرنا، لوگوں کے عیوب تلاش کرنا اور ان کی کمزوریوں کا تجسس کرناشرعاً ممنوع اورناجائزہےاوراس سے کئی معاشرتی خرابیاں اور بے ضابطگیاں جنم لیتی ہیں، ظاہر ہے ہر انسان میں کوئی نہ کوئی برائی اور کمزوری توہوتی ہی ہے،اگر تلاش اور جستجو میں کوئی لگارہے تو یقیناً ہر آدمی کے اندر عیب اور کمزوری نظر آئے گی،اور ایسے شخص کواپنے سواکوئی خیر و بھلائی والا نظر نہیں آئے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نےاس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا"إن اتبعتَ عورات الناس، أفسدتَهم أوكدت أن تفسدهم"(۴۶)......(اگر آپ لوگوں کے عیوب تلاش کرنے میں لگ گئے توسارےلوگوں کوخراب وفاسد کر بیٹھیں گے۔)

ایک اور روایت میں ہے ، آپؐ نے فرمایا"إن الأمير إذا ابتغى الريبة في الناس أفسدهم"(۴۷) (یعنی امیر اگرلوگوں میں تہمت وعیوب تلاش کرے گاتوانہیں خراب کردے گا)

---

(٤٤) فتح الباري: ١٠/٥٩٥

(٤٥) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة الحجرات: ١٦/٣٣٢

(٤٦) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في النهي عن التجسس: ٤/٢٧٢ (رقم الحديث: ٤٨٨٨)

(٤٧)سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في النهي عن التجسس: ٤/٢٧٢ (رقم الحديث: ٤٨٨٩)

اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یامعشر من آمن بلسانه، ولم يدخل الإيمان قلبه، لاتغتابوا المسلمين، ولاتتبعوا عوراتهم، فإن من اتبع عوراتهم يتبع الله عورته ومن يتبع الله عورته يفضحه في بيته(۴۸)۔۔۔۔۔(آپ نے منافقین سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے وہ لوگو! جنھوں نے زبان سے اسلام قبول تو کرلیا ہے لیکن ایمان ان کے دل میں جاگزیں نہیں ہوا ہے، مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور ان کے عیبوں کو تلاش نہ کرو، اس لیے کہ جو مسلمانوں کے عیوب کا پیچھا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کا تتبع کرے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب کا تتبع کرتا ہے تو اس کو گھر کے اندر رسوا کر دیتا ہے۔)

ان احادیث سے یہ بات بالکل صاف طور سے سمجھ میں آرہی ہے کہ ٹوہ لگا کر کسی کے عیوب تلاش کرنا اور بلا قرینہ اور دلیل کے بدگمانی کرنا درست نہیں۔

لاتناجشوا کے معنی

روایت باب اس سے پہلے باب میں بھی گذر چکی ہے، البتہ یہاں ایک جملہ "ولاتناجشوا" کا اضافہ ہے، تناجش دھوکے کو کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی چیز کو خریدنا مقصد نہیں، البتہ دوسرے لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس کی قیمت بڑھا چڑھا کر بتادی جائے، اور تاثر یہ دیا جائے کہ اس قیمت پر وہ خریدنے کے لیے تیار ہے، حالانکہ مقصد خود خریدنا نہیں، دوسروں کو خریداری پر آمادہ کرنا ہے۔(۴۹)

شارحین اور اہل لغت نے نجش کی تعریف کی ہے "هوأن يزيد في السلعة وهو لايريد شراءها، بل ليوقع غيرها فيها"(۵۰)

---

(٤٨) سنن أبي داود، كتاب الأدب ، باب الغيبة: ٢٧٠/٤ (رقم الحديث: ٤٨٨٠)

(٤٩) مجمع بحار الأنوار: ٦٦٢/٤، النهاية لابن الأثير: ٢١/٥

(٥٠) عمدة القاري: ١٣٧/٢٢، فتح الباري: ٥٩٤/١٠، إرشاد الساري: ٨٦/١٣

٥٩ – باب : مَا يَجُوزُ مِنَ الظَّنِّ .

٥٧٢٠ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ . (ما أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفانِ مِنْ دِينِنَا شَيْئًا) . قالَ اللَّيْثُ : كانَا رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُنَافِقِينَ .

حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بِهٰذَا . وَقالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا وَقالَ : (يَا عائِشَةُ ، ما أَظُنُّ فُلَانًا وَفُلَانًا يَعْرِفانِ دِينَنَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ) .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ فلاں فلاں شخص ہمارے دین کی کوئی بات بھی جانتے ہیں، لیث بن سعد کہتے ہیں کہ یہ دونوں منافق تھے۔

دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "میں فلاں فلاں شخص کے متعلق نہیں گمان کرتا ہوں کہ ہم جس دین پر قائم ہیں، اس کے متعلق وہ کچھ بھی جانتے ہیں"۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اس باب کے متعلق فرماتے ہیں:

"هذا باب بيان جواز إظهار مافي ظن الرجل، أوالمعنى: باب مايكون في الظن من جواز أو كراهة، أوحرمة، فالظن الظاهر دليله جائز كما هو ظاهر الحديث، والظن الذي ليس عليه قرينة وفيه إساء ة ظن بالآخر لايجوز"(٥١)

یعنی اس باب میں ظن کے اظہار کی جائز صورت بتلائی ہے یا کہا جائے کہ ظن کی ایک صورت

(٥١) لامع الدراري على جامع البخاري: ١٠/٢٣

جواز کی اور دوم کراہت اور حرمت کی ہے، جس ظن کی بنیاد بالکل واضح دلیل پر ہو، وہ جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، البتہ ایسی بدگمانی جس پر کوئی قرینہ اور دلیل نہیں پائی جاتی، جائز نہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ باب سابقہ باب سے بمنزلہ استثناء کے ہے(۵۲) یعنی سابقہ باب میں ظن سے ممانعت تھی اور اس باب میں جواز واستثناء کی صورت بتلائی ہے۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فإن قلت: ترجم بوجود الظن، وفي الحديث نفي الظن، قلت: العرف في قول القائل: ماأظن زيدا في الدار: أظنه ليس في الدار"(۵۳)

اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فالنفي في الحديث لظن النفي، لالنفي للظن، وفي الترجمة إثبات الظن، فلاتنا في بينه و بين الترجمة"(۵۴)

حاصل یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں ظن کا اثبات ہے جب کہ حدیث میں "ما أظن... ..." کہہ کر حضورؐ نے نفی فرمائی ہے تو حدیث سے ترجمۃ الباب کیسے ثابت ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ظن کی نفی نہیں ہے بلکہ نفی کے ظن یعنی منفی ظن کا ذکر ہے، ظن کسی کام کے ہونے کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور کسی کام کے نہ ہونے کے متعلق بھی ہو سکتا ہے، حدیث باب میں اس دوسری صورت کا ذکر ہے اور یہ ترجمۃ الباب کے منافی نہیں ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کو مثال سے یوں سمجھایا کہ ایک شخص کہتا ہے ماأظن زيدا في الدار (زید کے متعلق میرا خیال نہیں ہے کہ وہ گھر میں ہے) تو اس جملے میں در حقیقت ظن کی نفی نہیں، بلکہ منفی ظن کا ذکر ہے اور مطلب یہ ہے کہ أظنه ليس في الدار یعنی میرا خیال ہے کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔

روایت باب میں جن دو آدمیوں کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمارے

---

(٥٢) لامع الدراري على جامع البخاري: ٢٣/١٠

(٥٣) شرح الكرماني: ٢٠٣/٢١

(٥٤) إرشادالساري: ٨٧/١٣

دین سے نابلد ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا، ان دونوں کے نام مجھے معلوم نہیں ہو سکے۔(۵۵)

٦٠ - باب : سِتْرِ الْمُؤْمِنِ عَلَى نَفْسِهِ .

٥٧٢١ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنِ ٱبْنِ أَخِي ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا ٱلْمُجَاهِرِينَ ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاهَرَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلاً ، ثُمَّ يُصْبِحُ وَقَدْ سَتَرَهُ ٱللّٰهُ ، فَيَقُولُ : يَا فُلَانُ ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا ، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ ٱللّٰهِ عَنْهُ) .

٥٧٢٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ : أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ ٱبْنَ عُمَرَ : كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ يَقُولُ فِي النَّجْوَى ؟ قَالَ : (يَدْنُو أَحَدُكُمْ مِنْ رَبِّهِ حَتَّى يَضَعَ كَنَفَهُ عَلَيْهِ ، فَيَقُولُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا ؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ ، وَيَقُولُ : عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا ؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ ، فَيُقَرِّرُهُ ثُمَّ يَقُولُ : إِنِّي سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِي ٱلدُّنْيَا ، فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ) . [ر : ٢٣٠٩]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مؤمن سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں لیکن اس کا افشاء اور اشاعت نہیں کرنی چاہیے، افشاء اور اشاعتِ معصیت سے معاشرے میں گناہ پھیل جاتے ہیں اور ان کی شناعت لوگوں کے دلوں سے نکل جاتی ہے۔

حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری تمام امت کے گناہ معاف ہوں گے، مگر وہ لوگ جو علانیہ گناہ کرتے ہیں (ان کو معافی نہیں ملے گی) بے شک یہ بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ ایک آدمی رات کو کوئی کام (برائی) کرے اور اللہ اس پر پردہ ڈالے لیکن صبح ہونے پر وہ آدمی خود (اعلان کر کے) کہے، اے فلاں! میں نے رات کو یہ یہ حرکت کی، حالانکہ اس نے رات اس حال میں گذاری کہ اللہ

(٥٥) فتح الباري: ٥٩٥/١٠

(٥٧٢١) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، باب النهي عن هتك الإنسان ستر نفسه: ٢٢٩١/٤ (رقم الحديث: ٢٩٩٠)

تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا تھا، لیکن اس نے صبح ہوتے ہی اللہ کے پردہ کو اٹھادیا۔

كل أمتي مُعافى

مُعافی باب مفاعلہ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، میم پر پیش ہے یعنی میری ساری امت معاف کردی جائے گی۔(٥٦)

إلا المجاهرين

مجاہر کی تعریف ہے هوالذي جاهر بمعصيته وأظهرها (٥٧) یعنی جو علانیہ گناہ کرنے والا ہو۔

"المجاهرين" حالتِ نصبی میں اکثر کی روایت ہے،(٥٨) اور ترکیب میں مستثنیٰ متصل واقع ہورہا ہے، مستثنیٰ متصل منصوب ہوتا ہے۔

بعض روایتوں میں "المجاهرون" حالت رفعی میں ہے(٥٩) اس صورت میں کوفیین کے مسلک پر تو کوئی اشکال نہیں ہوتا کیونکہ ان کے نزدیک یہ استثناء منقطع ہے...... اور "إلا" لکن کے معنی میں ہے، "المجاهرون" مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر "لايعافون" محذوف ہے، تقدیری عبارت ہے "لكن المجاهرون بالمعاصي لايعافون......"(٦٠)

وإن من المجانة

مَجانة: میم کے فتحہ کے ساتھ بے باکی، بے حیائی اور لاپرواہی کو کہتے ہیں۔(٦١)

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (بندہ اور رب کے درمیان) سرگوشی کے متعلق کیسے سنا ہے تو انھوں نے کہا

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٥٩٥، عمدة القاري: ٢٢/١٣٨!

(٥٧) عمدة القاري: ٢٢/١٣٩

(٥٨) عمدة القاري: ٢٢/١٣٩

(٥٩) عمدة القاري: ٢٢/١٣٩

(٦٠) فتح الباري: ١٠/٥٩٦

(٦١) عمدة القاري: ٢٢/١٣٩، إرشادالساري: ١٣/٨٨

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک شخص اپنے رب کے قریب ہوگا، یہاں تک کہ اللہ اس پر اپنا پردہ ڈال لے گا اور اس سے پوچھے گا کہ تو نے یہ یہ کام کیا ہے؟ آدمی کہے گا "جی" پھر اللہ پوچھے گا تو نے یہ یہ کام کیا ہے؟ وہ کہے گا "جی ہاں" اللہ تعالیٰ اس سے اقرار کرا کر پھر اس سے کہے گا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر پردہ ڈالا تھا، آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔

یدنو

یہ دنوّ سے ہے: قریب ہونا، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا، اس سے قرب مکانی مراد نہیں، قرب رتبی مراد ہے۔(٦٢)

کنفه:

کَنَف (کاف اور نون کے فتحہ کے ساتھ) پردے اور ساتر کو کہتے ہیں۔(٦٣)

فيقرّره

أي يجعله مُقِرًّا بذلك یعنی اللہ تعالیٰ اس سے اقرار کرائے گا۔

٦١ - باب: الْكِبْرِ.

وَقالَ مُجاهِدٌ: «ثانِيَ عِطْفِهِ» /الحج: ٩/: مُسْتَكْبِرًا في نَفْسِهِ. عِطْفُهُ: رَقَبَتُهُ.

٥٧٢٣: حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ: أَخْبَرَنا سُفْيَانُ: حَدَّثَنا مَعْبَدُ بْنُ خالِدٍ الْقَيْسِيُّ، عَنْ حارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الخزاعِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الجنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَاعِفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ. أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ).
[ر: ٤٦٣٤]

٥٧٢٤: وَقالَ مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى: حَدَّثَنا هُشَيْمٌ: أَخْبَرَنا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ: حَدَّثَنا أَنَسُ ابْنُ مالِكٍ قالَ: كانَتِ الْأَمَةُ مِنْ إِماءِ أَهْلِ المَدِينَةِ، لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شاءَتْ.

(٦٢) عمدة القاري: ١٣٩/٢٢

(٦٣) عمدة القاري: ١٣٩/٢٢، فتح الباري: ٥٩٨/١٠

(٥٧٢٤) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاريّ، عمدة القاري: ١٤١/٢٢

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”أي هذا باب في بيان ذم الكبر (بكسر الكاف و سكون الباء) وهو ثمرة العجب وقدهلك بها كثير من العلماء والعباد والزهاد، والكبر والتكبر والاستكبار متقارب، والتكبر هو الحالة التي يتخصص بها الإنسان من إعجابه بنفسه، وذلك أن يرى نفسه أكبر من غيره، وأعظم ذلك أن يتكبر على ربه بأن يمتنع من قبول الحق والإذعان له بالتوحيد والطاعة“۔(٦٤) .

یعنی یہ باب کبر کی مذمت کے بارے میں ہے، کبر اور تکبر دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یہ عجب کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے سے بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھے، تکبر کی ایک خطرناک صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے رب کے مقابلے میں تکبر اختیار کرے اس طرح کہ حق قبول کرنے سے اور اللہ تعالیٰ کی توحید وطاعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کردے۔

وقال مجاهد: ثاني عطفه: مستكبر في نفسه۔ عطفه: رقبته

سورۂ حج کی آیت کریمہ میں ہے ﴿ثاني عطفه ليضل عن سبيل الله له في الدنيا خزي ونذيقه يوم القيٰمة عذاب الحريق﴾(٦٥) مجاہد فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں ”ثاني عطفه“ سے وہ شخص مراد ہے جو دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔(٦٦)

عِطف کا ترجمہ رقبۃ یعنی گردن سے کیا ہے، مجاہد کی یہ تعلیق فریابی نے موصولاً نقل کی ہے۔(٦٧)

---

(٦٤) عمدة القاري: ٢٢/١٤٠

(٦٥) سورة الحج/ ٩

(٦٦) شرح ابن بطال لصحيح البخاري: ٩/٢٦٥، عمدة القاري: ٢٢/١٤٠، فتح الباري: ١٠/٦٠٠، إرشادالساري: ١٣/٩٠

(٦٧) عمدة القاري: ٢٢/١٤٠، فتح الباري: ١٠/٦٠٠، نیز دیکھیے إرشادالساري: ١٣/٩٠

كل ضعيف متضاعف

ضعیف سے ضعیف الحال مراد ہے، ضعیف البدن مراد نہیں اور متضاعف سے متواضع مراد ہے۔(٦٨)

كل عتل جواظ

عتل کے کئی معانی بیان کیے گئے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں: الجافي الشديد في كفره، الشديد الخصومة بالباطل، الأكول الشروب القوي الشديد، الفاحش السيئ الخلق(٦٩) حاصل ان سب کا یہ ہے کہ ایسا شخص جو ہٹ دھرم، مضبوط، باطل پر ڈٹنے والا بداخلاق وکمینہ ہو، اسے عتل کہتے ہیں۔

جَوّاظ

بہت زیادہ بخیل، متکبر اور اترا کر چلنے والا، ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جواظ کی تشریح منقول ہے، آپ نے فرمایا "الجَوّاظ الذي جمع ومنع" یعنی جواظ وہ شخص ہے جو مال جمع کرتا ہے اور اس کے حقوق واجبہ ادا نہیں کرتا ایک اور روایت میں آپ نے فرمایا "الجماع المناع" (٧٠)

وقال محمد بن عيسى......

محمد بن عیسی

محمد بن عیسی "ابن الطباع" کے نام سے مشہور ہیں، امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انہیں چالیس ہزار احادیث حفظ تھیں لیکن تدلیس کرتے تھے، سن ۲۲۴ ہجری میں ان کی وفات ہوئی (۷۱) علامہ مزی

---

(٦٨)عمدة القاري: ٢٢/١٤٠، إرشاد الساري: ١٣/٩٠

(٦٩) الجامع لأحكام القرآن لقرطبي: ١٨/٢٣٣

(٧٠)مسند الإمام أحمد بن محمد بن حنبل في مسانيد أنس بن مالكؓ: ٣/١٤٥

(٧١) تهذيب الكمال: ٢٦/٢٦٣ (رقم الترجمة: ٥٥٣٤)

رحمہ اللہ نے "تہذیب الکمال" میں لکھا ہے کہ امام بخاری ان سے تعلیقاً روایات نقل کرتے ہیں۔(۷۲)
ائمہ جرح و تعدیل میں سے امام ابوداود، ابوحاتم، امام نسائی اور علی مدینی نے ان کی توثیق کی ہے۔(۷۳)

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔(۷۴)

اصحاب صحاح ستہ میں سے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں۔(۷۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا "لم أرله في البخاري سوى هذا الموضع" (۷٦)

لیکن علامہ عینی فرماتے ہیں "قلت: قال الذي جمع رجال الصيحين روى عنه البخاري في آخر الحج والأدب ، وقال في الموضعين: قال محمد بن عيسى" (۷۷) علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے رجال کو جمع کرنے والے نے یہ تصریح کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن عیسی سے کتاب الحج کے آخر میں اور کتاب الأدب میں روایت نقل کی ہے اور دونوں جگہ "قال محمد بن عيسى" کے الفاظ ذکر کیے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کتاب الادب کے علاوہ حج میں بھی ان کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کی ہے۔

حدیث میں ہے کہ مدینہ منورہ کی ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیتی اور جہاں چاہتی آپ کو لے جاتی...... اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے بلند مقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ہر قسم کے تکبر سے بری اور صاف تھے۔

---

(۷۲) تهذيب الكمال: ٢٦/٢٦٠ (رقم الترجمة: ٥٥٣٤)

(۷۳) تهذيب الكمال: ٢٦/٢٦٣ (رقم الترجمة: ٥٥٣٤)

(٧٤) كتاب الثقات لابن حبان: ٩/٤،

(٧٥) تهذيب الكمال: ٢٦/٢٦٤ (رقم الترجمة: ٥٥٣٤)

(٧٦) فتح الباري: ١٠/٦٠١

(٧٧) عمدة القاري: ٢٢/١٤٠

٦٢ - باب : الْهِجْرَةِ .

وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ) .

٥٧٢٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي عَوْفُ بْنُ مالِكِ ابْنِ الطُّفَيْلِ ، هُوَ ابْنُ الحَارِثِ ، وَهُوَ ابْنُ أَخِي عائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ لِأُمِّهَا ، أَنَّ عائِشَةَ حُدِّثَتْ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قالَ في بَيْعٍ أَوْ عَطَاءٍ أَعْطَتْهُ عائِشَةُ : وَاللهِ لَتَنْتَهِيَنَّ عائِشَةُ أَوْ لَأَحْجُرَنَّ عَلَيْهَا ، فَقَالَتْ : أَهُوَ قالَ هٰذَا ؟ قالُوا : نَعَمْ ، قالَتْ : هُوَ لِلهِ عَلَيَّ نَذْرٌ ، أَنْ لَا أُكَلِّمَ ابْنَ الزُّبَيْرِ أَبَدًا . فَاسْتَشْفَعَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِلَيْهَا ، حِينَ طَالَتِ الْهِجْرَةُ ، فَقَالَتْ : لَا وَاللهِ لَا أُشَفِّعُ فِيهِ أَبَدًا ، وَلَا أَتَحَنَّثُ إِلَى نَذْرِي . فَلَمَّا طَالَ ذٰلِكَ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ ، كَلَّمَ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ ، وَهُمَا مِنْ بَنِي زُهْرَةَ ، وَقالَ لَهُمَا : أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ لَمَّا أَدْخَلْتُمَانِي عَلَى عائِشَةَ ، فَإِنَّهَا لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ تَنْذِرَ قَطِيعَتِي . فَأَقْبَلَ بِهِ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ مُشْتَمِلَيْنِ بِأَرْدِيَتِهِمَا ، حَتَّى اسْتَأْذَنَا عَلَى عائِشَةَ ، فَقَالَا : السَّلَامُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ أَنَدْخُلُ ؟ قالَتْ عائِشَةُ : ادْخُلُوا ، قالُوا : كُلُّنَا ؟ قالَتْ : نَعَمْ ، ادْخُلُوا كُلُّكُمْ ، وَلَا تَعْلَمُ أَنَّ مَعَهُمَا ابْنَ الزُّبَيْرِ ، فَلَمَّا دَخَلُوا دَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْحِجَابَ ، فَاعْتَنَقَ عائِشَةَ وَطَفِقَ يُنَاشِدُهَا وَيَبْكِي ، وَطَفِقَ الْمِسْوَرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ يُنَاشِدَانِهَا إِلَّا ما كَلَّمَتْهُ ، وَقَبِلَتْ مِنْهُ ، وَيَقُولَانِ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَمَّا قَدْ عَلِمْتِ مِنَ الْهِجْرَةِ ، فَإِنَّهُ : (لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ) . فَلَمَّا أَكْثَرُوا عَلَى عائِشَةَ مِنَ التَّذْكِرَةِ وَالتَّحْرِيجِ ، طَفِقَتْ تُذَكِّرُهُمَا وَتَبْكِي وَتَقُولُ : إِنِّي نَذَرْتُ ، وَالنَّذْرُ شَدِيدٌ ، فَلَمْ يَزَالَا بِهَا حَتَّى كَلَّمَتِ ابْنَ الزُّبَيْرِ ، وَأَعْتَقَتْ في نَذْرِهَا ذٰلِكَ أَرْبَعِينَ رَقَبَةً ، وَكَانَتْ تَذْكُرُ نَذْرَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ ، فَتَبْكِي حَتَّى تَبُلَّ دُمُوعُهَا خِمَارَهَا .

[ر : ٣٣١٤]

٥٧٢٦ : حدّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لَا تَبَاغَضُوا ، وَلَا تَحَاسَدُوا ، وَلَا تَدَابَرُوا ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا ، وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ) . [ر : ٥٧١٨]

٥٧٢٧ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ ، يَلْتَقِيَانِ : فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا ، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ) . [٥٨٨٣]

کسی مسلمان سے ترک تعلقات کرنے کے متعلق تفصیلی گفتگو چند باب پہلے (باب ماینھی من التحاسد والتدابر ....) بیان کی جاچکی ہے، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جو پہلی روایت ذکر کی ہے، وہ امام نے "مناقب قریش" میں دو جگہ ذکر کی ہے (٧٨) لیکن نسبتاً مختصر وہاں ذکر کی ہے، یہاں تفصیل کے ساتھ ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے حضرت عائشہؓ کی ناراضگی کا واقعہ

عوف بن مالک جو حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں، نقل کرتے ہیں کہ حضرت سے یہ بات کہی گئی کہ عبداللہ بن زبیر نے کسی بیع یا کسی عطیہ کے متعلق جو حضرت عائشہؓ نے دیا تھا کہا کہ بخدا! عائشہ (اس طرح عطیات دینے سے) باز آجائیں، ورنہ میں ان پر پابندی لگادوں گا، حضرت عائشہ نے پوچھا، کیا واقعی انھوں نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے کہا، ہاں، حضرت عائشہ نے کہا: هولله عليّ نذر أن لا أكلم ابن الزبير أبدا (اللہ کے لیے مجھ پر یہ نذر واجب ہے کہ میں ابن زبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی۔)

جب اس جدائی کو بہت عرصہ گذر گیا تو ابن زبیر نے سفارش کرائی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ بخدا نہ میں کسی کی سفارش قبول کروں گی، اور نہ میں اپنی قسم توڑوں گی...... پھر جب ابن زبیر پر یہ بات گراں گذرنے لگی تو انھوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود سے (جو قبیلہ بنی زہرہ سے تھے)

(٥٧٢٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الاستئذان، باب السلام للمعرفة وغيرالمعرفة (رقم الحديث: ٥٨٨٣) وأخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب تحريم الهجر فوق ثلاث بلاعذر شرعي: ١٩٨٤/٤ (رقم الحديث: ٢٥٦٠) وأخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في كراهية الهجر للمسلم: ٣٢٧/٤ (رقم الحديث: ١٩٣٢) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم: ٢٧٨/٤ (رقم الحديث: ٤٩١١)

(٧٨) صحيح البخاري، أبواب المناقب، باب مناقب قريش (رقم الحديث: ٣٥٠٣- ٣٥٠٥)

گفتگو کی اور ان دونوں سے کہا کہ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ کو حضرت عائشہؓ کے پاس لے چلو، اس لیے کہ ان کے لیے جائز نہیں کہ مجھ سے قطع تعلق کے لیے نذر مانیں..... مسور اور عبد الرحمٰن اپنی اپنی چادر اوڑھ کر ابن زبیر کو ساتھ لے چلے، دونوں نے حضرت عائشہؓ سے داخلہ کی اجازت مانگی اور کہا...... "السلام علیك ورحمة الله وبركاته! کیا ہم داخل ہو جائیں؟...... "حضرت عائشہؓ نے کہا، ہاں، انھوں نے پوچھا، سب اندر آجائیں؟ فرمایا، ہاں سب آجاؤ...... انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیر بھی ہیں، جب اندر داخل ہوئے تو ابن زبیر پردے کے اندر گھس کر حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور ان کو اللہ کا واسطہ دے کر رونے لگے، مسور اور عبد الرحمٰن بھی انہیں اللہ کا واسطہ دینے لگے کہ ان سے بات کیجیے اور ان کا عذر قبول کیجیے...... دونوں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ آپ جانتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطع تعلق سے منع فرمایا ہے، کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین رات سے زیادہ کے لیے جدائی اختیار کرے (اور ترک تعلق کرے)

جب یہ لوگ بہت زیادہ حضرت عائشہ کو نصیحت کرنے اور اصرار کرنے لگے تو وہ بھی رو کر انہیں سمجھانے لگیں کہ میں نے نذر مانی ہے، اور نذر کا معاملہ بہت سخت ہے...... لیکن یہ دونوں مسلسل اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے ابن زبیر سے بات کر لی اور اس نذر کے کفارے میں انھوں نے چالیس غلام آزاد کیے...... اس کے بعد جب بھی وہ اپنی اس نذر کو یاد کرتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔

یاد رہے کہ اس حدیث میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے یہ اس وقت کا ہے جب حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ ابھی حکمران نہیں بنے تھے، کیونکہ حضرت عائشہؓ کی وفات سن ستاون ہجری میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی ہے، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا دور بعد میں شروع ہوتا ہے۔ (۷۹)

سند کی وضاحت

حدثني عوف بن مالك بن الطفيل هوا بن الحارث وهو ابن أخي عائشة لأمها

(۷۹) عمدة القاري: ۲۲/۱٤۲

❶ یہاں سند میں تھوڑا سا اختلاف ہے، ایک روایت میں ہے عوف بن مالک بن طفیل بن الحارث۔

❷ صالح بن کیسان کی روایت کے ایک طریق میں ہے عوف بن طفیل بن الحارث۔

❸ ایک اور روایت میں ہے عوف بن الحارث بن الطفیل، اسی کو علی ابن المدینی نے صحیح قرار دیا ہے۔(۸۰)

یعنی عوف کے نام میں تو کوئی اختلاف نہیں، ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض میں طفیل بن الحارث، بعض میں مالک بن طفیل اور بعض روایات میں حارث بن طفیل ہے۔

ابراہیم حربی نے اس کی تفصیل لکھی ہے کہ طفیل کے والد نے حضرت ام رومان سے شادی کی تھی، یہ یمن کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے، وہاں سے مکہ مکرمہ آئے، ام رومان سے ان کا ایک بچہ "طفیل" پیدا ہوا، ان کے مرنے کے بعد ام رومان سے حضرت صدیق اکبرؓ نے شادی کی اور ان سے حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تو طفیل حضرت عائشہؓ کے ماں شریک بھائی ہیں (۸۱) اور علامہ ذہبی نے فرمایا کہ یہ صحابی تھے (۸۲) ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں انہیں صحابہ کی فہرست میں شامل کیا ہے، (۸۳) ان کا بیٹا عوف حضرت عائشہؓ کا بھتیجا ہے، یعنی ان کے ماں شریک بھائی کا بیٹا ہے۔

أن عائشة حُدِّثَتْ

حُدِّثَتْ مجہول کا صیغہ ہے، یعنی حضرت عائشہ سے یہ بات بیان کی گئی، اوزاعی کی روایت میں ہے "أن عائشة بلغها......"(۸۴)

---

(۸۰)عمدة القاري: ۲۲/۱٤۲، إرشادالساري: ۱۳/۹۲، فتح الباري: ۱۰/٦۰٤

(۸۱) فتح الباري: ۱۰/٦۰٤، ذكرهذا في عمدة القاري من الواقدي: ۲۲/۱٤۲، وكذا في تهذيب الكمال: ۱۳/۳۹۰ (رقم الترجمه: ۲۹٦٦)

(۸۲) عمدة القاري: ۲۲/۱٤۲

(۸۳)الاستيعاب على هامش الإصابة، باب الطاء: ٤/۱۱٥

(۸٤) إرشادالساري: ۱۳/۹۲، فتح الباري: ۱۰/٦۰٤

في بيع أوعطاء أعْطَتْه عائشة

یعنی یا تو یہ کوئی بیع کا معاملہ تھا اور یا کوئی عطیہ حضرت عائشہؓ نے دیا تھا، اوزاعی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اپنا ایک گھر فروخت کر دیا تھا، جس پر حضرت ابن زبیر غصہ ہوئے۔(۸۵)

أَوْلأحجُرَنَّ عليها

اس میں "او" "إلی" کے معنی میں ہے اور اس کے بعد "أنْ" مقدر ہے، یعنی یہ "لألزمنك أو تعطيني حقي" کے قبیل سے ہے، یعنی حضرت عائشہ باز آ جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگادوں گا۔(۸۶)

هولِلّٰهِ عَليّ نذر أن لا أكلّم ابن الزبير

ابن التین نے فرمایا "أنْ لا أكلم" کی تقدیری عبارت ہے "عَليّ نذر إن كلّمته" (۸۷) مناقب قریش میں جو روایت گذری ہے، اس میں بھی ہے، لله عليّ نذر، إن كلمته، بعض روایتوں میں ہے "للّٰه عَليّ نذر، إنْ أكلم ابن الزبير" (۸۸) شرط جزاء کی صورت میں جملہ شرطیہ ہے، اس روایت کے مطابق یہ نذر معلق ہوگی۔

فاستشفع ابن الزبير حين طالتِ الهجرة

یعنی جب حضرت عائشہؓ کی طرف سے یہ جدائی طویل ہو گئی، تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ان سے سفارش کرائی کہ وہ راضی ہو جائیں، اوزاعی کی روایت میں ہے "فطالت هجرتها إياه، فنقصه الله بذلك في أمره كله فاستشفع لكل جدير أنها تقبل عليه......" (۸۹) یعنی حضرت عائشہؓ کے قطع تعلق کا زمانہ جب طویل ہو گیا تو حضرت ابن زبیر کے تمام معاملات میں قدرت کی طرف سے نقصان

---

(۸۵) فتح الباري: ۶۰۵/۱۰، عمدة القاري: ۱٤۲/۲۲، إرشادالساري: ۹۲/۱۳

(۸٦) عمدة القاري: ۱٤۲/۲۲

(۸۷) عمدة القاري: ۱٤۲/۲۲، فتح الباري: ۶۰۵/۱۰، نیز دیکھیے إرشادالساري: ۹۲/۱۳

(۸۸) عمدة القاري: ۱٤۲/۲۲، فتح الباري: ۶۰۵/۱۰، شرح الكرماني: ۲۰٦/۲۱، أخرجه البخاري في كتاب المناقب، باب في مناقب قريش (رقم الحديث: ۳۵۰۵)

(۸۹) فتح الباري: ۶۰۵/۱۰

ہونے لگا تو انھوں نے ہر مناسب ذریعہ سے سفارش کرائی کہ حضرت عائشہؓ ان کی طرف متوجہ ہوں اور ان سے راضی ہو جائیں۔

فقالت : لاوالله لا أشفّع فيه أحداً

شَفَّع باب تفعیل سے اس کے معنی سفارش قبول کرنے کے آتے ہیں۔ لا أتحنث إلى نذري یعنی میں اپنی نذر میں حانث نہیں ہوں گی، معمر کی روایت میں ہے "لا أحنث في نذري" (۹۰)

وهما من بني زهرة

بنوزہرہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں لگتے تھے (۹۱) والدہ کی طرف سے رشتہ تھا تو اس رشتے کی حضرت عائشہؓ رعایت فرماتی تھیں، حضرت عبداللہ بن زبیر سفارش کے لیے مسور اور عبدالرحمٰن کو لائے کیونکہ وہ دونوں بنوزہرہ سے تعلق رکھتے تھے۔

أنشدكما بالله لمّا أدخلتماني

لَمَّا میم کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ درست ہے، یہ "إلاَّ" حرف استثناء کے معنی میں ہے جیسے قرآن کریم کی آیت ﴿إن كل نفس لما عليها حافظ﴾ میں "لمّا" بمعنی "إلا" ہے، یعنی میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ مجھے عائشہ کے پاس لے چلو، اوزاعی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ان سے کہا کہ تم دونوں مجھے اپنی چادر اوڑھا دو۔

من التذكِرة والتحريج

تذکرہ سے تذکیر مراد ہے یعنی صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت کی یاد دہانی کرانے لگے، تحریج کے معنی ہیں کسی کو حرج میں ڈالنا یعنی انھوں نے حضرت عائشہ پر اصرار کر کے جب انہیں تنگ کیا تو حضرت عائشہؓ نے بات کی اور بطور کفارہ چالیس غلام آزاد کیے۔

---

(۹۰) عمدة القاري: ۱٤٣/٢٢، فتح الباري: ۱۰/٦۰٥

(۹۱) فتح الباري: ۱۰/٦۰٥

ایک اشکال اور اس کا جواب

بظاہر اشکال ہوتا ہے کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا جائز نہیں تو حضرت عائشہؓ نے ایسا کیوں کیا؟

اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے کہ کسی دینی مصلحت کی وجہ سے یا کسی کی نافرمانی اور معصیت کی وجہ سے ترک تعلق کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اگلے باب "باب مایجوز من الهجران لمن عصى" سے اس کو ثابت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر سے حضرت عائشہؓ کو بہت محبت تھی (۹۲) اور وہ ان کا بہت خیال بھی رکھتے تھے، جب ان کی طرف سے اس طرح سخت جملہ کہا گیا، تو یہ ایک طرح کی نافرمانی تھی، محبوب بھانجے کا یہ جملہ ان پر بہت شاق گذرا اور ان کی تادیب کے لیے ان سے ترک تعلق انھوں نے کرلیا۔ (۹۳)

٦٣ – باب : ما يَجُوزُ مِنَ الْهِجْرَانِ لِمَنْ عَصَى .

وَقالَ كَعْبٌ ، حِينَ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : وَنَهَى النَّبِيُّ ﷺ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا ، وَذَكَرَ خَمْسِينَ لَيْلَةً . [ر : ٤١٥٦]

٥٧٢٨ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : قالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْرِفُ غَضَبَكِ وَرِضَاكِ) . قالَتْ : قُلْتُ : وَكَيْفَ تَعْرِفُ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قالَ : (إِنَّكِ إِذَا كُنْتِ رَاضِيَةً قُلْتِ : بَلَى وَرَبِّ مُحَمَّدٍ ، وَإِذَا كُنْتِ سَاخِطَةً قُلْتِ : لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ) . قالَتْ : قُلْتُ : أَجَلْ ، لَسْتُ أُهَاجِرُ إِلَّا اسْمَكَ . [ر : ٤٩٣٠]

(۹۲) چنانچہ بخاری ہی کی ایک روایت میں اس کی تصریح ہے "عن عروة بن الزبير قال: كان عبدالله بن الزبير أحبّ البشر إلى عائشة بعد النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر، وكان أبرالناس بها، وكانت لاتمسك شيئا ممّا جاء ها من رزق الله تصدقت..... صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب مناقب قريش (رقم الحديث: ٣٥٠٥)

(۹۳) فتح الباري: ١٠/٦٠٨، إرشادالساري: ١٣/٩٣، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٢٧١

معصیت کی وجہ سے اگر کسی سے ترک تعلق کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے اور سلف سے اس طرح کا ترکِ تعلق منقول ہے، مہلب فرماتے ہیں:

”غرض البخاري في هذا الباب أن يبين صفة الهجران الجائز وأنه يتنوع بقدر الجرم، فمن كان من أهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة، كما في قصة كعب وصاحبيه، وماكان من المغاضبة بين الأهل والإخوان، فيجوز الهجر فيه بترك التسمية مثلا، أوبترك بسط الوجه مع عدم هجر السلام والكلام“(۹۴)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں ترک تعلق کے جواز کی صورت بیان کرنا چاہتے ہیں، جرم کے اعتبار سے مختلف قسم کا ترک تعلق کیا جاسکتا ہے، اگر کوئی نافرمانی کرنے والوں میں سے ہے تو اس کے ساتھ بات ترک کر کے ترک تعلق کیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت کعب بن مالکؓ کے قصے میں ترکِ کلام کیا گیا تھا، اسی طرح بھائی اور اہل وعیال کے ساتھ ناراضگی کی صورت میں ترک تعلق یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس کا نام نہ لیا جائے جس کے ساتھ ترک تعلق کیا گیا یا سلام کلام تو کیا جائے لیکن بشاشت وخندہ پیشانی کو ترک کردیا جائے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

یہاں ایک اشکال ہوتا ہے کہ مسلمان فاسق اور فاجر کو چھوڑنا جائز اور مشروع ہے لیکن کافر کو چھوڑنا مشروع نہیں، حالانکہ کافر، مسلمان فاسق کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہے؟

❶ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ ہجران کی دو قسمیں ہیں، ایک ہجران بالقلب، دوم ہجران باللسان، مسلمان سے ہجران باللسان ہوتا ہے اور کافر سے ہجران بالقلب ہوتا ہے اگرچہ زبانی گفتگو اس کے ساتھ جاری رہتی ہے لیکن دلی محبت اس کے ساتھ نہیں ہوتی۔(۹۵)

(٩٤) فتح الباري: ١٠/٦١٠، عمدة القاري: ٢٢/١٤٤۔ ابن بطال نے بھی اس ترجمہ کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے: دیکھیے، شرح ابن بطال: ٩/٢٧٢

(٩٥) فتح الباري: ١٠/٦١٠، إرشادالساري: ١٣/٩٥

❷ شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور بندہ حکم خداوندی کا پابند ہوتا ہے، اللہ کے احکام میں مختلف مصلحتیں ہوتی ہیں اور اللہ ہی ان مصلحتوں کو بہتر طریقہ سے جانتے ہیں (٩٦) گویا وہ اس کو ایک امر تعبدی قرار دے رہے ہیں۔

٦٤ - باب : هَلْ يَزُورُ صَاحِبَهُ كُلَّ يَوْمٍ ، أَوْ بُكْرَةً وَعَشِيًّا .

٥٧٢٩ : حدّثنا إبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسٰى : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ . وَقالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ : قالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهما يَدِينَانِ الدِّينَ ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْهِمَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ طَرَفَيِ النَّهارِ ، بُكْرَةً وَعَشِيَّةً . فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ في بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ في نَحْرِ الظَّهِيرَةِ ، قالَ قائِلٌ : هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، في سَاعَةٍ لَمْ يَكُنْ يَأْتِينَا فِيهَا ، قالَ أَبُو بَكْرٍ : ما جاءَ بِهِ في هٰذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا أَمْرٌ ، قالَ . (إِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي بِالخُرُوجِ) . [ر : ٤٦٤]

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ اپنے ساتھی دوست اور متعلق کے گھر جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں، حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، روایت باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر دن کے ابتدائی یا آخری حصہ میں تشریف لایا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے شاید اس مشہور حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس میں ہے "زر غبًّا، تزدد حبا" یعنی ایک دن کے ناغہ سے ملاقات کریں تو باہمی محبت میں اضافہ ہوتا ہے، حافظ نے کہا کہ یہ حدیث اگرچہ مختلف طرق سے مروی ہے لیکن کوئی بھی طریق ضعف اور کلام سے خالی نہیں۔ (٩٧)

---

(٩٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٢٧٣/٩

(٩٧) فتح الباري: ٦١١/١٠

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے حافظ کی تردید کی اور فرمایا کہ "هذا تخمين في حق البخاري، لأنه حديث مشهور" (٩٨) یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے ایک مشہور حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، اپنی طرف سے ان کے حق میں اندازہ اور تخمینہ لگایا گیا ہے، حقیقت سے اس کا تعلق نہیں، مشہور حدیث کو وہ ضعیف کیسے کہہ سکتے ہیں۔

یہ حدیث واقعتاً مشہور ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کئی دوسرے صحابہ سے بھی منقول ہے (٩٩) ابونعیم نے اس کے تمام طرق کو جمع کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وقد جمعتها في جزء مفرد (١٠٠)

اور دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں، اگر دوست اور ساتھی بے تکلف ہو اور باہمی محبت و خصوصی تعلق بالکل بے غبار ہو تو ایسی صورت میں روزانہ ملاقات کی جاسکتی ہے لیکن اگر تعلق اور محبت زیادہ نہیں تو پھر کبھی کبھی کی ملاقات زیادہ بہتر اور باعث اضافہ محبت رہتی ہے۔ (١٠١)

حدیث باب اس سے پہلے کئی بار گذر چکی ہے اور تفصیل کے ساتھ باب الہجرۃ میں گذری ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

کسی کے ذہن میں یہ شبہ آسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت صدیق اکبرؓ کے ہاں روزانہ جایا کرتے تھے، حالانکہ حضرت صدیق اکبرؓ بھی تو آسکتے تھے؟ وہ آتے تو آپ کو شاید جانے کی ضرورت نہ پڑتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ بھی یقیناً جایا کرتے ہوں گے، یہاں روایت میں اس کا ذکر نہیں، یہاں حضرت صدیقؓ سے محبت اور خصوصی لگاؤ کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

---

(٩٨) عمدة القاري: ١٤٥/٢٢

(٩٩) عمدة القاري: ١٤٥/٢٢

(١٠٠) فتح الباري: ٦١١/١٠

(١٠١) فتح الباري: ٦١٢/١٠، إرشادالساري ٩٦/١٣، عمدة القاري: ١٤٥/٢٢، شرح ابن بطال: ٢٧٤/٩

نقل کیا گیا ہے۔(۱۰۲)ابن التین نے بھی اس کا ایک جواب دیا ہے لیکن وہ تسلی بخش نہیں۔(۱۰۳)

٦٥ – باب : الزِّيَارَةِ ، وَمَنْ زَارَ قَوْمًا فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ .

وَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا ٱلدَّرْدَاءِ فِي عَهْدِ ٱلنَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ عِنْدَهُ . [ر : ١٨٦٧]

٥٧٣٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ خالِدٍ الحَذَّاءِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ زَارَ أَهْلَ بَيْتٍ فِي الْأَنْصَارِ ، فَطَعِمَ عِنْدَهُمْ طَعَامًا ، فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ ، أَمَرَ بِمَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَنُضِحَ لَهُ عَلَى بِسَاطٍ ، فَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُمْ . [ر : ٦٣٩]

ملاقات کے لیے آنے والے کی خدمت میں ماحضر پیش کیا جائے

کسی کی ملاقات کے لیے جانا ہو اور وہاں کچھ کھانے کا موقع مل جائے تو کھانا درست ہے اور سنت میں اس کی اصل ہے، حضرات صحابہ ایک دوسرے کی ملاقات کے لیے گھروں میں جاتے اور کھانا بھی تناول فرماتے تھے جیسا کہ یہاں ترجمۃ الباب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے پاس کھانا کھایا، زائر اور ملاقات کی غرض سے آنے والے کی خدمت میں ماحضر پیش کرنا اسلامی آداب میں سے ایک ادب اور باہمی محبت میں اضافہ کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”من تمام الزيارة إطعام الزائر ماحضر وإتحافه بما تيسر، وذلك من كريم الأخلاق، وهو مما يثبت المودة ويؤكد المحبة“(۱۰۴)

---

(١٠٢) فتح الباري: ٦١١/١٠

(١٠٣) فتح الباري: ٦١١/١٠ وأجاب ابن التين بأنه لم يكن يجيء إلى أبي بكر لمجرد الزيارة بل لمايتزايد عنده من علم الله، قال ابن حجر: ولم يتضح لي هذا الجواب، ويحتمل أن يكون منزل أبي بكر كان بين بيت النبي صلى الله عليه وسلم، وبين المسجد، فكان يمر به، والمقصود المسجد، وكان يشهده، كلما مر به

(١٠٤) شرح ابن بطال: ٢٧٥/٩

روایت باب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصاری کے ایک گھرانے کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے (یہ عتبان بن مالک کا گھرانہ تھا) وہاں کھانا تناول فرمایا، جب نکلنے لگے تو فرمایا گھر کے ایک حصے کو صاف کیا جائے، چنانچہ وہاں پانی چھڑک کر فرش بچھایا گیا، اس پر نماز پڑھی اور ان لوگوں کے لیے دعا کی فنُضح له على بساطٍ: نضح کے معنی پانی چھڑکنے کے ہیں، یعنی پانی چھڑک کر ایک بچھونا چٹائی وغیرہ بچھائی گئی۔

اس حدیث سے ایک ادب یہ معلوم ہوا کہ جب کسی کے ہاں کھانا کھایا جائے تو ان کے لیے کھانے کے بعد دعا کرنا سنت ہے۔(۱۰۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کے مواقع پر گھر والوں کے لیے برکت کی دعا فرمایا کرتے تھے!

مسلمان کی زیارت وملاقات کرنے کے فضائل

کسی کی ملاقات اور زیارت کے لیے جانے کے لیے احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور نے فرمایا "من عاد مريضا أو زار أخا له في الله، ناداه مناد: أن طبت وطاب ممشاك ، وتبوأت من الجنة منزلا"(۱۰۶) (جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے یا کسی بھائی کی ملاقات کے لیے جاتا ہے تو ایک ندا دینے والا پکارتا ہے "آپ اچھے رہیں، آپ کا یہ چلنا اچھا رہے اور آپ کو جنت کی منزل ملی۔")

امام مالک رحمہ اللہ نے بھی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے حضورؐ نے فرمایا اللہ جل شانہ فرماتے ہیں "وجبت محبتي للمتحابين فيّ، والمتجالسين فيّ و للمتزاورين فيَّ، والمتباذلين فيّ '(۱۰۷)...... (میری محبت ان لوگوں کے لیے ثابت ہے جو میرے

---

(۱۰۵) فتح الباري: ۶۱۳/۱۰، شرح ابن بطال: ۲۷۵/۹

(۱۰۶) أخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في زيارة الإخوان: ۳۶۵/٤ (رقم الحديث: ۲۰۰۸)

(۱۰۷) المؤطا للإمام مالك رحمه الله في كتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابين في الله: ۹۵٤/۲

لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے، ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے، ایک دوسرے کی ملاقات کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ایک روایت عتبان بن مالک سے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں "من زار أخاه المؤمن خاض في الرحمة حتى يرجع"(١٠٨) (جو شخص اپنے مومن بھائی کی ملاقات کرتا ہے، وہ واپس آنے تک رحمت خداوندی کی آغوش میں رہتا ہے۔)

٦٦ – باب : مَنْ تَجَمَّلَ لِلْوُفُودِ .

٥٧٣١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قالَ : حَدَّثَنِي أَبِي قالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قالَ : قالَ لِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : ما الْإِسْتَبْرَقُ ؟ قُلْتُ : ما غَلُظَ مِنَ ٱلدِّيبَاجِ ، وَخَشُنَ مِنْهُ . قالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ يَقُولُ : رَأَى عُمَرُ عَلَى رَجُلٍ حُلَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ، فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، ٱشْتَرِ هٰذِهِ ، فَٱلْبَسْهَا لِوَفْدِ النَّاسِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ . فَقَالَ : (إِنَّمَا يَلْبَسُ الحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ) . فَمَضَى فِي ذٰلِكَ ما مَضَى ، ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ إِلَيْهِ بِحُلَّةٍ ، فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ ، وَقَدْ قُلْتَ فِي مِثْلِهَا ما قُلْتَ ؟ قالَ : (إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مالاً) .

فَكانَ ٱبْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ لِهٰذَا الحَدِيثِ . [ر : ٨٤٦]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ باہر سے آنے والے وفود سے ملنے کے لیے اگر معمول سے ہٹ کر زیب و زینت اختیار کیا جائے تو یہ جائز ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، صاحبِ فتح القدیر کے حوالہ سے "فیض الباری" میں لکھتے ہیں:

"إن الجمال غيرالزينة ، فإن التزين يكون من الأوصاف الرديئة، بخلاف الجمال، فإنه من الخصال الحميدة، ثم فرق أن الزينة هو جلب الحسن والتطرية، ليكون له منظراحسنا عندالخلائق، بخلاف الجمال، فإنه اكتساب الحسن، لئلايكون قبيح المنظر، ومشارا إليه بالأصابع حتى

(١٠٨) فتح الباري: ٦١٢/١٠

يضرب به مثل بين الناس"(١٠٩)

اس کا حاصل یہ ہے کہ زینت اور جمال میں فرق ہے، زینت کرنا اچھی عادت نہیں، لیکن جمال اچھی خصلت ہے، زینت اور جمال کے درمیان میں فرق ہے، زینت اپنے آپ کو بتکلف خوب صورت اور حسین بنانے کا نام ہے، تاکہ لوگوں میں حسین وخوب صورت نظر آئے جب کہ جمال کے معنی یہ ہیں کہ آدمی بے ڈھنگے پن کو ختم کردے، بے ڈھنگا ہو کر وہ لوگوں میں ایک مسخرہ بن جائے گا اور اس کا مذاق اڑایا جائے گا، اس طرح کے بے ڈھنگے پن کو ختم کرنے کو جمال کہتے ہیں اور یہ ممدوح بھی ہے اور مقصود بھی!

٦٧ – باب : الْإِخَاءِ وَالْحِلْفِ .

وَقَالَ أَبُو جُحَيْفَةَ : آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي ٱلدَّرْدَاءِ . [ر : ١٨٦٧]

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ : لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ . [ر : ١٩٤٣]

٥٧٣٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، قالَ : لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، فَآخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ) . [ر : ١٩٤٤]

٥٧٣٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ : حَدَّثَنَا عاصِمٌ قالَ : قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَبَلَغَكَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قالَ : (لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ) . فَقَالَ : قَدْ حالَفَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصارِ فِي دَارِي . [ر : ٢١٧٢]

إخاء بھائی چارہ کو کہتے ہیں اور حِلف حاء کے کسرہ اور لام کے سکون کے ساتھ معاہدے کو کہتے ہیں(١١٠) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ کے ابتدائی دنوں میں حضرات صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا...... ابوجحیفہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ ابوجُحیفہ (جیم پر ضمہ اور حاء پر فتحہ کے ساتھ) کا نام وہب بن عبداللہ

---

(١٠٩) فيض الباري: ٣٩١/٤.

(١١٠) عمدة القاري: ١٤٧/٢٢، إرشادالساري: ٩٩/١٣

ہے، حضرت ابوالدرداءؓ کا نام "عویمر" ہے(۱۱۱)......ابوجحیفہ کی یہ تعلیق حدیث موصول کا حصہ ہے جو امام بخاریؒ نے باب الهجرة إلى المدينة میں ذکر کی ہے۔(۱۱۲)

اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن الربیع کے درمیان مواخاۃ کو قائم فرمایا تھا، یہ حدیث بھی موصولاً کتاب البیوع، باب ماجاء في قول الله تعالى: ﴿فإذا قضيت الصلوة......﴾ میں گذر چکی ہے۔

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث آپ تک پہنچی ہے لاحِلْف في الإسلام تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور انصار کے درمیان میرے گھر میں معاہدہ کرایا تھا، اس سے بھائی چارہ کا معاہدہ مراد ہے۔

اس میں جس حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے "لا حلف في الإسلام، وأيما حلف كان في الجاهلية، لم يزده الإسلام إلا شدة"(۱۱۳)

حاصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ آپس میں ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لیے معاہدے کرتے تھے پھر اس کا حلیف قبیلہ اس کی مدد اور حمایت کرتا اگرچہ وہ باطل اور ناجائز پر ہوتا ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کے معاہدے کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ لا حلف في الإسلام۔

ہاں ایسا معاہدہ اور میثاق جو نیکی کے کاموں کے لیے یا کسی امر خیر کے لیے ہو تو اس کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ لم يزده الإسلام إلا شدة یعنی اسلام نے اس طرح کے معاہدہ کو اور استحکام بخشا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا "المنفي حلف التوارث وما يمنع منه الشرع، أما التحالف على طاعة الله ونصر المظلوم والمؤاخاة في الله تعالى فهو أمر مرغب فيه"۔(۱۱۴) یعنی میراث اور خلاف شرع امور کے لیے تو حلف و معاہدہ ممنوع ہے البتہ اللہ کی طاعت، مظلوم کی نصرت اور

---

(١١١) إرشادالساري: ٩٩/١٣

(١١٢) أخرجه البخاري في كتاب الصوم، باب من أقسم على أخيه، ليفطر في التطوع (رقم الحديث: ١٩٦٨)

(١١٣) أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبي صلى الله عليه وسلم بين أصحابه رضي الله تعالىٰ عنهم: ١٩٦٠/٤ (رقم الحديث: ٢٥٣٠)

(١١٤) فتح الباري: ٦١٦/١٠، نیز دیکھیے شرح مسلم للنووي، كتاب فضائل الصحابة، باب مؤاخاة النبي صلى الله عليه وسلم بين أصحابه: ٣٠٨/٢

بھائی چارے کے لیے اگر باہمی معاہدہ کیا جائے تو اس کی ترغیب دی گئی ہے اور وہ ممنوع نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے "قد حالف النبي صلى الله عليه وسلم بين قريش والأنصار في داري"

سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ اس میں حالف سے مؤاخاۃ مراد ہے۔(١١٥) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"لكن سياق عاصم عنه يقتضي أنه أراد المحالفة حقيقة، ...... وترجمة البخاري ظاهرة في المغايرة بينهما"(١١٦)

یعنی اس سے بھائی چارہ نہیں، بلکہ حقیقتاً حلف و معاہدہ مراد ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ترجمۃ الباب میں دونوں کو الگ رکھا ہے۔

٦٨ – باب : التَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ .

وَقالَتْ فاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ : أَسَرَّ إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ فَضَحِكْتُ . [ر : ٣٤٢٦]

وَقالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ : إِنَّ ٱللّٰهَ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى . [ر : ١٢٢٦]

٥٧٣٤ : حدّثنا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللّٰهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا : أَنَّ رِفاعَةَ الْقُرَظِيَّ طَلَّقَ ٱمْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزُّبَيْرِ ، فَجاءَتِ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّها كانَتْ عِنْدَ رِفاعَةَ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ ، فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيرِ ، وَإِنَّهُ وَٱللّٰهِ ما مَعَهُ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ إِلَّا مِثْلُ هٰذِهِ الْهُدْبَةِ ، لِهُدْبَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ جِلْبَابِهَا ، قالَ : وَأَبُو بَكْرٍ جالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَٱبْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ جالِسٌ بِبَابِ الحُجْرَةِ لِيُؤْذَنَ لَهُ ، فَطَفِقَ خالِدٌ يُنَادِي أَبَا بَكْرٍ : يَا أَبَا بَكْرٍ ، أَلَا تَزْجُرُ هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَما يَزِيدُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ عَلَى التَّبَسُّمِ ، ثُمَّ قالَ : (لَعَلَّكِ تُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلَى رِفاعَةَ ، لَا ، حَتَّى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ) . [ر : ٢٤٩٦]

---

(١١٥) فتح الباري: ٦١٥/١٠

(١١٦) فتح الباري: ٦١٤/١٠

٥٧٣٥ : حدّثنا إسْماعيلُ : حَدَّثَنَا إبْرَاهِيمُ ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَبْدِ الحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الخَطَّابِ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : ٱسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ عَلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَسْأَلْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ ، عالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ ، فَلَمَّا ٱسْتَأْذَنَ عُمَرُ تَبَادَرْنَ ٱلْحِجَابَ ، فَأَذِنَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَدَخَلَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَضْحَكُ ، فَقَالَ : أَضْحَكَ ٱللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ؟ فَقَالَ : (عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ ٱللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي ، لَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ تَبَادَرْنَ ٱلْحِجَابَ) . فَقَالَ : أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِنَّ فَقَالَ : يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ ، أَتَهَبْنَنِي وَلَمْ تَهَبْنَ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ؟ فَقُلْنَ : إِنَّكَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ ، قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (إِيهٍ يَا ٱبْنَ الخَطَّابِ ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، ما لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ) . [ر : ٣١٢٠]

٥٧٣٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قالَ : لَمَّا كانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بِالطَّائِفِ قالَ : (إِنَّا قافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ ٱللّٰهُ) . فَقَالَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ : لَا نَبْرَحُ أَوْ نَفْتَحَهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَٱغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ) . قالَ : فَغَدَوْا فَقَاتَلُوهُمْ قِتَالاً شَدِيدًا ، وَكَثُرَ فِيهِمُ ٱلْجِرَاحَاتُ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (إِنَّا قافِلُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ ٱللّٰهُ) . قالَ : فَسَكَتُوا ، فَضَحِكَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ .

قالَ الحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : بِالْخَبَرِ كُلِّهِ . [ر : ٤٠٧٠]

٥٧٣٧ : حدّثنا مُوسٰى : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : هَلَكْتُ ، وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قالَ : (أَعْتِقْ رَقَبَةً) . قالَ : لَيْسَ لِي ، قالَ : (فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) . قالَ : لَا أَسْتَطِيعُ ، قالَ : (فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا) . قالَ : لَا أَجِدُ ، فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ – قالَ إِبْرَاهِيمُ : الْعَرَقُ الْمِكْتَلُ – فَقَالَ : (أَيْنَ السَّائِلُ ، تَصَدَّقْ بِهَا) . قالَ : عَلَى أَفْقَرَ مِنِّي ، وَٱللّٰهِ ما بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ، قالَ : (فَأَنْتُمْ إِذًا) . [ر : ١٨٣٤]

٥٧٣٨ : حدّثنا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ ٱللّٰهِ الْأُوَيْسِيُّ : حَدَّثَنَا مالِكٌ ، عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ ٱللّٰهِ

ٱبْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قَالَ : كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الحَاشِيَةِ ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً ، قَالَ أَنَسٌ : فَنَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَدْ أَثَّرَتْ فِيهَا حَاشِيَةُ الرِّدَاءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهِ ، ثُمَّ قالَ : يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِي مِنْ مالِ ٱللّٰهِ الَّذِي عِنْدَكَ ، فَٱلْتَفَتَ إِلَيْهِ فَضَحِكَ ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ . [ر : ٢٩٨٠]

٥٧٣٩ : حدّثنا ٱبْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ ، عَنْ جَرِيرٍ قالَ : ما حَجَبَنِي النَّبِيُّ ﷺ مُنْذُ أَسْلَمْتُ ، وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي ، وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الخَيْلِ ، فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقالَ : (اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ ، وَٱجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا) . [ر : ٢٨٥٧]

٥٧٤٠ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ هِشَامٍ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ : أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الحَقِّ ، هَلْ عَلَى المَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا ٱحْتَلَمَتْ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، إِذَا رَأَتِ المَاءَ) . فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ ، فَقالَتْ : أَتَحْتَلِمُ المَرْأَةُ ؟ فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَبِمَ شَبَهُ الوَلَدِ) . [ر : ١٣٠]

٥٧٤١ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمانَ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ وَهْبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرٌو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ ، عَنْ سُلَيْمانَ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : ما رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتَّى أَرَى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ ، إِنَّمَا كانَ يَتَبَسَّمُ . [ر : ٤٥٥١]

٥٧٤٢ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوبٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ . وَقالَ لِي خَلِيفَةُ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً جاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَهُوَ يَخْطُبُ بِالمَدِينَةِ ، فَقالَ : قَحَطَ المَطَرُ ، فَٱسْتَسْقِ رَبَّكَ . فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ وَمَا نَرَى مِنْ سَحَابٍ ، فَٱسْتَسْقَى ، فَنَشَأَ السَّحَابُ بَعْضُهُ إِلَى بَعْضٍ ، ثُمَّ مُطِرُوا حَتَّى سَالَتْ مَثَاعِبُ المَدِينَةِ ، فَمَا زَالَتْ إِلَى الجُمُعَةِ المُقْبِلَةِ ما تُقْلِعُ ، ثُمَّ قامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ ، فَقالَ : غَرِقْنَا ، فَٱدْعُ رَبَّكَ يَحْبِسْهَا عَنَّا ، فَضَحِكَ ثُمَّ قالَ : (اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا) . مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ، فَجَعَلَ السَّحَابُ يَتَصَدَّعُ عَنِ المَدِينَةِ يَمِينًا وَشِمالاً ، يُمْطَرُ ما حَوَالَيْنَا وَلَا يُمْطِرُ مِنْهَا شَيْءٌ ، يُرِيهِمُ ٱللّٰهُ كَرَامَةَ نَبِيِّهِ ﷺ وَإِجَابَةَ دَعْوَتِهِ . [ر : ٨٩٠]

علامہ عینی اور علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: "هذا باب في إباحة التبسم والضحك"(۱۱۷)
تبسم مسکراہٹ کو کہتے ہیں اور ضحک ایسی ہنسی کو کہتے ہیں جس میں آواز بالکل ہلکی ہو کہ قریب کا آدمی نہ سن سکے......اگر آواز بلند ہو اس طرح کہ سب کو سنائی دے تو اسے قہقہہ کہتے ہیں۔

حضور کے ہنسنے کی کیفیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام حالات میں تبسم فرمایا کرتے تھے، کبھی کبھی ضحک بھی فرمایا کرتے تھے۔(۱۱۸)

علامہ شامی اور دوسرے فقہاء نے تبسم کی تعریف کی ہے جو بلا صوت ہو، جسے مسکراہٹ کہتے ہیں، ضحک وہ ہے جس میں آدمی خود آواز سنے اور قہقہہ وہ ہے جس میں ساتھ والے آواز سنیں۔(۱۱۹)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے "زاد المعاد" میں فرمایا "وكان جل ضحكه التبسم ، بل كله التبسم، فكان نهاية ضحكه أن تبدو نواجذه...... لم يكن ضحكه بقهقهة"(۱۲۰)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی بس تبسم ہوا کرتی تھی، آپ کے ہنسنے کا انتہائی درجہ یہ تھا کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو جاتے، قہقہہ لگا کر آپ نہیں ہنستے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ ہنسی کی جو کیفیت روایات میں منقول ہے، وہ "حتى بدت نواجذه......" کے الفاظ کے ساتھ ہے جیسا کہ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے......اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قہقہہ نہیں فرمایا، چنانچہ آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت آرہی ہے "مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مستجمعا ضاحكا"۔(میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھل کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔)

البتہ بعض حضرات فقہاء نے "بدت نواجذه" والی کیفیت کو قہقہہ میں شامل کیا ہے اور کہا ہے

---

(۱۱۷) إرشادالساري: ۱۳/ ۱۰۰، عمدة القاري: ۲۲/ ۱٤۷
(۱۱۸) زادالمعاد، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في كلامه، وسكوته، وضحكه، وبكائه: ۱/ ۱۸۲
(۱۱۹) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الطهارة، مطلب نوم الأنبياء غيرناقض: ۱/ ۱۰۷
(۱۲۰) زادالمعاد، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في كلامه، وسكوته، وضحكه، وبكائه: ۱/ ۱۸۲

کہ اس کیفیت کے ساتھ کوئی نماز میں ہنسے تو نماز کے ساتھ اس کا وضو بھی جاتا رہتا ہے (۱۲۱)......اس تفسیر کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قہقہہ ثابت ہے، لیکن جمہور قہقہہ کی یہ تعریف نہیں کرتے ہیں۔(۱۲۲)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے آٹھ حدیثیں نقل کی ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں تحک اور تبسم کا ذکر ہے۔

تیسری حدیث کے آخر میں ہے، قال الحميدي: حدثنا سفيان : بالخبر كله، حمیدی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اور ان کا نام عبداللہ بن الزبیر ہے، فرماتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ نے یہ حدیث مجھے صیغہ اخبار کے ساتھ سنائی، کہیں بھی اس میں عنعنہ نہیں۔

مارأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مستجمعا ضاحكا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا، اس طرح کہ آپ کا تالو نظر آیا ہو، لَهَوات: لهاة کی جمع ہے تالو کو کہتے ہیں۔(۱۲۳)

٦٩ – باب : قَوْلِ ٱللهِ تعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ٱتَّقُوا ٱللهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ» /التوبة : ١١٩/. وَما يُنْهى عَنِ الْكَذِبِ .

٥٧٤٣ : حدّثنا عُثْمانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ . وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الجَنَّةِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا . وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ ، حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ ٱللهِ كَذَّابًا) .

---

(١٢١) رد المُحتار، كتاب الطهارة، مطلب ، نوم الأنبياء غير ناقض: ١/١٠٧

(١٢٢) مجمع بحار الأنوار مادة "لها": ٤/٥٢٠، النهاية لابن الأثير: " باب اللام مع الهاء ": ٤/٢٨٤

(١٢٣) عمدة القاري: ٢٢/١٥٢، نیز دیکھیے، إرشاد الساري: ١٣/١٠٨

(٥٧٤٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البر والصلة والآداب، باب قبح الكذب وحسن الصدق: ٤/٢٠١٢ (رقم الحديث: ٢٦٠٧) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في التشديد في الكذب: ٤/٢٩٧ (رقم الحديث: ٤٩٨٩) وأخرجه الترمذي في كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الصدق والكذب: ٤/٣٤٧ (رقم الحديث: ١٩٧١)

٥٧٤٤ : حدّثنا ابْنُ سَلَامٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مالِكِ ابْنِ أَبِي عامِرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ : إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خانَ) . [ر : ٣٣]

٥٧٤٥ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ : حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (رَأَيْتُ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي ، قالا : الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ ، يَكْذِبُ بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتَّى تَبْلُغَ الآفاقَ ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ) . [ر : ٨٠٩]

صدق وسچائی کی اہمیت

امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ ان ابواب میں آدابِ زندگی بیان فرمارہے ہیں اس لیے مختلف اسلامی آداب واحکام پر ابواب قائم کررہے ہیں، یہ باب صدق وسچائی کی اہمیت اور جھوٹ کی ممانعت پر قائم کیا گیا ہے۔

سورۃ توبہ کی آیت کریمہ نقل فرمائی، جس میں اللہ جل شانہ نے صادقین کے ساتھ ہونے کا حکم فرمایا، یعنی وہ لوگ جو اپنے ایمان، اعمال اور اقوال میں سچے ہیں، جھوٹے اور منافق نہیں ہیں!(۱۲۴)

باب کی پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں کہ صدق و سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے، یہاں تک کہ "صدیق" بن جاتا ہے، اور جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ کے یہاں وہ "کذّاب" لکھ دیا جاتا ہے۔

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

جھوٹ کا نقصان

حتی یُکتب عنداللہ کذّابا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت میں اس کی تفصیل آئی ہے، اس کے الفاظ ہیں "لایزال

(١٢٤) عمدة القاري:٢٢/١٥٢، إرشادالساري: ١٣/١٠٨

العبد يكذب وتنكت في قلبه نكتة سوداء حتى يسود قلبه، فيكتب عندالله من الكاذبين "(۱۲۵) (آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا دل پورا سیاہ ہو جاتا ہے اور اللہ کے ہاں وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے لکھ دیا جاتا ہے۔)

امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کذب قبیح لعینہٖ نہیں ہے، بلکہ اس میں چونکہ دوسروں کا ضرر رہتا ہے اس لیے یہ قبیح ہے، (۱۲۶) بعض علماء نے اس کو قبیح لعینہٖ کہا ہے کیونکہ خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت بات اگرچہ کسی کے لیے مضر نہ ہو، فی نفسہ بھی قبیح ہے۔ (۱۲۷)

بعض خاص صورتوں میں کذب کی اجازت خود احادیث میں بھی منقول ہے، مثلاً دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے اگر کذب کی ضرورت پڑ جائے تو اس کی گنجائش ہے، بیوی سے مخصوص صورتوں میں جھوٹ بولنے اور جنگ میں کفار کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کذب کی گنجائش ہے۔ (۱۲۸)

باب کی دوسری روایت تفصیل کے ساتھ کشف الباری کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ (۱۲۹)

کذب کے مقابلے میں صدق ہے، صدق فی القول، صدق فی العمل، صدق فی العزم اور صدق فی الایمان، یہ سب مطلوب و محبوب ہیں۔

باب کی آخری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے (ان سے مراد حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں) (۱۳۰) اور دونوں نے مجھ سے کہا، کہ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کے جبڑے چیرے جا رہے تھے، وہ کذاب تھا، بخاری، کتاب الجنائز میں ہے: اس طرح جھوٹی باتیں اڑاتا تھا، کہ دنیا کے تمام گوشوں میں وہ پھیل جاتی تھیں، قیامت

(۱۲۵) المؤطا للإمام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في الصدق والكذب: ۷۳۲

(۱۲٦) فتح الباري: ٦٢٢/١٠

(۱۲۷)

(۱۲۸) ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٣٠٣/٥

(۱۲۹) كشف الباري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ۲۷۰/۲ (رقم الحديث. ۳۳)

(۱۳۰) چنانچہ بخاری ہی ایک روایت میں ان دونوں فرشتوں کے ناموں کی تصریح ہے۔ كتاب الجنائز، باب بلاترجمة (رقم الحديث: ١٣٢٠)

تک اس کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ یہاں روایت میں اختصار ہے، جنائز میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے، وہاں الفاظ ہیں:

"رأيت الليلة رجلين أتياني فأخذابيدي وأخرجاني إلى أرض مقدسة، فإذا رجل جالس، ورجل قائم، بيده كلوب من حديد يدخله في شدقه حتى يبلغ قفاه، ثم يفعل بشدقه الآخر مثل ذلك ويلتئم شدقه هذا، فيعود، فيصنع مثله، فقلت: ماهذا؟ قالا:......"(۱۳۱)

یعنی میں نے دیکھا رات کو کہ میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے مقدس زمین کی طرف نکالا، میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا جو ایک بیٹھے ہوئے آدمی کے جبڑے میں داخل کرتا اور اسے گدی تک پہنچادیتا، پھر دوسرے جبڑے کے ساتھ اس طرح کرتا، جب تک پہلا جبڑا جڑ چکا ہوتا، پھر اس جڑے ہوئے جبڑے کے ساتھ یہ عمل دہراتا، میں نے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا (یہ کذاب ہے)

٧٠ – باب: فِي الْهَدْيِ الصَّالِحِ.

٥٧٤٦: حدَّثني إسْحٰقُ بْنُ إبْرَاهِيمَ قالَ: قُلْتُ لِأَبِي أُسامَةَ: أَحَدَّثَكُمُ الْأَعْمَشُ: سَمِعْتُ شَقِيقًا قالَ: سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُولُ: إِنَّ أَشْبَهَ النَّاسِ دَلاًّ وَسَمْتًا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ لَابْنُ أُمِّ عَبْدٍ، مِنْ حِينَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى أَنْ يَرْجِعَ إِلَيْهِ، لَا نَدْرِي ما يَصْنَعُ فِي أَهْلِهِ إِذَا خَلَا. [ر: ٣٥٥١]

٥٧٤٧: حدَّثنا أَبُو الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُخَارِقٍ: سَمِعْتُ طَارِقًا قالَ: قالَ عَبْدُ اللهِ: إِنَّ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ تَعَالَى، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ. [٦٨٤٩]

---

(١٣١) أخرجه البخاري في كتاب الجنائز، باب بلا ترجمه (رقم الحديث: ١٣٨٦)

(٥٧٤٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم (رقم الحديث: ٦٨٤٩)

هَدْي (هاء کے فتحہ اور دال کے سکون کے ساتھ) طریقہ کو کہتے ہیں(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے الفاظ سے یہ ترجمہ قائم فرمایا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" اور امام ابوداود نے اپنی سنن میں حدیث نقل کی ہے "إن الهدي الصالح والسمت الصالح والاقتصاد جزء من خمسة وعشرين جزء من النبوة" (۲) (اچھا طریقہ، نیک چلن اور میانہ روی نبوت کے پچیس اجزا میں سے ایک جزء اور حصہ ہے۔)

پہلی روایت میں حضرت حذیفہ فرماتے ہیں، لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طور و طریق اور عادت و خصلت میں بہت مشابہہ ابن ام عبد (حضرت عبداللہ بن مسعود) ہیں، گھر سے نکلنے سے لے کر واپس جانے تک (کہ ہمیں ان کی زندگی کے یہ معمولات تو دکھائی دیتے ہیں، اب گھر میں جا کر کیا کرتے ہیں، وہ ہمیں نہیں معلوم کیونکہ گھر کی زندگی تو گھر والوں ہی کو معلوم ہو سکتی ہے)

حدیث میں تین لفظ استعمال کیے گئے ہیں دَل (دال کے فتحہ کے ساتھ) کا ترجمہ ہے حسن الحركة في المشي والحديث وغيرهما (۳) یعنی انسان کی حرکات و سکنات کی خوب صورتی کو دل کہتے ہیں۔ سَمْت (سین کے فتحہ اور میم کے سکون کے ساتھ) اچھے منظر کو بھی کہتے ہیں، اور طور طریقہ کو بھی کہتے ہیں۔ (۴)

هَدْي: طور طریقہ، سکینت اور وقار کو کہتے ہیں، هدي اور دل قریب المعنی الفاظ ہیں۔ (۵)

اس حدیث کی سند میں اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں، میں نے ابواسامہ (حماد بن اسامہ) سے پوچھا کہ اعمش نے یہ حدیث تم سے بیان کی ہے، تو انھوں نے ہاں یا نہیں میں جواب نہیں دیا، بلکہ آگے سند نقل کرتے ہوئے کہا "سمعت شقيقاً قال سمعت حذيفة......"

---

(۱) مجمع بحار الأنوار "ماده هدي" : ۱٤٥/٥، النهاية لابن الأثير: ٣٥٣/٥

(۲) أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الوقار: ٢٤٧/٤ (رقم الحديث: ٤٧٧٦)، الأدب المفرد مع فضل الله الصمد، باب الهدي والسمت الحسن: ٢٦٠/٢ (رقم الحديث: ٧٩١)

(۳) إرشادالساري: ١١١/١٣

(٤) مجمع بحار الأنوار "ماده سمت": ١١٣/٣، النهاية لابن الأثير: ٣٩٧/٢

(٥) عمدة القاري: ١٥٤/٢٢، شرح الكرماني: ٢٢٢/٢١، فتح الباري: ٦٢٥/١٠

شارحین نے لکھاہے، کہ ان کی یہ خاموشی اور جواب نہ دیناان کی تصدیق اور "ہاں" میں جواب دینے کے قائم مقام تھا(٦) جس کا حاصل یہ ہے کہ ابواسامہ کے شیخ اعمش ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شقیق بن سلمہ سے سنا۔

باب کی دوسری حدیث بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار اسے یہاں نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ سب سے خوب صورت کلام کتاب اللہ ہے اور سب سے خوب صورت طریقہ وسیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وطریقہ ہے۔

یہ حدیث یہاں موقوفاً مروی ہے، بعض طریق میں مرفوع بھی وارد ہے(٧) اور عبداللہ بن مسعود کے بعض طرق میں یہ اضافہ بھی ہے "وشر الأمور محدثاتها، وإن ماتوعدون لآت، وما أنتم بمعجزين"(٨) اصحاب السنن نے یہ حدیث مختلف الفاظ سے نقل کی ہے۔(٩)

فائدہ

یہاں باب کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طور طریقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے...... لیکن بعض روایات میں حضرت فاروق اعظم، حضرت فاطمہؓ اور حضرت عمرو بن الاسود کے بارے میں آیا ہے کہ وہ حضور کے سب سے زیادہ مشابہہ تھے۔(١٠)

اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ مختلف صحابہ کا اپنا اپنا مشاہدہ تھا، کسی کو ایک میں اور کسی کو دوسرے میں حضورؐ کی مشابہت زیادہ نظر آتی۔(١١)

---

(٦) عمدة القاري: ٢٢/١٥٤، إرشادالساري: ١٣/١١١

(٧) امام احمد رحمہ اللہ نے یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً نقل کیا ہے، "شر الأمور محدثاتها" کے اضافہ کے ساتھ (مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد جابربن عبداللهؓ: ٣/٣١٩)

(٨) أخرجه البخاري في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم (رقم الحديث: ٧٢٧٧)

(٩) فتح الباري: ١٠/٦٢٦

(١٠) فتح الباري: ١٠/٦٢٥

(١١) فتح الباري: ١٠/٦٢٥

حافظ ابن حجر نے اس کے دوسرے جوابات بھی ذکر کیے ہیں، لیکن راجح بات یہی معلوم ہوتی ہے جو ہم نے ذکر کی۔ (۱۲)

۷۱ – باب : الصَّبْرِ عَلَى الْأَذٰى .

وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : «إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ» /الزمر: ١٠/.

٥٧٤٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ سُفْيَانَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (لَيْسَ أَحَدٌ ، أَوْ : لَيْسَ شَيْءٌ أَصْبَرَ عَلَى أَذًى سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ ، إِنَّهُمْ لَيَدْعُونَ لَهُ وَلَدًا ، وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ) . [٦٩٤٣]

٥٧٤٩ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : سَمِعْتُ شَقِيقًا يَقُولُ : قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ قِسْمَةً كَبَعْضِ ما كانَ يَقْسِمُ ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ : وَاللّٰهِ إِنَّهَا لَقِسْمَةٌ ما أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ ، قُلْتُ : أَمَا لَأَقُولَنَّ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَسَارَرْتُهُ ، فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ وَغَضِبَ ، حَتّٰى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَخْبَرْتُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (قَدْ أُوذِيَ مُوسٰى بِأَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَصَبَرَ) . [ر : ٢٩٨١]

---

(١٢) چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں" ويحتمل أن تكون مقالة حذيفة وقعت بعد موت عمر"، اور جس روایت میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہ ہونے کا ذکر ہے، اس کے بارے میں حافظؒ نے فرمایا "قلت: ويجمع بالحمل في هذا على النساء" اور حضرت عمرو بن الاسود کی زیادتی مشابہت کے بارے میں فرمایا "قلت: ويجمع بالحمل على من بعد الصحابة" فتح الباري: ٦٢٥/١٠

(٥٧٤٨) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب التوحيد، باب، قول الله تعالى: "إن الله هو الرزّاق ذو القوة المتين" (رقم الحديث: ٦٩٤٣) وأخرجه مسلم في كتاب صفات المنافقين وأحكامهم، باب لا أحد أصبر على أذى من الله عزوجل: ٢١٦٠/٤ (رقم الحديث: ٢٨٠٤) وأخرجه النسائي في كتاب النعوت، باب قول الله عزوجل: "هو الرزاق": ٤٠٦/٤ (رقم الحديث: ٧٧٠٨)

صبر کے لغوی واصطلاحی معنی اور قسمیں

صبر کے لغوی معنی روکنے کے آتے ہیں اور اصطلاح میں صبر کے تین معنی مشہور ہیں، ایک: صبر علی المصیبة، دوم: صبر علی الطاعة اور سوم: صبر عن المعصیة۔

صبر علی المصیبة کے معنی یہ ہیں کہ انسان جس آزمائش اور تکلیف میں مبتلا ہوا ہے، اس پر اللہ سے کسی قسم کا شکوہ وشکایت اور ناراضگی کا اظہار نہ کرے اور اس کی وجہ سے اللہ کی طاعت وبندگی میں کسی قسم کا فرق نہ لائے بلکہ استقامت کے ساتھ رضا بالقضاء پر کاربند رہے......(۱۳) یہ "صبر علی المصیبة"...... کہلاتا ہے، قرآن کریم میں صبر اس معنی میں بکثرت استعمال ہوا ہے اور صبر کے یہی معنی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رہے کہ مصیبت کے وقت شکوہ وشکایت نہ کرنا اور راضی بالقضاء رہنے کا اصل اعتبار ابتدائی وقت کا ہے، حدیث میں ہے، الصبر عند الصدمة الأولى (۱۴)... بعد میں وقت گذرنے کے ساتھ تو صبر آہی جاتا ہے۔

دوسری قسم صبر علی الطاعت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی طاعت اور بندگی پر آدمی استقامت کے ساتھ رہے۔(۱۵)

تیسری قسم صبر عن المعصیت ہے یعنی اللہ کی نافرمانی اور معصیت سے انسان اپنے آپ کو روکے رکھے۔(۱۶)

قرآن کریم نے صابرین کی بڑی فضیلت بیان کی ہے، اور قرآن میں صبر کا تقریباً پچانوے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے۔(۱۷)

---

(۱۳) معارف القرآن، سورة البقرة: ۳۹٤/۱، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۷٤/۲

(۱٤) أخرجه البخاري في كتاب الجنائز، باب الصبر عندالصدمة الأولى (رقم الحديث: ۱۳۰۲)

(۱۵) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۷٤/۲، معارف القرآن، سورة البقرة: ۳۹٤/۱

(۱٦) معارف القرآن: ۳۹٤/۱

(۱۷) إرشادالساري: ۱۱۲/۱۳

باب کی پہلی روایت میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی شخص تکلیف دہ بات سن کر اللہ سے زیادہ صابر نہیں ہے کہ لوگ اس کے لیے بیٹا بتاتے ہیں اور وہ (اس کے باوجود دنیا میں) انہیں معاف کر دیتا ہے اور انہیں رزق دیتا ہے۔

ليس أحد اور ليس شيئ میں راوی کو شک ہے کہ کونسا لفظ استعمال کیا۔

أصبر على أذى سمعه من الله

"من الله" کا تعلق أصبر سے ہے "مِن"...... "أصبر" کا صلہ ہے، أذى موصوف "سمعه" اس کی صفت ہے، تقدیری عبارت ہے...... "ليس أحد أصبر من الله على أذى سمعه......" باب کی دوسری حدیث میں بھی صبر کا ذکر ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب میں لوگوں کی اذیت پر بھی صبر کرنے کو بیان کرنا ہے، امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ایک روایت نقل کی ہے، وہ امام بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے امام نے اسے ذکر نہیں کیا، اس کے الفاظ ہیں: "المؤمن الذي يخالط الناس ويصبر على أذاهم أعظم أجرا من المؤمن الذي لايخالط الناس ولا يصبر على أذاهم" (۱۸) یعنی جو شخص لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور ان کی اذیتوں پر صبر کرتا ہے، وہ اس آدمی کے مقابلہ میں اجر و ثواب کے اعتبار سے بڑھ کر ہے جو لوگوں کے ساتھ نہیں رہتا اور ان کی ایذاء رسانی پر صبر نہیں کرتا۔

۷۲ – باب : مَنْ لَمْ يُوَاجِهِ النَّاسَ بِالعِتَابِ .

۵۷۵۰ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : قَالَتْ عائِشَةُ : صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَرَخَّصَ فِيهِ ، فَتَنَزَّهَ عَنْهُ قَوْمٌ ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ

(۱۸) سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء: ۱۳۳۸/۲ (رقم الحديث: ۴۰۳۲)

(۵۷۵۰) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة (رقم الحديث: ۶۸۷۱) وأخرجه مسلم في الفضائل، باب علمه صلى الله عليه وسلم بالله تعالىٰ وشدة خشيته: ۱۸۲۹/۴ (رقم الحديث: ۲۳۵۶)

النَّبِيَّ ﷺ ، فَخَطَبَ فَحَمِدَ ٱللهَ ثُمَّ قالَ : (مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَتَنَزَّهُونَ عَنِ الشَّيْءِ أَصْنَعُهُ ، فَوَٱللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهُمْ بِٱللهِ ، وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً) . [٦٨٧١]

٥٧٥١ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ عَبْدَ ٱللهِ ، هُوَ ٱبْنُ أَبِي عُتْبَةَ مَوْلَى أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا ، فَإِذَا رَأَى شَيْئًا يَكْرَهُهُ عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ . [ر : ٣٣٦٩]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ کو کسی کی کوئی بات ناگوار گذرتی تو اسے مخاطب کر کے اور متعین کر کے عتاب نہیں فرماتے تھے، بلکہ کسی بات پر عتاب کی اگر آپ ضرورت محسوس کرتے تو عمومی خطاب میں عتاب فرماتے، غلبہ حیاء کی وجہ سے کسی کو متعین کر کے آپ عتاب نہیں فرماتے تھے، چنانچہ امام ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت نقل کی ہے ”كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا بلغه عن الرجل الشيء لم يقل : مابال فلان يقول، ولكن يقول: مابال أقوام يقولون كذا وكذا“(۱۹) جیسا کہ باب کی پہلی روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور اس میں رخصت بھی دیدی لیکن لوگ اس سے بچتے رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا، لوگوں کو کیا ہوا کہ میں نے ایک کام کیا لیکن لوگ اس سے احتراز کر رہے ہیں، اللہ کی قسم میں لوگوں سے اللہ کو زیادہ جانتا اور زیادہ ڈرتا ہوں۔

اس حدیث میں جس کام کا ذکر ہے، شارحین بخاری نے اس سے لاعلمی ظاہر کی ہے۔(۲۰)

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مابال أقوام“ خطبہ میں ارشاد فرمایا، اور کسی کو متعین اور شخصی طور پر مخاطب نہیں کیا۔

مسلم شریف کی روایت میں اتنا اضافہ بھی ہے ”فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم ،

---

(۱۹) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حسن العشرة: ٤/٢٥٠ (رقم الحديث: ٤٧٨٨) ابوداود کی ایک اور روایت میں ہے ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قلما يواجه رجلا في وجهه بشيء يكرهه (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في حسن العشرة: ٤/٢٥٠ (رقم الحديث: ٤٧٨٩)

(۲۰) إرشاد الساري: ١٣/١١٤

فغضب حتی بان الغضب في وجهه"(۲۱)

عن الشيءٔ أصنعه

شيءٔ سے کام مراد ہے، چنانچہ جریر کی روایت میں ہے "بلغهم عني أمر ترخصت فيه، فكرهوه وتنزهوا عنه"(۲۲) اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے "يرغبون عما رخصت فيه"(۲۳) یعنی جس کام میں رخصت دی گئی ہے، لوگ اس رخصت سے اعراض کررہے ہیں اور اس کو اختیار کرنے سے جھجک رہے ہیں، شعبی کا قول مشہور ہے، إن الله يحب أن يعمل برخصه كما يحب أن يعمل بعزائمه(۲۴) یعنی اللہ جل شانہ کو جس طرح عزیمتوں پر عمل کرنا پسند ہے، اسی طرح رخصتوں پر عمل کرنا بھی پسند ہے۔

باب کی دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باپردہ دوشیزہ سے بھی زیادہ باحیا تھے... عَذْراء: دوشیزہ، کنواری لڑکی۔ خِدْر: پردے کو کہتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مطابقته للترجمة من حيث إنه لشدة حيائه لايعاتب أحدا في وجهه"(۲۵)

یعنی آپ میں حیاء چونکہ بہت زیادہ تھی، اس لیے آپ کسی کو شخصی طور پر مخاطب کرکے نہیں ڈانٹتے تھے۔

---

(٢١) رواه مسلم في كتاب الفضائل، باب علمه صلى الله عليه وسلم وشدة خشيه: ١٨٢٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣٥٦) .

(٢٢) ورواية جرير أخرجها مسلم في كتاب الفضائل، باب علمه صلى الله عليه وسلم وشدة خشيه: ١٨٢٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣٥٦)

(٢٣) ورواية أبي معاوية أيضا في مسلم في كتاب الفضائل، باب علمه صلى الله عليه وسلم وشدة خشيه. ١٨٢٩/٤ (رقم الحديث: ٢٣٥٦)

(٢٤) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٢٨٧/٩

(٢٥) عمدة القاري: ١٥٦/٢٢

٧٣ - باب : مَنْ أَكْفَرَ أَخَاهُ بِغَيْرِ تَأْوِيلٍ فَهُوَ كَمَا قَالَ .

٥٧٥٢ : حدّثنا مُحمَّدٌ وَأَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ قالَا : حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِذَا قالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كافِرُ ، فَقَدْ بَاءَ بِهِ أَحَدُهُمَا) .

وَقالَ عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ يَزِيدَ : سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ : سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

٥٧٥٣ : حدّثنا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (أَيُّمَا رَجُلٍ قالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُما)

٥٧٥٤ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كاذِبًا فَهُوَ كَمَا قالَ ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ ، وَمَنْ رَمَى مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ) . [ر : ١٢٩٧]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان، کسی دوسرے مسلمان کی بغیر قرینہ، دلیل اور تاویل کے تکفیر کرتا ہے، تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے، "بغیر تاویل" کی قید اس لیے لگائی، کہ اگر تاویل اور دلیل کی وجہ سے اس نے تکفیر کی ہے، تو پھر وہ معذور ہے۔(۲۶) جیسا کہ اگلے باب میں آرہا ہے۔

باب کے تحت جو احادیث آئی ہیں، ان پر گفتگو چند باب پہلے ،باب ماینھی من السباب واللعن میں ہو چکی ہے "فھو کما قال" کی ایک تاویل ابن بطال نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں، میں نے مہلب سے اس کے بارے میں بہت پوچھا، انھوں نے مختلف تعبیرات میں ایک ہی جواب دیا، اور کہا کہ فھو کما

(٥٧٥٢) هذا الحديث من إفراد الإمام البخاري، عمدة القاري: ١٥٧/٢٢

(٢٦) عمدة القاري: ١٥٧/٢٢

قائل کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹا ہے، کافر نہیں یعنی جس طرح وہ دوسرے پر جھوٹا فتوی لگا رہا ہے، اسی طرح وہ خود جھوٹا ہے۔(٢٧)

عکرمہ بن عمار کی تعلیق کو ابو نعیم اور حارث بن ابی سلمہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(٢٨)

٧٤ – باب : مَنْ لَمْ يَرَ إِكْفَارَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ مُتَأَوِّلاً أَوْ جَاهِلاً .

وَقالَ عُمَرُ لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ : إِنَّهُ نَافَقَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (وَما يُدْرِيكَ ، لَعَلَّ ٱللهُ قَدِ ٱطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ) .[ر : ٤٦٠٨]

٥٧٥٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادَةَ : أَخْبَرَنَا يَزِيدُ : أَخْبَرَنَا سَلِيمٌ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنِ دِينَار : حَدَّثَنَا جابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ كانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلَاةَ ، فَقَرَأَ بِهِمُ الْبَقَرَةَ ، قالَ : فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلَاةً خَفِيفَةً ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاذًا فَقَالَ : إِنَّهُ مُنَافِقٌ ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّا قَوْمٌ نَعْمَلُ بِأَيْدِينَا ، وَنَسْقِي بِنَوَاضِحِنَا ، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى بِنَا الْبَارِحَةَ ، فَقَرَأَ الْبَقَرَةَ ، فَتَجَوَّزْتُ ، فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا مُعَاذُ ، أَفَتَّانٌ أَنْتَ – ثَلَاثًا – ٱقْرَأْ : «وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا» . وَ «سَبِّحِ ٱسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى» . وَنَحْوَهَا) . [ر : ٦٦٨]

٥٧٥٦ : حدّثني إِسْحٰقُ : أَخْبَرَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ : حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ : بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى ، فَلْيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا ٱللهُ ، وَمَنْ قالَ لِصَاحِبِهِ : تَعَالَ أُقَامِرْكَ ، فَلْيَتَصَدَّقْ) . [ر : ٤٥٧٩]

٥٧٥٧ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا لَيْثٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِي رَكْبٍ وَهُوَ يَحْلِفُ بِأَبِيهِ ، فَنَادَاهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَلَا ، إِنَّ ٱللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ ، فَمَنْ كانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِٱللهِ ، وَإِلَّا فَلْيَصْمُتْ) . [ر : ٢٥٣٣]

---

(٢٧) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٢٨٩/٩

(٢٨) فتح الباري: ٦٣١/١٠

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی دلیل بیان کی ہے جو جہالت یا تاویل کی بناء پر کسی کی تکفیر کرنے والے کو کافر نہیں کہتے، چنانچہ مہلب فرماتے ہیں:

"معنى هذا الباب أن المتأول معذور غيرمأثوم، ألاترى أن عمر بن الخطاب قال لحاطب، لما كاتب المشركين بخبر النبي: إنه منافق، فعذرالنبى عليه السلام عمر لما نسبه إلى النفاق ـــ وهو أسوأ الكفر ـــ ولم يكفر عمر بذلك من أجل ماجناه حاطب، وكذلك عذر عليه السلام معاذا حين قال للذي خفف الصلاة وقطعها خلفه: إنه منافق، لأنه كان متأولا، فلم يكفر معاذا بذلك"(٢٩)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عذر و تاویل کی وجہ سے کوئی کسی کو کافر کہہ رہا ہے تو وہ گنہگار نہیں، جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت حاطب کو منافق کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار دیا کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے خط لکھنے کے جرم کی وجہ سے انہیں منافق کہا تھا، اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ نے نماز سے جانے والے شخص کو منافق کہا، حضورؐ نے انہیں بھی معذور قرار دیا، کیونکہ وہ اپنی بات کی تاویل اور دلیل رکھتے تھے۔

❶ شارحین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا ہے کہ بغیر تاویل کے تکفیر کرنا باعث کفر ہے اور اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتلا رہے ہیں کہ تاویل اور عدم واقفیت کی بنیاد پر تکفیر کرنے والا معذور ہے(٣٠)

❷ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے ایک اور بات تحریر فرمائی ہے، وہ "الأبواب والتراجم" میں لکھتے ہیں:

---

(٢٩) شرح ابن بطال: ٢٩١/٩

(٣٠)عمدة القاري: ١٥٨/٢٢، إرشادالساري: ١١٦/١٣، الأبواب والتراجم: ١١٦/٢

"وما يخطر بالبال ــ والله أعلم بحقيقة الحال ــ أنهما مسألتان مختلفتان، فالباب الأول كما قال الشراح في حق من قال للآخر: ياكافر، بغير تاويل في هذا القول، وأما الباب الثاني فمؤداه عندي مسألة أخرى، وهي تكفير من قال كلمة الكفر، أوفعل فعلا يوجب الكفر جاهلا أومتأولا، فمتعلق التأويل ههنا فعل المقول فيه، لافعل القائل، بخلاف الترجمة السابقة، فإنها على عكس ذلك، وعلى هذا لايلزم التكرار ، فتأمل، فإنه لطيف مناسب لدقائق تراجم البخاري، ومطابقة حديث الباب أعني قصة حاطب أما على قول الشراح، ففي قول عمر: إنه منافق، فإنما قال عمر ماقاله متأولا، وأما على مااخترته في معنى الترجمة، فالمطابقة في فعل حاطب، فإنه فعل مافعله متأولا، والله أعلم"(۳۱)

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ سابقہ ترجمۃ الباب کا تو وہی مقصد ہے جو شارحین نے بیان کیا ہے کہ بغیر تاویل کے کسی کی تکفیر کرنا جائز نہیں اور موجب کفر ہے، البتہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کی غرض تاویل کی وجہ سے تکفیر کرنے والے کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ اس شخص کے لیے گنجائش بیان کرنا مقصود ہے جس نے کسی تاویل یا جہالت کی وجہ سے کوئی کافرانہ قول یا عمل اختیار کرلیا تو پہلا باب قائل سے متعلق ہے یعنی جو دوسروں کو کافر کہے اور یہ باب مقول فیہ سے متعلق ہے یعنی جس شخص کو کافر کہا گیا، اس کے بارے میں ہے کہ اگر اس نے کفر والا کوئی کام تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو وہ معذور ہے جیسا کہ حضرت حاطبؓ نے خط لکھنے کی تاویل بیان کی کہ مجھے معلوم تھا کہ مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، البتہ مجھے یہ فائدہ ہوگا کہ میرے اہل وعیال محفوظ رہ جائیں گے۔

(۳۱) الأبواب والتراجم: ۱۱٦/۲

من حلف منكم فقال في حلفه.....

اس حدیث کی مناسبت ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء "جاهلا" سے ہے کہ کسی نے جہالت کی وجہ سے لات وعزیٰ کی قسم کھائی تو وہ کلمہ توحید پڑھ لے، چونکہ اس وقت لوگ زمانہ جاہلیت کے قریب تھے اور جاہلیت کے زمانے والے الفاظ اور تعبیرات وکلمات ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت اور غلطی کی وجہ سے اس طرح کے حلف اٹھانے والوں کو معذور قرار دیا۔(۳۲)

٧٥ - باب : مَا يَجُوزُ مِنَ الْغَضَبِ وَالشِّدَّةِ لِأَمْرِ اللهِ .

وَقَالَ اللهُ . «جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ» /التوبة : ٧٣/ .

٥٧٥٨ : حدّثنا يَسَرَةُ بْنُ صَفْوَانَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ الْقَاسِمِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ وَفِي الْبَيْتِ قِرَامٌ فِيهِ صُوَرٌ ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ ، وَقَالَتْ قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُصَوِّرُونَ هٰذِهِ الصُّوَرَ) . [ر : ٢٣٤٧]

٥٧٥٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خالِدٍ : حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حازِمٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا ، قالَ : فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَطُّ أَشَدَّ غَضَبًا فِي مَوْعِظَةٍ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ، قالَ : فَقَالَ : (يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ ، فَأَيُّكُمْ ما صَلَّى بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ وَالْكَبِيرَ وَذَا الْحَاجَةِ) . [ر : ٩٠]

٥٧٦٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي ، رَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً ، فَحَكَّهَا بِيَدِهِ ، فَتَغَيَّظَ ، ثُمَّ قالَ : (إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كانَ فِي الصَّلَاةِ ، فَإِنَّ اللهَ حِيَالَ وَجْهِهِ ، فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ حِيَالَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ) . [ر : ٣٩٨]

(٣٢)عمدة القاري: ١٥٩/٢٢، شرح ابن بطال: ٢٩٢/٩

٥٧٦١ : حدثنا محمد : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنَا رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ : أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اللُّقَطَةِ ، فَقَالَ : (عَرِّفْهَا سَنَةً ، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا ، فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ) . قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ ؟ قَالَ : (خُذْهَا ، فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ) . قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، فَضَالَّةُ الْإِبِلِ ؟ قَالَ : فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (مَا لَكَ وَلَهَا ، مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا ، حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا) . [ر : ٩١]

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں کی اذیت پر صبر کرنا اور اپنی ذات کے لیے ان سے انتقام نہ لینا اور ان سے شفقت اور نرمی کا برتاؤ کرنا اگرچہ آپ کے اخلاق کریمہ میں شامل تھا، تاہم دین اور شریعت اور اللہ کے احکام کے معاملے میں آپ رعایت نہیں فرماتے تھے۔(۳۳) بلکہ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں اللہ کے دشمنوں کفار کے ساتھ سخت برتاؤ کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے ﴿یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم﴾(۳۴) اسی طرح باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایات نقل کی ہیں، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور غصہ کا ذکر ہے۔

باب کی پہلی روایت کتاب اللباس باب ماوطئ من التصاویر میں گذر چکی ہے کہ گھر میں تصویریں دیکھ کر آپ ناراض ہوئے اور چہرۂ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ لمبی نماز پڑھانے والے پر آپ ناراض ہوئے، یہ روایت بھی کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(۳۵)

تیسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف سجدہ

---

(٣٣) فتح الباري: ١٠/٦٣٤، عمدة القاري: ٢٢/١٦٠

(٣٤) سورة التحريم: ٩

(٣٥) أخرجه البخاري في كتاب الصلوة، باب تخفيف الإمام في القيام، وإتمام الركوع والسجود (رقم الحديث: ٧٠٢)

کرنے کی جگہ میں کھنکھار کو (بلغم یاناک کی رینٹ) دیکھا تو اپنے ہاتھ سے اس کو صاف کیا اور غضبناک ہو کر فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے، اس لیے نماز میں اپنے چہرے کے سامنے ناک وغیرہ کی رطوبت نہ پھینکے۔

نُخامة (میم کے ضمہ کے ساتھ) ناک وغیرہ سے نکلنے والی رطوبت کو کہتے ہیں، حِيال وجهه: حِيال (حاء کے کسرہ کے ساتھ) سامنے کے معنی میں ہے۔(۳۶) أي مقابل وجهه، ایک روایت میں "قِبَل وجهه" ہے(۳۷)

باب کی چوتھی روایت میں بھی آپ کے غضبناک ہونے کا ذکر ہے، اس میں ہے فغضب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى احمرّت وجنتاه...... وَجْنَة رخسار کو کہتے ہیں، وِکاء: ڈوری کو کہتے ہیں۔ عِفاص (عین کے کسرہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں۔ لایتنخَّمَن: باب تفعل سے تنخّم کے معنی نخامہ یعنی ناک کی ریزش نکالنے کے آتے ہیں۔(۳۸) یہ حدیث کتاب اللقطه، باب ضالة الإبل میں گذر چکی ہے۔

٥٧٦٢ : وَقالَ المَكِّيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ . وَحَدَّثَنِي محمَّدُ بْنُ زِيَادٍ : حَدَّثَنَا محمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَعِيدٍ قالَ : حَدَّثَنِي سَالِمٌ أَبُو النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قالَ : ٱحْتَجَرَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ حُجَيْرَةً مُخَصَّفَةً ، أَوْ حَصِيرًا ، فَخَرَجَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُصَلِّي فِيهَا ، فَتَتَبَّعَ إِلَيْهِ رِجالٌ وَجاؤُوا يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ ، ثُمَّ جاؤُوا لَيْلَةً فَحَضَرُوا ، وَأَبْطَأَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَنْهُمْ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ ، فَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ مُغْضَبًا ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (ما زَالَ بِكُمْ صَنِيعُكُمْ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ ، فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ فِي بُيُوتِكُمْ ، فَإِنَّ خَيْرَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ المَكْتُوبَةَ) . [ر : ٦٩٨]

(۳۶) فتح الباري: ۱۰/۶۳٤، إرشادالساري: ۱۳/۱۲۰، عمدة القاري: ۲۲/۱۶۱

(۳۷) أخرجه البخاري في كتاب الصلوة، باب حك البزاق باليد في المسجد (رقم الحديث: ٤٠٦) وأخرجه مسلم في كتاب المساجد و مواضع الصلوة، باب النهي عن البصاق في المسجد...... ۱/۳۸۸ (رقم الحديث: ٥٤٠)

(۳۸) مجمع بحار الأنوار: ٤/٦٧٦

باب کی آخری روایت مکی بن ابراہیم سے ہے، مکی ان کا نام ہے، یہ مکہ کی طرف نسبت نہیں ہے، علامہ مزی اور ائمہ رجال نے اس کی تصریح کی ہے۔(۳۹)

محمد بن زیاد

محمد بن زیاد کا یہاں پہلی بار ذکر آیا، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے،(۴۰) ابن حبان نے "کتاب الثقات" میں ان کا ذکر کیا ہے۔(۴۱) ابن عساکر نے فرمایا "روی عنه البخاري کالمقرون"(۴۲) ابن مندہ نے ان کو ضعیف کہا ہے(۴۳) حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں فرمایا "صدوق یخطیٔ" (۴۴) سن دو سو پچاس ہجری کی حدود میں ان کی وفات ہوئی ہے۔(۴۵)

احتجر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم حُجَیْرةً مُخَصَّفَة أوحصیراً

احتجر کے معنی ہیں زمین پر نشان اور علامت وغیرہ رکھنا تاکہ کوئی اور اس پر نہ بیٹھے۔ حُجَیرۃ تصغیر کے ساتھ بھی ہے اور حَجِیرۃ (حاء کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) بھی ہے، الگ اور منفرد جگہ کو کہتے ہیں۔ مُخَصَّفَة: باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے، خصفه سے بنا ہوا، امام نووی فرماتے ہیں خصفه اور حصیر دونوں کے ایک ہی معنی ہیں والمعنی احتجر حجرة أي حوط موضعا من

---

(۳۹) علامہ مزیؒ فرماتے ہیں: "ذکره الخلیفة بن خیاط في الطبقة الخامسة من أهل خراسان" اور آگے فرماتے ہیں: "وقال الحافظ أبوبکر الخطیب: إن مکي بن إبراهیم رواه هکذا بالرَّي وهو جائي من خراسان یرید الحج...... تهذیب الکمال: ۲۸/۴۷۹، ۴۸۰ (رقم الترجمه: ۶۱۷۰)وتاریخ الخطبب:۱۳/۱۱۷

(۴۰)فتح الباري: ۱۰/۶۳۴، إرشادالساري: ۱۳/۱۲۲

(۴۱) کتاب الثقات لابن حبان: ۹/۱۱۴

(۴۲) تهذیب الکمال: ۲۵/۲۱۶ (رقم الترجمه: ۵۲۲۱)

(۴۳) تقریب التهذیب: ۴۷۸ (رقم الترجمه: ۵۸۸۷)

(۴۴) تهذیب الکمال: ۲۵/۲۱۷ (رقم الترجمه: ۵۲۲۱)

(۴۵) تهذیب الکمال: ۲۵/۲۱۷ (رقم الترجمه: ۵۲۲۱)

المسجد بحصير يستره ليصلي فيه ولا يمر عليه أحد ويتوفر عليه فراغ القلب(۴٦)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ جگہ کھجور کی شاخوں یا چٹائی سے بنادی تھی تاکہ اس میں سکون کے ساتھ نماز پڑھ سکیں۔

وحصبوا الباب

دروازے پر کنکریاں مارنے لگے۔ حصبوا: أي رموه بالحصباء، حصباء کنکری کو کہتے ہیں۔(۴۷)

روایت کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے جو جگہ الگ بنائی تھی، اس میں ایک رات نماز پڑھی، لوگوں نے بھی اس میں نماز پڑھنی شروع کی، اگلے دن لوگ آئے، آپ نہیں آئے تو لوگوں نے شور مچانا شروع کیا اور دروازے پر کنکریاں پھینکنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں گھر سے نکلے اور فرمایا کہ میں اس لیے نہیں نکلا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر کیوں ناراض ہوئے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والظاهر أن غضبه لكونهم اجتمعوا بغير أمره فلم يكتفوا بالإشارة منه لكونه لم يخرج عليهم بل بالغوا فحصبوا بابه أوغضب لكونه تأخر إشفاقاً عليهم لئلا تفرض عليهم، وهم يظنون غير ذلك"(۴۸)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اس لیے ناراض ہوئے کہ وہاں موجود لوگوں نے نکلنے کے لیے صرف اشارہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گھر کے دروازے پر کنکر پھینکنے لگے تو آپ کو یہ طریقہ ناگوار گذرا اور غصہ ہوئے۔

اور یا اس لیے ناراض ہوئے کہ حضورؐ کی تاخیر کی وجہ شفقت تھی کہ کہیں یہ نماز لوگوں پر فرض

(٤٦) شرح مسلم للنووي، كتاب صلوة المسافرين، باب استحباب صلوة النافلة في بيته...... : ١/٢٦٦

(٤٧) عمدة القاري: ٢٢/١٦٢

(٤٨) فتح الباري: ١٠/٦٣٥

نہ کردی جائے، اس لیے آپ نہیں نکلے جب کہ لوگ کچھ اور سمجھ رہے۔تمہ۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے آپ کے ناراض ہونے کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ لوگوں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی بنائی ہوئی اس مخصوص جگہ میں نماز پڑھ لی تھی، اس لیے آپ ناراض ہوئے۔(۴۹)

لیکن حافظ ابن حجر نے اس کو بعید قرار دیا(۵۰) علامہ عینی رحمہ اللہ نے حافظ پر تنقید کی اور فرمایا کہ یہ کوئی بعید بات نہیں(۵۱) یہ روایت کتاب الصلاۃ میں گذر چکی ہے۔(۵۲)

۷۶ — باب : الحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ .

لِقَوْلِ اللهِ تَعَالَى : «وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ» /الشورى: ۳۷/ . «الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ» /آل عمران: ۱۳٤/ .

٥٧٦٣ : حدَّثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ) .

٥٧٦٤ : حدَّثنا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ بْنُ صُرَدٍ قالَ : اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ عِنْدَهُ جُلُوسٌ ، وَأَحَدُهُمَا

---

(٤٩) شرح البخاري للكرماني: ٢١/٢٣٢

(٥٠) فتح الباري: ١٠/٦٣٥

(٥١) عمدة القاري: ٢٢/١٦٥

(٥٢) صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب شرب الناس والدواب من الأنهار (رقم الحديث: ٢٣٧٢)

(٥٧٦٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البر والصلة والآداب، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب: ٤/٢٠١٤ (رقم الحديث: ٢٦٠٩) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة، ٦/١٠٥ (رقم الحديث: ١٠٢٢٦)

يَسُبُّ صَاحِبَهُ ، مُغْضَبًا قَدِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً ، لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ ما يَجِدُ ، لَوْ قالَ : أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ) . فَقَالُوا لِلرَّجُلِ : أَلَا تَسْمَعُ ما يَقُولُ النَّبِيُّ ﷺ ؟ قالَ : إِنِّي لَسْتُ بِمَجْنُونٍ . [ر : ٣١٠٨]

٥٧٦٥ : حدّثني يَحْيَى بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ ، هُوَ ابْنُ عَيَّاشٍ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً قالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : أَوْصِنِي ، قالَ : (لَا تَغْضَبْ) . فَرَدَّدَ مِرَارًا ، قالَ : (لَا تَغْضَبْ) .

اس سے پہلے باب کا حاصل یہ تھا کہ دینی اور شرعی امور اور اللہ کے احکام کے سلسلے میں غصہ اور غضب کی گنجائش ہے، اس باب کا مقصد یہ ہے اللہ کے حکم کے علاوہ عام معاشرتی رویوں میں غصہ اور غضب سے حتی الامکان بچنا چاہیے۔(۵۳)

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آیتیں ذکر فرمائی ہیں، دونوں آیتوں میں مؤمنین کا وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں، غصہ کے تقاضے پر عمل کرنے کے بجائے معاف کر دیتے ہیں اور اس طرح وہ غصہ کے نتائج بد سے محفوظ رہتے ہیں۔ ایک سورۃ شوریٰ کی آیت کریمہ ہے جس میں ہے ﴿واذا ما غضبوا هم يغفرون﴾ غصہ کے وقت معاف کر دینا غصہ سے بچنا ہی ہے۔

دوسری آیت سورۃ آل عمران کی ہے جس میں ہے ﴿والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس﴾

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ پہلوان وہ شخص نہیں جو بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو پا سکے۔

(٥٧٦٥) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب البروالصلة، باب ماجاء في كثرة الغضب: ٣٧١/٤ (رقم الحديث: ٢٠٢٠)

(٥٣)عمدة القاري: ١٦٣/٢٢

صُرَعة صاد کے ضمہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ پہلوان کو کہتے ہیں، یہ فُعَلة کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے حُفَظة اور ضُحَكة ہے یعنی وہ شخص جو بہت زیادہ پچھاڑنے والا ہو۔(۵۴)

باب کی آخری روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجیے، آپ نے فرمایا "غصہ نہ کریں" تین مرتبہ آپ نے ان سے یہ ارشاد فرمایا، مسند احمد اور صحیح ابن حبان کی روایت میں ان کا نام جاریہ بن قدامہ آیا ہے۔(۵۵)

لاتغضب کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غصہ اور غضب کے اسباب اختیار نہ کریں کیونکہ غصہ تو ایک طبعی چیز ہے، اس سے نہی درست نہیں البتہ اسبابِ غضب اختیاری ہوتے ہیں، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے یہی معنی بیان کیے ہیں۔(۵۶)

اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ غصہ کے تقاضے پر عمل نہ کریں یعنی غصہ کے عالم میں جو کچھ کہنے اور کرنے کو جی چاہتا ہے اس سے اپنے آپ کو روکے رکھیں۔(۵۷)

تین مرتبہ آپ نے تاکید کے لیے فرمایا، جب کسی بات کی تاکید مقصود ہوتی تھی، آپ تین

---

(٥٤) فتح الباري: ١٠/٦٣٦، شرح الكرماني: ٢١/٢٣٣، عمدة القاري: ٢٢/٦٣، وقال ابن الأثير: "الصُّرَعة بضم الصاد وفتح الراء: المبالغ في الصراع الذي لايُغلب، فنقله إلى الذي يغلب نفسه عندالغضب ويقهرها، فإنه إذا ملكها كان قد قهر أقوى أعدائه وشرَّخصومه، ولذلك قال: "أعدى عدوِلك نفْسكِ التي بين جنبيك" النهاية: ٣/٢٤، مجمع بحارالأنوار: ٣/٣١٣

(٥٥) مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد جارية ابن قدامةؓ: ٥/٣٤، الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب الحظروالإباحة، باب الاستماع المكروه، وسوء الظن، والغضب، والفحش: ٨/٤٧٩ (رقم الحديث: ٥٦٦٠، ٥٦٦١)

(٥٦) فتح الباري: ١٠/٦٣٧، عمدة القاري: ٢٢/١٦٤، إرشادالساري: ١٣/١٢٦

(٥٧) فتح البازي: ١٠/٦٣٧، عمدة القاري: ٢٢/١٦٤، شرح الكرماني: ٢١/٢٣٤

مرتبہ ارشاد فرماتے۔(۵۸)

اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سائل میں غصہ زیادہ تھا،اس لیے آپ نے اس پر قابو پانے کے لیے تین باراس سے کہا۔(۵۹)

٧٧ – باب : الحَيَاءِ .

٥٧٦٦ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي السَّوَّارِ الْعَدَوِيِّ قالَ : سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ) . فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ : مَكْتُوبٌ فِي ٱلْحِكْمَةِ : إِنَّ مِنَ الحَيَاءِ وَقَارًا ، وَإِنَّ مِنَ الحَيَاءِ سَكِينَةً . فَقَالَ لَهُ عِمْرَانُ : أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صَحِيفَتِكَ .

٥٧٦٧ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَجُلٍ ، وَهُوَ يُعَاتِبُ أَخَاهُ فِي الحَيَاءِ ، يَقُولُ : إِنَّكَ لَتَسْتَحْيِي ، حَتَّى كَأَنَّهُ يَقُولُ : قَدْ أَضَرَّ بِكَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (دَعْهُ ، فَإِنَّ الحَيَاءَ مِنَ الْإِيمَانِ) . [ر : ٢٤]

٥٧٦٨ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ الجَعْدِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ مَوْلَى أَنَسٍ – قالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : ٱسْمُهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ – سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ يَقُولُ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا . [ر : ٣٣٦٩]

---

(۵۸) چنانچہ حضرت انس کی روایت ہے "عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم، انه كان إذا تكلم بكلمة، أعادها ثلاثا حتى تُفهم عنه......" صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من أعاد الحديث ثلاثا ليُفهم عنه (رقم الحديث: ٩٥)

(٥٩) فتح الباري: ١٠/٦٣٧

(٥٧٦٦)الحديث أخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان وأفضلها وأدناها وفضيلة الحياء وكونه من الإيمان: ١/٦٤ (رقم الحديث: ٣٧)

حیاء انسان کے اندر ایک ایسا وصف ہے جو بہت سی برائیوں سے آدمی کے رُکنے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ چونکہ اخلاق اور آداب بیان فرما رہے ہیں اس لیے یہاں تین باب حیاء کے متعلق قائم فرمائے۔ حیاء کے متعلق تفصیل کتاب الإیمان، باب الحیاء من الإیمان میں گذر چکی ہے، یہاں چند باتیں دوبارہ دیکھ لیں:

حیاء کے لغوی اور اصطلاحی معنی

لغت میں حیاء کے معنی شکستگی اور انکسار کے آتے ہیں، ابن دقیق العید نے فرمایا کہ حیاء کے اصل معنی امتناع یعنی رکنے کے ہیں، پھر یہ انقباض کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ (٦٠)

اور اصطلاح میں امام راغب نے حیاء کی تعریف کی ہے "الحیاء: انقباض النفس عن القبائح وترکها لذاك" (٦١)..... (برائیوں سے نفس کا رک جانا اور برائیوں کو چھوڑ دینا حیاء ہے۔)

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے تعریف کی ہے "خلق یبعث علی اجتناب القبیح ویمنع عن التقصیر في حق ذي الحق" (٦٢)..... (حیاء وہ فطری ملکہ ہے جو برائی سے اجتناب وکنارہ کشی پر آمادہ کرے اور صاحبِ حق کے حق میں کوتاہی سے روکے......)

اور بعض علماء سے یہ تعریف منقول ہے "الحیاء حالة تتولد من رؤیة النعماء ورؤیة التقصیر" (٦٣)..... (یعنی حیاء اس حالت و کیفیت کا نام ہے جو اللہ کی بے شمار نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں

(٦٠) شرح الطیبي، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ١/١١٣ (رقم الحدیث: ٥) المرقاة شرح المشکاة، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ١/٧٠، النهایه لابن الأثیر: ١/٤٧٢

(٦١) المفردات في غرائب القرآن: ١٤

(٦٢) شرح الطیبي، کتاب الإیمان، الفصل الأول: ١/١١٣ (رقم الحدیث: ٥) عمدة القاري، کتاب الإیمان، باب الإیمان وقول النبي صلی الله علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس: ١/١٢٩

(٦٣) أشعة اللمعات: ١/٦٤، عمده القاري، کتاب الإیمان، باب الإیمان وقول النبي صلی الله علیه وسلم: بني الإسلام علی خمس: ١/١٢٩

غور کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔)

بعض علماء نے حیاء کو شرعی، عرفی اور عقلی کے خانوں میں تقسیم کیا ہے اس لیے کہ اسباب حیاء شرع، عرف اور عقل تینوں ہو سکتے ہیں لہٰذا جہاں جو سبب پایا جائے گا، اسی کی طرف حیاء کی نسبت ہو گی۔(٦٤)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں فرمایا کہ چیز ایک ہے البتہ سبب کی نسبت سے نام میں فرق آجاتا ہے۔(٦٥)

بعض امور عرف میں باعث شرم بن جاتے ہیں، اصل حیاء شرعی ہے، حیاء عرفی محمود ہے، لیکن اس وقت جب وہ شرع سے متصادم نہ ہو(٦٦) مثلاً بعض قوموں میں طلاق باعث عار اور باعث شرم ہے لہٰذا اس عرفی حیاء کی وجہ سے کئی لوگ ظلم کا اس طرح ارتکاب کرتے ہیں کہ بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتے اور اس کے حقوق بھی قطعاً ادا نہیں کرتے، نتیجہ ظلم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ ظلم حیاء عرفی کا نتیجہ ہے، اس طرح کی حیاء عرفی محمود نہیں جو شریعت سے متصادم ہو......اسی طرح پوشیدہ مسائل سے حیاء عرفی کی وجہ سے جاہل رہنا بھی درست نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصاری خواتین کی تعریف کر کے کہا تھا "نعم النساء نساء الأنصار، لم يكن يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين"(٦٧)(انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں، دین کے مسائل سمجھنے میں شرماتی نہیں۔)

یہاں باب کی پہلی روایت حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء نیکی ہی لاتی ہے، بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیاء وقار اور سکون کا سبب ہے...... عمران بن حصین رضی اللہ عنہ یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ میں تجھ

(٦٤) فضل الباري: ٣٢٢/١

(٦٥) فيض الباري، كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان: ٧٩/١

(٦٦) فضل الباري: ٣٢٢/١، ٣٢٣

(٦٧) أخرجه مسلم في كتاب الحيض، باب استحباب استعمال المغتسلة من الحيض: ٢٦١/١ (رقم الحديث: ٣٣٢)

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تو اپنی کتاب سے مجھے باتیں سنا رہا ہے۔

چونکہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول بیان کی اور بشیر بن کعب نے اس کی تائید میں حکمت کی کتابوں سے حیاء سے متعلق بات نقل کی، حضرت عمران کو یہ تقابل اچھا نہیں لگا، نیز اس میں حدیث رسول اور عام قول کے درمیان خلط ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے انھوں نے ناگواری ظاہر کی۔(۶۸)

باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کے پاس سے گذرے، وہ اپنے بھائی کو ـــ جو بہت شرمیلے تھے ـــ ڈانٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو اس قدر حیاء کرتا ہے؟ گویا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ تجھے اس سے نقصان پہنچے گا، حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، اس لیے کہ حیاء ایمان میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس آدمی اور اس کے بھائی کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا۔(۶۹)

حیاء طبعی کی وجہ سے انسان چونکہ بہت ساری معصیتوں اور گناہوں سے بچ جاتا ہے، اس لیے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ایمان میں سے ہے، ایک حدیث میں حیاء کو ایمان کے شعبوں میں سے ایک شعبہ کہا ہے۔(۷۰)

۷۸ – باب : إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .

۵۷۶۹ : حدّثنا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُولَى : إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ ما شِئْتَ) . [ر : ۳۲۹٦]

---

(٦٨) فتح الباري: ١٠/٦٣٩، ٦٤٠، إرشادالساري: ١٣/١٢٨

(٦٩) فتح الباري: ١٠/٦٤٠

(٧٠) عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الإيمان بضع وسبعون شعبة، والحياء من الإيمان، أخرجه البخاري في كتاب الإيمان، باب أمورالإيمان (رقم الحديث: ٩) وأخرجه مسلم في كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان. ١/٦٣ (رقم الحديث: ٣٥)

فارسی میں اس کا ترجمہ کیا گیا جو محاورہ بن چکا ہے کہ ...... "بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن"......
حیاء کا پانی جب نظروں میں ختم ہو جائے اور بے باکی کا مرض پیدا ہو جائے تو پھر معاصی اور گناہوں کا سلسلہ رکتا نہیں۔

٧٩ – باب : ما لَا يُسْتَحْيَا مِنَ الحَقِّ لِلتَّفَقُّهِ فِي ٱلدِّينِ .

٥٧٧٠ : حدّثنا إسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا قالَتْ : جاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّ ٱللّٰهَ لَا يَسْتَحِي مِنَ الحَقِّ ، فَهَلْ عَلَى المَرْأَةِ غُسْلٌ إِذَا ٱحْتَلَمَتْ ؟ فَقَالَ : (نَعَمْ ، إِذَا رَأَتِ المَاءَ) . [ر : ١٣٠]

٥٧٧١ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا مُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ عُمَرَ يَقُولُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَثَلُ المُؤْمِنِ كَمَثَلِ شَجَرَةٍ خَضْرَاءَ ، لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَلَا يَتَحَاتُّ) . فَقَالَ القَوْمُ : هِيَ شَجَرَةُ كَذَا ، هِيَ شَجَرَةُ كَذَا ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : هِيَ النَّخْلَةُ ، وَأَنَا غُلَامٌ شَابٌّ فَٱسْتَحْيَيْتُ ، فَقَالَ : (هِيَ النَّخْلَةُ) .

وَعَنْ شُعْبَةَ : حَدَّثَنَا خُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ حَفْصِ بْنِ عاصِمٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : مِثْلَهُ ، وَزَادَ : فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ فَقَالَ : لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا لَكانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا . [ر : ٦١]

٥٧٧٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مَرْحُومٌ : سَمِعْتُ ثَابِتًا : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ : جاءَتِ ٱمْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ تَعْرِضُ عَلَيْهِ نَفْسَهَا ، فَقَالَتْ : هَلْ لَكَ حاجَةٌ فِيَّ ؟ فَقَالَتِ ٱبْنَتُهُ : ما أَقَلَّ حَيَاءَهَا ، فَقَالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ ، عَرَضَتْ عَلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ نَفْسَهَا . [ر : ٤٨٢٨]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کا مقصد واضح ہے کہ حیاء اگرچہ ایک وصف محمود ہے لیکن دین کا حکم معلوم کرنے کے لیے حیاء مانع نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ باب میں ذکر کردہ روایات سے معلوم ہو رہا ہے۔

دوسری روایت میں حضرت ابن عمر حیاء کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا

جواب نہیں دے پائے حالانکہ انہیں جواب آتا تھا، حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کے نہ بتانے پر افسوس کا اظہار کیا جس سے معلوم ہوا کہ دین کے معاملات میں حیاء نہیں کرنی چاہیے، اسی مناسبت سے یہ حدیث امام بخاری نے یہاں ذکر فرمائی...... چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قيل: لامطابقة هنا بين الحديث والترجمة ، لأن الترجمة فيما لايستحيا، وفي الحديث استحيى يعني عبدالله، قلت: تفهم المطابقة من كلام عمر بأن عبدالله كان صغيرا، فاستحيى أن يتكلم عند الأكابر، وقول عمر رضي الله عنه يدل على أن سكوته غيرحسن، لأنه لوكان حسنا، لقال له: أصبت، فبالنظر إلى كلام عمر يدخل في: "باب مالايستحيا" (۷۰☆)

باب کی تیسری روایت میں ہے فقالت ابنته: ماأقل حياءَ ها

حضرت انسؓ کی بیٹی نے کہا کہ جس عورت نے اپنے آپ کو پیش کیا تھا وہ کس قدر کم حیاوالی تھی، حضرت انسؓ نے بیٹی سے کہا کہ وہ تجھ سے بہتر تھی کیونکہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے نفس کو پیش کیا تھا (اور ظاہر ہے یہ حضور کی ذات سے عقیدت اور محبت ہی کی بناء پر تھا)

حافظ ابن حجر نے ان کی اس بیٹی کا نام "أمينة" لکھا ہے (۷۱)

اس حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مطابقته للترجمة من حيث إن المرأة المذكورة لم تستحي فيما سألته، لأن سؤالها كان للتقرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، وتصير من أمهات المؤمنين المتضمنة لسعادات الدارين (۷۱☆)

(۷۰☆) عمدة القاري: ۱٦٦/۲۲

(۷۱) فتح الباري: ٦٤۲/۱۰

(۷۱☆) عمدة القاري: ۱٦۷/۲۲

یعنی مذکورہ خاتون نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو عرض پیش کی، اس میں وہ اس لیے نہیں شرما رہی تھی کہ اس کا مقصد حضور کا تقرب حاصل کرنا، امہات المؤمنین میں اپنا نام شامل کرنا تھا اور ظاہر ہے اس سے ان کو دنیا اور آخرت دونوں کی سعادتیں نصیب ہو جاتیں!

٨٠ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا) .

وَكَانَ يُحِبُّ التَّخْفِيفَ وَالْيُسْرَ عَلَى النَّاسِ .

٥٧٧٣ : حدّثني إِسْحٰقُ : حَدَّثَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ قالَ : لَمَّا بَعَثَهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قالَ لَهُمَا : (يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا ، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا ، وَتَطَاوَعَا) . قالَ أَبُو مُوسٰى : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ ، إِنَّا بِأَرْضٍ يُصْنَعُ فِيهَا شَرَابٌ مِنَ الْعَسَلِ ، يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ ، وَشَرَابٌ مِنَ الشَّعِيرِ ، يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ) . [ر : ٢٨٧٣]

٥٧٧٤ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا) . [ر : ٦٩]

٥٧٧٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا قالَتْ : ما خُيِّرَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا ما لَمْ يَكُنْ إِثْمًا ، فَإِنْ كانَ إِثْمًا كان أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ ، وَما ٱنْتَقَمَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ ٱللّٰهِ ، فَيَنْتَقِمَ بِهَا لِلّٰهِ . [ر : ٣٣٦٧]

٥٧٧٦ : حدّثنا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنِ الْأَزْرَقِ بْنِ قَيْسٍ قالَ : كُنَّا عَلَى شَاطِئِ نَهَرٍ بِالْأَهْوَازِ ، قَدْ نَضَبَ عَنْهُ الْمَاءُ ، فَجَاءَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ عَلَى فَرَسٍ ، فَصَلَّى وَخَلَّى فَرَسَهُ ، فَٱنْطَلَقَتِ الْفَرَسُ ، فَتَرَكَ صَلَاتَهُ وَتَبِعَهَا حَتَّى أَدْرَكَهَا ، فَأَخَذَهَا ثُمَّ جاءَ فَقَضَى صَلَاتَهُ ، وَفِينَا رَجُلٌ لَهُ رَأْيٌ ، فَأَقْبَلَ يَقُولُ : ٱنْظُرُوا إِلَى هٰذَا الشَّيْخِ ، تَرَكَ صَلَاتَهُ مِنْ أَجْلِ فَرَسٍ ، فَأَقْبَلَ فَقَالَ : ما عَنَّفَنِي أَحَدٌ مُنْذُ فارَقْتُ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ ، وَقالَ : إِنَّ مَنْزِلِي مُتَرَاخٍ ، فَلَوْ صَلَّيْتُ وَتَرَكْتُ ، لَمْ آتِ أَهْلِي إِلَى اللَّيْلِ . وَذَكَرَ أَنَّهُ صَحِبَ النَّبِيَّ ﷺ فَرَأَى مِنْ تَيْسِيرِهِ .

[ر : ١١٥٣]

٥٧٧٧ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ (ح). وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يُونُسُ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَثَارَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا بِهِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (دَعُوهُ ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ ، أَوْ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ) .

[ر : ٢١٧]

بے جا شدت شریعت میں پسندیدہ نہیں

دین کے معاملے اور دینی امور میں سختی اور خواہ مخواہ کی بے جا شدت شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے، بلکہ جہاں شریعت نے گنجائش اور رخصت رکھی ہے، اس سے استفادہ کرنا چاہیے...... اپنی ذات کے لیے تو بات دوسری ہے، اگر کوئی صاحب عزیمت ہے اور اپنے مضبوط ایمان کی وجہ سے وہ اپنے لیے اونچا معیار قائم کرتا ہے تو یہ الگ بات ہے لیکن عام لوگوں کے لیے عزیمت کا وہی معیار قائم نہیں رکھا جاسکتا، اس لیے کہ عام لوگ اس پر عمل نہیں کرسکیں گے۔

باب میں ذکر کردہ تمام روایات پہلے گذر چکی ہیں اور ان میں آسانیوں اور رخصت کا ذکر ہے۔

نَضَبَ عنه الماءُ: اس کا پانی خشک ہوگیا تھا، نَضَب کے معنی خشک ہونے کے آتے ہیں۔

وفينا رجل له رَأْيٌ

ہم میں ایک آدمی تھا، وہ ایک فاسد رائے رکھتا تھا، "له رأيٌ" میں تنوین تحقیر کے لیے ہے: أي له رأي فاسد، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رأي سے خوارج کی رائے مراد ہے، چنانچہ کتاب الصلاة، باب إذا انفلتت الدابة في الصلوة کی روایت میں ہے "فجعل رجل من الخوارج يقول" (٧١)

ليقعوا به

وقع به: تکلیف دینا، اذیت دینا، ذَنوب (ذال کے فتحہ کے ساتھ) ڈول کو کہتے ہیں (٧٢)......

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(٧١) فتح الباري: ١٠/٦٤٤

(٧٢) مجمع بحار الأنوار: ٢/٢٥٠، النهاية لابن الأثير: ٢/١٧١

"وفي هذه الأحاديث أن الغلوَ و مجاوزةَ القصد في العبادة وغيرها مذموم، وأن المحمودَ من جميع ذلك ما أمكنت المواظبة معه، وأمن صاحبه العجب وغيره من المهلكات"(٧٣)

یعنی ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبادت کے اندر غلواور میانہ روی سے تجاوز مذموم ہے، جس قدر عبادت پر مواظبت اور دوام کیا جاسکے اور انسان عجب وغیرہ مہلک باطنی امراض سے محفوظ رہ سکے، وہی محمود اور پسندیدہ ہے۔

٨١ - باب : الِانْبِسَاطِ إِلَى النَّاسِ .

وَقَالَ ٱبْنُ مَسْعُودٍ : خَالِطِ النَّاسَ وَدِينَكَ لَا تَكْلِمَنَّهُ .

وَالدُّعابَةِ مَعَ الأَهْلِ .

٥٧٧٨ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاح قالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : إِنْ كانَ النَّبِيُّ ﷺ لَيُخالِطُنَا ، حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ : (يَا أَبَا عُمَيْرٍ ، ما فَعَلَ النُّغَيْرُ) . [٥٨٥٠]

٥٧٧٩ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْها قالَتْ : كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَكانَ لِي صَوَاحِبُ يَلْعَبْنَ مَعِي ، فَكَانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ يَتَقَمَّعْنَ مِنْهُ ، فَيُسَرِّبُهُنَّ إِلَيَّ فَيَلْعَبْنَ مَعِي .

---

(٧٣) فتح الباري: ١٠/٦٤٤

(٥٧٧٨) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب الكنية للصبيّ وقبل أن يولد للرجل (رقم الحديث: ٥٨٥٠) وأخرجه الترمذي في كتاب البرو والصلة، باب ماجاء في المزاح: ٣٥٧/٤ (رقم الحديث: ١٩٧٩) وأخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عندولادته وحمله إلى صالح يحنكه...... ١٦٩٣/٣ (رقم الحديث: ٢١٥٠) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب ماجاء في الرجل يتكنى وليس له ولد: ٢٩٣/٤ (رقم الحديث: ٤٩٦٩) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب المزاح: ١٢٢٤/٢ (رقم الحديث: ٣٧١٦)

(٥٧٧٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل عائشة رضي الله عنها: ١٨٩٠/٤ (رقم الحديث: ٢٤٤٠)

لوگوں کے ساتھ کھلے چہرے اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنے کے بارے میں امام نے یہ باب قائم کیا ہے۔ ....ترجمۃ الباب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل کیا جسے طبرانی نے "معجم کبیر" میں موصولاً نقل کیا ہے (٧٤) کہ لوگوں کے ساتھ ملتے رہو، اختلاط رکھو لیکن اپنے دین کو مجروح نہ کرو۔

لاتَکْلِمنَّہ: باب ضرب سے نہی بانون ثقیلہ کا صیغہ ہے، کَلَمَ یکلِم — کَلْمًا: زخمی کرنا۔

الدُّعابة مع الأهل

دُعابة (دال کے ضمہ کے ساتھ) مزاح اور لطافت و ظرافت کو کہتے ہیں۔ اہل لغت نے اس کا ترجمہ کیا ہے الملاطفة في القول بالمزاح (٧٥)

گھر والوں کے ساتھ، اسی طرح ساتھیوں اور متعلقین کے ساتھ ایسا مزاح کرنا جس میں شرعی حدود کی رعایت ہو، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا مزاح ثابت ہے۔ (٧٦) البتہ مزاح کو معمول اور مشغلہ بنالینا پسندیدہ نہیں۔ (٧٧)

باب کی پہلی روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گھل مل جاتے تھے، یہاں تک کہ میرے ایک چھوٹے بھائی سے کہا کرتے تھے اے ابو عمیر: نغیر کو کیا ہوا۔

حضرت انسؓ کے ماں شریک ایک چھوٹے بھائی تھے، جو حضرت ابو طلحہ کے بیٹے تھے، ان کا نام "عمر" تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دل لگی فرمایا کرتے تھے (٧٨)، انھوں نے نغیر نامی ایک پرندہ رکھا تھا جسے اردو میں بلبل کہتے ہیں (٧٩) وہ کہیں مر گیا یا کھو گیا تو آپ نے فرمایا، ابو عمیر! اس بلبل کو کیا ہوا؟

---

(٧٤) معجم كبير للطبراني، مرويات عبدالله بن مسعود رضى الله عنه: ٣٥٣/٩ (رقم الحديث: ٩٧٥٧، پوری روایت طبرانی میں اس طرح ہے: عن عبدالله بن باباه عن ابن مسعود قال: خالطوا الناس وصافوهم مما يشتهون ودينكم، فلاتكلمنه۔

(٧٥) النهاية لابن الأثير: ١١٨/٢، مجمع بحارالأنوار: ١٧٤/٢، فتح الباري: ٦٤٥/١٠، إرشادالساري: ١٣٥/١٣

(٧٦) فتح الباري: ٦٤٥/١٠، عمدة القاري: ١٢٩/٢٢

(٧٧) قال الإمام الغزاليؒ: من الغلط أن يتخذالمزاح حِرفةً، فتح الباري: ١٥٤/١٠

(٧٨) عمدة القاري: ١٧٠/٢٢

(٧٩) القاموس الوحيد: ١٦٧٦

حدیث سے مستنبط فوائد

اس مختصر سی حدیث سے علماء نے تقریباً سو کے قریب مسائل مستنبط کیے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:

"وفي الحديث جواز تكنية من لم يولدله، وتكنية الطفل، وأنه ليس كذبا، وجواز المزاح فيما ليس بإثم، وجواز السجع في الكلام الحسن بلا كلفة، وملاطفة الصبيان وتأنيسهم، وبيان ماكان عليه النبي صلى الله عليه وسلم من حسن الخُلُق وكرم الشمائل والتواضع"(٨٠)

❶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کی اولاد نہیں، اس کی بھی کنیت رکھی جاسکتی ہے، بچے کی کنیت بھی رکھ سکتے ہیں، اس کو "ابوفلان" کہہ سکتے ہیں، یہ جھوٹ میں شمار نہیں ہوگا۔

❷ مزاح کرنا جائز ہے۔

❸ کلام کے اندر بلا تکلف سجع جائز ہے۔

❹ بچوں کے ساتھ دل لگی کرنا جائز ہے۔

❺ اس حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ کی ایک جھلک بھی سامنے آجاتی ہے۔

باب کی دوسری حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گڑیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب آپ اندر تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتیں، آپ ان کو بلاکر میرے پاس لے آتے، پھر میں ان کے ساتھ کھیلنے لگتی۔

كنت ألعب بالبنات

بنات سے یہاں گڑیاں مراد ہیں، بچیاں کپڑے وغیرہ سے چھوٹی چھوٹی گڑیاں بناکر ان کے ساتھ کھیلتی رہتی ہیں۔

---

(٨٠) شرح مسلم للنووي، كتاب الآداب، باب جواز تكنية من لم يولدله......: ٢/٢١٠

بعض لوگوں نے کہا کہ "بنات" سے سہیلیاں مراد ہیں اور "باء" بمعنی "مع" ہے یعنی میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیلتی تھی۔(۸۱)

لیکن یہ درست نہیں کیونکہ اگلے جملہ "وکان لي صواحب....." میں سہیلیوں کا ذکر آرہا ہے بلکہ جریر عن ہشام کی روایت میں تصریح ہے کہ بنات سے گڑیاں مراد ہیں، اس میں ہے "کنت ألعب بالبنات وهن اللعب"(۸۲)

بلکہ سنن ابی داود اور سنن نسائی کی ایک روایت میں اس کی تفصیل بھی ہے کہ حضورؐ نے ایک بار گڑیاں دیکھ کر حضرت عائشہ سے پوچھا کہ "ماهذا يا عائشة؟ قالت: بناتي، قالت: ورأى فرسا مربوطا له جناحان، فقال: ماهذا، قلت: فرس، قال: فرس له جناحان؟ قلت: ألم تسمع أنه كان لسليمان خيل لها أجنحة، فضحك"(۸۳)

(یعنی حضورؐ نے گڑیاں دیکھ کر پوچھا عائشہ! یہ کیا ہے، کہنے لگیں "یہ میری گڑیاں ہیں"...... آپ نے ان میں ایک گھوڑا دیکھا جس کے دو پر تھے، اس کے بارے میں پوچھا، یہ کیا ہے؟ کہنے لگیں "گھوڑا ہے"...... فرمایا "گھوڑے کے دو پر؟"...... کہنے لگیں "آپ نے نہیں سنا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے دو پر ہوا کرتے تھے"......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنسنے لگے۔)

يَتَقَمَّعنَ منه فَيُسَرِّ بُهَنَّ

تقمُّع کے معنی چھپنے کے ہیں، کہتے ہیں تقمع الثمرة جب پھل اپنے قمع یعنی خوشے کے اندر ہو۔ یسربهن: یہ تسریب سے ہے أي يبعثهن ويرسلهن یعنی آپ ان کو میری طرف بھیج دیتے تھے۔(۸۴)

---

(۸١)فتح الباري: ١٠/٦٤٦، عمدة القاري: ٢٢/١٧٠

(۸٢) فتح الباري: ١٠/٦٤٦، إرشادالساري: ١٣/١٣٦

(۸٣)سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في اللعب بالبنات: ٢٨٣/٤ (رقم الحديث: ٤٩٣٢) وأخرجه النسائي في السنن الكبرى، كتاب عشرة النساء، باب إباحة الرجل اللعب لزوجته بالبنات: ٣٠٥/٥ (رقم الحديث: ٨٩٥٠)

(٨٤) إرشادالساري: ١٣/١٣٦

اس حدیث سے استدلال کر کے جمہور علماء نے فرمایا کہ بچے اگر گڑیوں کے ساتھ کھیلیں تو جائز ہے۔(۸۵) لیکن گڑیوں میں باقاعدہ آنکھیں بنانا، ناک بنانا، منہ بنانا اور باقاعدہ مورتی کی شکل اس کو دینا، اس سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو منسوخ کہا ہے اور لکھا ہے یہ تصویروں کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن نسخ کے لیے دلیل کی ضرورت ہے اور وہ ان کے پاس نہیں۔(۸٦)

٨٢ - باب : الْمُدَارَاةِ مَعَ النَّاسِ .

وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي ٱلدَّرْدَاءِ : إِنَّا لَنَكْشِرُ فِي وُجُوهِ أَقْوَامٍ ، وَإِنَّ قُلُوبَنَا لَتَلْعَنُهُمْ .

٥٧٨٠ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُنْكَدِرِ : حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهُ ٱسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ : (ٱئْذَنُوا لَهُ ، فَبِئْسَ ٱبْنُ الْعَشِيرَةِ ، أَوْ بِئْسَ أَخُو الْعَشِيرَةِ) . فَلَمَّا دَخَلَ أَلَانَ لَهُ الْكَلَامَ ، فَقُلْتُ لَهُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، قُلْتَ ما قُلْتَ ، ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ فِي الْقَوْلِ؟ فَقَالَ : (أَيْ عائِشَةُ ، إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ ٱللهِ مَنْ تَرَكَهُ ، أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ ، ٱتِّقَاءَ فُحْشِهِ) . [ر : ٥٦٨٥]

٥٧٨١ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : أَخْبَرَنَا ٱبْنُ عُلَيَّةَ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أُهْدِيَتْ لَهُ أَقْبِيَةٌ مِنْ دِيبَاجٍ ، مُزَرَّرَةٌ بِالذَّهَبِ ، فَقَسَمَهَا فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ ، وَعَزَلَ مِنْهَا وَاحِدًا لِمَخْرَمَةَ ، فَلَمَّا جاءَ قالَ : (خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ) . قالَ أَيُّوبُ بِثَوْبِهِ وَأَنَّهُ يُرِيهِ إِيَّاهُ ، وَكَانَ فِي خُلُقِهِ شَيْءٌ .

رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ . وَقَالَ حاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنِ ٱبْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنِ الْمِسْوَرِ : قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ أَقْبِيَةٌ . [ر : ٢٤٥٩]

خاطر مدارات کی فضیلت

لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کو مدارات کہتے ہیں، ابن عدی نے الکامل میں اور طبرانی

---

(٨٥) عمدة القاري: ٢٢/١٧٠، إرشادالساري: ١٣/١٣٦، فتح الباري: ١٠/٦٤٦

(٨٦) عمدة القاري: ٢٢/١٧٠، فتح الباري: ١٠/٦٤٦

نے معجم اوسط میں حضرت جابرؓ سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں ہے ”مداراة الناس صدقة“(۸۷)اس کی سند میں یوسف بن محمد ایک راوی ہے جنہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا لیکن ابن عدی نے فرمایا، أرجولا بأس به(۸۸)

بزار نے بھی سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے ”رأس العقل بعد الإيمان بالله مداراة الناس“(۸۹) یعنی ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی عقل مندی لوگوں کے ساتھ نرم رویہ اور مدارت اختیار کرنا ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں:

”المداراة من أخلاق المؤمنين، وهي خفض الجناح للناس، ولين الكلمة، وترك الإغلاظ لهم في القول، وذلك من أقوى أسباب الألفة“(۹۰)

یعنی خاطر مدارت مؤمنین کے اخلاق میں سے ہے، مدارات لوگوں کے ساتھ عاجزی، گفتگو میں نرمی اختیار کرنے اور درشتگی چھوڑ دینے کو کہتے ہیں جو باہمی الفت و محبت پیدا کرنے کا ایک قوی سبب ہے۔

مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مداہنت میں کسی منکر پر باوجود قدرت کے سکوت اختیار کیا جائے، اگرچہ وہ دل سے نہ ہو جب کہ مدارات نرم رویہ اختیار کرنے کو کہتے ہیں۔(۹۱)

ويذكر عن أبي الدرداء: إنا لنكِشر في وجوه أقوام وإن قلوبنا لتلعنهم

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہم بعض لوگوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے ملتے ہیں حالانکہ اندر سے ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں، کشر......باب ضرب سے ہے، دانت ظاہر کرنے اور

---

(۸۷)الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: ۱۵٦/۷ (رقم الترجمه: ۲۰٦۵/۱۲)

(۸۸) إرشادالساري: ۸/۱۳ ، فتح الباري: ٦٤۷/۱۰

(۸۹) فتح الباري: ٦٤۷/۱۰ ، إرشادالساري: ۱۳۸/۱۳

(۹۰) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۳۰۵/۹

(۹۱) فتح الباري: ٦٤۷/۱ عمدة القاري: ۱۷۱/۲۲، إرشادالساري: ۱۳٦/۱۳

مسکرانے کے معنی میں ہے۔(۹۲)

ابن ابی الدنیااور ابراہیم حربی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے۔(۹۳)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ بد کرداری کی وجہ سے ہمیں اچھے نہیں لگتے اور ہمارے دل میں ان کے لیے نفرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا لیکن ملتے ہوئے ہم خندہ پیشانی اور بشاشت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اسی کو مدارات کہتے ہیں۔

مُزرَّرَة بالذهب...... یعنی اس میں سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے۔

قال أیوب بثوبه وأنه یریه إیاه

شارحین نے اس کے معنی لکھے ہیں "والمعنی: أشار أیوب بثوبه لیری الحاضرین کیفیة مافعل النبي صلی اللّٰه علیه وسلم عندکلامه مع مخرمة، ولفظ القول یطلق، ویرادبه الفعل"

یعنی راوی حدیث ایوب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے دینے کی کیفیت کو سمجھانے کے لیے اپنے کپڑے کو اسی طرح نکال کر بتایا.....قال أیوب "فعل أیوب" کے معنی میں ہے، قول فعل کے معنی میں کبھی کبھی استعمال ہوتا ہے۔

وکان في خلقه شيٌ

یعنی مخرمہ کے اخلاق میں کچھ سختی اور شدت تھی، پہلی حدیث میں حضورؐ نے "بئس أخوالعشیرة" ایک آدمی کے بارے میں فرمایا تھا لیکن روایت میں اس آدمی کی تعیین نہیں، بعض نے کہا کہ وہ مخرمہ ہی تھے(۹۴) امام بخاری نے دوسری حدیث اس کے بعد ذکر کی جس میں مخرمہ کا ذکر ہے، غالباً اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ پہلی روایت میں "رجل مبهم" سے مخرمہ مراد ہے۔(۹۵)

(٩٢) النهایة لابن الأثیر: ١٧٦/٤، مجمع بحار الأنوار: ٤٠٤/٤

(٩٣) فتح الباري: ٦٤٧/١٠، عمدة القاري: ١٧١/٢٢

(٩٤) إرشادالساري: ١٣٨/١٣، عمدة القاري: ١٧٢/٢٢

(٩٥) فتح الباري: ٦٤٨/١٠

وقال حاتم بن وردان: حدثنا أيوب......

امام بخاری نے جو موصول روایت ذکر کی ہے اس میں صحابی کا ذکر نہیں یعنی مرسل ہے، یہ تعلیق لاکر امام نے اس کے موصول ہونے کی طرف اشارہ کردیا، اس میں "مسور بن مخرمہ" صحابی کا تذکرہ ہے، اس تعلیق کو امام نے "شہادات" میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۹۶)

٨٣ - باب : لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ مَرَّتَيْنِ.

وَقالَ مُعَاوِيَةُ : لَا حَكِيمَ إِلَّا ذو تَجْرِبَةٍ.

٥٧٨٢ : حدّثنا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قالَ : (لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ).

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا، مطلب یہ ہے کہ مؤمن دو مرتبہ دھوکہ نہیں کھاتا، ایک بار جب اس کے ساتھ فریب ہو جائے تو وہ محتاط ہو جاتا ہے اور دوبارہ فریب کا ہدف نہیں بنتا۔

حدیث کا سببِ ورود

اس حدیث کا سبب ورود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے موقع پر مشہور شاعر ابو عزہ کو گرفتار کیا، لوگوں نے اس کی سفارش کی تو آپ نے اس پر احسان کرتے ہوئے آزاد کیا، البتہ یہ عہد اس سے لیا کہ آئندہ وہ اسلام کے خلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اشعار نہیں کہے گا...... اس نے آزاد ہونے کے بعد اس عہد کو توڑ ڈالا اور حسب سابق ہجو یہ اشعار کہنے لگا، غزوۂ احد کے موقع پر وہ دوبارہ گرفتار ہوا، پھر کچھ لوگوں نے اس کی سفارش کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

---

(۹٦) صحيح البخاري، كتاب الشهادات، باب شهادة الأعمى...... (رقم الحديث: ٢٦٥٧)

(٥٧٨٢) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، باب لايلدغ المؤمن من جحر مرتين: ٤/٢٢٩٥ (رقم الحديث: ٢٩٩٨) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الحذر من الناس: ٤/٢٦٦ (رقم الحديث: ٤٨٦٢) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الفتن، باب العزلة: ٢/١٣١٨ (رقم الحديث: ٣٩٨٢)

موقع پر فرمایا کہ مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔(۹۷)

لا یُلْدَغ مجہول کا صیغہ ہے اور اس میں مؤمن کے ایک وصف کی خبر دی گئی ہے تاہم شارحین نے لکھا ہے کہ یہ نہی کے معنی میں ہے۔ نہی بصورت خبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ مؤمن کو محتاط اور بیدار رہنا چاہیے اس طرح کہ وہ بار بار دھوکہ نہ کھائے۔(۹۸)

وقال معاوية: لاحكيم إلا ذوتجربة

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تجربہ کار آدمی ہی حکیم ہوتا ہے، بعض روایتوں میں "لاحليم إلا ذوتجربة" ہے(۹۹)، حلیم بردبار اور باوقار کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ حکمت و دانائی اور حلم و بردباری انسان کے اندر تجربات سے گذرنے کے بعد ہی پیدا اور راسخ ہوتی ہے۔ جو شخص تجربہ کار نہ ہو اور زمانہ کے سرد و گرم کا چشیدہ نہ ہو، اس میں حلم و بردباری، صبر و تحمل اور حکمت و دانائی کا جوہر نمایاں نہیں ہوتا...... حدیث کے ساتھ اس اثر کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومناسبة ذكر أثره للحديث الذي هوالترجمة: هي أن الحليم الذي ليس له تجربة قديقع في أمر مرة بعدأخري، فلذاك قيد الحليم بذي التجربة"(۱۰۰)

یعنی جس شخص کو تجربہ نہیں ہوگا، وہ بار بار غلطی کرے گا اور دھوکہ کھائے گا، لیکن صاحبِ تجربہ حلیم ایسا نہیں ہوگا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں اس اثر کو موصولاً نقل کیا ہے(۱۰۱) اور امام احمد اور ابن حبان نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے۔(۱۰۲)

(۹۷) فتح الباري: ۱۰/ ۶۵۰، عمدة القاري: ۲۲/۱۷۳، إرشادالساري: ۱۳/۱۴۰

(۹۸) فتح الباري: ۱۰/۶۴۹ عمدة القاري: ۲۲/۱۷۳، إرشادالساري: ۱۳/۱۳۹

(۹۹) فتح الباري: ۱۰/۶۴۹ عمدة القاري: ۲۲/۱۷۲

(۱۰۰)عمدة القاري: ۲۲/۱۷۲

(۱۰۱)فتح الباري: ۱۰/۶۴۹

(۱۰۲) مسند أحمد، في مسانيد أبي سعيد: ۳/۶۹

٨٤ – باب : حَقِّ الضَّيْفِ .

٥٧٨٣ : حدّثنا إسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ : حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ ، عَنْ يَحْيَى ٱبْنِ أَبِي كَثِيرٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ عَمْرٍو قالَ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : (أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ) . قُلْتُ : بَلَى ، قالَ : (فَلَا تَفْعَلْ ، قُمْ وَنَمْ ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ ، فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّكَ عَسَى أَنْ يَطُولَ بِكَ عُمُرٌ ، وَإِنَّ مِنْ حَسْبِكَ أَنْ تَصُومَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا ، فَذٰلِكَ ٱلدَّهْرُ كُلُّهُ) . قالَ : فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ ، فَقُلْتُ : فَإِنِّي أُطِيقُ غَيْرَ ذٰلِكَ ، قالَ : (فَصُمْ مِنْ كُلِّ جُمُعَةٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . قالَ : فَشَدَّدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ ، قُلْتُ : أُطِيقُ غَيْرَ ذٰلِكَ ، قالَ : (فَصُمْ صَوْمَ نَبِيِّ ٱللهِ دَاوُدَ) . قُلْتُ : وَما صَوْمُ نَبِيِّ ٱللهِ دَاوُدَ ؟ قالَ : (نِصْفُ ٱلدَّهْرِ) . [ر : ١٠٧٩]

مہمان نوازی کا حکم

مہمان کا حق ہے کہ اس کی مہمان نوازی اور بقدر استطاعت اس کی ضیافت کی جائے، مہمان نوازی کرنا جمہور علماء کے نزدیک مسنون اور مستحب ہے، جب کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔(۱۰۳)

بعض علماء کے نزدیک گاؤں والوں پر واجب ہے اور شہر والوں پر نہیں کیونکہ گاؤں میں کھانے وغیرہ کا عام انتظام نہیں ہوتا، جب کہ شہر میں ہوٹل وغیرہ ہوتے ہیں اور کھانا آسانی کے ساتھ میسر آجاتا ہے۔(۱۰۴)

---

(١٠٣) عمدة القاري: ١٧٣/٢٢، مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب القيامة: ٢٠٣/٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة هود: ٦٤/٩، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣١٠/٩

(١٠٤) عمدة القاري: ١٧٣/٢٢

فشدّدت فشُدّدَ عليّ

یعنی میں نے سختی کی، قوت کا مظاہرہ کیا کہ میں زیادہ روزے رکھ سکتا ہوں تو حضورؐ کی طرف سے بھی سختی کردی گئی اور آپ نے فرمایا ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کیا کرو، ورنہ شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ میں صرف تین دن روزہ رکھنے کے لیے کہا تھا۔

حدیث باب میں ہے إن لزَوْرِك عليك حقا، زَوْر مہمان کو کہتے ہیں۔

٨٥ – باب : إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَخِدْمَتِهِ إِيَّاهُ بِنَفْسِهِ .

وَقَوْلِهِ : «ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ» /الذاريات : ٢٤/ .

قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللهِ : يُقَالُ : هُوَ زَوْرٌ ، وَهٰؤُلَاءِ زَوْرٌ وَضَيْفٌ ، وَمَعْنَاهُ أَضْيَافُهُ وَزُوَّارُهُ ، لِأَنَّهَا مَصْدَرٌ ، مِثْلُ قَوْمٍ رِضًا وَعَدْلٍ .

يُقَالُ : ماءٌ غَوْرٌ ، وَبِئْرٌ غَوْرٌ ، وَمَاءَانِ غَوْرٌ ، وَمِيَاهٌ غَوْرٌ . وَيُقَالُ : الْغَوْرُ الْغَائِرُ لَا تَنَالُهُ ٱلدِّلَاءُ ، كُلُّ شَيْءٍ غُرْتَ فِيهِ فَهُوَ مَغَارَةٌ .

«تَزَاوَرُ» /الكهف : ١٧/ : تَمِيلُ ، مِنَ الزَّوْرِ ، وَالْأَزْوَرُ الْأَمْيَلُ .

٥٧٨٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مالِكٌ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، جائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ، فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرِجَهُ) .

حدّثنا إِسْماعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي مالِكٌ : مِثْلَهُ ، وَزَادَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ) . [ر : ٥٦٧٣]

٥٧٨٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيٍّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي حَصِينٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جارَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِٱللهِ وَالْيَوْمِ

الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ). [ر: ٣١٥٣]

٥٧٨٦: حدّثنا قُتَيْبَةُ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا، فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: (إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ). [ر: ٢٣٢٩]

٥٧٨٧: حدّثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ: حَدَّثَنَا هِشَامٌ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ: (مَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ، وَمَنْ كانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ). [ر: ٣١٥٣]

ترجمۃ الباب کی وضاحت

ترجمۃ الباب کے دو جزء ہیں:

❶ پہلا جزء ہے إكرام الضيف وخدمته إياه بنفسه یعنی مہمان کا اکرام اور خود اس کی خدمت کرنا...... ایک صورت تو یہ ہے کہ مہمان کی خدمت کے لیے کسی سے کہہ دیا جائے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرے، دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خود اس کی خدمت کرے...... اس کے بعد قرآن کریم کی آیت ﴿ضيفِ ابراهيم المكرمين﴾ ذکر کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے غالبًا اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود اپنے مہمانوں کی خدمت کیا کرتے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ﴿وجاء بعجلٍ حنيذٍ﴾(١٠٥) بعض روایات میں ہے کہ مہمان نوازی کی سنت سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہی جاری کی ہے، وہ بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا کرتے تھے۔(١٠٦)

❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کے طور پر سورۃ حجرات کی آیت

---

(١٠٥) سورة هود: ٦٩

(١٠٦) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، سورة البقرة (الآية: ١٢٤) ٢/ ٩٨

کریمہ ذکر فرمائی ﴿ضیف إبراهیم المکرمین﴾ "المکرمین"، "ضیف" کی صفت ہے، ضیف مفرد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہاں جمع کے لیے ہے، اس لیے اس کی صفت "المکرمین" جمع لائے ہیں۔

ضیف کی جمع قلت أضیاف اور جمع کثرت ضیوف اور ضیفان آتی ہے۔(١٠٧)

آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ "ضیف" کی مانند تین دوسرے لفظ بھی ذکر کیے ہیں جو مفرد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

قال أبوعبدالله: یقال: هوزَوْر وضیف، ومعناه: أضیافه وزُوّاره

یعنی زور اور ضیف دونوں مفرد بولتے ہیں لیکن مراد جمع لیتے ہیں، ابو عبد اللہ سے خود امام بخاری رحمہ اللہ مراد ہیں...... دلیل یہ ذکر کی ہے کہ یہ مصدر ہے اور مصدر مفرد جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً کہتے ہیں، قوم رِضا اور قوم عدل...... اس میں رضا اور عدل دونوں مصدر جمع کے لیے مستعمل ہیں۔

اسی طرح کہا جاتا ہے ماء غَوْر، بئر غَوْر، ماء ان غور، مِیَاه غور...... غَوْر مصدر ہے اور مفرد، تثنیہ اور جمع کے لیے استعمال ہوتا ہے...... یہ تفصیل دراصل امام فراء نے "معانی القرآن" میں لکھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اخذ کی ہے، انھوں نے قرآن کریم کی آیت کریمہ ﴿قل ارایتم ان اصبح ماء کم غورا﴾(١٠٨) کے تحت لکھا ہے کہ "غورا" کی جمع استعمال نہیں کی جاتی۔(١٠٩)

ویقال: الغور الغائر لاتناله الدِّلاء، کل شيْ غرت فیه فهو مَغارة

یہ ابو عبیدہ کا کلام ہے کہ غوْر غائر کے معنی میں ہے یعنی مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے، پانی کم ہو جائے یا خشک ہو جائے اور ڈول میں نہ آسکے تو اس وقت کہتے ہیں ماء غور...... دِلاء، ڈول کو کہتے ہیں،

---

(١٠٧) عمدة القاري: ٢٢/١٧٤

(١٠٨) سورة الملك: ٣٠

(١٠٩) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١٠/٤٠٩

آگے فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس میں آپ چلے جائیں اس کو "مَغارة" کہتے ہیں، اور اسے غار بھی کہتے ہیں۔(۱۱۰)

تزاور: تميل من الزَوْر، والأزور: الأميل

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی عادت کے مطابق لفظی مناسبت سے سورۃ کہف کی آیت کی تفسیر کی طرف منتقل ہوگئے، سورۃ کہف میں ہے ﴿وترى الشمس إذا طلعت تزاور عن كهفهم ذات اليمين﴾(۱۱۱) فرماتے ہیں اس میں تزاور "تميل" کے معنی میں ہے یعنی سورج مائل ہو جاتا ہے، فرماتے ہیں یہ "زَوْر" سے ماخوذ ہے، زور کے معنی کجی اور میلان کے ہیں، أزور کے معنی أميل ہے یعنی زیادہ مائل، یہ تشریح ابو عبیدہ کے کلام سے امام نے نقل کی ہے۔(۱۱۲)

فليكرم ضيفه جائزته يوم وليلة، والضيافة ثلاثة أيام فما بعد ذلك فهو صدقة

جائزته ترکیب میں "ضيفه" سے بدل اشتمال بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں یہ منصوب ہوگا کیونکہ اس کا متبوع "ضيفه" "ليكرم" کے لیے مفعول بہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے اور یہ مبتدأ بھی بن سکتا ہے "يوم وليلة" اس کے لیے خبر ہے، اس صورت میں یہ مرفوع ہوگا۔(۱۱۳)

مہمان نوازی کی مدت

اس کے بعد فرمایا کہ مہمان نوازی تین دن ہے، اس کے بعد جو کچھ دیا جائے وہ صدقہ ہے!

علامہ خطابی اور دوسرے کئی محدثین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ کل مدت ضیافت تین دن ہے، ان میں پہلے دن تو خوب اکرام کیا جائے اور ماحضر اور معمول سے ہٹ کر اہتمام کیا جائے، دوسرے اور تیسرے دن ماحضر اور معمول کے مطابق خدمت کی جائے...... ان تینوں دنوں کے بعد جو کچھ دیا جائے، وہ

(۱۱۰) عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

(۱۱۱) سورة الكهف: ۱۷

(۱۱۲) عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

(۱۱۳) إرشادالساري: ۱٤٣/۱۳، عمدة القاري: ۱۷٤/۲۲

"حق ضیافت" نہیں بلکہ صدقہ ہے۔(۱۱۴)جائزہ کے معنی عطا، تحفہ، ہدیہ اور بخشش کے ہیں۔(۱۱۵)

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضیافت کو تین حصوں میں تقسیم کیا، پہلے دن تو اس کی خدمت میں ہدیہ اور تحفہ پیش کیا جائے، دوسرے دن معمول سے ہٹ کر کھانے میں تکلف کیا جائے اور تیسرے دن ماحضر حاضر کیا جائے، اس کے بعد میزبان کو اختیار ہے، چاہے خدمت کرے یا نہیں جس طرح صدقہ نافلہ میں اختیار ہوتا ہے۔(۱۱۶)

علامہ خطابی اور ابن بطال دونوں کی تشریح کا حاصل یہی ہے کہ کل مدتِ ضیافت تین دن ہے۔

بعض علماء نے "یوم الجائزۃ" کو الگ شمار کیا ہے، ان کے نزدیک ضیافت کے تین دن اور ایک دن "جائزہ" کا ہے(۱۱۷)اس طرح کل چار دن بن جاتے ہیں۔اس کی تائید مسلم شریف کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے، اس میں ہے "الضیافة ثلاثة أیام وجائزته یوم ولیلة"(۱۱۸)اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "جائزہ" ضیافت کے بعد ہے، اس کا حاصل یہ نکلے گا کہ مہمان کی تین دن تک ضیافت کی جائے کہ یہ اس کا حق ہے اور اس کے بعد جس دن وہ جانے لگے تو اس کی خدمت میں کچھ ہدیہ اور تحفہ بھی پیش کیا جائے(۱۱۹)......اور اگلی منزل تک جانے کے لیے اس کو زادِ راہ بھی دیا جائے، اس کو "جیزہ" کہتے ہیں، ایک دوسری حدیث میں اسی کی طرف اشارہ ہے "أجیزوا الوفد بنحو ما کنت أجیزهم"(۱۲۰)

---

(١١٤) عمدة القاري: ١٧٥/٢٢، فتح الباري: ٦٥٣/١٠

(١١٥) عمدة القاري: ١٧٤/٢٢، مجمع بحار الأنوار، مادة "جوز": ٤١١/١، النهاية لابن الأثير، مادة "جوز": ٣١٤/١

(١١٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٠٩/٩

(١١٧) مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ٢٠٢/٨، شرح الطيبي، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ١٧٢/٨ (رقم الحديث: ٤٢٤٤)

(١١٨) رواه مسلم في كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ١٣٥٣/٣ (رقم الحديث: ١٧٢٦)

(١١٩) فتح الباري: ٦٥٣/١٠، شرح الطيبي، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ١٧٢/٨ (رقم الحديث: ٤٢٤٤) مرقاة المصابيح، كتاب الأطعمة، باب الضيافة: ٢٠٢/٨

(١٢٠) سنن أبي داود، كتاب الخراج والإمارة والفيء، باب في إخراج اليهود من جزيرة العرب: ١٦٥/٣ (رقم الحديث: ٣٠٢٩)

"جائزتہ" کی ایک اور تشریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"ویحتمل أن یکون المراد بقوله: "وجائزته" بیانالحالة أخری، وهي أن المسافر تارة یقیم عند من ینزل علیه، فهذا لایزادعلی الثلاث بتفاصیلها، وتارة لایقیم، فهذا یعطی مایجوز به قدر کفایته یوما ولیلة، وهذا أعدل الوجه"(١٢١)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مہمان دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو میزبان کے پاس تین دن تک رہے، اس کے لیے تو وہی تفصیل ہے جو گذر چکی ہے کہ پہلے دن خوب اکرام کیا جائے، دوسرے دن معمول سے ہٹ کر اہتمام کیا جائے اور تیسرے دن معمول کے مطابق ماحضر پیش کیا جائے، دوسرا وہ مہمان ہے جس کا ارادہ رہنے کا نہیں، اسے رخصت کرتے ہوئے راستے کے لیے اس قدر زاد سفر دیدینا چاہیے جو ایک دن اور ایک رات کے لیے کفایت کرسکے، خلاصہ یہ ہے کہ "ضیافت" کا تعلق تین دن رہنے والے مہمان سے ہے اور "جائزہ" کا تعلق اس مہمان سے ہے جو قیام کا ارادہ نہ رکھتا ہو، بلکہ کچھ دیر کے لیے آیا ہو۔

جو حضرات ضیافت اور مہمان نوازی کو واجب کہتے ہیں، وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کہ "فما بعد ذلك فهو صدقة" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کی ضیافت صدقہ نہیں بلکہ واجب ہے۔(١٢٢)

لیکن جو حضرات وجوب کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ صدقہ کا لفظ یہاں اس لیے استعمال کیا ہے تاکہ تین دن سے زیادہ کسی کو ضیافت کا مکلّف نہ بنایا جائے کیونکہ بہت سارے لوگ، خصوصاً دولت مند لوگ صدقہ کھانے سے اعراض کرتے ہیں۔(١٢٣)

---

(١٢١) فتح الباري: ٦٥٣/١٠

(١٢٢) فتح الباري: ٦٥٣/١٠ ، إرشادالساري: ١٤٤/١٣

(١٢٣) فتح الباري: ٦٥٣/١٠ ، إرشادالساري: ١٤٤/١٣

ولا يحل له أن يثوي عنده حتى يُحْرِجه

کسی مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ میزبان کے پاس اس قدر ٹھہرے کہ اسے حرج، تنگی اور تکلیف میں مبتلا کردے، يُحْرِجه باب افعال سے ہے، أحرج کے معنی تنگی اور حرج میں ڈالنے کے ہیں۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے "حتى يؤثمه" (۱۲۴) أي يوقعه في الإثم......امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس قدر نہ ٹھہرے کہ میزبان کو گناہ میں مبتلا کردے کیونکہ زیادہ رہنے کی وجہ سے ممکن ہے میزبان اس کی غیبت شروع کردے یا اسے کوئی تکلیف دے یا کوئی بدگمانی کرنے لگے تو اس طرح میزبان گناہ میں مبتلا ہو جائے گا۔ (۱۲۵)

لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب مہمان کے زیادہ رہنے کی وجہ سے میزبان حرج اور تکلیف میں مبتلا ہو، اگر مہمان کی رہائش سے میزبان کو کوئی حرج اور تکلیف نہیں ہو رہی، ظاہر ہے ایسی صورت میں عدم جواز کا یہ حکم نہیں۔ (۱۲۶)

فخذوا منهم حق الضيف الذي ينبغي لهم

زبردستی کسی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا عام حالات میں بالاتفاق جائز نہیں، اگرچہ ضیافت کے لیے ہو، اس لیے اس جملے کے مختلف مطالب بیان کیے گئے ہیں:

❶ یہ حالتِ اضطرار پر محمول ہے، یعنی جو مہمان حالت اضطرار تک پہنچ جائے اور لوگ اس کی ضیافت نہ کریں تو ایسی صورت میں وہ زبردستی اپنی جان بچانے کے لیے لے سکتا ہے (۱۲۷) الضرورة تبيح المحظورة۔

❷ یہ ان مخصوص لوگوں کے متعلق کہا گیا جن سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگر مسلمانوں کا لشکر وہاں سے گذرے گا تو وہ ضیافت کریں گے، معاہدہ پر عمل واجب تھا، اس لیے ان سے زبردستی حق ضیافت وصول

---

(١٢٤) رواه مسلم في كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ١٣٥٣/٣ (رقم الحديث: ١٧٢٦)

(١٢٥) شرح مسلم للنووي، كتاب اللقطة، باب الضيافة ونحوها: ٨٠/٢

(١٢٦) فتح الباري: ٦٥٤/١٠

(١٢٧) عمدة القاري: ١٧٦/٢٢

کرنے کی اجازت دی گئی۔(۱۲۸)

٨٦ – باب : صُنْعِ الطَّعَامِ وَالتَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ .

٥٧٨٨ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا أَبُو الْعُمَيْسِ ، عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِي ٱلدَّرْدَاءِ ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا ٱلدَّرْدَاءِ ، فَرَأَى أُمَّ ٱلدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً ، فَقَالَ لَهَا : ما شَأْنُكِ ؟ قالَتْ : أَخُوكَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حاجَةٌ فِي ٱلدُّنْيَا ، فَجاءَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ ، فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا ، فَقَالَ : كُلْ فَإِنِّي صَائِمٌ ، قالَ : ما أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ ، فَأَكَلَ ، فَلَمَّا كانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو ٱلدَّرْدَاءِ يَقُومُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَنَامَ ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَلَمَّا كانَ آخِرُ اللَّيْلِ ، قالَ سَلْمَانُ : قُمِ الآنَ ، قالَ : فَصَلَّيَا ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ : إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (صَدَقَ سَلْمَانُ) . أَبُو جُحَيْفَةَ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ ، يُقَالُ : وَهْبُ الْخَيْرِ . [ر : ١٨٦٧]

مہمان نوازی میں تکلف

مہمان کے لیے بقدر استطاعت معمول سے ہٹ کر کھانا بنانا چاہیے اور کھانے میں تکلف کرنا چاہیے، یہ اسراف یا تبذیر میں داخل نہیں اور سلف صالحین کے ہاں اس کا معمول رہا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہی بات بیان کرنا چاہتے ہیں۔

البتہ اس میں اپنی استطاعت کے مطابق تکلف کا اہتمام ہونا چاہیے، استطاعت سے بڑھ کر تکلف کرنے میں دوسرے بہت سارے حقوق العباد متاثر ہو جاتے ہیں...... بعض لوگ مقروض ہوتے ہیں لیکن مہمانوں کی ضیافت کے لیے مزید قرض لینے کا اہتمام کرتے ہیں، یہ صحیح نہیں، کیونکہ قرض ادا کرنا واجب اور ضیافت کرنا مستحب ہے، مستحب کی ادائیگی کا اہتمام ہو اور فرض و واجب کو پس پشت ڈال دیا جائے، یہ شرعاً غلط ہے۔

---

(١٢٨) إرشاد الساري: ١٣/١٤٦

حدیث باب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوالدرداءؓ کے مہمان بن گئے، رات وہیں رہے، حضرت ابوالدردا نے ان کے لیے کھانا تیار کیا "فصنع له طعاماً......" سے امام نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے۔

فرأى أمَّ الدرداء مُتبَذِّلَةَ

حضرت سلمان فارسیؓ نے حضرت ابوالدرداءؓ کی بیوی ام الدرداء کو دیکھا کہ انھوں نے بالکل سادہ لباس پہنا ہے جو عموماً کام کاج کے وقت گھر میں استعمال کیا جاتا ہے، حضرت سلمان نے کہا کہ: تم اس حالت میں کیوں ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابوالدرداء کو ہماری طرف رغبت ہی نہیں ہے، پھر کس کے لیے اہتمام کیا جائے؟ ام الدرداء کا نام خَیْرہ بنت ابی حدرد ہے۔(۱)

مُتَبَذِّلَة یہ باب تفعل سے اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے أي لابسة ثیاب البِذْلة۔

صدق سلمان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو جو نصیحت فرمائی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توثیق و تصدیق فرمائی، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے ان سے کہا "عویمر! سلمان أفقه منك"(۲)

أبو جُحَیْفَةَ وهْب السُّوائيّ، یقال له: وهبُ الخیر: یعنی جحیفہ کو وہب الخیر بھی کہتے ہیں۔

ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت

ترجمۃ الباب کے پہلے جزء "صنع طعام" کا ذکر تو حدیث میں صراحۃً موجود ہے البتہ دوسرے جزء "التکلف للضیف" کا ذکر نہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ "لامع الدراری" میں فرماتے ہیں:

"ولعله قصد إثبات الجزء الثاني بقوله: كُلْ فإني صائم، فإنهم لما كانت

(۱) إرشاد الساري: ۱۳/۱٤۷، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۲۲/۱۷٦، والإصابة في تمييز الصحابة: ٤/٤٤۸ (رقم الترجمة: ۱۲٥٦)

(۲) إرشاد الساري: ۱۳/۱٤۸

عادتهم الصوم والتبذل ، فالظاهر أنهم لم يكونوا يصنعون طعاماً بالنهار، وكانوا يكتفون بطعام الليل، فكان صنع الطعام الجديد له تكلفا، ولا يبعد أن يستنبط التكلف من قوله: فأكل، فإنه لما اعتاد الصوم والتزمه، كان الإفطار لأجل الضيف احتمالا للكلفة من غير شك"(۳)

اس کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب کا جزء ثانی، حدیث میں واقع "كُلْ فإني صائم" سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والوں کا معمول چونکہ روزہ رکھنے کا تھا، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ وہ لوگ دن کو کھانا نہیں بناتے ہوں گے، صرف رات کو کھانے کا انتظام کرتے ہوں گے، تو اس موقع پر ان کا دن کے وقت کھانے کا انتظام کرنا مہمان کے لیے بطور تکلف تھا، اس طرح ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء "التكلف للضيف" اس سے ثابت ہو جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمۃ الباب کے اس دوسرے جزء کو حدیث کے لفظ "فأكل" سے ثابت کیا جائے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی عادت روزہ رکھنے کی تھی لیکن انھوں نے مہمان کی خاطر افطار کیا، یہ افطار کرنا مہمان کے لیے بطور تکلف تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ للہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "التكلف للضيف" سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو امام احمد نے اپنی مسند میں نقل کیا ہے، اس میں ہے "نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نتكلف للضيف"(۴)......(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مہمان کے لیے تکلف کرنے سے منع فرمایا ہے۔)

دونوں میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ استطاعت کی صورت میں تو اہتمام اور تکلف کرنا

---

(۳) لامع الدراري: ۱۰/۳۱، والأبواب والتراجم: ۲/۱۱۷

(٤)وفي لفظ مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ في مسانيد سلمان: أن سلمان دخل عليه رجل، فدعاله بما كان عنده فقال: لولا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهانا أولولا أنا نهينا أن يتكلف أحدنا لصاحبه لتكلفنالك: ٥/٤٤١، وكذا ذكر الهيثمي في مجمع الزوائد، كتاب البروالصلة، باب النهي عن التكلف: ۸/۱۷۹

چاہیے اور عدم استطاعت کی صورت میں تکلف درست نہیں، ممانعت والی روایت عدم استطاعت والی صورت پر محمول ہے۔(۵)

یہ حدیث باب کتاب الصوم میں "باب من أقسم على أخيه ليفطر" کے تحت گذر چکی ہے۔

٨٧ – باب : ما يُكْرَهُ مِنَ الْغَضَبِ وَالجزَعِ عِنْدَ الضَّيْفِ.

٥٧٨٩ : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الجُرَيْرِيُّ ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ تَضَيَّفَ رَهْطًا ، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ : دُونَكَ أَضْيَافَكَ ، فَإِنِّي مُنْطَلِقٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَافْرُغْ مِنْ قِرَاهُمْ قَبْلَ أَنْ أَجِيءَ ، فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَأَتَاهُمْ بِمَا عِنْدَهُ ، فَقَالَ : اطْعَمُوا ، فَقَالُوا : أَيْنَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قالَ : اطْعَمُوا ، قالُوا : ما نَحْنُ بِآكِلِينَ حَتَّى يَجِيءَ رَبُّ مَنْزِلِنَا ، قالَ : اقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ ، فَإِنَّهُ إِنْ جاءَ وَلَمْ تَطْعَمُوا لَنَلْقَيَنَّ مِنْهُ ، فَأَبَوْا ، فَعَرَفْتُ أَنَّهُ يَجِدُ عَلَيَّ ، فَلَمَّا جاءَ تَنَحَّيْتُ عَنْهُ ، فَقَالَ : مَا صَنَعْتُمْ ، فَأَخْبَرُوهُ ، فَقَالَ : يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ، فَسَكَتُّ ، ثُمَّ قالَ : يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ، فَسَكَتُّ ، فَقَالَ : يَا غُنْثَرُ ، أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي لَمَّا جِئْتَ ، فَخَرَجْتُ ، فَقُلْتُ : سَلْ أَضْيَافَكَ ، فَقَالُوا : صَدَقَ ، أَتَانَا بِهِ ، قَالَ : فَإِنَّمَا انْتَظَرْتُمُونِي ، وَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ ، فَقَالَ الْآخَرُونَ : وَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتَّى تَطْعَمَهُ ، قالَ : لَمْ أَرَ فِي الشَّرِّ كاللَّيْلَةِ ، وَيْلَكُمْ ، ما أَنْتُمْ ؟ لِمَ لَا تَقْبَلُونَ عَنَّا قِرَاكُمْ ؟ هَاتِ طَعَامَكَ ، فَجَاءَهُ بِهِ ، فَوَضَعَ يَدَهُ فَقَالَ : بِاسْمِ اللّٰهِ ، الْأُولَى لِلشَّيْطَانِ ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوا . [ر : ٥٧٧]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جماعت کی ضیافت کی اور عبدالرحمٰن سے کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جارہا ہوں، تم ان مہمانوں کو لے جاؤ اور میری واپسی سے پہلے پہلے ان کو کھانا کھلانے سے فارغ ہو جاؤ، عبدالرحمٰن حسب الحکم چلے گئے اور ماحضر کو مہمانوں کے سامنے پیش کر کے کہا کہ کھالیجیے، انھوں نے کہا، گھر کا مالک (حضرت صدیق اکبرؓ)

(۵)لامع الدراري: ۳۱/۱۰، والأبواب والتراجم: ۱۱۷/۲

کہاں ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا، آپ کھا لیجیے، انھوں نے کہا، جب تک صاحب خانہ نہ آئے، ہم کھانا نہیں کھائیں گے، عبدالرحمٰن نے کہا، ہماری طرف سے یہ ضیافت قبول فرمالیجیے، اگر آپ نے کھانا نہیں کھایا اور وہ واپس آگئے تو ہم پر غصہ ہوں گے، لیکن مہمانوں نے کھانے سے انکار کیا، میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھ پر ضرور خفا ہوں گے، جب وہ آئے تو میں کنارے ہٹ گیا، انھوں نے پوچھا، تم نے کیا کیا؟ تو مہمانوں نے سارا حال بیان کردیا، انھوں نے آواز دی، اے عبدالرحمٰن! میں خاموش رہا، پھر پکارا، اے عبدالرحمٰن، اس پر بھی میں خاموش رہا، پھر کہا، اے جاہل، میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سنتا ہے تو کیوں نہیں آتا ہے، چنانچہ میں نکل آیا اور کہا کہ آپ اپنے مہمانوں سے پوچھ لیجیے، ان لوگوں نے کہا، ٹھیک کہتے ہیں، یہ ہمارے سامنے کھانا لے کر آئے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا، تم نے میرا انتظار کیا، خدا کی قسم! میں آج رات نہیں کھاؤں گا، ان مہمانوں نے کہا، بخدا، ہم بھی نہیں کھائیں گے، جب تک آپ نہیں کھائیں گے، حضرت ابوبکرؓ نے کہا میں نے آج جیسی بری رات نہیں دیکھی، افسوس ہے تم پر، تم ہماری ضیافت کیوں قبول نہیں کرتے، پھر کہا، کھانا لے آو، عبدالرحمٰن کھانا لائے، تو اپنا ہاتھ کھانے میں بسم اللہ کہہ کر ڈالا، اور کہا، پہلی حالت شیطان کی وجہ سے تھی، چنانچہ انھوں نے کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا۔

حدیث کی باب سے مناسبت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت صدیق اکبر کے ہاں آنے والے مہمانوں کا قصہ ذکر کیا ہے، اس میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا یہ قول بھی ہے "فعرفت أنه يجدعليّ" یجد کے معنی یہاں غصہ کرنے کے ہیں، امام بخاری نے اگلے باب میں یہ روایت دوسرے طریق سے نقل کی ہے، اس میں "فغضب أبوبکر" کی تصریح بھی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس پر تنقید کی اور فرمایا کہ غضب کا اثبات مقصود نہیں، بلکہ اس کی نفی اور کراہت بیان کرنا مقصود ہے۔(٦) کیونکہ امام نے ترجمۃ الباب میں "مایکرہ من الغضب" کہا ہے۔

(٦)الأبواب والتراجم: ١١٧/٢

قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے حدیث سے ترجمۃ الباب کی مناسبت بیان کرتے ہوئے ''لامع الدراری'' میں لکھا:

''دل علیه قوله: لم أرفي الشر کا للیلة، وقوله: "الأولی من الشیطان"، فإن مقالته هذه دلت علی أنه عدغضبه وحلفه وجمیع ماجری شراء ومن أمر الشیطان''(٧)

یعنی حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا''لم أرفي الشر کا للیلة''اور اپنی ناراضگی وغیرہ کو شیطانی امر قرار دیا، ان کے کلام سے معلوم ہوا کہ ان کا غصہ ہونا، حلف اٹھانا، مہمانوں کا حلف اٹھانا، یہ سب شر اور شیطان کی طرف سے تھا، اس سے ''مایکره من الغضب''یعنی غصہ کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے لامع الدراری کے حاشیے اور الابواب والتراجم میں حضرت گنگوہی کی اس توجیہ کو وجیہ قرار دیا۔(٨)

٨٨ – باب : قَوْلِ الضَّيْفِ لِصَاحِبِهِ : لَا آكُلُ حَتَّى تَأْكُلَ

فِيهِ حَدِيثُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٥٧٨٨]

٥٧٩٠ : حدّثني مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي عُثْمانَ : قالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا : جاءَ أَبُو بَكْرٍ بِضَيْفٍ لَهُ أَوْ بِأَضْيَافٍ لَهُ ، فَأَمْسَى عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمَّا جاءَ ، قالَتْ أُمِّي : ٱحْتَبَسْتَ عَنْ ضَيْفِكَ – أَوْ أَضْيَافِكَ – اللَّيْلَةَ ، قالَ : ما عَشَّيْتِهِمْ ؟ فَقَالَتْ : عَرَضْنَا عَلَيْهِ – أَوْ : عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا ، أَوْ – فَأَبَى ، فَغَضِبَ أَبُو بَكْرٍ ، فَسَبَّ وَجَدَّعَ ، وَحَلَفَ لَا يَطْعَمُهُ ، فَاخْتَبَأْتُ أَنَا ، فَقَالَ : يَا غُنْثَرُ ، فَحَلَفَتِ الْمَرْأَةُ لَا تَطْعَمُهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ ، فَحَلَفَ الضَّيْفُ أَوِ الْأَضْيَافُ أَنْ لَا يَطْعَمَهُ أَوْ يَطْعَمُوهُ حَتَّى يَطْعَمَهُ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : كَأَنَّ هٰذِهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَدَعا بِالطَّعَامِ ، فَأَكَلَ وَأَكَلُوا ، فَجَعَلُوا لَا يَرْفَعُونَ لُقْمَةً إِلَّا رَبَا مِنْ

---

(٧) لامع الدراری: ١٠/٣٢، الأبواب والتراجم: ٢/١١٧

(٨) تعلیقات لامع الدراری: ١٠/٣٢۔ الأبواب والتراجم: ٢/١١٧

أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا ، فَقَالَ : يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ ، ما هٰذَا ؟ فَقَالَتْ : وَقُرَّةِ عَيْنِي ، إِنَّهَا الآنَ لَأَكْثَرُ قَبْلَ أَنْ نَأْكُلَ ، فَأَكَلُوا ، وَبَعَثَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَكَرَ أَنَّهُ أَكَلَ مِنْهَا . [ر : ٥٧٧]

ابوذر کے نسخے میں یہ ترجمۃ الباب نہیں، بلکہ اس حدیث کو پہلی والی حدیث کے ساتھ بغیر ترجمۃ الباب کے نقل کر دیا ہے۔(۹)

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ روایت میں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر ایک یا چند مہمانوں کو لے کر گھر آئے اور خود شام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے، جب واپس آئے تو میری ماں نے ان سے کہا کہ آپ مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں رک گئے تھے، انھوں نے پوچھا، کیا تو نے ان لوگوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ میری ماں نے کہا، ہم نے کھانا ان کے سامنے پیش کیا لیکن انھوں نے انکار کیا، حضرت صدیق اکبرؓ بہت ناراض ہوئے، برا بھلا کہا اور قسم کھائی کہ کھانا نہیں کھائیں گے، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میں چھپا کھڑا تھا، انھوں نے آواز دی "اے جاہل" عورت یعنی میری ماں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی نہیں کھائیں گی، جب تک وہ نہیں کھائیں گے، مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی نہیں کھائیں گے...... حضرت ابو بکرؓ نے کہا، یہ شیطانؑ کی طرف سے تھا، پھر کھانا منگوایا، خود بھی کھایا اور لوگوں نے بھی کھایا، لوگ جو لقمہ بھی اٹھاتے، اس کے نیچے سے اور زیادہ بڑھ جاتا، یہ دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے (اپنی بیوی حضرت ام رومان سے) کہا، اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے کہا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! اب تو اس سے بھی زیادہ ہو گیا، جتنا ہمارے کھانے سے پہلے تھا، چنانچہ تمام لوگوں نے کھایا، پھر اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سے کھایا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

شارحین نے اس ترجمۃ الباب کے مقصد پر کوئی کلام نہیں کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ شاید اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ میزبان نے اگر کوئی سخت بات کہہ دی ہے اور مہمان اسے درست نہیں سمجھتا تو مہمان بھی اس طرح کی بات جواب میں کہہ سکتا ہے اور شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

---

(۹) عمدة القاري: ۲۲/۱۷۸، فتح الباري: ۱۰/٦٥٦

فغضب أبوبكر، فسبّ وجدّع

جَدَّعَ یعنی انھوں نے "یا مجدوع الأذنین" کہہ کر بطور بددعا انہیں پکارا(١٠) یا غُنْثَرُ: غنثر کے معنی جاہل، کمینہ اور ثقیل کے آتے ہیں، غین کے ضمہ، نون کے سکون اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ ہے(١١) رَبامن أسفلها: ربا کے معنی بڑھنے کے ہیں۔

یاأخت بني فِراس: فِراس (فاء کے کسرہ کے ساتھ) سے غنم بن مالک کا بیٹا مراد ہے، اس کا بھائی حارث بن غنم ہے، حضرت ام رومان حارث کی اولاد میں سے تھیں، یعنی غنم کے دو بیٹے ہیں، ایک فراس اور دوسرا حارث، حضرت ام رومان حارث کی ذریت سے ہیں لیکن بنو حارث کے مقابلے میں بنو فراس چونکہ زیادہ مشہور ہیں، اس لیے حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں بنو فراس کی طرف منسوب کر کے "یاأخت بني فراس" کہا، فالمعنی: یا أخت القوم المنتسبین إلی بني فراس

وقرةِ عیني: اس میں واؤ قسمیہ ہے یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں، غالبًا یہ نہی سے پہلے کا واقعہ ہے۔

٨٩ – باب: إِكْرَامِ الْكَبِيرِ، وَيَبْدَأُ الْأَكْبَرُ بِالْكَلَامِ وَالسُّؤَالِ.

بات کرنے کا حق بڑے کو ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بڑے کا اکرام اور احترام کرنا چاہیے، اسی طرح بات کرنے، پوچھنے اور مجلس میں گفتگو کی ابتدا بڑے سے کرنی چاہیے کہ یہ اس کا حق ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عمر میں بڑا اور علم و فضل میں برابر ہو۔ کوئی عمر میں چھوٹا لیکن علم و فضل میں زیادہ ہے تو پھر اس کا حق مقدم ہے۔(١٢)

---

(١٠) عمدة القاري: ١٧٨/٢٢

(١١) إرشادالساري: ١٥٠/١٣، قال ابن الأثير: قیل: هو الثقیل الوَخِم وقیل: الجاهل، من الغَثارة: الجهل، والنون زائدة، النهایة: ٣٨٩/٣

(١٢) شرح صحیح البخاري لإبن بطال: ٣١٧/٩، فتح الباري: ٦٥٧/١٠، نیز دیکھیے إرشادالساري: ١٥١/١٣، عمدة القاري: ١٧٩/٢٢

٥٧٩١ : حدّثنا سُلَيمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، هُوَ ٱبْنُ زَيْدٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، مَوْلَى الْأَنْصَارِ ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ ، وَسَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ : أَنَّ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ أَتَيَا خَيْبَرَ ، فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ ، فَقُتِلَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ سَهْلٍ ، فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَحُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ ٱبْنَا مَسْعُودٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ ، فَبَدَأَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ، وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كَبِّرِ الْكُبْرَ) . قَالَ يَحْيَى : يَعْنِي : لِيَلِيَ الْكَلَامَ الْأَكْبَرُ . فَتَكَلَّمُوا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمْ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَتَسْتَحِقُّونَ قَتِيلَكُمْ ، أَوْ قَالَ : صَاحِبَكُمْ ، بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْكُمْ) . قَالُوا : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَوَدَاهُمْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ مِنْ قِبَلِهِ .

قَالَ سَهْلٌ : فَأَدْرَكْتُ نَاقَةً مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ ، فَدَخَلَتْ مِرْبَدًا لَهُمْ فَرَكَضَتْنِي بِرِجْلِهَا .

قَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنِي يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرٍ ، عَنْ سَهْلٍ : قَالَ يَحْيَى : حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ : مَعَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ .

وَقَالَ ٱبْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرٍ ، عَنْ سَهْلٍ وَحْدَهُ . [ر : ٢٥٥٥]

بشیر بن یسار (انصار کے آزاد کردہ غلام) رافع بن خدیج اور سہل بن ابی حثمہ دونوں سے روایت کرتے ہیں، ان دونوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر آئے اور کھجور کے باغ میں ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے، عبداللہ بن سہل کو کسی نے قتل کیا تو عبدالرحمٰن بن سہل اور حویصہ بن مسعود، اور محیصہ بن مسعود، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ساتھی کے (قتل کے) معاملہ میں گفتگو کرنے لگے، عبدالرحمٰن نے گفتگو شروع کی، جو اس جماعت میں سب سے زیادہ کم سن تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑا آدمی بات کرے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے ساتھی کے (قتل کے) معاملہ میں گفتگو کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے مقتول یا ساتھی (کی دیت) کے مستحق ہو سکتے ہو، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ ایسی چیز ہے، جس کو ہم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا، پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر بری ہو جائیں گے، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ لوگ تو کافر ہیں (یعنی جھوٹی قسمیں کھالیں گے) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اپنی طرف سے دیت ادا فرمائی۔

باب کی اس پہلی روایت پر تفصیلی کلام آگے قسامہ میں آئے گا، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اس لیے ذکر کیا ہے کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کبّر الکُبر" یحی بن سعید راویٔ حدیث نے اس کی تشریح کی "لیلي الکلام الأکبرُ" یعنی جو بڑا ہے، وہ کلام اور گفتگو کرنے کی ذمہ داری سنبھالے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے کبّر الکُبْر کا ترجمہ کیا ہے أي قدم الأکبر سنا للتکلم (۱۳)

روایت کے آخر میں حضرت سہل فرماتے ہیں کہ دیت کے اونٹوں میں مجھے ایک اونٹ ملا، وہ باڑے میں داخل ہوا تو اس نے مجھے لات ماری، مِرْبَد (میم کے کسرہ، راء کے سکون اور باء کے فتحہ کے ساتھ) باڑے کو کہتے ہیں، سہل نے یہ جملہ اہتمام کے ساتھ ضبط حدیث بتلانے کے لیے کہا، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وأراد بهذا الکلام ضبط الحدیث وحفظه حفظاً بلیغا" (۱۴)

قال اللیث: حدثني یحیی عن بشیر عن سهل، قال یحیی: حسبت أنه قال مع رافع بن خدیج

لیث کی اس تعلیق کو امام مسلم اور ترمذی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۵) اس میں یحیی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ بشیر نے سہل سے جو روایت نقل کی ہے تو انھوں نے رافع بن خدیج کی معیت کا ذکر کیا تھا، یعنی اوپر جو موصول روایت ہے وہ "رافع بن خدیج اور سہل" سے ہے، لیث کے طریق میں "عن سهل" ہے اور "رافع بن خدیج" کے بارے میں انھوں نے "حسبت" کہہ کر کہا کہ وہ بھی تھے۔

وقال ابن عیینة: حدثنا یحیی عن بشیر عن سهل وحده

سفیان بن عیینہ کی اس تعلیق کو امام مسلم اور نسائی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۶) یہ روایت صرف

(۱۳) إرشاد الساري: ۱۵۲/۱۳

(۱٤) عمدة القاري: ۱۸۰/۲۲

(۱٥) صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب القسامة: ۱۲۹۱/۳ (رقم الحدیث: ۱٦٦۹)، سنن الترمذي، کتاب الدیات، باب ماجاء في القسامة: ۳۰/٤ (رقم الحدیث: ۱٤۲۲)

(۱٦) صحیح مسلم، کتاب القسامة، باب القسامة: ۱۲۹۳/۳ (رقم الحدیث: ۱٦٦۹)، سنن النسائي، کتاب القسامة، باب القسامة: ۲۱۱/٤ (رقم الحدیث: ٦۹۱۹)

سہل سے ہے۔

حاصل یہ کہ حماد بن زید کی روایت جو یہاں امام بخاری نے موصولاً نقل کی ہے، وہ رافع بن خدیج اور سہل دونوں سے ہے، لیث کی روایت میں "رافع" کے بارے میں ایک گونہ شک ہے اور سفیان بن عیینہ کی روایت صرف سہل سے ہے۔

۵۷۹۲ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ المُسْلِمِ ، تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ، وَلَا تُحُتُّ وَرَقُهَا) . فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ ، وَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ، فَلَمَّا لَمْ يَتَكَلَّمَا ، قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . فَلَمَّا خَرَجْتُ مَعَ أَبِي قُلْتُ : يَا أَبَتَاهُ ، وَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ ، قالَ : مَا مَنَعَكَ أَنْ تَقُولَهَا ، لَوْ كُنْتَ قُلْتَهَا كانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا ، قالَ : ما مَنَعَنِي إِلَّا أَنِّي لَمْ أَرَكَ وَلَا أَبَا بَكْرٍ تَكَلَّمْتُمَا فَكَرِهْتُ .
[ر : ٦١]

حدیث باب ذکر کرنے کی وجہ

باب کی یہ دوسری حدیث پہلے کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا أو أخبرنا وأنبأنا کے تحت گذر چکی ہے، یہاں اس کے ذکر کرنے کی وجہ لکھتے ہوئے حافظ ابن حجر اور ان کی اتباع میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"وكأن البخاري أشار بإيراد هذا الحديث هنا إلى تقديم الكبير حيث يقع التساوي، أما لوكان عندالصغير ماليس عندالكبير، فلا يمنع من الكلام بحضرة الكبير، لأن عمر تأسف حيث لم يتكلم ولده مع أنه اعتذرله، بكونه بحضوره وحضرر أبي بكر ومع ذلك تأسف على كونه لم يتكلم"(۱۷)

(۱۷) فتح الباري: ۱۰/٦۵۷، إرشادالساري: ۱۳/۱۵۳

یعنی اس باب کے تحت اس حدیث کو لاکر امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں کہ بڑے کو اسی وقت مقدم کرنا چاہیے جب وہ علم و فضل میں بھی بڑا ہو یا چھوٹوں کے برابر ہو، لیکن اگر کوئی عمر میں چھوٹا آدمی علم و فضل میں زیادہ ہے تو ایسی صورت میں بڑے کی موجودگی میں اسے کلام کرنے سے روکا نہیں جائے گا، حضرت ابن عمرؓ کو جواب معلوم تھا لیکن انھوں نے اپنے والد حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں کلام کرنا مناسب نہیں سمجھا تو حضرت فاروق اعظمؓ نے ان کی خاموشی پر افسوس کا اظہار کیا۔

۹۰ – باب : ما يَجُوزُ مِنَ الشِّعْرِ وَالرَّجَزِ وَالحُدَاءِ وَما يُكْرَهُ مِنْهُ .

وَقَوْلِهِ : «وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ . أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ . وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ ما لَا يَفْعَلُونَ . إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ ما ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ» /الشعراء: ۲۲٤ – ۲۲۷/ .

قالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : فِي كُلِّ لَغْوٍ يَخُوضُونَ .

۵۷۹۳ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الحَكَمِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْأَسْوَدِ بْنِ عَبْدِ يَغُوثَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً) .

شعر کی تعریف ہے "الكلام المقفّى الموزون قصدا" (۱۸) یعنی شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد قافیہ اور وزن پر لایا گیا ہو، قصدا کی قید سے وہ کلام نکل گیا جو اتفاقاً موزون ہوا ہو۔

رَجَز (راء اور جیم کے فتحہ کے ساتھ) اکثر کے نزدیک یہ شعر کی ایک خاص قسم ہے۔ (۱۹) اس

(۵۷۹۳) الحديث أخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء إن من الشعر حكمةً : ۱۳۷/۵ (رقم الحديث: ۲۸٤٤) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب ماجاء في الشعر: ۳۰۳/٤ (رقم الحديث: ۵۰۱۰) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب الشعر: ۱۲۳۵/۲ (رقم الحديث: ۷۵۵)

(۱۸) فتح الباري: ۶۵۹/۱۰، إرشادالساري: ۱۵۳/۱۳، نیز دیکھیے عمدة القاري: ۱۸۰/۲۲، شرح الكرماني: ۱۸/۲۱

(۱۹) فتح الباري: ۶۵۹/۱۰، إرشادالساري: ۱۵۳/۱۳، عمدة القاري: ۱۸۰/۲۲

صورت میں "الشعر" پر اس کا عطف "عطف الخاص علی العام" کے قبیل سے ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ یہ شعر نہیں ہوتا بلکہ کلام کی ایک مستقل نوع ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اس کے کہنے والے کو "راجز" کہتے ہیں، شاعر نہیں کہتے۔(۲۰)

رجز کے معنی حرکت کرنے اور قریب قریب قدم رکھنے کے آتے ہیں، رجز البعیر اس وقت کہتے ہیں جب اونٹ قریب قریب قدم رکھ کر چلے، چونکہ رجز کے اجزاء ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں، اسی طرح رجز پڑھتے ہوئے زبان متحرک و مضطرب رہتی ہے، اس لیے اسے رجز کہتے ہیں۔(۲۱)

حُدَاء: (حاء کے ضمہ کے ساتھ) حدی کو کہتے ہیں، اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کے لیے جو رجز یا شعر مخصوص لے میں پڑھا جاتا ہے، اسے حدی کہتے ہیں۔(۲۲)

علامہ ابن عبدالبر نے حدی کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔(۲۳)

اشعار کہنے اور پڑھنے کا حکم

شعر کے بارے میں بعض علماء نے مطلقاً کراہت کا قول اختیار کیا ہے، وہ ایک تو حضرت ابن مسعودؓ کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ "الشعر مزامیر الشیطان"(۲۴) (شعر شیطان کے آلات موسیقی میں سے ہے۔)

اسی طرح مسروق سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک مصرعہ کہا اور پھر خاموش ہوگئے، ان سے خاموشی کی وجہ پوچھی گئی تو انھوں نے کہا "أخاف أن أجد في صحيفتي شعرا"(۲۵) (میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اپنے صحیفہ اعمال میں کوئی شعر پاؤں)

---

(۲۰) فتح الباري: ۱۰/۶۵۹، إرشاد الساري: ۱۳/۱۵٤، عمدة القاري: ۲۲/۱۸۰

(۲۱) فتح الباري: ۱۰/۶۵۹، إرشاد الساري: ۱۳/۱۵٤

(۲۲) فتح الباري: ۱۰/۶۵۹، إرشاد الساري: ۱۳/۱۵٤

(۲۳) فتح الباري: ۱۰/۶۶۰

(۲٤) فتح الباري: ۱۰/۶۶۲

(۲۵) فتح الباري. ۱۰/۶۶۲

اسی طرح ابوامامہ سے ایک مرفوع حدیث منقول ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کہا، اجعل لي قرآنا...... (میرے لیے پڑھنے کی کوئی چیز مقرر کردیں) تو اللہ نے فرمایا الشعر (۲۶)

لیکن یہ تمام روایتیں خلاف اصل اور ضعیف ہیں (۲۷) البتہ اگلے باب باب مایکرہ أن یکون الغالب علی الإنسان الشعر...... میں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک صحیح روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "لأن یمتلي جوف رجل قیحاً حتی یریه خیر من أن یمتلئ شعرا" (تم میں سے کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یہاں تک کہ اس کو خراب کردے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھرے)

یہ روایت اگرچہ صحیح ہے لیکن اس سے وہ اشعار مراد ہیں جن میں جھوٹ اور فحاشی ہو، یا یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو شعر کو اپنی زندگی کا اس طرح مقصد اور مشغلہ بنائے کہ دوسرے واجبات اور فرائض کی ادائیگی میں وہ مخل ہو۔ (۲۸)

جہاں تک عام اشعار کا تعلق ہے، ان کی اباحت میں کلام نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے انھوں نے فرمایا "الشعر منه حسن، ومنه قبیح، خذ الحسن، ودع القبیح، ولقد رویت من شعر کعب بن مالك أشعارا منها القصیدة فیها أربعون بیتا" (۲۹) یعنی اشعار میں اچھے اور برے دونوں طرح ہوتے ہیں، میں نے کعب بن مالک کے اشعار نقل کیے، اس میں ایک قصیدہ چالیس اشعار پر مشتمل تھا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔ (۳۰)

(۲٦) فتح الباري: ۱۰/٦٦۲، ومجمع الزوائد للهیثمي، کتاب الأدب، باب ماجاء في الشعر والشعرآء: ۱۱۹/۸

(۲۷) فتح الباري: ۱۰/٦٦۲

(۲۸) فتح الباري: ۱۰/٦۷۲، إرشاد الساري: ۱۳/۱٦۵

(۲۹) فضل الله الصمد، باب الشعر حسن کحسن الکلام ومنه قبیح: ۲/۳۱۵ (رقم الحدیث: ۸٦٦)، وفي مجمع الزوائد للهیثمي، "سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الشعر، فقال: هو کلام، فحسنه حسن وقبیحه قبیح، کتاب الأدب، باب الشعر في الکلام: ۸/۱۲۲

(۳۰) فتح الباري: ۱۰/٦٦۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں باب میں جو روایات ذکر کی ہیں، وہ اشعار کہنے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"ردفت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما، فقال: هل معك من شعرأمية بن أبي الصلت شيئاً، قلت: نعم ، قال: هيه، فأنشدته بيتا، فقال: هيه، ثم أنشدته بيتا، فقال: هيه، حتى أنشدته مائة بيت"(۳۱)

حضرت شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن سوار تھا، آپ نے فرمایا "تمہیں امیہ بن ابی الصلت کے کچھ اشعار یاد ہیں؟ میں نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، سنائیے، میں نے ایک شعر سنایا، آپ نے فرمایا اور سنائیے، میں نے دوسرا شعر سنایا، اس طرح میں نے سو شعر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ڈالے۔

امام ترمذیؒ اور امام احمدؒ نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يتذاكرون الشعر وحديث الجاهلية عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلاينهاهم ، وربما يتبسم"(۳۲)......(حضرات صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعار اور زمانہ جاہلیت کی باتیں سنایا کرتے تھے، حضورؐ انہیں منع نہیں فرماتے تھے البتہ کبھی کبھار مسکرا دیتے تھے)۔

لہٰذا ان احادیث کی موجودگی میں اشعار کو مطلقاً مکروہ قرار دینا تو درست نہیں، البتہ اس میں شرعی

---

(۳۱)رواه مسلم، كتاب الشعر : ١٧٦٧/٤ (رقم الحديث: ٢٢٥٥)

(۳۲) وفي لفظ مسند الإمام أحمد بن حنبل في مسانيد جابر بن سمرة: أكنت تجالس رسول الله صلى الله عليه وسلم : قال: نعم، فكان طويل الصمت، قليل الضحك، وكان أصحابه يذكرون عنده الشعر وأشياء من أمورهم، فيضحكون وربما تبسم (٨٦/٥) وفي الجامع الصحيح للإمام الترمذيؒ عن جابر بن سمرةؓ قال: جالست النبي صلى الله عليه وسلم أكثر من مائة مرة،فكان أصحابه يتناشدون الشعر، ويتذاكرون أشياء من أمرالجاهلية، وهو ساكت، فربّما تبسم معهم، كتاب الأدب، باب ماجاء في إنشادالشعر: ١٤٠/٥ (رقم الحديث: ٢٨٥٠)

حدود کی رعایت ضروری ہے، بہت زیادہ اس کا شغل نہ رکھا جائے، اس میں کسی کی ہجو نہ ہو، کسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی نہ ہو، جھوٹ نہ ہو، کسی متعین عورت کا ذکر نہ ہو، شعر میں ان امور کی اگر رعایت رکھی گئی ہو تو وہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ ابن عبدالبر نے اس کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والذي يتحصل من كلام العلماء في حدالشعر الجائز أنه إذالم يكثر منه في المسجد، وخلاعن هجو، وعن الإغراق في المدح والكذب المحض، والتغزل بمعين لايحل، وقد نقل ابن عبدالبرالإجماع على جوازه، إذاكان كذلك“(۳۳)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں سورۃ شعراء کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ﴿والشعراء يتبعهم الغاوون......﴾ یعنی شعراء کی اتباع تو گمراہ لوگ کرتے ہیں، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر وادی میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، مگر (اس حکم سے وہ شاعر مستثنی ہیں) جو ایمان لائے اور جنھوں نے عمل صالح اختیار کیا اور اللہ کا بکثرت ذکر کیا اور ظلم کے بعد بدلہ لیا (یعنی کسی کی ہجو اس وقت کی جب پہل کسی اور نے کی، ایسی صورت میں ان کی جوابی ہجو مورد عتاب نہیں) اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہیں کون سی جگہ پلٹ کر جانا ہے۔

مفسرین اور شارحین بخاری نے لکھا ہے کہ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرات صحابہ میں تین مشہور شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم تو شعر کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگلا جملہ ﴿إلا الذين آمنوا......﴾“ بھی تو پڑھو کہ اس سے ان شعراء کو مستثنی کر دیا ہے جو مؤمن اور صالح ہیں، تب وہ مطمئن ہوئے(۳۴)

(۳۳)فتح الباري: ١٠/٦٦٠

(٣٤) فتح الباري: ١٠/٦٦٠، عمدة القاري: ٢٢/١٨١، إرشاد الساري: ١٣/١٥٤، نیز دیکھیے شرح الكرماني: ٢١/١٨، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ١٣/١٥٣، روح المعاني: ١٠/١٤٧

ان تین کے ناموں کے ساتھ حضرت کعب بن زہیرؓ کا نام بھی قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔(۳۵)

آیت کریمہ میں ہے کہ اکثر شعراء کی اتباع کرنے والے گمراہ ہوتے ہیں، اس سے خود شعراء کی گمراہی بھی ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ جس کے متبعین گمراہ ہوں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے۔(۳۶)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بات مطلق نہیں، بلکہ اس وقت ہے جب متبعین کی گمراہی میں متبوع کے قول و عمل کا دخل ہو، لیکن اگر ان کی گمراہی میں متبوع کا دخل نہیں تو پھر متبعین کی گمراہی کو متبوع کی گمراہی نہیں قرار دے سکتے۔(۳۷)

﴿"في كل واد يهيمون......﴾ یعنی جس طرح وادی میں سرگرداں پھرنا بسا اوقات حسی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے، اسی طرح ہر قسم کے اشعار کہنا اور فاسد اقوال کہنا بھی بسا اوقات معنوی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتا ہے، "في كل واد" میں "کل" اکثر کے معنی میں ہے اور "کل" کو استغراق عرفی پر بھی محمول کر سکتے ہیں، مفسرین لکھتے ہیں:

"والمراد في كل واد من أودية القول الفاسد، وجه الاستعارة مظان الهلاك، فكما أن الوادي مظنة الهلاك الحسي، كذلك الأقوال الفاسدة مظنة الهلاك المعنوي، والجامع مطلق مظنة الهلاك، والكل في مثل هذا بمعنى الأكثر، ولك أن تقول: إن الاستغراق عرفي"(۳۸)

قال ابن عباس : في كل لغو يخوضون

حضرت ابن عباسؓ نے ﴿في كل واد﴾ کا ترجمہ في كل لغو اور ﴿يهيمون﴾ کا ترجمہ يخوضون سے کیا ہے۔ اس تعلیق کو ابن ابی حاتم اور طبری نے موصولاً نقل کیا ہے۔(۳۹)

---

(۳۵)الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/ ۱۵۰

(۳٦)الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۳/ ۱٤۵

(۳۷) معارف القرآن: ٦/ ۵۵۵

(۳۸) فضل الله الصمد على الأدب المفرد: ۲/ ۳۲۰

(۳۹)فتح الباري: ۱۰/ ٦٦۰، إرشاد الساري: ۱۳/ ۱۵۵، عمدة القاري: ۲۲/ ۱۸۱

إن من الشعر حكمة

بعض اشعار حکمت اور دانائی پر مشتمل ہوتے ہیں، امام ابوداود رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "إن من البيان سحرا، وإن من العلم جهلا، وإنّ من الشعر حكما، وإن من القول عيا" (۴۰) (بے شک بعض بیان جادو، بعض علم، جہل، بعض شعر حکمت اور بعض کلام، مراد بیان کرنے سے عاجز ہوتا ہے) بہت ساری حکمت و موعظت کی باتیں نثر کے مقابلے میں شعر کے اندر زیادہ مؤثر ہوتی ہیں، شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ماكان في الشعر والرجز ذكر الله تعالىٰ وتعظيم له ووحدانيته وقدرتهٗ و إيثار طاعته وتصغير الدنيا والاستسلام له، فهو حسن مرغب فيه، وهو المراد في الحديث بأنه حكمة، وماكان كذبا وفحشا، فهو مذموم" (۴۱)

یعنی شعر اور رجز کے اندر اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر، اس کی تعظیم، اللہ کی وحدانیت و قدرت اور اس کی طاعت، دنیا کی حقارت بیان کی گئی ہو تو ایسا شعر تو قابل رغبت و دلچسپی اور صحیح ہے، لیکن اگر اس میں جھوٹ اور فحاشی کا تذکرہ ہو تو وہ مذموم ہے۔

٥٧٩٤ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُولُ : بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَمْشِي إِذْ أَصَابَهُ حَجَرٌ ، فَعَثَرَ ، فَدَمِيَتْ إِصْبَعُهُ ، فَقَالَ : (هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ . وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ ما لَقِيتِ) . [ر : ٢٦٤٨]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (جہاد کے لیے) تشریف لے جارہے تھے کہ ایک پتھر آپ کو لگا تو آپ پھسل گئے اور آپ کی انگلی سے خون بہنے لگا تو آپ نے فرمایا

هل أنت إلاّ إصبع دميت
وفي سبيل الله مالقيت

(٤٠) سنن أبي داود، كتاب الأدب، "باب ماجاء في الشعر": ٣٠٣/٤ (رقم الحديث: ٥٠١٢)

(٤١) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣١٩/٩

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور جو تکلیف تجھے پہنچی ہے وہ اللہ کے راستے میں پہنچی ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے یا کسی اور کا ہے اور آپ نے بطور تمثیل اس موقع پر ارشاد فرمایا۔

امام طبری اور ابن التین وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام نہیں، ابن التین نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رواحہؓ کا شعر ہے۔(۴۲)

لیکن دوسرے حضراتِ محدثین کا خیال ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا کلام ہے۔(۴۳) اور ﴿وما أنت بشاعر﴾ کے منافی نہیں، کیونکہ شعر کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی، شعر کہتے ہیں اس کلام کو جو بالقصد موزون کیا جائے، اور حضورؐ نے برجستہ شعر کی نیت کیے بغیر یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

٥٧٩٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّار : حَدَّثَنَا ٱبْنُ مَهْدِيّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ : حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ : أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا ٱللّٰهَ بَاطِلُ ، وَكادَ أُمَيَّةُ ٱبْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ) . [ر : ٣٦٢٨]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ اور مصرعہ لبید نے کہا ہے:

ألا كل شيءٍ ماخلا الله باطل

مشہور شاعر لبید بن ربیعہ

لبید عربی زبان کے مشہور شاعر ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک شعر مشہور ہے:

لولا الشعر بالعلماء يزری

لكنت أشعر من لبيد (۴۴)

---

(٤٢) فتح الباري: ١٠/٦٦٣، عمدة القاري: ٢٢/١٨٢

(٤٣) فتح الباري: ١٠/٦٦٣، إرشاد الساري: ١٣/١٥٦، عمدة القاري: ٢٢/١٨٢

(٤٤) الفوائد الضيائية المعروف بشرح الجامي، حذف المبتداء أو الخبر جوازاً ووجوباً: ص:١٠٨

(اگر شعر علماء کے لیے عیب کا باعث نہ ہوتا تو میں لبید سے بڑا شاعر ہوتا)۔

لبید بن ربیعہ بن مالک عامری رضی اللہ عنہ نے زمانہ اسلام اور جاہلیت دونوں کو پایا، ان کی کنیت "ابو عقیل" ہے، انھوں نے بڑی لمبی عمر پائی، ایک سو بیس ایک سو تیس اور ایک سو چالیس سال کی مختلف روایات ہیں (۴۵) انھوں نے اپنی طویل عمری کی شکایت اپنے ایک مشہور شعر میں یوں کی ہے:

ولقد سئمت من الحياة وطولها
وسؤال هذا الناس: كيف لبيد (۴۶)

(خدا کی قسم میں طویل زندگی سے اور لوگوں کے اس سوال سے اکتا چکا ہوں کہ، لبید کی حالت کیسی ہے؟)

اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو فرمانے لگے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران اللہ نے مجھے شعر کے نعم البدل کے طور پر عطا کر دی ہیں، اس لیے مجھے اب شعر کہنے کی ضرورت نہیں۔ (۴۷)

کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے صرف ایک شعر کہا ہے اور وہ ہے:

ماعاتب المرء الكريم كنفسه
والمرء يصلحه الجليس الصالح

(شریف شخص کو اس کی اپنی ذات سے زیادہ کوئی ملامت نہیں کرتا، اور ہر شخص کی اصلاح اس کا نیک اچھا دوست کرتا ہے۔)

یا یہ شعر:

الحمدلله إذ لم يأتني أجلي
حتى كساني من الإسلام سربالا (۴۸)

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے کہ میری موت آنے سے پہلے اس نے مجھے اسلام کا لباس پہنایا۔)

---

(٤٥) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦۔ ٣٢٧ (رقم الترجمة. ٧٥٤١)

(٤٦) الشعر والشعراء لابن قتيبة: ١٢٣، الاستيعاب لابن عبدالبر على هامش الإصابة: ٣/٣٢٨، وفتح الباري، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية: ٧/١٥٣

(٤٧) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦

(٤٨) الإصابة في تمييز الصحابة: ٣/٣٢٦

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شعر کے ایک مصرعہ کو "أصدق كلمة" فرمایا۔ یہ ان کے ایک قصیدہ کا مصرعہ ہے، اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں:

ألا كل شيئ ماخلا الله باطل وكل نعيم لامحالة زائل

إذا المرء أسرى ليلة ظن أنه قضى عملا، والمرء ماعاش آمل

فقولا له وإن كان يقسم أمره ألمّا يعظك الدهر؟ أمّك هابل

فإن أنت لم تصدقك نفسك فانتسب لعلك تهديك القرون الأوائل

وكل امرئ يوما سيعلم سعيه إذا كشفت عند الإله المحاصل (۴۹)

❶ آگاہ رہو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، اور ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔

❷ جب آدمی ایک رات کا سفر کر لیتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ اس نے ایک کام نمٹادیا، حالانکہ ہر شخص پوری زندگی امیدوں میں ہوتا ہے۔

❸ آپ ان سے کہہ دیں، اگرچہ اس نے اپنا کام تقسیم کر رکھا ہے کہ تیری ماں محروم ہو، کیا تو نے زمانے سے اب تک عبرت حاصل نہیں کی۔

❹ اگر تیری ذات تیری تصدیق نہ کرے تو اپنا نسب بیان کر، شاید کہ تجھے پچھلے لوگ کوئی راستہ بتادیں۔

❺ اور ہر شخص کی محنت عنقریب اس دن ظاہر ہو جائیگی جب خدا کے سامنے اس کے کیے کے نتائج ظاہر ہوں گے۔

لبید نے یہ قصیدہ اسلام لانے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کہا تھا، اگرچہ بعض حضرات نے کہا کہ یہ زمانہ اسلام میں انھوں نے کہا ہے لیکن صحیح قول پہلا ہے۔ (۵۰)

امیہ بن ابی الصلت

وكاد أمية بن أبي الصلت أن يسلم

امیہ بن ابی الصلت زمانہ جاہلیت کا مشہور شاعر تھا، ابوالصلت کا نام ربیعہ ہے اور یہ عرب کے

(٤٩) الشعر والشعرآء لابن قتيبة: ١٢٤

(٥٠) فتح الباري: ، كتاب مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية: ١٥٣/٧

مشہور قبیلہ ثقیف سے تعلق رکھتا تھا، اس نے زمانہ اسلام پایا لیکن اسلام قبول نہیں کیا، سابقہ کتب سماویہ اور انبیاء کے قصص کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔(۵۱)

حضورؐ نے اس کے اشعار کے بارے میں فرمایا آمن لسانه وكفر قلبه(۵۲)(اس کی زبان مؤمن لیکن اس کا دل کافر ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اُمیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کرنے کے بالکل قریب تھا (کیونکہ اس کے اشعار ایمان اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق تھے لیکن اس کی قسمت میں اسلام نہیں تھا اور دنیا سے یوں ہی محروم ہو کر چلا گیا۔)

بعض روایات میں ہے کہ اس نے اسلام قبول کیا تھا، وہ شام میں تھا، طائف سے اپنا مال لینے کے لیے حجاز آیا جب "بدر" پہنچا تو کسی نے اس سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، کہنے لگا طائف اپنا مال لینے جا رہا ہوں، وہاں سے مدینہ منورہ ہجرت کرنے اور محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کرنے کا ارادہ ہے، اس سے کہا گیا کہ معلوم ہے اس کنویں میں کیا ہے؟ کہنے لگا "نہیں" کہا گیا، اس میں شیبہ، عتبہ اور فلاں فلاں تمہارے چچازاد ہیں، یہ سن کر وہ رونے لگا اور ہجرت کا ارادہ ترک کر کے طائف گیا، وہیں سن دو ہجری میں اس کا انتقال ہوا۔(۵۳)

٥٧٩٦ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا حاتِمُ بْنُ إِسْماعِيلَ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَسِرْنَا لَيْلاً ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ الْأَكْوَعِ : أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ ؟ قالَ : وَكانَ عامِرٌ رَجُلاً شَاعِرًا ، فَنَزَلَ يَحْدُو بِالْقَوْمِ يَقُولُ :

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ ما ٱهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَٱغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا ٱقْتَفَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا

(۵۱)عمدة القاري: ۱۸۳/۲۲، الأعلام للزركلي: ۲۳/۲، تاريخ الخميس: ٤١٢/١

(۵۲) تاريخ الخميس: ٤١٢/١، الشعر والشعراء لابن قتيبة: ۲۲۷

(۵۳)عمدة القاري: ۱۸۳/۲۲

وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (مَنْ هٰذَا السَّائِقُ) . قالُوا : عامِرُ بْنُ الْأَكْوَعِ ، فَقَالَ : (يَرْحَمُهُ اللهُ) . فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ : وَجَبَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ ، لَوْ أَمْتَعْتَنَا بِهِ ، قالَ : فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ ، حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ، ثُمَّ إِنَّ اللهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ الْيَوْمَ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ ، أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (ما هٰذِهِ النِّيرَانُ ، عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ) . قالُوا : عَلَى لَحْمٍ ، قالَ : (عَلَى أَيِّ لَحْمٍ) . قالُوا : عَلَى لَحْمِ حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (أَهْرِقُوهَا وَاكْسِرُوهَا) . فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا ؟ قالَ : (أَوْ ذَاكَ) . فَلَمَّا تَصَافَّ الْقَوْمُ ، كانَ سَيْفُ عامِرٍ فِيهِ قِصَرٌ ، فَتَنَاوَلَ بِهِ يَهُودِيًّا لِيَضْرِبَهُ ، وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهِ ، فَأَصَابَ رُكْبَةَ عامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ ، فَلَمَّا قَفَلُوا قالَ سَلَمَةُ : رَآنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ شَاحِبًا ، فَقَالَ لِي : (ما لَكَ) . فَقُلْتُ : فِدًى لَكَ أَبِي وَأُمِّي ، زَعَمُوا أَنَّ عامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ ، قالَ : (مَنْ قَالَهُ) . قُلْتُ : قَالَهُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ وَأُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ الْأَنْصارِيُّ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (كَذَبَ مَنْ قَالَهُ ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ – وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ – إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ ، قَلَّ عَرَبِيٌّ نَشَأَ بِهَا مِثْلَهُ) . [ر : ٢٣٤٥]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ ہم رات کے وقت چل رہے تھے، تو جماعت میں سے ایک شخص نے عامر بن اکوع سے کہا کہ تم اپنا کلام کیوں نہیں سناتے ہو، راوی کا بیان ہے کہ عامر رضی اللہ عنہ شاعر تھے، چنانچہ انھوں نے حدی سنانا شروع کیا:

"اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہیں پا سکتے تھے...... نہ ہم صدقہ کرتے، اور نہ ہی نماز پڑھتے...... اس لیے جو کچھ ہم نے کیا اس کو اپنے صدقہ سے بخش دے...... اور اگر ہم دشمن سے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھ...... اور ہم پر اطمینانِ قلب نازل فرما...... ہم اس وقت موجود ہوں و حاضر جب اعلان جنگ ہو...... اور دشمن ہم پر اعلان کر کے حملہ کرنے لگے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کون اونٹ ہانک رہا ہے، لوگوں نے عرض کیا۔ عامر بن اکوع ہیں، آپ نے فرمایا، اللہ اس پر رحم کرے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے نبی! (جنت) واجب ہو گئی، کاش ہمیں اس سے مزید فائدہ اٹھانے دیتے۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم خیبر پہنچے اور محاصرہ کیا یہاں تک کہ ہم کو بہت تکلیف پہنچی، مگر اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت کی اور اس دن جب شام کا وقت آیا تو لوگوں نے بہت سی آگ سلگائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ آگ تم نے کس چیز سے سلگائی ہے؟ لوگوں نے کہا گوشت پر، آپ نے پوچھا، کس چیز کے گوشت پر؟ لوگوں نے کہا، پالتو گدھے کے گوشت پر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو پھینک دو اور (برتن) توڑ دو، ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ کیا (ایسا نہیں ہو سکتا) اس (گوشت) کو پھینک دیں اور (برتنوں) کو دھو دیں تو آپ نے فرمایا (اچھا) ایسا ہی کرلو، راوی کا بیان ہے کہ جب لشکروں نے صف بندی کرلی، تو عامرؓ نے ایک یہودی پر اپنی تلوار کا وار کیا، تاکہ اس کو قتل کرے، مگر چھوٹی ہونے کے سبب سے (تلوار) خود ان کے گھٹنے پر لگی اور وہ شہید ہو گئے، جب لوگ لڑائی سے واپس ہوئے تو سلمہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ عامرؓ کا عمل ضائع ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا فلاں فلاں شخص اور اسید بن حضیر انصاری (کہتے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو یہ کہتا ہے وہ جھوٹ کہتا ہے اور دونوں انگلیوں کو ملا کر آپ نے فرمایا کہ ان کے لیے دگنا ثواب ہے، وہ جاہد مجاہد تھے، عرب میں ایسے آدمی بہت کم پیدا ہوئے ہیں۔"

هُنَيْهَاتك: یہ هُنَيْهَة کی جمع ہے، اس سے اشعار اور رجز مراد ہیں (۵۴) یعنی آپ ہمیں اپنے اشعار نہیں سنائیں گے؟

فقال رجل من القوم: وَجَبَتْ يا نبي الله لوا أمتعتنابه

(٥٤) عمدة القاري: ٢٢/١٨٤، قال ابن الأثير: وفي حديث ابن الأكوع "قال له: ألا تسمعنا من هَنَاتِك" أي من كلماتك، أومن أراجيزك، وفي رواية "من هنيّاتك" على التصغير وفي أخرى "من هُنيهاتك" على قلب الياء هاء، النهاية لابن الأثير: ٥/٢٧٩

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس صحابی کے لیے "یرحمه الله" کا جملہ استعمال فرمایا تو ایک آدمی نے کہا (یہ حضرت فاروق اعظمؓ تھے (۵۵)) کہ اے اللہ کے نبی! شہادت اب اس کے لیے واجب ہو گئی، آپ نے اس سے ہمیں استفادہ کا موقع کیوں نہیں دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیے رحمت کی دعا (یرحمه الله) کرتے تو وہ شہید ہو جاتا (٥٦)، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دعا کی تو حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ جملہ کہا۔

قال: أوْذاك

ایک آدمی نے پوچھا کہ ہم اس کو بہادیں اور دھولیں، آپ نے فرمایا أوْذاك......

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن توڑنے کا حکم دیا تھا، ایک آدمی جو غالباً حضرت فاروق اعظمؓ تھے نے کہا کہ اگر ہم توڑنے کی بجائے برتنوں کو دھولیں تو آپ نے فرمایا أوذاك یعنی اچھا یہی کرلو "ذاك" کا مشارالیہ "غسل" ہے یعنی یا تو برتنوں کو توڑ ڈالو اور یا پھر دھو ڈالو۔

فلما تصافّ القوم كان سيف عامر فيه قِصَرٌ

جب لوگ جنگ کے لیے صف بستہ ہو گئے تو حضرت عامرؓ کی تلوار چھوٹی تھی، قِصَر قاف کے کسرہ اور صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے ذُباب سيف: تلوار کی دھار اور طرف۔ رأني رسول الله صلى الله عليه وسلم شاحبا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میرا رنگ اڑا ہوا ہے۔ شاحب: وہ شخص جس کا رنگ متغیر ہو جائے۔ (۵۷)

إن له لأجرين

یعنی اس کے لیے تو دو اجر ہیں، ایک اطاعت خداوندی میں محنت کا اجر اور دوسرا جہاد فی سبیل اللہ

---

(٥٥) إرشادالساري: ١٥٩/١٣

(٥٦) إرشادالساري: ١٥٩/١٣

(٥٧) إرشاد الساري: ١٥٩/١٣، عمدة القاري: ١٨٤/٢٢

کاجر(۵۸) إنه لجاهد مجاهد: وہ محنت کرنے والا بھی تھا اور مجاہد بھی تھا، جاھد سے اللہ تعالیٰ کے دوسرے احکام میں اطاعت کرنے والا مراد ہے اور مجاہد سے اصطلاحی مجاہد مراد ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ ایک مادے کے دو الفاظ کا ذکر بغرض مبالغہ کیا گیا ہو اور مطلب یہ ہو کہ یہ بہت بڑے مجاہد ہیں۔

قَلّ عربي نشأ بها مثلَه

مدینہ منورہ میں اس جیسا عربی کم پیدا ہوا ہے "بھا" کی ضمیر مدینہ کی طرف یا "أرض" کی طرف اور یا حرب کی طرف راجع ہے۔(۵۹)

٥٧٩٧ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ ابْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : أَتَى النَّبِيُّ ﷺ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ وَمَعَهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ ، فَقَالَ : (وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) . قالَ أَبُو قِلَابَةَ : فَتَكَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَلِمَةٍ ، لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوهَا عَلَيْهِ ، قَوْلُهُ : (سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) .
[٥٨٠٩ ، ٥٨٤٩ ، ٥٨٥٦ ، ٥٨٥٧]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی اہلیہ کے پاس تشریف لائے، ان کے پاس ام سلیم بھی تھیں، حضورؐ نے فرمایا...... "انجشہ! تیرا ناس ہو، اپنی حدی کو روک دو شیشوں کی وجہ سے!"...... ابو قلابہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات ارشاد فرمائی کہ اگر تم میں سے کوئی شخص یہ کہتا تو تم اس کو معیوب سمجھتے!

(۵۸ إرشاد الساري: ١٣/١٥٩، عمدة القاري: ٢٢/١٨٤

(۵۹)إرشاد الساري: ١٣/١٥٩، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٤

(٥٧٩٧) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل: ويلك (رقم الحديث: ٥٨٠٩) وأخرجه أيضاً في د'ب الأدب، باب من دعا صاحبه فنقص من اسمه حرفاً (رقم الحديث: ٥٨٤٩) وأخرجه أيضاً في كتاب الأدب، باب المعاريض مندوحة عن الكذب (رقم الحديث: ٥٨٥٦، ٥٨٥٧) وأخرجه مسلم في كتاب الفضائل، باب رحمة النبي صلى الله عليه وسلم للنساء وأمر السواق مطاياهن بالرفق بهن: ٤/١٨١١ (رقم الحديث: ٢٣٢٣) وأخرجه النسائي في عمل اليوم والليلة: ٦/١٣٤ (رقم الحديث: ١٠٣٥٩)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرمایا کرتے تھے تو عموماًازواج مطہرات میں سے ایک دو آپ کے پاس سفر میں رہتیں، وہ اونٹ پر ہودج میں باپردہ سوار ہوتیں، اس اونٹ کو لے جانے کے لیے ایک حبشی غلام مقرر تھا جس کا نام "انجشہ" تھا، بلاذری نے نقل کیا ہے کہ اس کی کنیت "ابوماریہ" تھی۔(٦٠)

حدیث باب کا یہ واقعہ بھی ایک سفر ہی کا ہے(٦١)اونٹوں کی رفتار میں تیزی پیدا کرنے کے لیے حدی خوانی کی جاتی ہے، یہ رجزیہ اشعار ہوتے ہیں جو مخصوص لہجے میں پڑھے جائیں تو اونٹ وجد میں آکر تیزی کے ساتھ جانے لگتے ہیں، ایک موقع پر انجشہ نے اونٹوں کی رفتار بڑھانے کے لیے حدی خوانی شروع کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روکا اور فرمایا کہ انجشہ! تیرا ناس ہو، اس حدی خوانی کو اور اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کو روک دو کیونکہ ان پر شیشہ کی مانند کمزور اور حساس خواتین بیٹھی ہیں۔

رَوید اسم فعل "أمهل" امر کے معنی میں ہے "سوقك" اس کے لیے مفعول بہ ہے یعنی تم اونٹوں کی رفتار تیز کرنے کو روک دو اور ان کی رفتار کم کردو......اور "سوقك" سے حدی بھی مراد لے سکتے ہیں، کیونکہ "حدی" "سوق" کا سبب ہے، سبب بول کر مسبب بطور مجاز مراد لیا جاسکتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی حدی خوانی کو روک دو۔(٦٢)

قواریر: قارورة کی جمع ہے، قارورة شیشہ کے گلاس اور بوتل کو کہتے ہیں۔(٦٣)

یہاں "قواریر" سے خواتین مراد ہیں، شیشے کے ساتھ خواتین کی تشبیہ کمزور ہونے، جلد ٹوٹنے، حساس ہونے اور لطیف ورقیق ہونے میں دی گئی ہے، جس طرح شیشہ ایک حساس، لطیف اور ذرا سی حرکت سے ٹوٹ کر بکھرنے والی شے ہے، اسی طرح عورت بھی ایک صنف نازک اور ضعیف ہے، جو جلد متاثر بھی ہو جاتی ہے اور جلد ٹوٹ بھی جاتی ہے۔(٦٤)

---

(٦٠)فتح الباري: ٦٦٦/١٠، عمدة القاري: ١٨٥/٢٢

(٦١)فتح الباري: ٦٦٦/١٠، عمدة القاري: ١٨٥/٢٢

(٦٢)فتح الباري: ٦٦٧/١٠، عمدة القاري: ١٨٥/٢٢

(٦٣)فتح الباري: ٦٦٧/١٠، عمدة القاري: ١٨٦/٢٢

(٦٤)فتح الباري: ٦٦٧/١٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ١٨٦/٢٢، فيض الباري: ٣٩٦/٤

رویدك سوقك بالقواریر کے دو مطلب

اس جملہ کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ ایک مطلب تو یہ کہ تم ان اونٹوں کو حدی خوانی کے ذریعہ جلدی مت چلاؤ کیونکہ ان پر شیشے کی مانند کمزور خواتین بیٹھی ہیں، وہ اونٹوں کی تیز رفتاری کی وجہ سے گر کر زخمی ہو سکتی ہیں۔

❷ دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی حدی خوانی روک دو، کیونکہ تمہاری خوب صورت آواز کی وجہ سے شیشہ کی مانند حساس خواتین متاثر ہو سکتی ہیں، جس طرح شیشہ بہت جلد ٹوٹ کر بکھر جاتا ہے، خواتین کے دل بھی اسی طرح جلد متاثر ہو سکتے ہیں، انجشہ کی آواز خوب صورت تھی۔

علامہ خطابی اور طیبی نے یہ دونوں مطلب بیان کیے ہیں(٦٥) ابن بطال نے پہلے مطلب کو اور قاضی عیاض نے دوسرے مطلب کو ترجیح دی ہے(٦٦)...... امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک بھی یہی دوسرے معنی راجح ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قلت: والراجح عند البخاري الثاني، ولذلك أدخل هذا الحديث في "باب المعاريض" ولو أريد المعنى الأول لم يكن في القوارير تعريض"(٦٧)

اس روایت میں چونکہ حدی خوانی کا ذکر ہے اور حدی میں اشعار ہوتے ہیں، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے یہاں ذکر کیا۔(٦٨)

قال أبوقلابة: فتكلم النبي صلى الله عليه وسلم بكلمة لو تكلم بها بعضكم لعبتموها عليه

یہ ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے، حضرت ابوقلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

(٦٥) فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦

(٦٦) فتح الباري: ١٠/٦٦٨

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٦٦٨

(٦٨) عمدة القاري: ٢٢/١٨٥

علیہ وسلم نے ایک ایسی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی وہ بات کہتا تو تم اس پر عیب لگاتے، بات سے سوقك بالقواریر مراد ہے، ابوذر کے نسخے میں اس کی تصریح ہے۔(۶۹)

ابو قلابہ کے اس کلام کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ایک مطلب تو یہ کہ اس میں خواتین کی تشبیہ قواریر یعنی شیشے کے ساتھ دی گئی ہے، دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ ظاہر نہیں، حضرت ابو قلابہ کا مطلب یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان وجہ تشبیہ ظاہر نہیں، اس طرح کا استعارہ اور تشبیہ والا کلام اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم اس پر تنقید کرتے۔(۷۰)

لیکن ابو قلابہ کے کلام کا یہ مطلب واضح نہیں کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ کا اپنی ذات کے اعتبار سے ظاہر ہونا کوئی ضروری نہیں، بلکہ قرائن سے وجہ تشبیہ کا ظہور کافی ہے اور وہ یہاں بدرجہ اتم موجود ہے، اس استعارے کی خوب صورتی میں کوئی کلام نہیں چہ جائے کہ اس پر کوئی تنقید کرے۔(۷۱)

❷دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ استعارہ اور جملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور آپ کی بلاغت و فصاحت مسلم ہے، اس لیے اس پر تمہاری طرف سے تنقید نہیں، اگر اس طرح کا معیاری اور خوب صورت استعارہ اور جملہ کوئی اور استعمال کرتا، تو خوب صورت ہونے کے باوجود تم اپنی ناقدانہ طبیعت کی وجہ سے اس پر ضرور کوئی تنقید کرتے۔

عراقیوں کے مزاج میں چونکہ اعتراض اور تنقید کا مرض بہت زیادہ تھا، حضرت ابو قلابہ نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ اس قدر خوب صورت کلام ہے لیکن اس پر تم اگر تنقید کرنے سے خاموش ہو تو صرف اس وجہ سے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک کلام ہے، کوئی اور اس طرح کا کلام کہتا تو تمہاری تنقید سے نہ بچتا، شارحین نے اس دوسرے مطلب کو راجح قرار دیا ہے۔(۷۲)

---

(٦٩) إرشاد الساري: ١٣/١٦٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، فتح الباري: ١٠/٦٦٧

(٧٠)فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(٧١)فتح الباري: ١٠/٦٦٧، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(٧٢)فتح الباري: ١٠/٦٦٨، عمدة القاري: ٢٢/١٨٦، إرشاد الساري: ١٣/١٦١

فائدہ

اگر کسی کے ذہن میں یہ شبہ آئے کہ قرآن کریم میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر ہونے کی نفی کی گئی ہے ﴿وما هو بقول شاعرٍ﴾ (۷۳) کہا گیا ہے اور احادیث میں ہے کہ آپ شعر پڑھتے، پڑھواتے تھے۔

اس کا جواب واضح ہے کہ انشاء شعر کی نفی ہے، انشاد شعر کی نہیں، شعر بنانا اور چیز ہے اور شعر پڑھوانا اور!...... لہٰذا دونوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں (۷۴) باقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منظوم کلام مروی ہے، وہ "شعر" کی تعریف میں داخل نہیں، کیونکہ شعر اس مقفی اور موزوں کلام کو کہتے ہیں جو بالقصد انسان کہے، اتفاقاً اور بے ساختہ کوئی منظوم کلام کہہ دیا جائے تو وہ "شعر" نہیں کہلاتا۔ (۷۵)

قرآن کریم کی کئی آیات کریمہ مختلف بحور کے اوزان پر منطبق ہوتی ہیں اور ابو طیب حجازی نے اپنے رسالہ "قلائد النحور في جواهر البحور" میں ان آیات کو ذکر بھی کیا ہے، چنانچہ بحر کامل، بحر رمل، بحر طویل اور بحر وافر وغیرہ کی مثالیں انھوں نے ذکر کی ہیں لیکن چونکہ وہ اتفاقی ہیں، اس لیے "شعر اصطلاحی" کی تعریف ان پر صادق نہیں آتی۔ (۷۶)

---

(۷۳) سورة الحاقة: ٤١

(۷٤) إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(۷٥) إرشاد الساري: ١٣/١٦١

(۷٦) علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں:

فمن ذلك قوله مما هو من البحر الطويل:

أيا من طويل الليل بالنوم قصروا ... أنيبوا وكونوا من أناس به تاهوا

وإن شئتموا تحيوا أميتوا نفوسكم ... ولا تقتلوا النفس التي حرم الله

ومن البحر الوافر:

صدور الجيش بظفركم إنه ... بوافر سهمكم بالكافرين

ويخزهمو وينصركم عليهم ... ويشف صدور قوم مؤمنين

ومن الكامل:

مات ابن موسى وهو بحر كامل ... فهناكمو جمع الملائك مشترك

يأتيكم التابوت فيه سكينة ... من ربكم وبقية مما ترك

اگلے صفحہ پر

٩١ – باب : هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ .

٥٧٩٨ : حدّثنا مُحَمَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدَةُ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : ٱسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ في هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (فَكَيْفَ بِنَسَبِي) . فَقَالَ حَسَّانُ : لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ .

وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : ذَهَبْتُ أَسُبُّ حَسَّانَ عِنْدَ عائِشَةَ ، فَقَالَتْ : لَا تَسُبَّهُ ، فَإِنَّهُ كانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ ٱللهِ ﷺ . [ر : ٣٣٣٨]

هجاء اور هجو دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، اس باب سے امام بخاریؒ بعض اشعار کے استحباب کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں...... وأشار بهذه الترجمة إلى أن

گزشتہ سے پیوستہ

ومن الرمل:

أيها الأرمل إن رمت عفافا فتزوج من نساء خيرات

مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات

ومن مجزو الرمل:

أسعدوا المرمل تجزوا ذاك أولى ما تعدون

لن تنالوا البر حتى تنفقوا مما تحبون

ومن السريع:

يا أهل دين الله بشراكمو أقر مولاكم به عينكم

إذ أنزل الله على المصطفى اليوم أكملت لكم دينكم

ومن الخفيف:

لا تدع اليتيم يومًا وكن في شأنه كله رؤوفًا رحيما

أرأيت الذي يكذب بالدين فذلك الذي يدع اليتيما

ومن المضارع:

وضارع أهيل خبر تنل من رب بقينا

جنانا مزخرفات وهم فيها خالدون

ومن المجتث:

اجتث قلبي بذنبي والله خيرًا يريد

وكيف أخشى ذنوبي وهو الغفور الودود

إرشاد الساري: ١٣/١٦١، ١٦٢

بعض الشعر قدیکون مستحبا(۷۷)

طبرانی نے عمار بن یاسر کی روایت نقل کی ہے "لما هجانا المشرکون شکونا ذلك إلیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: قولوا لهم کمایقولو ن لکم"(۷۸) یعنی جب مشرکین نے ہماری ہجو کی، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، حضورؐ نے فرمایا..... "تم بھی ان کی ایسی ہی ہجو کرو جیسے وہ کرتے ہیں"......

روایت باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حسان بن ثابتؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نسب کا کیا ہوگا (یعنی مشرکین میں سے بعض کا ہم سے نسبی تعلق ہے، اگر ان کی ہجو ہوگی تو میری ہجو ہوگی) حضرت حسان نے عرض کیا، میں آپ کو اس سے اس طرح نکال دوں گا جس طرح بال آٹے سے نکالا جاتا ہے۔

ھشام اپنے والد عروہ سے نقل کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ کے پاس حسانؓ کو برا بھلا کہا تو انھوں نے کہا حسان کو برا بھلا نہ کہو، اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کیا کرتے تھے۔

کماتُسلُّ الشعرةُ من العجین

یعنی آٹے سے جس طرح بال نکال دیا جاتا ہے اور اس پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوتا، اسی طرح میری ہجو کا کوئی اثر آپ پر نہیں پڑے گا۔(۷۹)

دراصل مشرکین کے بعض شعراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کی ہجو کہی، انصار میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ سے کہا گیا کہ وہ جواب دیں، انھوں نے کہا مجھے قریش کی شاخوں کا تفصیل سے علم نہیں، حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے کہا کہ انہیں تفصیل بتلادیں، حضرت صدیق اکبرؓ

(۷۷)فتح الباري: ٦٦٩/١٠

(۷۸) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب هجاء المشرکین ١٢٣/٨، ١٢٤، عمدة القاري: ١٨٦/٢٢، فتح الباري: ٦٦٩/١٠

(۷۹)فتح الباري: ٦٧٠/١٠، عمدة القاري: ١٨٦/٢٢، إرشاد الساري: ١٦٣/١٣

نے انہیں آگاہ کیا اور انھوں نے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع شروع کیا۔

٥٧٩٩ : حدّثنا أَصْبَغُ قالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ ٱللهِ بْنُ وَهْبٍ قالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَنَّ الْهَيْثَمَ بْنَ أَبِي سِنَانٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ فِي قَصَصِهِ ، يَذْكُرُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ) . يَعْنِي بِذَاكَ ٱبْنَ رَوَاحَةَ ، قالَ :

فِينَا رَسُولُ ٱللهِ يَتْلُو كِتَابَهُ إِذَا ٱنْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ ما قالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا ٱسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ .

وَقالَ الزُّبَيْدِيُّ : عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، وَالْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . [ر : ١١٠٤]

باب کی اس دوسری روایت میں ہیثم بن ابی سنان کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو سنا، وہ وعظ و نصیحت اور قصص بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے، کہہ رہے تھے "إن أخالكم لایقول الرفث" "تمھارا بھائی فحش بات نہیں کہتا، ان کی مراد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے تھی، حاصل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے مذکورہ اشعار سنانے سے پہلے حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ابن رواحہ فحش گو شاعر نہیں تھے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حقائق بیان کرتے اور پھر ان کے تین شعر سنائے، جن کا ترجمہ ہے:

❶ اور ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، جس وقت فجر طلوع ہوتی ہے......

❷ انھوں نے ہمیں گمراہی کے بعد سیدھا راستہ دکھایا چنانچہ ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ جو کچھ انھوں نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا......

❸ وہ رات اس حال میں گذارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے علیحدہ ہوتا ہے، جب کہ مشرکین کی خوابگاہیں ان سے بوجھل ہوتی ہیں۔

معروف...... ساطع: معروف سے روشنی مراد ہے، ساطع کے معنی بلند اور ظاہر کے ہیں یعنی صبح کی روشنی ظاہر ہوتی تھی۔

تابعه عقيل عن الزهري...... وقال الزبيدي......

عقیل بن خالد کی متابعت کو امام طبرانی نے اور محمد بن الولید زبیدی کی تعلیق کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں موصولاً نقل کیا ہے۔(۸۰)

٥٨٠٠ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّهُ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيَّ : يَسْتَشْهِدُ أَبَا هُرَيْرَةَ فَيَقُولُ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ، نَشَدْتُكَ اللّٰهَ ، هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ : (يَا حَسَّانُ ، أَجِبْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ، اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ) . قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ : نَعَمْ . [ر : ٤٤٢]

٥٨٠١ : حدّثنا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِحَسَّانَ : (اهْجُهُمْ - أَوْ قَالَ : هَاجِهِمْ - وَجِبْرِيلُ مَعَكَ) . [ر : ٣٠٤١]

روایت میں ہے کہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ کو گواہ بنا کر کہا کہ ابو ہریرہ! میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے "یا حسان! أجب عن رسول الله ، اللهم أيّده بروح القدس"...... حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: نعم (جی ہاں)

اهجهم أوقال: هاجهم

راوی کو شک ہے اهجهم کہا یا هاجهم، پہلا باب نصر سے امر حاضر اور دوسرا باب مفاعلہ سے امر حاضر کا صیغہ ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کہ تم ان مشرکین کی ہجو کرو، حضرت جبریل تمہارے ساتھ ہیں۔

---

(۸۰)فتح الباري، كتاب التهجد، باب فضل من تعارّ من الليل فصلى: ٤٢/٣، عمدة القاري: ٢١٥/٢٢، إرشاد الساري: ١٦٤/١٣

٩٢ - باب : ما يُكْرَهُ أَنْ يَكُونَ الْغَالِبَ عَلَى الْإِنْسَانِ الشِّعْرُ ، حَتَّى يَصُدَّهُ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَالْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ .

٥٨٠٢ : حدّثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا) .

٥٨٠٣ : حدّثنا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا) .

شعر کہنا کب مکروہ ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر شعر کا مشغلہ اس طرح غالب آجائے کہ اللہ کے ذکر، قرآن کی تلاوت اور دوسرے امور خیر کے لیے رکاوٹ بن جائے تو یہ مکروہ ہے، اشعار کہنے، پڑھنے اور پڑھوانے کی اجازت اسی صورت میں ہے کہ جب وہ ان امورِ خیر کے لیے باعث خلل نہ ہو۔(۸۱)

چنانچہ روایت باب میں ہے کہ تم میں سے کسی کے پیٹ کا ایسے پیپ سے بھر جانا جو اسے خراب کردے اس سے بہتر ہے کہ وہ شعر سے بھرا ہو۔

"قیحا یریه" موصوف صفت ہے، "قیحا" موصوف اور "یریه" اس کی صفت ہے، یَرِي باب ضرب سے ہے، وَرَی...... وَرْيًا: پیپ کا پیٹ کو خراب کردینا۔(۸۲)

اس حدیث میں شعر یاد رکھنے کی مذمت بیان کی گئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اس

(٥٨٠٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الشعر: ١٧٦٩/٤ (رقم الحديث: ٢٢٥٧) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب ما كره من الشعر: ٢٣٦/٢ (رقم الحديث : ٣٧٥٩)

(٨١) فتح الباري: ٦٧٢/١٠، نیز دیکھیے عمدة القاري ١٨٨/٢٢، إرشاد الساري: ١٦٥/٢٣-١٦٦، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٢٨/٩

(٨٢) النهاية لابن الأثير "مادة وری" : ١٧٨/٥، مجمع بحار الأنوار "مادة وری" : ٤٥/٥

صورت پر محمول کیا ہے، جب شعر دوسرے امور خیر اور حقوق اللہ ذکر، تلاوت وغیرہ پر غالب رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے جسے طحاوی اور ابن عدی نے نقل کیا ہے کہ جب ان کی خدمت میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث پیش کی گئی تو انھوں نے کہا "لم یحفظ، إنما قال: أن یمتلئ شعرا هُجيتُ به" حضرت ابوہریرہ کو یاد نہیں رہا۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد مطلقاً ہر شعر کے بارے میں نہیں فرمایا تھا، بلکہ ان اشعار سے متعلق تھا جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بیان کی گئی ہو۔ (۸۳)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "هجيت به" کا یہ اضافہ سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں۔ (۸۴)

٩٣ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (تَرِبَتْ يَمِينُكَ) . وَ : (عَقْرَى حَلْقَى) .

٥٨٠٤ : حدّثنا يَحْيَىٰ بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عائِشَةَ قالَتْ : إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ ٱسْتَأْذَنَ عَلَيَّ بَعْدَما نَزَلَ ٱلْحِجَابُ ، فَقُلْتُ : وَاللهِ لَا آذَنُ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ ﷺ ، فَإِنَّ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَةُ أَبِي الْقُعَيْسِ ، فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، إِنَّ الرَّجُلَ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي ، وَلٰكِنْ أَرْضَعَتْنِي ٱمْرَأَتُهُ ؟ قالَ : (ٱئْذَنِي لَهُ ، فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ) . قالَ عُرْوَةُ : فَبِذٰلِكَ كانَتْ عائِشَةُ تَقُولُ : حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ .

[ر : ٢٥٠١]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ابوالقیس کے بھائی افلح نے پردہ کی آیت نازل ہونے کے بعد مجھ سے اندر آنے کی اجازت چاہی تو میں نے کہا میں اجازت نہیں دوں گی، جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لوں، اس لیے کہ ابوالقعیس کے بھائی نے مجھے دودھ نہیں پلایا ہے، بلکہ مجھ کو ابوالقعیس کی بیوی نے دودھ پلایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے

---

(۸۳) فتح الباري: ١٠/٦٧٢، نیز دیکھیے عمدة القاري: ٢٢/١٨٩، إرشاد الساري: ١٣/١٦٦

(٨٤) فتح الباري: ١٠/٦٧٢

عرض کیا، یارسول اللہ! مرد نے مجھ کو دودھ نہیں پلایا ہے بلکہ اس کی بیوی نے مجھ کو دودھ پلایا ہے، حضورؐ نے فرمایا، اس کو اجازت دیدو، اس لیے کہ وہ تمھارا چچا ہے، اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رضاعت کے سبب سے ان رشتوں کو حرام سمجھو جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

اس حدیث پر کلام، کتاب النکاح میں، باب لبن الفحل کے تحت گذر چکا ہے۔(☆)

٥٨٠٥ : حدّثنا آدمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا الحَكَمُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا قالَتْ : أَرَادَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَنْفِرَ ، فَرَأَى صَفِيَّةَ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً ، لِأَنَّهَا حاضَتْ ، فَقَالَ : (عَقْرَى حَلْقَى - لُغَةُ قُرَيْشٍ - إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا) . ثُمَّ قالَ : (أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ) . - يَعْنِي الطَّوَافَ - قالَتْ : نَعَمْ ، قالَ : (فَانْفِرِي إِذًا) . [ر : ٣٢٢]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی کا ارادہ کیا تو صفیہ کو دیکھا کہ اپنے خیمے کے دروازے کے پاس غمگین کھڑی ہیں، اس لیے کہ انہیں ماہواری شروع ہو گئی تھی، آپ نے فرمایا، مونڈی کاٹی (یہ قریش کی زبان میں استعمال ہوتا ہے) بے شک تو ہمیں روکنے والی ہے، پھر فرمایا کہ کیا تو نحر کے دن طواف افاضہ کر چکی ہے، حضرت صفیہؓ نے کہا، ہاں، تو آپ نے فرمایا پھر تو بھی چل۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کئی الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بطور محاورہ یا خاص مواقع پر خصوصی استعمال کے لیے رائج ہو جاتے ہیں اور ان کے لغوی معنی مراد نہیں لیے جاتے، اس طرح کے الفاظ استعمال کرنا درست ہے، مثلاً ایک جملہ "تربت یداك" ہے، اس کے لغوی معنی ہیں کہ تمھارے دونوں ہاتھ خاک آلود ہو جائیں لیکن یہ جملہ عموماً بددعا کے لغوی معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ کسی کام پر ابھارنے کے لیے یا مدح میں مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ کام آپ ضرور کریں، اگر نہیں کریں گے تو آپ کے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں گے، یا مدح میں مبالغہ کے

(☆) دیکھیے کشف الباری، کتاب النکاح: ١٨٧۔ ١٩٩

لیے استعمال ہوتا ہے، مثلاً شاعر کو کسی شعر پر داد دیتے ہوئے کہا جاتا ہے قاتله الله، لقد أحاد(۸۵)

اسی طرح کے دو لفظ اور ہیں: عَقْرَی اور حَلْقَی فعلی کے وزن پر مؤنث ہیں أي عقرها الله یعنی اللہ اس کو کاٹ دیں، اور حلقی کے معنی ہیں حلقها الله: اللہ اس کے حلق میں تکلیف پیدا کردے۔

عَقْراً اور حَلْقًا تنوین کے ساتھ بھی مروی ہے، اس صورت میں یہ مفعول مطلق ہیں: أي عقرها الله عَقْراً و حلقها حَلْقاً (۸۶)

اس کی کچھ تفصیل کشف الباری، کتاب الطلاق، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ولا یحل لهن أن یکتمن......﴾" میں گذر چکی ہے۔(۸۷)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو روایتیں نقل کی ہیں، پہلی روایت میں "تربت یمینك" اور دوسری روایت میں "عقری حلقی" استعمال ہوا ہے۔

دوسری روایت میں ہے" لغة قریش" یعنی عقری اور حلقی یہ قریش کی لغت ہے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: أي هذه اللفظة أعني عقري حلقی لغة قریش یطلقونها ولا یریدون حقیقتها(۸۷الف)

٩٤ - باب : ما جاءَ في زَعَمُوا .

٥٨٠٦ : حدَّثنا عَبْدُ ٱللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ ٱللّٰهِ : أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ : ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ ٱللّٰهِ ﷺ عامَ الْفَتْحِ ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ٱبْنَتُهُ تَسْتُرُهُ ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : (مَنْ هٰذِهِ) . فَقُلْتُ : أَنَا أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ ، فَقَالَ : (مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ) . فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قامَ فَصَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ ، مُلْتَحِفًا في ثَوْبٍ وَاحِدٍ ، فَلَمَّا ٱنْصَرَفَ قُلْتُ :

---

(۸۵)فتح الباري: ١٠/٦٧٤، عمدة القاري: ٢٢/١٩٠، إرشاد الساري: ١٣/١٦٧

(۸۶)النهاية لابن الأثير: ٣/٢٧-٢٧٢، مجمع بحار الأنوار: ٣/٦٤٠-٦٣٩

(۸۷)کشف الباري، کتاب الطلاق: ٥٧٢-٥٧٣

(۸۷الف) عمدة القاري: ٢٢/١٩١

يَا رَسُولَ ٱللهِ ، زَعَمَ ٱبْنُ أُمِّي أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلاً قَدْ أَجَرْتُهُ ، فُلَانُ بْنُ هُبَيْرَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ) . قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ : وَذَاكَ ضُحًى . [ر : ۲۷۵]

ترجمۃ الباب کا مقصد

❶ اس ترجمۃ الباب سے شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو امام ابوداود اور امام احمد نے ابوقلابہ کے طریق سے نقل کی ہے جس میں "زعموا" کے بارے میں کہا گیا کہ بئس مطية الرجل (۸۷) یعنی یہ آدمی کی بری سواری ہے۔

دراصل جب کوئی آدمی جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور اس کی ذمہ داری بھی اپنے سر نہیں لینا چاہتا، یا ایسی بات کہنا چاہتا ہے جس کی حقیقت کا اس کو پوری طرح علم نہیں تو ایسی صورت میں وہ بات کو اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے کہہ دیتا ہے "لوگوں کا خیال ہے......" حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ جھوٹ پھیلانے اور عام کرنے کا ایک ذریعہ ہے، جس طرح سواری مسافت طے کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے، آدمی جب پیدل چلنا نہیں چاہتا تو سواری پر سوار ہو جاتا ہے، اسی طرح جب کوئی جھوٹ بولنا چاہتا ہے اور اس کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا تو "زعموا" کہہ کر جھوٹ پھیلا دیتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے تحت ایسی کوئی حدیث نقل نہیں فرمائی جس میں "زعموا" کہنے سے منع کیا ہو، بلکہ حضرت ام ہانی کی حدیث نقل فرمائی جس میں انھوں نے "زعم ابن أمي" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، مقصد اور حاصل یہ ہے کہ جھوٹ کے لیے سہارا لیتے ہوئے اس لفظ کا استعمال درست نہیں، ہاں اگر یہ غرض نہیں تو پھر اس لفظ کو استعمال کرنا جائز ہے، چنانچہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ "فیض الباری" میں فرماتے ہیں:

"وفيه الحديث: بئس مطية الرجل: زعموا " فإن الإنسان إذا أراد أن يتكلم بأمر يعلم أنه كذب يصدره بتلك الكلمة، ويقول: زعم الناس كذلك، كأنه لايحمله على نفسه ، ويعزوه إلى الناس احترازا عن صريح

---

(۸۷) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرجل يقول: زعموا :۲۹٤/٤ (رقم الحديث: ٧٢٤٩) وأحمد في مسنده: ١١٩/٤ـ ٤٠١/٥

الكذب والزور، فالمعنى: أن تلك الكلمة آلة لإشاعة الزور، كما أن المطية آلة لقطع السفر، فإذا أراد الرجل أن لايمشي على أقدامه، ركب راحلته، وذهب كذلك إذا أراد أن يتكلم بالكذب ولايحمله على نفسه، قال: زعموا، فأجرى الكذب بين الناس، والمصنف لم يخرج الحديث في النهي عنه ، بل أخرج حديثا فيه: أن أم هانئٍ تكلمتْ بها، قالت: زعم ابن أمي...... والحاصل: أن النهي في موضعه، والإباحة في موضعها، ولا كلية في مثل هذه الأبواب......"(۸۷)

❹ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے "الأبواب والتراجم" میں فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اصل میں لفظ "زعم" کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، ابوداود کی روایت سے اس کا عدم جواز معلوم ہوتا ہے، امام نے حدیث باب ذکر کر کے اس کے جواز کی طرف اشارہ کیا کہ مطلقاً اس کا استعمال ممنوع نہیں، بلکہ جب اس کو جھوٹ بولنے کا سہارا بنایا جائے تب ممنوع ہے۔(۸۸)

حدیث باب میں "ابن أمي" سے حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں، رجلا قد أجرْتُه (میں نے ایک آدمی کو پناہ دی ہے) سے حارث بن ہشام مخزومی مراد ہیں(۸۹)، یہ حدیث کئی بار گذر چکی ہے۔

٩٥ – باب : ما جاءَ في قَوْلِ الرَّجلِ : وَيْلَكَ .

٥٨٠٧ : حدّثنا مُوسى بْنُ إسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً ، فَقَالَ : (ارْكَبْهَا) . قالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ارْكَبْهَا) . قالَ : إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ارْكَبْهَا وَيْلَكَ) . [ر : ١٦٠٥]

(۸۷) فيض الباري: ٣٩٧/٤، ٣٩٨)

(۸۸) الأبواب والتراجم: ١١٨/٢

(۸۹) إرشادالساري: ١٦٩/١٣، عمدة القاري: ١٩١/٢٢

٥٨٠٨ : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللّٰهِ ﷺ رَأَى رَجُلاً يَسُوقُ بَدَنَةً ، فَقَالَ لَهُ : (ٱرْكَبْهَا) . قالَ : يَا رَسُولَ ٱللّٰهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ ، قالَ : (ٱرْكَبْهَا وَيْلَكَ) . في الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ . [ر : ١٦٠٤]

پہلی روایت حضرت انس اور دوسری حضرت ابوہریرہؓ سے ہے، دونوں میں ایک ہی واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو قربانی کا اونٹ ہنکاتے جارہا تھا، حضور نے اس سے فرمایا، اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا، یارسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے دوسری یا تیسری بار میں فرمایا، ارکبھا ویلك: تیرا ناس ہو، اس پر سوار ہو جاؤ۔

٥٨٠٩ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ – عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ – وَأَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : كانَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ في سَفَرٍ ، وَكانَ مَعَهُ غُلَامٌ لَهُ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، يَحْدُو ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (وَيْحَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، رُوَيْدَكَ بِالْقَوَارِيرِ) [ر : ٥٧٩٧]

٥٨١٠ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ ، عَنْ خالِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ٱبْنِ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قالَ : أَثْنَى رَجُلٌ عَلَى رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (وَيْلَكَ ، قَطَعْتَ عُنُقَ أَخِيكَ – ثَلَاثًا – مَنْ كانَ مِنْكُمْ مادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ : أَحْسِبُ فُلَانًا ، وَٱللّٰهُ حَسِيبُهُ ، وَلَا أُزَكِّي عَلَى ٱللّٰهِ أَحَدًا ، إِنْ كانَ يَعْلَمُ) . [ر : ٢٥١٩]

حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا، ویلك! تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی، تین بار یہ جملہ آپ نے فرمایا، پھر فرمایا، تم میں جس کسی کو تعریف کرنا ہی ہو تو یوں کہے "میرا گمان یہ ہے، اللہ اس کا نگہبان ہے، اللہ کے سامنے میں کسی کا تزکیہ نہیں کرتا ہوں"، اگر تعریف کرنے والا اس کو جانتا ہے۔

لفظ ویل کا استعمال

تربت یداك، عقری، حلقی کی طرح ایک لفظ "ویلك" بھی استعمال ہوتا ہے، "ویل" کے معنی ہلاکت کے ہیں، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ "ویل" جہنم کی ایک جگہ کا نام ہے(۹۰) اس لفظ کو بھی

(۹۰) الجامع لأحكام القرآن: ۱۹/ ۲۵۰

عربی زبان میں معنی لغوی کے اعتبار سے نہیں بلکہ تعجب وغیرہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ احادیث باب میں استعمال ہوا ہے، یہ مقصد سابقہ ترجمۃ الباب سے حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر مستقل باب قائم کیا، اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ لفظ سابقہ الفاظ کے مقابلہ میں معنوی اعتبار سے زیادہ سخت ہے(۹۱) اور دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لفظ ”ویل“ کی ممانعت پر ایک حدیث حضرت عائشہؓ سے منقول ہے جو خرائطی نے نقل کی ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لاتجزعي من الويح، فإنه كلمة رحمة، ولكن اجزعي من الويل“(۹۲) یعنی لفظ ”ویح“ سے نہ گھبرائیں کیونکہ وہ تو رحمت کا کلمہ ہے، البتہ لفظ ”ویل“ سے گھبرانا چاہیے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب سے شاید اس حدیث کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔(۹۳)

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے نو احادیث ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام پہلے گذر چکی ہیں اور ان سب میں لفظ ”ویل“ استعمال ہوا ہے یا ”ویحك“ استعمال ہوا ہے، ویح اور ویل دونوں کے معنی ایک ہیں(۹۴) بعضوں نے فرق کیا ہے کہ ویل کلمۂ ہلاکت اور ویح کلمہ رحمت ہے، علامہ عینی اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وأكثر أهل اللغة على أنّ ويل كلمة عذاب، وويح كلمة رحمة“(۹۵)

۵۸۱۱ : حدَّثني عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالضَّحَّاكِ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ قَالَ : بَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْسِمُ ذَاتَ يَوْمٍ قَسْمًا ، فَقَالَ ذُو الخُوَيْصِرَةِ ، رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْدِلْ ، قَالَ : (وَيْلَكَ ، مَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ) . فَقَالَ عُمَرُ : ائْذَنْ لِي فَلْأَضْرِبْ عُنُقَهُ ، قَالَ : (لَا ، إِنَّ لَهُ أَصْحَابًا ، يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ السَّهْمِ مِنَ

(۹۱) الأبواب والتراجم: ۲/۱۱۸

(۹۲) فتح الباري: ۱۰/۶۷۷، إرشادالساري: ۱۳/۱۷۱

(۹۳) فتح الباري: ۱۰/۶۷۷

(۹٤) فتح الباري: ۱۰/۶۷۷، عمدة القاري: ۲۲/۱۹۱، إرشاد الساري: ۱۳/۱۷۱

(۹۵) فتح الباري: ۱۰/۶۷۷، عمدة القاري: ۲۲/۱۹۱

الرَّمِيَّةِ ، يُنْظَرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، ثُمَّ يُنْظَرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ، سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ ، يَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ ، آيَتُهُمْ رَجُلٌ إِحْدَى يَدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ ، أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ) .

قَالَ أَبُو سَعِيدٍ : أَشْهَدُ لَسَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَأَشْهَدُ أَنِّي كُنْتُ مَعَ عَلِيٍّ حِينَ قَاتَلَهُمْ ، فَالْتُمِسَ فِي الْقَتْلَى فَأُتِيَ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِي نَعَتَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ٣٤١٤]

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے کہ ذوالخویصرہ نے جو بنی تمیم کا ایک فرد تھا، کہا، یارسول اللہ! انصاف سے تقسیم فرمایئے، آپ نے فرمایا، تیری خرابی ہو، میں عدل سے کام نہ لوں گا تو پھر کون عدل کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا (یارسول اللہ) اجازت دیجیے میں اس کی گردن اڑادوں، آپ نے فرمایا نہیں (ایسا نہ کرو) اس لیے کہ اس کے بعض ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ایک شخص ان کی نمازوں اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنی نماز اور روزے کو حقیر سمجھے گا، حالانکہ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، نہ اس تیر کے پیکان پر کچھ نشان ہوتا ہے اور نہ اس کے نیچے اور نہ اس کے پروں پر کچھ باقی ہوتا ہے، وہ تیر گوبر اور خون سے بالکل صاف نکل جاتا ہے، یہ لوگ مسلمانوں میں تفرقہ کے وقت ظاہر ہوں گے، ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک شخص ہوگا، جس کا ہاتھ ایسا ہوگا جیسے عورت کے پستان، یا جیسے گوشت کا لوتھڑا جو حرکت کرتا ہو (حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور (اس کی بھی) گواہی دیتا ہوں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ اس جنگ کے وقت موجود تھا، وہ شخص مقتولوں میں تلاش کیا گیا تو اسی طرح ملا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

اس حدیث میں چند الفاظ دیکھ لیں: رِصاف: یہ رَصَفَة کی جمع ہے: وهي عصبة تلوي فوق مدخل النصل: تیر کے پھل کو داخل کرنے کی جگہ بندھی ہوئی تانت! نَصْل: لوہے کو کہتے ہیں، تیر میں جو لوہا ہوتا ہے اسے کہتے ہیں۔ نَضِيّ (نون کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) تیر کی لکڑی کو

کہتے ہیں، وھو القدح أي عود السھم۔ قُذَذ (قاف کے ضمہ اور ذال کے فتحہ کے ساتھ) یہ قُذَّۃ (قاف کے ضمہ اور ذال کی تشدید کے ساتھ) کی جمع ہے، وھو ریش السھم: تیر کے پروں کو کہتے ہیں۔ بَضْعَة (باء کے فتحہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ) گوشت کا ٹکڑا، تَدَرْدر: حرکت کرنا۔(۹۶)

سَبَقَ الفَرْثَ والدم یعنی وہ تیر گوبر اور خون سے بالکل صاف نکل جاتا ہے...... یخرجون علی حین فرقة من الناس: وہ لوگوں کے افتراق اور انتشار کے زمانہ میں خروج کریں گے، چنانچہ خوارج کا حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے اختلاف کے زمانہ میں خروج ہوا۔

۵۸۱۲ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَبُو الحَسَنِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ : أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ٱبْنُ شِهَابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ رَجُلاً أَتَى رَسُولَ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ هَلَكْتُ ، قالَ : (وَيْحَكَ) . قالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قالَ : (أَعْتِقْ رَقَبَةً) . قالَ : ما أَجِدُهَا ، قالَ : (فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) . قالَ : لَا أَسْتَطِيعُ ، قالَ : (فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا) . قالَ : ما أَجِدُ ، فَأُتِيَ بِعَرَقٍ ، فَقَالَ : (خُذْهُ فَتَصَدَّقْ بِهِ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، أَعَلَى غَيْرِ أَهْلِي ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، ما بَيْنَ طُنُبَيِ الْمَدِينَةِ أَحْوَجُ مِنِّي ، فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ، قالَ : (خُذْهُ) .
تَابَعَهُ يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خالِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : (وَيْلَكَ) .
[ر : ۱۸۳٤]

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں تو ہلاک ہوگیا، آپ نے فرمایا، تیری خرابی ہو (کیا ہوا) اس نے عرض کیا، میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کرلی، آپ نے فرمایا، ایک غلام آزاد کر، اس نے کہا، میرے پاس غلام نہیں، آپ نے فرمایا، پھر دو مہینے متواتر روزے رکھ لے، اس نے کہا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا، اس نے کہا، میرے پاس نہیں ہے، چنانچہ ایک عرق (ایک پیمانہ یا تھیلا) لایا گیا (جس میں کھجوری تھیں) آپ نے فرمایا، اس کو لے جا اور صدقہ کر، اس نے

(۹۶) عمدة القاري: ۱۹۳/۲۲، إرشاد الساري: ۱۷۲/۱۳

پوچھا، یارسول اللہ! کیا اپنے گھر والوں کے علاوہ دوسروں کو (دوں)؟ قسم ہے، اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں، آپ نے فرمایا، تو اس کو لے لے۔

عَرَق (عین اور راء کے فتحہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں۔ طُنُبي المدينة: مدینہ منورہ کے دونوں طرف...... طُنُب (طاء اور نون کے ضمہ کے ساتھ) سے طرف اور ناحیہ مراد ہے، علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں طنب واحد أطناب: الخيمة فاستعاره للطرف وللناحية(٩٧) اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں شبه المدينة بفسطاط مضروب، وحرتا ها بالطنبين یعنی طُنُب خیمہ یا شامیانہ باندھنے کی رسی کو کہتے ہیں، مدینہ منورہ کے دونوں طرف کے لیے اس لفظ کا استعمال بطور استعارہ ہے، مدینہ منورہ کو خیمہ کے ساتھ اور اس کے دونوں اطراف کو خیمہ کی رسیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے(٩٨)

تابعه يونس عن الزهري، وقال عبدالرحمن بن خالد عن الزهري: ويلك

یونس کی متابعت بیہقی نے موصولاً نقل کی ہے(٩٩) اور عبدالرحمٰن کی روایت میں "ويحك" کے بجائے "ويلك" ہے، اس تعلیق کو امام طحاویؒ نے موصولاً نقل کیا ہے۔(١٠٠)

٥٨١٣ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ قالَ : حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : أَنَّ أَعْرَابِيًّا قالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْهِجْرَةِ ، فَقَالَ : (وَيْحَكَ ، إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا) . قالَ : نَعَمْ ، قالَ : (فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا) . [ر : ١٣٨٤]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(٩٧) إرشاد الساري: ١٣/١٧٤

(٩٨) شرح الكرماني: ٢٢/٣٢

(٩٩) فتح الباري: ١٠/٦٧٨، عمدة القاري: ٢٢/١٩٤

(١٠٠) فتح الباري: ١٠/٦٧٨، عمدة القاري: ٢٢/١٩٤

سے کہنے لگا، یارسول اللہ! مجھے ہجرت کے بارے میں خبر دیجیے، آپ نے فرمایا، تیرا ناس ہو، ہجرت کا معاملہ تو بڑا سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا "جی ہاں" آپ نے فرمایا، کیا تم ان کی زکوۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا "تب تم بستیوں کی اُس جانب میں (اپنے گھر ہی میں رہ کر) عمل کیا کرو، اللہ تمہارے عمل میں سے کمی نہیں کرے گا۔

وراء البِحار: یہ بَحْرَة کی جمع ہے، بستی کو کہتے ہیں، شارحین لکھتے ہیں: وهي القرية، سميت بحرة لاتساعها(۱۰۱)

لن يَتِرك: أي لن ينقصك...... وتر يتر تِرَةً کے معنی کم کرنے کے ہیں۔(۱۰۲) قرآن کریم میں ہے ﴿ولن يتركم أعمالكم﴾(۱۰۳)

٥٨١٤ : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا خالِدُ بْنُ الحَارِثِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمدِ بْنِ زَيْدٍ : سَمِعْتُ أَبِي ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (وَيْلَكُمْ أَوْ وَيْحَكُمْ - قالَ شُعْبَةُ : شَكَّ هُوَ - لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا ، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقابَ بَعْضٍ) .

وَقالَ النَّضْرُ ، عَنْ شعْبَةَ : (وَيْحَكُمْ) . وَقالَ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ : (وَيْلَكُمْ ، أَوْ وَيْحَكُمْ) . [ر : ١٦٥٥]

حدیث باب کی مختلف توجیہات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض یعنی میرے بعد کافر مت بن جانا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔

ایک دوسری کی گردنیں مارنا اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ فاسق تو ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا، یہاں "لاترجعوا بعدي كفارا" کہا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرب رقاب کفر ہے،

(۱۰۱) فتح الباري: ۱۰/۶۷۹، عمدة القاري: ۲۲/۱۹۵، إرشاد الساري: ۱۳/۱۷٤

(۱۰۲) عمدة القاري: ۲۲/۱۹۵، فتح الباري: ۱۰/۶۷۹

(۱۰۳) سورة محمد: ۳۵

اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں:

❶ یہ حکم مستحل کے حق میں ہے یعنی جو مسلمان کے ساتھ قتال کو شرعاً حلال وجائز سمجھے۔

❷ کفر سے اصطلاحی کفر نہیں، بلکہ کفرانِ نعمت مراد ہے یعنی تم میرے بعد نعمتِ اسلام کی ناشکری مت کرنا کہ آپس میں قتال شروع کردو۔

❸ علامہ خطابیؒ نے فرمایا کہ یہاں کفار سے مسلح ہونا مراد ہے، یہ تکفر بالسلاح سے ہے، جس کے معنی اسلحہ پہننے کے ہیں۔(۱۰۴)

❹ اس سے فعل کفار مراد ہے، تم کافر مت بننا یعنی کافروں والا فعل مت اختیار کرنا، علامہ طیبیؒ نے شرح مشکاۃ میں اس توجیہ کو "اظہر" قرار دیا۔(۱۰۵)

قاضی عیاض نے بھی اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔(۱۰۶)

یہ حدیث کتاب المغازی میں باب حجۃ الوداع کے تحت گذر چکی ہے۔ یضرب بعضکم میں یضرب مجزوم بھی ہوسکتا ہے جواب نہی کی وجہ سے اور استیناف کی وجہ سے مرفوع بھی ہوسکتا ہے۔(۱۰۷)

۵۸۱۵ : حدّثنا عَمْرُو بْنُ عاصِمٍ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، مَتَى السَّاعَةُ قائِمَةٌ ؟ قالَ : (وَيْلَكَ ، وَما أَعْدَدْتَ لَهَا) . قالَ : ما أَعْدَدْتُ لَهَا إِلَّا أَنِّي أُحِبُّ ٱللهَ وَرَسُولَهُ ، قالَ : (إِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ) . فَقُلْنَا : وَنَحْنُ كَذٰلِكَ ؟ قالَ : (نَعَمْ) . فَفَرِحْنَا يَوْمَئِذٍ فَرَحًا شَدِيدًا ، فَمَرَّ غُلَامٌ لِلْمُغِيرَةِ وَكانَ مِنْ أَقْرَانِي ، فَقَالَ : (إِنْ أُخِّرَ هٰذَا ، فَلَنْ يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ) .

وَٱخْتَصَرَهُ شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ : سَمِعْتُ أَنَسًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۳٤۸۵]

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(۱۰٤)شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة......: ۱۰۲/۷

(۱۰۵) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة: ۱۰۲/۷ (رقم الحديث: ۳۵۳۷)

(۱۰٦)شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة......: ۱۰۲/۷

(۱۰۷) شرح الطيبي، كتاب القصاص، باب قتل أهل الردة......: ۱۰۳/۷

خدمت میں آیا اور پوچھنے لگا، یارسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا، تیرا ناس ہو، تو نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا "اور تو کچھ تیاری نہیں البتہ مجھے اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے"...... آپ نے فرمایا تو (آخرت) میں تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کے ساتھ محبت کرتے ہو، اس پر ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم بھی اسی طرح ہوں گے، آپ نے فرمایا، ہاں، اس دن ہم لوگ بڑے خوش ہوئے...... اتنے میں مغیرہ کا ایک غلام گذرا جو میرا ہم سن تھا، آپ نے فرمایا اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی۔

حدیث باب کے دو مطلب

إنْ أُخِرَ هذا ، فلن یدرکه الهرم حتی تقوم الساعة

بعض روایتوں میں "لئن عُمّر......" ہے(١٠٨)، یعنی اس لڑکے کو اگر زندگی مل گئی تو ابھی اس کو بڑھاپا نہیں آیا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی، اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

❶ یہ ارشاد معنی حقیقی پر محمول نہیں، بلکہ اس سے قربِ قیامت کو مبالغۃً بتلانا مقصود ہے کہ قیامت تو اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے پہلے آنے والی ہے۔(١٠٩)

❷ یہ ارشاد اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے اور یہ مخاطبین کے اعتبار سے کہا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس لڑکے کے بڑھاپے سے پہلے پہلے تم سب کی قیامت آجائے گی، "الساعة" سے مراد موت ہے یعنی تم سب کی موت آجائے گی اور جب موت آگئی تو تمہاری قیامت بھی آگئی۔(١١٠) ایک روایت میں ہے، من مات فقد قامَتْ قیامته یعنی جو آدمی مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔(١١١)

مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے اس کی مکمل وضاحت ہوجاتی ہے، اس میں

(١٠٨) فتح الباري: ٦٨١/١٠

(١٠٩) فتح الباري: ٦٨١/١٠، نیز دیکھیے عمدة القاري: ١٩٦/٢٢، إرشاد الساري: ١٧٦/١٣

(١١٠) فتح الباري: ٦٨١/١٠

(١١١) كشف الخفاء ومزيل الإلباس: ٢٧٩/٢ (رقم الحديث: ٢٦١٨) إتحاف السادة المتقين: "باب بيان حقيقة الصبر ومعناه": ١١/٩

ہے ”كان الأعراب إذا قدموا على النبي صلى الله عليه وسلم، سألوه عن الساعة: متى الساعة؟فينظر إلى أحدث إنسان منهم سنا، فيقول: إن يعش هذا حتى يدركه الهرم، قامت عليكم ساعتكم“(۱۱۲)...... یعنی دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر قیامت کے بارے میں پوچھتے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے کم عمر کو دیکھ کر فرماتے کہ یہ اگر زندہ رہا تو بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے پہلے تمہاری قیامت آجائے گی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ مسلم شریف کی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وهذه الرواية رواية واضحة يفسربها كل ما ورد من الألفاظ المشكلة في غيرها“(۱۱۳)

یعنی یہ روایت ایسی واضح ہے کہ اس کے دوسرے طرق میں وارد مشکل الفاظ کی تفسیر و تشریح اس سے ہوجاتی ہے۔

جس لڑکے کا روایت باب میں ذکر ہے، اس کا نام بعض روایات میں محمد اور بعض میں سعد آیا ہے۔(۱۱۴)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ”فیض الباری“ میں صدر شیرازی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

”إن الساعة ساعة صغرى، وهي بموته، وساعة وسطى وهي بموت أقرانه، وساعة كبرى، وهي من نفخ الصور، والمراد ههنا الصغرى أو الواسطى، والمعنى مالكم وللساعة الكبرى وإن ساعتكم التي آتية عليكم هي بموت أقرانكم، ويؤيده ماعندالبخاري: (ص٩٦٤،طبع الهند)في كتاب الرقاق، باب سكرات الموت: لايدركه الهرم حتى تقوم عليكم ساعتكم، قال هشام: يعني موتهم، ففيه بيان أن المراد من الساعة الساعة الوسطى“(۱۱۵)

(١١٢)الحديث أخرجه مسلم في كتاب الفتن، باب قرب الساعة: ٤٠٦/٢

(١١٣)فتح الباري: ٦٨١/١٠، إرشاد الساري: ١٧٦/١٣

(١١٤)فتح الباري: ٦٨٠/١٠، عمدة القاري: ١٩٦/٢٢

(١١٥)فيض الباري: ٣٩٩/٤-٣٩٨

یعنی قیامت کی تین قسمیں ہیں، ایک قیامت صغریٰ، وہ انسان کی موت سے آجاتی ہے، دوم قیامت وسطیٰ، وہ ہم عمروں کی موت سے واقع ہو جاتی ہے، سوم قیامت کبریٰ، اس کی ابتدا نفخ صور سے ہوگی، یہاں حدیث میں قیامت سے یا قیامت صغریٰ مراد ہے یا وسطیٰ! حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت کبریٰ کا کیوں پوچھ رہے ہو، تمہاری قیامت تو اسی وقت واقع ہو جائے گی جب تمہارے ہم عمروں کی موت آجائے گی، اس کی تائید صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام نے باب سکرات الموت میں ذکر کی ہے، وہاں "لایدرکه الموت حتی تقوم علیکم ساعتکم" میں "ساعة" کی تشریح ہشام نے موت سے کی ہے۔

٩٦ - باب : عَلَامَةِ الْحُبِّ فِي ٱللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

لِقَوْلِهِ : «إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ ٱللهَ فَٱتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ ٱللهُ» /آل عمران: ٣١/.

٥٨١٦/٥٨١٧ : حدّثنا بِشْرُ بْنُ خالِدٍ : حَدَّثَنَا مُحمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قالَ : (المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ). -

(٥٨١٧) : حدّثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قالَ : قالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : جاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، كَيْفَ تَقُولُ فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ).

تَابَعَهُ جَرِيرُ بْنُ حازِمٍ ، وَسُلَيْمانُ بْنُ قَرْمٍ ، وَأَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

٥٨١٨ : حدّثنا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى قالَ : قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ ؟ قالَ : (المَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ). تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ.

(٥٨١٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب البروالصلة والآداب، باب المرء مع من أحب: ٢٠٣٤/٤ (رقم الحديث: ٢٦٤٠) وأخرجه الترمذي في كتاب الزهد، باب ماجاء أن المرء مع من أحب: ٥٩٦/٤ (رقم الحديث: ٢٣٨٧)

٥٨١٩ : حدّثنا عبْدَانُ : أَخْبَرَنَا أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ : أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ : مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ ٱللهِ؟ قالَ : (ما أَعْدَدْتَ لَهَا) . قالَ : ما أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرِ صَلَاةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ ، وَلٰكِنِّي أُحِبُّ ٱللهَ وَرَسُولَهُ ، قالَ : (أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ) . [ر : ٣٤٨٥]

ترجمۃ الباب میں حب کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں، اللہ کی لوگوں کے ساتھ محبت، لوگوں کی اللہ سے محبت اور اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت!

علامہ کرمانی نے یہ تین احتمال ذکر کیے ہیں۔(۱۱۶) باب کے اندر المرء مع من أحب والی روایت ذکر کی ہے، آیت کریمہ ﴿قل إن كنتم تحبون الله......﴾ سے پہلی دو صورتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن جو روایت ذکر کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دوسری صورت یعنی بندے کی اللہ سے محبت مراد ہے۔

آیت اور روایت کے درمیان مناسبت

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس صورت میں آیت اور روایت کے درمیان مناسبت سمجھ میں آتی ہے کیونکہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سے محبت اتباع الرسول کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اتباع رسول اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کا نام ہے، تاہم اس کے لیے دل کے اندر رسول سے محبت رکھنا بھی ضروری ہے، تب ہی معیّت حاصل ہوگی، ایک آدمی خود تمام اعمال کی پابندی نہیں کرسکتا لیکن عاملین کے ساتھ محبت رکھتا ہے تو اس کی نجات کے لیے یہ کافی ہے کیونکہ عاملین کے ساتھ محبت بھی ان کی اتباع اور اطاعت کی وجہ سے وہ کرتا ہے اور محبت کا تعلق دل سے ہے تو نیک لوگوں کے ساتھ اس محبت پر بھی اللہ تعالیٰ اجر دیں گے، اس لیے کہ اصل چیز نیت ہے، عمل تو اس کا تابع ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"فدلت الآية أنها لا حصل إلا باتباع الرسول، ودل الخبر على أن اتباع الرسول، وإن كان الأصل أنه لايحصل إلا بامتثال جميع ماأمربه أنه قديحصل من طريق التفضل باعتقاد ذلك، وإن لم يحصل استيفاء العمل

(١١٦) شرح الكرماني: ٣٤/٢٢

بمقتضاه، بل محبة من يعمل ذلك كا فية في حصول أصل النجاة ، والكون مع العاملين بذلك، لأن محبتهم إنما هي لأجل طاعتهم، والمحبة من أعمال القلوب، فأثاب الله محبهم على معتقده، إذالنية هي الأصل، والعمل تابع لها"(۱۱۷)

حدیث باب میں ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوااور پوچھنے لگا،یارسول اللہ!ایک آدمی کسی قوم سے محبت توکرتا ہے لیکن (علم وفضل اور عمل میں)ان کے برابر نہیں ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جس کے ساتھ محبت کرتا ہے (آخرت میں)اسی کے ساتھ ہوگا۔

یہ آدمی حضرت ابوذرؓیاحضرت ابوموسی اشعریؓ تھے۔(۱۱۸)

تابعه جرير بن حازم.....

اوپر روایت جریر بن عبدالحمید سے ہے،ان کی متابعت جریر بن حازم سلیمان بن قرم (قاف کے فتحہ اور راء کے سکون کے ساتھ)اور ابوعوانہ وضاح نے کی ہے، جریر کی متابعت،ابونعیم نے، سلیمان کی متابعت امام مسلم نے اور ابوعوانہ کی متابعت ابوعوانہ یعقوب نے اپنی صحیح میں موصولاً نقل کی ہے(۱۱۹)، البتہ ان میں "عبداللہ" غیر منسوب ہیں، یعنی والد کا ذکر نہیں، پہلی روایت میں "عبداللہ بن مسعود" کی تصریح ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا کہ جن روایات میں صرف "عبداللہ" ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس سے "عبداللہ بن قیس" یعنی حضرت ابوموسی اشعریؓ مراد ہیں، کیونکہ یہ روایت حضرت ابوموسی اشعریؓ سے بھی مروی ہے، جیساکہ یہاں اس کے بعد والی حدیث ہے۔(۱۲۰)

تابعه أبومعاوية ومحمد بن عبيد

سفیان کی متابعت ابومعاویہ محمد بن خازم (خاء کے ساتھ)اور محمد بن عبید نے کی ہے،امام مسلم

(۱۱۷)فتح الباري: ۱۰/٦٨٣

(۱۱۸) إرشاد الساري: ۱۳/۱۷۸،نیزدیکھیے فتح الباري: ۱۰/۲۸۵

(۱۱۹)فتح الباري: ۱۰/٦٨٣۔٦٨٤، عمدة القاري: ۲۲/۱۹۷،نیزدیکھیے إرشاد الساري: ۱۳/۱۷۸

(۱۲۰)فتح الباري: ۱۰/٦٨٤

رحمہ اللہ نے اسے موصولاً نقل کیا ہے۔(۱۲۱)

٩٧ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ : اَخْسَأْ .

٥٨٢٠ : حدّثنا أبو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ : سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ : سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِابْنِ صَيَّادٍ : (قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْأً ، فَمَا هُوَ) . قالَ : الدُّخُّ ، قالَ : (اخْسَأْ) .

٥٨٢١ : حدّثنا أبو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ : انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ ، حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فِي أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ ، وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ ، فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ، ثُمَّ قالَ : (أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ) . فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ ، ثُمَّ قالَ ابْنُ صَيَّادٍ : أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ ، فَرَضَّهُ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قالَ : (آمَنْتُ بِاللهِ وَرُسُلِهِ) . ثُمَّ قالَ لِابْنِ صَيَّادٍ : (مَاذَا تَرَى) . قالَ : يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ) . قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنِّي خَبَأْتُ لَكَ خَبِيئًا) . قالَ : هُوَ الدُّخُّ ، قالَ : (اخْسَأْ ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ) . قالَ عُمَرُ : يَا رَسُولَ اللهِ ، أَتَأْذَنُ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنْ يَكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ) .

قالَ سَالِمٌ : فَسَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ ، يَؤُمَّانِ النَّخْلَ الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ ، حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ، طَفِقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ، وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشِهِ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ فِيهَا رَمْرَمَةٌ ، أَوْ زَمْزَمَةٌ ، فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ ، فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ : أَيْ صَافِ ، وَهُوَ اسْمُهُ ، هٰذَا مُحَمَّدٌ ، فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ ، قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ) . قالَ سَالِمٌ : قالَ عَبْدُ اللهِ : قَامَ

---

(۱۲۱)عمدة القاري: ۱۹۸/۲۲

(٥٨٢٠) هذا الحديث من إفراد البخاري، عمدة القاري: ۱۹۸/۲۲

رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ في النَّاسِ ، فَأَثْنى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ، ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ : (إِنِّي أُنْذِرُكُمُوهُ ، وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ ، لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ ، وَلٰكِنِّي سَأَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلاً لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ ، تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ ، وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ) . [ر : ١٢٨٩]

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ : خَسَأْتُ الْكَلْبَ: بَعَّدْتُهُ . «خَاسِئِينَ» /البقرة: ٦٥/ : مُبْعَدِينَ .

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے چند صحابہ کے ساتھ ابن صیاد کی طرف روانہ ہوئے، بنی مغالہ کے محلّہ میں لڑکوں کے ساتھ اسے کھیلتے ہوئے پایا، اس وقت وہ سن بلوغ کے قریب تھا۔ اس کو آپ کی تشریف آوری کا علم نہ ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ مارا۔ پھر فرمایا، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ امیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے کہا، تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دھکا دیا۔ پھر فرمایا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہے، پھر ابن صیاد سے پوچھا۔ تیرا (اپنے متعلق) کیا خیال ہے؟ اس نے کہا، میرے پاس سچے اور جھوٹے دونوں قسم کے آدمی آتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو کر رہ گیا ہے (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تیرے لیے ایک بات اپنے دل میں چھپا رکھی ہے، اس نے کہا، وہ "دخ" ہے، آپ نے فرمایا، دفع ہو تو کبھی بھی اپنے رتبے سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ شخص وہی (یعنی دجال) ہے تو تم اس پر قابو نہ پاؤ گے اور اگر یہ شخص وہ نہیں ہے، تو اس کے قتل کرنے میں تمھارے لیے کوئی نفع نہیں، سالم کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی بن کعبؓ انصاری اس باغ کے قصد سے چلے، جہاں بن صیاد تھا، یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغ میں داخل ہوئے تو درختوں کے تنوں کی آڑ میں ہو کر چلنے لگے اور مقصد یہ تھا کہ ابن صیاد کی کچھ باتیں سنیں قبل اس کے کہ وہ آپ کو دیکھ سکے، اس وقت ابن صیاد اپنے بستر پر ایک چادر میں لیٹا ہوا پڑا تھا جس میں وہ گنگنا رہا تھا، ابن صیاد کی ماں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ درختوں کی آڑ سے ہو کر تشریف

لارہے ہیں اس نے ابن صیاد سے کہا۔ اے صاف (یہ اس کا نام تھا) یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آرہے ہیں، تو ابن صیاد نے گنگنانا موقوف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ اس کو چھوڑ دیتی تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی، سالم کا بیان ہے کہ عبداللہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے، اللہ کی تعریف بیان کی، جس کا وہ سزاوار ہے، پھر دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی ایسے نہیں گذرے جنھوں نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا نہ ہو، نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا، لیکن میں تم سے ایسی بات بتاؤں گا، جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، تم جان لو کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے۔

اخْسَأْ عربی زبان میں کتے کو دھتکارنے اور دفع کرنے کے لیے اصلاً استعمال ہوتا ہے لیکن پھر اس کا استعمال عام ہوا اور ہر وہ شخص جو کوئی گری ہوئی حرکت اور نامناسب بات یا کام کرے، اس کے لیے استعمال ہونے لگا(۱۲۲)، قرآن کریم میں جہنمیوں کے بارے میں ہے کہ ان سے کہا جائے گا ﴿قال اخسئوا فیها ولا تکلمون﴾ (۱۲۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اس جملے کا اہل ہے، اس کے لیے اس کا استعمال کرنا جائز ہے، جیسا کہ احادیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابن صیاد" کے لیے یہ کلمہ استعمال فرمایا۔ (۱۲۴)

ابن صیاد

احادیث باب میں ابن صیاد کا ذکر ہے، یہ مدینہ منورہ کے ایک یہودی گھرانہ میں پیدا ہوا، دجال کی جو صفات ہیں، ان میں سے بہت سی صفات اور علامات اس میں پائی جاتی تھیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور

---

(۱۲۲) فتح الباري: ۶۸۷/۱۰، إرشاد الساري: ۱۸۰/۱۳، عمدة القاري: ۹۸/۲۲، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ۳۳۳/۹

(۱۲۳) سورة المؤمنون: ۱۰۸

(۱۲۴) فتح الباري: ۶۸۷/۱۰، عمدة القاري: ۱۹۸/۲۲، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۱۸۰/۱۳

حضرت جابرؓ تو حلف اٹھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہی ہے(۱۲۵) بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرا تھا۔(۱۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اور دل کے اندر سورۃ دخان کی آیت کریمہ ﴿یوم تاتي السماء بد خان مبین﴾ چھپائی، ابن صیاد سے کہا: "خبأت لك خبيئاً" یعنی میں نے تیرے لیے ایک بات چھپائی ہے تو بتا، وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا "دخ" مکمل "دخان" نہیں بتلا سکا، کاہن اسی طرح آدھی بات بتلایا کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا اخسأ، فلن تعدو فدرك: دفع ہو، تو کبھی بھی اپنی حیثیت ودرجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا یعنی یہ شیطانی القاء ہے اور وہ اسی طرح ناقص ہوتا ہے۔

وهو يَختِل أن يسمع من ابن صياد....

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غفلت کی حالت میں اس سے کچھ سننا چاہ رہے تھے، اس کے لیے حیلہ کر رہے تھے۔ قطيفة: چادر اور کمبل کو کہتے ہیں۔ رَمرَمَة اور زمزمَة دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، صوت خفی اور گنگناہٹ کو کہتے ہیں۔

أي صافِ: أی حرف نداء ہے اور صاف اس کا نام تھا۔(۱۲۷)

روایت باب جنائز میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔(۱۲۸)

قال أبو عبدالله: خسأت الكلب: بَعَّدته، خاسئين: مبعدين

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں خسأت الكلب کے معنی ہیں، میں نے کتے کو دھتکار دیا، سورۃ اعراف کی آیت کریمہ میں ہے ﴿قلنا لهم كونوا قردة خسئين﴾ (۱۲۹) اس میں "خاسئين" مُبْعَدِين کے معنی میں ہے یعنی اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے جاؤ۔

---

(۱۲۵) إرشاد الساري: ۱۳/۱۸۲-۱۸۳

(۱۲۶) عمدة القاري: ۲۲/۱۹۹، شرح ابن بطال: ۹/۳۳۶-۳۳۵

(۱۲۷) عمدة القاري: ۲۲/۱۹۹

(۱۲۸) صحيح البخاري، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه وهل يعرض عليه الإسلام: (رقم الحديث: ۱۳۵٤)

(۱۲۹) سورة الأعراف: ۱٦٦

٩٨ - باب : قَوْلِ الرَّجُلِ مَرْحَبًا .

وَقالَتْ عائِشَةُ : قالَ النَّبِيُّ ﷺ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ : (مَرْحَبًا بِابْنَتِي) . [ر : ٣٤٢٦]
وَقالَتْ أُمُّ هَانِئٍ : جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : (مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ) . [ر : ٣٥٠]

٥٨٢٢ : حدّثنا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ ، عَنْ أَبِي جَمْرَةَ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قالَ : لَمَّا قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (مَرْحَبًا بِالْوَفْدِ ، الَّذِينَ جاؤُوا غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَدَامَى) . فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ، إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ ، وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مُضَرُ ، وَإِنَّا لَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ ، فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ ، وَنَدْعُو بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا ، فَقَالَ : (أَرْبَعٌ وَأَرْبَعٌ : أَقِيمُوا الصَّلَاةَ ، وَآتُوا الزَّكَاةَ ، وَصُومُوا رَمَضَانَ ، وَأَعْطُوا خُمُسَ ما غَنِمْتُمْ . وَلَا تَشْرَبُوا فِي الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ) . [ر : ٥٣]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جب عبدالقیس کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا مرحبا اس وفد کو جو آیا ہے، رسوا اور شرمسار نہ ہو، ان لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ ہم قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان مضر ہیں، چنانچہ ہم آپ کی خدمت میں صرف اشہر حرم ہی میں حاضر ہو سکتے ہیں، اس لیے ہمیں کوئی ایسا فیصل شدہ امر بتا دیجئے کہ اس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی دعوت دیں، آپ نے فرمایا، چار اور چار باتیں ہیں (یعنی چار باتیں کرنے کی اور چار باتیں رکنے کی) نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، مال غنیمت کا پانچواں حصہ دو اور دبا، حنتم، نقیر اور مزفت میں نہ پیو (ان ظروف کی تفصیل کتاب الإیمان میں گذر چکی ہے۔)

ترجمۃ الباب کا مقصد

ہر زبان میں استقبال کے لیے مخصوص کلمات ہوتے ہیں، ان کلمات سے آنے والے مہمان کا بوقتِ ملاقات استقبال کیا جاتا ہے جیسے فارسی میں "خوش آمدید" ہے، اسی طرح عربی میں "مرحبا" اور

"أهلا وسهلاً" ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کے کلمات کا استعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، "مرحبا" مفعول بہ یا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے (١)، اصمعی نے اس کے معنی بیان کیے ہیں ألقیت رحبا وسعة (٢) یعنی آپ کشادگی اور وسعت پائیں۔

باب کی پہلی روایت کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، دوسری روایت کتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة في الثوب الواحد ملتحفابه اور تیسری روایت کتاب الإیمان، باب أدا الخمس من الإیمان میں گذر چکی ہے۔

٩٩ - باب : ما يُدْعَى النَّاسُ بِآبَائِهِمْ .

٥٨٢٣/٥٨٢٤ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ ٱللهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (الْغَادِرُ يُرْفَعُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، يُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) .

(٥٨٢٤) : حدّثنا عَبْدُ ٱللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مالِكٍ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ٱبْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ قالَ : (إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَيُقَالُ : هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ) . [ر : ٣٠١٦]

"مایدعی" میں "ما" مصدریہ موصول حرفی ہے اور "یدعی" اس کا صلہ ہے، دونوں مل کر "دعاء" مصدر کے معنی میں ہیں اور "الناس" مفعول بہ ہے اور فاعل محذوف ہے أي باب دعاء الداعي الناس بأسماء آبائهم يوم القيامة (٣) مقصد یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے باپ کے نام کے ساتھ "فلاں ابن فلاں" کہہ کر پکارا جائے گا۔

روایت باب میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہد شکنی کرنے والے کے لیے

(١) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/١١٨، فتح الباري: ١٠/٦٨٨

(٢) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/١١٨، فتح الباري: ١٠/٦٨٨

(٣) إرشاد الساري: ١٣/١٨٤، عمدة القاري: ٢٢/٢٠١

قیامت کے دن جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں عہد شکنی کرنے والے کے لیے ایک جھنڈا ایام حج میں بلند کردیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی کا جھنڈا ہے، جھنڈے سے چونکہ چیز کی شہرت بہت زیادہ ہو جاتی ہے، اس لیے اسے اختیار کیا جاتا تھا۔(۴)

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ والد کی طرف نسبت کر کے قیامت کے دن نام پکارے جائیں گے، سنن ابی داود کے اندر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت منقول ہے، اس میں ہے "إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ، فأحسنوا أسمائكم"(۵)(قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے اباء کے نام کے ساتھ پکارے جاؤ گے، اس لیے اپنے نام اچھے رکھا کرو) یہ حدیث امام بخاریؒ کے مقصد میں بالکل صریح ہے لیکن چونکہ بخاری کی شرط پر نہیں، اس لیے اسے یہاں ذکر نہیں کیا۔

قیامت کے دن باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهو يقتضي حمل الآباء على من كان ينسب إليه في الدنيا لاعلى من هو في نفس الأمر، وهو المعتمد"(۶)

یعنی دنیا میں جس شخص کی طرف بیٹے ہونے کی حیثیت سے اس کی نسبت کی جاتی تھی، قیامت کے دن اسی کی طرف نسبت کر کے اس کو پکارا جائے گا، نفس الامر اور حقیقت میں وہ اس کا بیٹا ہے یا نہیں؟ اس کو نہیں دیکھا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں ظاہر امر پر عمل ہوتا ہے۔(۷)

---

(٤) عمدة القاري. ٢٢/١ ٢

(٥) الحديث أخرجه أبوداود، في كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء. ٢/ ٣٢٠

(٦) فتح الباري: ٦٨٩/١٠

(٧) عمدة القاري: ٢٢/ ٢٠١، فتح الباري: ٦٨٩/١٠

١٠٠ - باب : لَا يَقُلْ خَبُثَتْ نَفْسِي .

٥٨٢٥ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهَا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي) .

٥٨٢٦ : حدّثنا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ ٱللهِ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي أُمامَةَ ٱبْنِ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِي ، وَلٰكِنْ لِيَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِي) .

تَابَعَهُ عُقَيْلٌ .

حدیث شریف میں "خَبُثَتْ نفسي" کہنے سے منع فرمایا ہے، جھوٹ، بگاڑ، برائی اور بدکرداری کو خباثت اور اس کے مرتکب کو خبیث کہا جاتا ہے، اگر کسی کے مزاج میں کوئی بگاڑ آ گیا یا اس سے کوئی برائی سرزد ہو گئی تو حدیث میں ایک ادب سکھایا گیا کہ ایسے موقع پر "خبثت نفسي" نہ کہے بلکہ "لَقِستْ" کہے، اس کے بھی وہی معنی ہیں لیکن "خبثت" کے معنی زیادہ شنیع ہیں، ابن بطال نے فرمایا حدیث میں نہی وجوب کے لیے نہیں۔(۸)

بسا اوقات دو لفظ ایک معنی کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن ایک میں شناعت دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے، مثلاً آپ کسی کو "بیوقوف" کہہ دیں تو وہ اس قدر محسوس نہیں کرے گا جتنا اسے "گدھا" کہنے کی صورت میں وہ محسوس کرے گا، حالانکہ اس کے حق میں بیوقوف اور گدھا دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں!(۹)

(٥٨٢٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة قول الإنسان: خبثت نفسي. ٤/١٧٦٥ (رقم الحديث: ٢٢٥٠) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم والليلة. باب النهي أن يقول. خبثت نفسي: ٦/ ٦٦ (رقم الحديث. ١٠٨٨٨)

(٨)شرح ابن بطال: ٣٣٦/٩

(٩) فيض الباري: ٣٩٩/٤

باب کے آخر میں عقیل کی متابعت طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے۔(۱۰)

۱۰۱ - باب : لَا تَسُبُّوا ٱلدَّهْرَ.

٥٨٢٨/٥٨٢٧ : حدّثنا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ يُونُسَ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قالَ : قالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (قالَ ٱللهُ : يَسُبُّ بَنُو آدَمَ ٱلدَّهْرَ ، وَأَنَا ٱلدَّهْرُ ، بِيَدِي اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ) .

(٥٨٢٨) : حدّثنا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ ، وَلَا تَقُولُوا : خَيْبَةَ ٱلدَّهْرِ ، فَإِنَّ ٱللهَ هُوَ ٱلدَّهْرُ) . [ر : ٤٥٤٩]

زمانے کو برا نہیں کہنا چاہیے

زمانے کو برا بھلا کہنے کی بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے، کہتے ہیں، زمانہ بڑا خراب ہے، زمانہ منحوس ہے، حدیث میں زمانہ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا گیا، اللہ نے فرمایا، أنا الدهر...... یہاں مضاف محذوف ہے أي أنا مُصرِّف الدهر یا أنا مُقلِّب الدهر یا أنا خالق الدهر (۱۱) یعنی زمانے کو گالی مت دو کیونکہ زمانے میں جتنے انقلابات، تبدیلیاں اور حوادث وواقعات پیش آتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی ہی سے رونما ہوتے ہیں، چنانچہ مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے "لاتسبوا الدهر، فإن الله تعالیٰ قال:أنا الدهر، الأيام والليالي إليّ أجددها، وأبليها وآتي بملوك بعد ملوك"(۱۲)(یعنی زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ فرماتے ہیں، میں ہی زمانے میں تصرف کرنے

---

(١٠) فيض الباري: ١٠/٦٩٠، إرشادالساري: ١٣/١٨٦

(٥٨٢٧) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب النهي عن سب الدهر ٤/١٧٦٢ (رقم الحديث: ٢٢٤٦) وأخرجه النسائي في كتاب التفسير، باب قوله تعالى "وقالوا ماهي إلاحياتنا الدنيا نموت ونحيي وما يهلكنا إلا الدهر" سورة الجاثية: ٦/٤٥٧ (رقم الحديث: ١١٤٨٦) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرجل يسب الدهر: ٤/٣٦٩ (رقم الحديث: ٥٢٧٤)

(١١) عمدة القاري: ١٢/٢٠٠، إرشاد الساري: ١٣/١٨٧

(١٢) الحديث أخرجه أحمد في مسنده: ٢/٤٩٦

والا ہوں، شب وروز کی گردش میری قدرت میں ہے، میں ہی انہیں تازہ اور پرانا کرتا رہتا ہوں اور میں ہی بادشاہوں کو تبدیل کرتا ہوں۔)

امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر کی ہے، اس میں اگرچہ صراحتاً سبِّ دھر سے منع نہیں کیا گیا، تاہم مسلم کی روایت میں "لاتسبوا" کی تصریح ہے۔(۱۳)

درحقیقت اس حدیث میں دہریہ پر رد کیا گیا ہے کیونکہ وہ ہر کام اور واقعے کی نسبت زمانہ کی طرف کرتے ہیں۔

زمانہ کو خالقِ واقعات سمجھ کر واقعات وحوادث کی اس کی طرف نسبت کرنا تو بالاتفاق کفر، باطل و حرام ہے البتہ اگر کوئی خالق نہیں سمجھتا بلکہ زمانے کی طرف ان حوادث کی اس لیے نسبت کرتا ہے کہ زمانہ ان کا ظرف ہے تو اس طرح نسبت کرنا حرام نہیں البتہ مکروہ ہے!(۱۴)

لاتُسَمُّوا العنب الكَرْم، ولاتقولوا: خيبة الدهر

انگور کو کَرْم کہتے تھے، آپ نے "کرم" کہنے سے منع فرمایا۔ خيبة الدهر منصوب علی الندبہ ہے۔(۱۵)

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں لکھا ہے کہ شیخ اکبر فرمایا کرتے تھے "دھر" اسماء حسنی میں سے ہے، امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کے بعض مشائخ نے انہیں یا دھر، یادیھار یا دیھور کا وظیفہ دیا(۱۶)، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ اللہ کے ناموں میں سے ہے لیکن قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ غلط ہے، دھر مدتِ طویلہ کو کہتے ہیں۔ اس کو اَسماء اللہ میں شمار کرنا صحیح نہیں۔(۱۷)

---

(۱۳) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الألفاظ، باب النهي عن سب الدهر: ۲/۲۳۷

(۱٤) فتح الباري: ۱۰/۶۹۲، إرشادالساري: ۱۳/۱۸۷

(۱٥) إرشادالساري: ۱۳/۱۸۷، فتح الباري: ۱۰/۶۹۲، عمدة القاري: ۲۲/۲۰۳

(۱٦) فيض الباري: ٤/۳۹۹

(۱۷) فتح الباري: ۱۰/۶۹۲

١٠٢ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ).

وَقَدْ قالَ : (إِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِي يُفْلِسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ). كَقَوْلِهِ : (إِنَّمَا الصُّرَعَةُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ). [ر : ٥٧٦٣]

كَقَوْلِهِ : (لَا مَلِكَ إِلَّا اللهُ). فَوَصَفَهُ بِانْتِهَاءِ الْمُلْكِ ، ثُمَّ ذَكَرَ الْمُلُوكَ أَيْضًا فَقَالَ : «إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا» /النمل : ٣٤/.

٥٨٢٩ : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (وَيَقُولُونَ الْكَرْمُ ، إِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ). [ر : ٤٥٤٩]

کَرْم... کاف کے فتحہ اور راء کے سکون اور فتحہ دونوں کے ساتھ مصدر ہے اور کریم کے معنی میں ہے، انگور کو زمانہ جاہلیت میں کَرْم کہتے تھے، کیونکہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے اور ان کا خیال تھا کہ شراب مکارم اخلاق .... سخاوت و بہادری وغیرہ کا سبب ہے۔(١٨)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پس منظر کی وجہ سے انگور کو کَرْم کہنے سے، منع فرمایا اور فرمایا کرم تو قلب مؤمن ہوتا ہے، حدیث میں "إنما الکرم ..." "إنما" استعمال کیا گیا، "إنما" حصر کے لیے آتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ یہاں یہ حصر کے لیے نہیں، یہ مطلب نہیں کہ قلب مؤمن کے علاوہ کسی اور چیز پر "کرم" کا اطلاق نہیں ہو سکتا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ "قلب مؤمن" کَرْم کہنے کا زیادہ مستحق ہے۔

امام بخاری نے اس کی دوسری چند مثالیں بھی پیش فرمائیں، مثلاً حدیث میں ہے "إنما المفلس الذي يُفلِس يوم القيامة" .... پوری حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

"أتدرون من المفلس ، قالوا المفلس فينا يارسول الله، من لادرهم له ولا متاع ، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : المفلس من أمتي من

(١٨) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٣، فتح الباري: ١٠/٦٩٤، إرشادالساري: ١٣/١٨٨

يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قدشتم هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيقتص هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته، أخذ مِنْ خطايا هم، فطرح عليه، ثم طرح في النار"(۱۹)

(...... حضورؐ نے حضرات صحابہؓ سے دریافت فرمایا، تم جانتے ہو، مفلس کون ہے؟ صحابہ نے کہا، مفلس وہ شخص ہے یارسول اللہ! جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کوئی سازوسامان، حضورؐ نے فرمایا "میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ کے ساتھ آئے گا لیکن ایک شخص آئے گا جس کو اس نے دنیا میں گالی دی ہوگی، ایک آئے گا جس کا خون اس نے بہایا ہوگا، ایک کو اس نے مارا ہوگا، یہ سب اس کی نیکیوں میں سے اپنا بدلہ لیں گے، جب اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کی برائیاں اس کے اعمال نامے میں ڈالی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا تو یہ شخص درحقیقت مفلس ہے۔)

ایسے شخص کو مفلس کہا گیا اور حدیث میں "إنما" کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کے کسی فقیر آدمی کے لیے مفلس کا لفظ استعمال نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری مثال ہے "إنما الصرعة الذي يملك نفسه عندالغضب" اس میں بھی "صرعہ" کا لفظ ہر پہلوان کے لیے استعمال ہو سکتا ہے لیکن "إنما" لا کر یہ بتلایا کہ اپنے نفس پر قابو پانے والا شخص اس لفظ کا زیادہ مستحق ہے۔

تیسری مثال ہے...... لامَلِك إلا الله ہے یعنی حقیقی بادشاہ صرف اللہ ہے، بعض نسخوں میں ہے، لامُلْك إلاّالله کہ اصل اور حقیقی حکومت اور ملک تو صرف اللہ کے لیے ہے، تاہم دنیاوی حکمرانوں کے لیے بھی یہ استعمال ہوتا ہے، چنانچہ خود قرآن کریم کی سورۃ نمل کی آیت کریمہ ﴿ان الملوك اذا دخلوا قرية......﴾ میں دنیاوی حکمرانوں کے لیے ملوك کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

بہرحال کہنے کا حاصل یہ ہے کہ قلبِ مؤمن کے لیے کرم کا لفظ زیادہ موزوں ہے، اس لیے کہ اس میں ایمان کی روشنی، اسلام کا تقویٰ اور اللہ کی یاد رچی بسی ہوتی ہے۔(۲۰)

---

(۱۹)الحديث أخرجه الترمذي في أبواب صفة القيامة، باب ما جاء في شأن الحساب والقصاص. ٢/٦٧

(۲۰)فتح الباري: ١٠/٦٩٤، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٣، إرشاد الساري: ١٣/١٨٨

١٠٣ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ : فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي .

فِيهِ الزُّبَيْرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٣٥١٥]

٥٨٣٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ شَدَّادٍ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : ما سَمِعْتُ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يُفَدِّي أَحَدًا غَيْرَ سَعْدٍ ، سَمِعْتُهُ يَقُولُ : (أَرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي) . أَظُنُّهُ يَوْمَ أُحُدٍ . [ر : ٢٧٤٩]

"میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں"...... یہ جملہ اگر کسی کے لیے استعمال کیا جائے تو جائز ہے، حضرت حسن بصری وغیرہ سے کراہت منقول ہے لیکن جمہور اس کو مطلقاً جائز کہتے ہیں (٢١) اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں سے دو آدمیوں کے لیے یہ جملہ استعمال فرمایا، ایک حضرت زبیر بن العوامؓ اور دوسرے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے لیے۔

روایت باب میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے "فداك أبي وأمي" کہا ہو۔

یہ حضرت علیؓ نے اپنے علم اور سماع کے مطابق کہا ہے، ورنہ حضورؐ نے حضرت زبیر بن العوامؓ کے لیے بھی یہ جملہ استعمال کیا ہے۔ (٢٢)

حدیث باب کتاب المغازی، باب ﴿إذهمت طائفتان منکم ان تفشلا......﴾ **اور** کتاب الجهاد ، باب المجن ومن یتترس بترس صاحبه میں گذر چکی ہے۔

١٠٤ – باب : قَوْلِ الرَّجُلِ : جَعَلَنِي ٱللهُ فِدَاكَ .

وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِلنَّبِيِّ ﷺ : فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا . [ر : ٣٦٩١]

٥٨٣١ حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ . حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ : أَنَّهُ أَقْبَلَ هُوَ وَأَبُو طَلْحَةَ مع النَّبِيِّ ﷺ ، وَمَعَ النَّبِيِّ ﷺ صَفِيَّةُ ، مُرْدِفُهَا

---

(٢١) الأبواب والتراجم: ١٢/١١٩، تعليقات لامع الدراري: ١٠/٣٧

(٢٢) إرشادالساري: ١٣/١٠٩

عَلٰی رَاحِلَتِهِ ، فَلَمَّا كَانُوا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَثَرَتِ النَّاقَةُ ، فَصُرِعَ النَّبِيُّ ﷺ وَالْمَرْأَةُ ، وَإِنَّ أَبَا طَلْحَةَ - قَالَ : أَحْسِبُ - اقْتَحَمَ عَنْ بَعِيرِهِ ، فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنِي اللّٰهُ فِدَاكَ ، هَلْ أَصَابَكَ مِنْ شَيْءٍ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلٰكِنْ عَلَيْكَ بِالْمَرْأَةِ) . فَأَلْقَى أَبُو طَلْحَةَ ثَوْبَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَقَصَدَ قَصْدَهَا ، فَأَلْقَى ثَوْبَهُ عَلَيْهَا ، فَقَامَتِ الْمَرْأَةُ ، فَشَدَّ لَهُمَا عَلَى رَاحِلَتِهِمَا فَرَكِبَا ، فَسَارُوا حَتَّى إِذَا كَانُوا بِظَهْرِ الْمَدِينَةِ ، أَوْ قَالَ : أَشْرَفُوا عَلَى الْمَدِينَةِ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ ، لِرَبِّنَا حَامِدُونَ) . فَلَمْ يَزَلْ يَقُولُهَا حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ . [ر : ٢٩١٩]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ابو طلحہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ آئے، حضور کے ساتھ حضرت صفیہؓ تھیں جن کو آپ نے اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا تھا، راستہ میں ایک جگہ اونٹنی کا پاؤں پھسل گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ دونوں گر پڑے، ابو طلحہ اپنی سواری سے اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر پوچھا، یا نبی اللہ! اللہ مجھے آپ پر فدا کر دے کیا آپ کو کوئی تکلیف پہنچی، حضورؐ نے فرمایا نہیں، لیکن عورت (حضرت صفیہ) کی خبر لو، چنانچہ ابو طلحہ نے اپنا کپڑا اپنے منہ پر ڈالا، حضرت صفیہ کی طرف جانے کا قصد کیا اور اپنا کپڑا ان کے چہرے پر ڈال دیا، وہ کھڑی ہو گئیں، ابو طلحہ نے دونوں کے لیے کجاوہ باندھ کر درست کیا، تو وہ دونوں سوار ہو کر روانہ ہوئے، جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے آئبون تائبون، عابدون، لربنا حامدون (ہم لوٹنے والے، توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد بیان کرنے والے ہیں) آپ مسلسل یہ کلمات کہتے رہے یہاں تک کہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔

قال أحسب اقتحم عن بعيره

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خیال آتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ اپنے اونٹ سے کود پڑے، اقتحام کے معنی کودنے کے ہیں۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ، کسی استاذ و مربی یا کسی محبوب دوست کے لیے یہ جملہ استعمال کرتا ہے کہ "اللہ مجھے تجھ پر قربان کر دے" تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ شاید اُس روایت کی تضعیف کی طرف اشارہ کرنا چاہ رہے ہیں جو مبارک بن فضالہ نے حضرت حسن بصری سے نقل کی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے، آپ بیمار تھے، انھوں نے داخل ہو کر کہا "كيف تجدك ___ جعلني الله فداء لك___ (آپ کی طبیعت کیسی ہے، اللہ مجھے آپ پر فدا کردے) تو حضورؐ نے فرمایا، ماتركت أعرابيتك بعد!(۲۳) (تم نے اب تک اپنا دیہاتی پن نہیں چھوڑا)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ استعمال کرنا صحیح نہیں لیکن یہ حدیث، احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں قابل حجت نہیں۔(۲۴)

روایات باب میں حضرت صدیق اکبرؓ نے "فديناك بآبائنا وأمهاتنا" حضورؐ کے لیے استعمال کیا، اسی طرح حضرت ابوطلحہؓ نے "جعلني الله فداك" استعمال کیا اور آپؐ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

روایت باب كتاب الجهاد، باب مايقول إذا رجع من الغزو میں گذر چکی ہے۔

١٠٥ - باب : أَحَبِّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ .

٥٨٣٢ - حدّثنا صدقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قالَ : وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فَقُلْنَا : لَا نَكْنِيكَ أَبَا الْقَاسِمِ وَلَا كَرَامَةَ ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ . (سَمِّ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ) . [ر : ٢٩٤٦]

بخاری کی روایت میں تصریح نہیں، البتہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن ہیں۔(۲۵)

روایت باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کا بیٹا پیدا ہوا، اس نے اس کا

(٢٣)الأبواب والتراجم: ١١٩/٢، فتح الباري: ٦٩٦/١٠-٦٩٧، تعليقات لامع الدراري: ٣٧/١٠، إرشادالساري: ١٩١/١٣

(٢٤) الأبواب والتراجم: ١١٩/٢، فتح الباري: ٦٩٧/١٠، إرشادالساري: ١٩١/١٣

(٢٥)الحديث أخرجه مسلم في كتاب الآداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم وبيان مايستحب من الأسماء ٢٠٦/٢

نام "قاسم" رکھا تو ہم نے اس سے کہا کہ ہم تمھاری کنیت "ابوالقاسم" نہیں رکھیں گے اور نہ (اس طرح کنیت دے کر) تمہارا اکرام کریں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے اس سے کہا تم اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔

١٠٦ – باب : قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي) .

قَالَهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٢٠١٤]

٥٨٣٣ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خالِدٌ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ جابِرٍ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُ قالَ : وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فَقَالُوا : لَا نَكْنِيهِ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي) . [ر : ٢٩٤٦]

٥٨٣٤ : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنِ ٱبْنِ سِيرِينَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ : قالَ أَبُو الْقَاسِمِ ﷺ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي) . [ر : ٣٣٤٦]

٥٨٣٥ : حدّثنا عَبْدُ ٱللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قالَ : سَمِعْتُ ٱبْنَ الْمُنْكَدِرِ قالَ : سَمِعْتُ جابِرَ بْنَ عَبْدِ ٱللَّهِ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهُمَا : وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ ، فَقَالُوا : لَا نَكْنِيكَ بِأَبِي الْقَاسِمِ وَلَا نُنْعِمُكَ عَيْنًا ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ ، فَقَالَ : (أَسْمِ ٱبْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ) . [ر : ٢٩٤٦]

ابوالقاسم کنیت رکھنے میں علماء کی آراء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" تھی، حدیث باب میں اس کنیت رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں:

❶ اہل ظاہر کے نزدیک "ابوالقاسم" کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے، وہ حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔(٢٦)

❷ "ابوالقاسم" کنیت رکھنا مکروہ تنزیہی اور خلاف ادب ہے، حرام نہیں۔(٢٧)

(٢٦) فتح الباري: ١٠/٧٠٠، الأبواب والتراجم: ٢/١١٩، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦

(٢٧) عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦، فتح الباري: ١٠/٧٠١، إرشادالساري: ١٣/١٩٣

❸ یہ نہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی، کیونکہ اس وقت التباس کا خطرہ تھا(٢٨)اس کی تائید حضرت انسؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام مسلم نے نقل کی ہے، اس میں ہے"نادی رجل رجلا بالبقیع : یا أباالقاسم، فالتفت إلیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فقال: یارسول الله ، إني لم أعنك، إنما دعوت فلاناً ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : سموا باسمي، ولاتکنوا بکنیتي"(٢٩)(......یعنی بقیع کے اندر ایک آدمی نے "ابوالقاسم" کہہ کر ایک دوسرے آدمی کو بلایا تو حضور اس کی طرف متوجہ ہوگئے، اس نے کہا "حضور! آپ کو نہیں بلارہا ہوں، فلاں شخص کو بلارہا ہوں" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے نام پر نام تو رکھا کرو، لیکن میری کنیت نہ رکھو"......)

اس کی ممانعت کی ایک وجہ تو یہ التباس تھا اور دوسری وجہ مسلم شریف کی روایات میں یہ آئی ہے "لاتکنوا بکنیتي ، فإنما بعثت قاسما، أقسم بینکم"(٣٠) یعنی میں تمہارے درمیان علم و بھلائی اور اموال غنیمت تقسیم کرتا ہوں، اس لیے "ابوالقاسم" میں ہوں۔

پہلی وجہ تو عہد نبوی کے ساتھ خاص تھی، لیکن دوسری وجہ عام ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ "ابوالقاسم" کنیت اب بھی نہ رکھنی چاہیے۔

قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنی کنیت "ابوالقاسم" اسی وجہ سے رکھتا ہے کہ وہ خیر و بھلائی تقسیم کرنے والا ہے، تب تو یہ اب بھی ناجائز ہے لیکن اگر یہ وجہ نہیں، بلکہ اس کے بیٹے کا نام "قاسم" ہے تو جائز ہے۔(٣١)

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔(٣٢)

❹ چوتھا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کنیت اور نام دونوں کو جمع کرنا جائز

---

(٢٨) فتح الباري: ١٠/٧٠١، الأبواب والتراجم: ٢/١١٩ ، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٦

(٢٩) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأداب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ٢/٢٠٦

(٣٠) الحديث أخرجه مسلم فی کتاب الأداب، باب النهي عن التكنی بأبی القاسم: ٢/٢٠٦

(٣١)إرشادالساري: ١٣/١٩٣

(٣٢) إرشادالساري: ١٣/١٩٣

نہیں لیکن اگر دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جائے تو بلا کراہت جائز ہے، حاصل یہ کہ مذکورہ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کا نام "محمد" ہے، اس قول کی دلیل سنن ابی داود میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے "من تسمى باسمي فلايكتني بكنيتي، ومن اكتنى بكنيتي فلا يتسمى باسمي"(۳۳)...... (جو شخص میری کنیت رکھے وہ میرا نام نہ رکھے اور جو میرا نام رکھے وہ میری کنیت نہ رکھے......)

لیکن راجح مسلک جمہور کا ہے، اس کی تائید حضرت علیؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام ابوداود نے سنن میں اور امام بخاری نے "الأدب المفرد" میں نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "قلت: يارسول الله، إن ولدلي من بعدك ولد أسميه باسمك، وأكنيه بكنيتك؟ قال: نعم"(۳۴) (یعنی یارسول اللہ! اگر میرا بیٹا آپ کے بعد پیدا ہو تو کیا میں آپ کا نام اور آپ کی کنیت دونوں اس کے لیے رکھ سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا، جی ہاں......)

اس روایت کے بعض طرق میں اگرچہ یہ اضافہ بھی ہے "وهي لك خاصة دون الناس" لیکن امام طحاوی رحمہ اللہ نے "شرح معانی الآثار" میں فرمایا کہ یہ اضافہ ثابت نہیں۔(۳۵)

ترجمۃ الباب میں حضرت انسؓ کی جس روایت کی طرف امام نے اشارہ کیا ہے، وہ کتاب البیوع میں موصولاً گذر چکی ہے۔(۳۶)

۱۰۷ - باب : اَسْمِ الحَزْنِ .

۵۸۳۶/۵۸۳۷ : حدّثنا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ الْمُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ أَبَاهُ جاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقالَ : (ما ٱسْمُكَ) . قالَ : حَزْنٌ ، قالَ : (أَنْتَ سَهْلٌ) . قالَ : لَا أُغَيِّرُ ٱسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي ، قالَ ٱبْنُ الْمُسَيَّبِ : فَمَا

(۳۳) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب فيمن رأى أن لايجمع بينهما: ۳۲۲/۲

(۳٤) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في الرخصة في الجمع بينهما. ۳۲۳/۲، والأدب المفرد مع فضل الله الصمد: ۳۰۲/۲، باب اسم النبي صلى الله عليه وسلم وكنيته

(۳۵) شرح معاني الآثار: كتاب الكراهة، باب التكني بأبي القاسم: ٤۳۳/۲

(۳٦) الحديث أخرجه البخاري في كتاب البيوع، باب ماذكر في الأسواق: ۲۸۵/۱

(۵۸۳٦) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب تحويل اسم إلى اسم أحسن منه (رقم الحديث: ۵۸٤۰)

زَالَتِ الحُزُونَةُ فِينَا بَعْدُ .

(٥٨٣٧) : حدّثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ وَمَحْمُودٌ قالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنِ ٱبْنِ المُسَيَّبِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ بِهٰذَا . [٥٨٤٠]

نام کا اثر ہوتا ہے

حَزْن (حاء کے فتحہ اور زاء کے سکون کے ساتھ) سخت کو کہتے ہیں، یہ سہل کی ضد ہے، مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب اپنے والد میّب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حزن بن ابی وہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، آپ نے نام پوچھا، کہنے لگے "حزن" آپ نے فرمایا، آپ "سہل" ہیں، کہنے لگے، میں اس نام کو تبدیل نہیں کروں گا جو میرے والد نے رکھا ہے۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ تب سے سختی ہمارے خاندان کے درمیان برقرار ہے۔

مسند احمد کی روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا لاالسھل، یوطأ ویمتھن یعنی سہل نہیں، کیونکہ سہل کو تو ہر کوئی روندتا اور ذلیل کرتا ہے۔(۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بطور مشورہ کے تھا، وجوب کے لیے نہیں تھا، وجوب کے لیے اگر ہوتا تو پھر اس کی نافرمانی کی گنجائش نہ نکلتی بلکہ نام کو ہر حال میں تبدیل کرنا پڑتا۔(۳۸)

١٠٨ - باب : تَحْوِيلِ الِٱسْمِ إِلَى ٱسْمٍ أَحْسَنَ مِنْهُ .

٥٨٣٨ : حدّثنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلٍ قالَ : أُتِيَ بِالمُنْذِرِ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وُلِدَ ، فَوَضَعَهُ عَلَى فَخِذِهِ ، وَأَبُو أُسَيْدٍ

(٣٧) الحديث أخرجه في كتاب الأدب باب في تغيير الاسم القبيح : ٤/٢٨٩ (رقم الحديث: ٤٩٥٦)، فتح الباري: ١٠/٧٠٣، عمدة القاري: ٢٢/٢٠٨

(٣٨) إرشادالساري: ١٣/١٩٤، فتح الباري: ١٠/٧٠٣

(٥٨٣٨) الحديث أخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تحنيك المولود عندولادته: ٣/١٦٩٢ (رقم الحديث: ٢١٤٩)

جالِسٌ ، فَلَهَا النَّبِيُّ ﷺ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ ، فَأَمَرَ أَبُو أُسَيْدٍ بِابْنِهِ ، فَاحْتُمِلَ مِنْ فَخِذِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَاسْتَفاقَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَيْنَ الصَّبِيُّ) . فَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ : قَلَبْنَاهُ يَا رَسُولَ اللهِ ، قالَ : (ما اسْمُهُ) . قالَ : فُلَانٌ ، قالَ : (وَلٰكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ) . فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ .

٥٨٣٩ : حدّثنا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ عطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ زَيْنَبَ كانَ اسْمُهَا بَرَّةَ ، فَقِيلَ : تُزَكِّي نَفْسَهَا ، فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ زَيْنَبَ .

٥٨٤٠ : حدّثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ أَخْبَرَهُمْ قال : أَخبرَني عَبْدُ الحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ قالَ : جَلَسْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ المسَيَّبِ ، فَحَدَّثَنِي : أَنَّ جَدَّهُ حَزْنًا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (ما اسْمُكَ) . قال : اسْمِي حَزْنٌ ، قالَ : (بَلْ أَنْتَ سَهْلٌ) . قالَ ما أَنَا بِمُغَيِّرٍ اسْمًا سَمَّانِيهِ أَبِي ، قال ابْنُ الْمُسَيَّبِ : فَمَا زَالَتْ فِينَا الحُزُونَةُ بَعْدُ . [ر : ٥٨٣٦]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ترجمۃ الباب ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس میں ہے "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا سمع الاسم القبيح، حوّله إلى ماهو أحسن منه"(٣٩).... (حضورؐ جب کوئی برا نام سنتے تو اسے خوبصورت نام میں تبدیل کردیتے۔)

پہلی روایت ذکر کی جاچکی ہے "إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم"(٤٠)امام طبری فرماتے ہیں۔

"لاينبغي لأحد أن يسمي باسم قبيح المعنى، ولا باسم معناه التزكية والمدح ونحوه. ولا باسم معناه الذم والسب بل الذي ينبغي أن يسمى به كان حقا وصدقا"

(٥٨٣٩) الحديث أخرجه مسلم في الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن ٣/١٦٨٧ (رقم الحديث: ٢١٤١) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب تغيير الأسماء ٢/١٢٣٠ (رقم الحديث ٣٧٣٢)

(٣٩) فتح الباري ١٠/٥٧٤

(٤٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء ٢/٣٢٠

یعنی ایسانام نہیں رکھنا چاہیے جس کے معنی خراب ہوں یا جس میں تزکیہ و تعریف نمایاں ہوتی ہو، یا جو مذمت اور گالی کے لیے استعمال ہوتا ہو، نام ایسا ہونا چاہیے جو حق بھی ہو اور سچ بھی ہو...... جیسے عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ منذر بن ابی اسید جب پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، آپ نے ان کو اپنی ران مبارک پر رکھا، ابواسید بھی ساتھ بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے کسی چیز میں مشغول ہو گئے، ابواسید نے کسی سے کہا اور اپنے بیٹے کو آپ کی ران سے اٹھالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (مشغولیت سے فارغ ہونے کے بعد) خیال آیا، آپ نے پوچھا، وہ بچہ کہاں ہے؟ ابواسید نے کہا، وہ تو ہم نے گھر بھجوادیا ہے، آپ نے پوچھا، اس کا نام کیا ہے؟ کہا، فلاں نام ہے، آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ اس کا نام منذر ہے۔ اس دن سے اس کا نام منذر ہو گیا۔

لها النبي صلى الله عليه وسلم: لها- لَهْوًا: مشغول ہونا۔ فاستفاق أي انقضى ماكان مشتغلابه فأ فاق من ذلك۔ یعنی حضورؐ کسی کام میں مشغول اور منہمک تھے، جب اس سے فارغ ہوئے تو بچے کے بارے میں پوچھا(۴۱) قلبناه: أي صرفناه إلى منزله۔ یعنی بچے کو ہم نے گھر بھیج دیا۔

مااسمه: اس نے کوئی نام بتایا ہو گا، جو عمدہ نہیں تھا، اس لیے حضورؐ نے ان کا نام تبدیل کر دیا۔

ان کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفاؤلاً "منذر" رکھا، کہ وہ علم سیکھ کر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائے گا اور وعظ و نصیحت کا فریضہ انجام دے گا، قرآن کریم کی سورۃ توبہ میں ہے ﴿فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم﴾(۴۲)

باب کی دوسری روایت میں ہے کہ زینب کا نام "بَرّة" تھا، رسول اللہؐ نے ان کا نام زینب رکھا کیونکہ "بَرّة" میں خود اپنی نیکی کا اظہار ہوتا ہے، برہ کے معنی ہیں: نیک و پارسا...... اس زینب سے یا تو ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ مراد ہیں، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کی روایت میں ان کا نام آیا

(٤١) فتح الباري: ١٠/٧٠٤

(٤٢)سورة توبه: ١٢٢

ہے(۴۳) اور ابن مردویہ نے تفسیر سورۃ حجرات میں نقل کیا ہے کہ اس سے وہ حضرت زینبؓ مراد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں اور حضرت ام سلمہؓ کی صاحبزادی تھیں۔(۴۴)

صحیح مسلم، ابوداود اور امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت جویریہؓ کا نام بھی ''بَرۃ'' تھا، آپؐ نے نام تبدیل کر کے ''جویریہ'' رکھا کیونکہ آپ کو پسند نہیں تھا کہ کہا جائے آپ ''بَرّۃ'' کے پاس سے نکلے۔(۴۵)

یہاں چند باب امام بخاری رحمہ اللہ نے ناموں کے سلسلے میں ذکر کیے ہیں، اس سے پہلے امام طبری کے حوالے سے گذر چکا کہ قبیح المعنی نام یا ایسا نام جس سے انسان کے تزکیہ و تقویٰ اور اس کی پاکبازی کا اظہار ہوتا ہو رکھنا مناسب نہیں۔

محمد نام کا احترام ضروری ہے

بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''محمد'' نام بھی نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس نام کے ادب کے تقاضے پورے کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں...... حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ محمد بن یزید بن الخطاب سے کہہ رہا ہے، فعل اللّٰه بك یامحمد، حضرت فاروق اعظم نے اسے بلایا اور کہا کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو برا بھلا کہا جا رہا ہے، لہٰذا آج کے بعد تمہارا نام یہ نہیں رہے گا اور پھر اہل کوفہ کو خط میں لکھا ''لاتسموا أحدا باسم النبي صلی اللّٰه علیه وسلم'' (حضورؐ کا نام کوئی شخص نہ رکھے) ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات شرح مشکاۃ میں یہ واقعہ

---

(٤٣) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن: ٢/٢٠٨، وأبوداود في كتاب الأدب، باب في تغيير الاسم القبيح: ٢/٣٢١

(٤٤) إرشادالساري: ١٣/١٩٦

(٤٥) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن :٢/٢٠٨، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مرويات ابن عباسؓ: ١/٣١٦،البخاري في الأدب المفرد مع فضل اللّٰه الصمد:٢/٣٩٤

لکھا ہے۔(۴۶)

اس کا حاصل یہ ہے کہ اس نام کا احترام اور اس کے ادب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس کے لیے بھی جس کا یہ نام ہے اور لوگوں کے لیے بھی جو اسے اس نام سے پکارتے ہیں۔ اس سلسلے میں بزار نے حضرت ابورافع سے ایک مرفوع حدیث بھی نقل کی ہے إذا سميتم محمدا، فلاتضربوه، ولاتحرموه(۴۷)(جب تم کسی کا نام محمد رکھو تو نہ اسے مارو اور نہ محروم کرو) اور خطیب بغدادی نے حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "إذاسمعتم الولد محمدا، فأكرموه، وأوسعواله في المجلس، ولاتقبحواله وجها"(۴۸)......(جب تم دیکھو کہ کسی بچے کا نام محمد ہے تو اس کا خیال رکھو، مجلس میں اسے جگہ دو اور اس کو برا بھلا مت کہو۔)

فرشتوں کے نام رکھنے کا حکم

امام مالک رحمہ اللہ نے فرشتوں کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے(۴۹) مثلاً جبریل وغیرہ...... امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "تاریخ" میں عبداللہ بن جرار سے روایت نقل کی ہے، اس میں "سموا بأسماء الأنبياء، ولاتسموا بأسماء الملائكة" ہے(۵۰)

جیسا کہ روایت میں گذر چکا ہے کہ احب الأسماء عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہاں "بعد أسماء الأنبياء" کی قید لگائی ہے۔(۵۱) اور اصدق الاسماء حارث اور ہمام ہیں(۵۲) اس

(٤٦)مرقات المفاتيح، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩
(٤٧)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩
(٤٨)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩
(٤٩)إرشادالساري: ١٩٣/١٣
(٥٠) المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩
(٥١)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الأوّل: ١٠٦/٩
(٥٢)المرقاة شرح المشكاة، باب الأسامي، الفصل الثالث: ١٢٠/٩، روى أبوداود رحمه الله في سننه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسموا بأسمآء الأنبياء وأحب الأسماء إلى الله عبدالله وعبدالرحمان وأصدقها حارث وهمام وأقبحها حرب ومرة ، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ٢٨٨/٤ (رقم الحديث: ٤٩٥٠)

لیے کہ حارث کے معنی کھیتی کرنے والے کے ہیں اور الدنیا مزرعة للآخرة..... کے مطابق یہاں ہر شخص حارث ہے اور ھمام کے معنی فکر مند کے ہیں، یہاں ہر شخص ہمام بھی ہے۔ اس لیے ان دوناموں کو أصدق الأسماء کہا گیا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یسار، رباح، نجیح اور افلح نام رکھنے سے منع فرمایا، حدیث کے الفاظ ہیں "لاتسمین غلامك يسارا، ولارباحا، ولانجيحا، ولا أفلح، فإنك تقول: أثم هو؟ فيقول: لا"(۵۳) یعنی اپنے لڑکے کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح نہ رکھو کیونکہ بسااوقات تم یہ نام لے کر کہو گے، وہاں وہ ہے؟ اور جواب ملے گا کہ نہیں۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ نہی تنزیہی ہے اور اس طرح کے نام رکھنا ناجائز نہیں (۵۴) کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کا نام رباح، ایک آزاد کردہ غلام کا نام یسار تھا، حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام کا نام "نافع" رکھا جو بعد میں مشہور محدث بنا۔ (۵۵)

اس کی تائید صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے اس میں ہے "أراد النبي صلى الله عليه وسلم أن ينهى عن أن يسمى بيعلى، وببركة، وبأفلح و،بيسار و،بنافع، ونحو ذلك، ثم رأيته سكت بعد عنها، ثم قبض، ولم ينه عن ذلك"(۵٦) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا کہ یعلی، برکۃ، افلح، یسار، نافع، غیرہ نام رکھنے سے منع کر دیں لیکن پھر میں نے

(۵۳) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه ۲/۲۰۷

(۵٤) مرقاة شرح مشكاة، باب الأسامي، الفصل الأول ۹: ۱۰۰، شرح مسلم للنووي، كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة ۲: ۲۰۷

(۵۵) زادالمعاد، فصل في مواليه صلى الله عليه وسلم: ۱/۱۱۵

(۵۵☆) تهذيب الكمال: ۲۹/۲۹۸ (رقم الترجمة: ٦۳۷۳). قال الحافظ المزي رحمه الله: وكانت تسمى أبرشهر، وقيل: كان من سبي كابل، وقيل من جبال براز بنده من جبال الطالقان، أصابه عبداللهؓ في بعض غزواته، وقيل: كان اسم أبيه هرمز، وقيل: كاوس

(۵٦) الحديث أخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب كراهة التسمية بالأسماء القبيحة وبنافع ونحوه: ۲/۲۰۷

دیکھا کہ آپ اس سے خاموش رہے، آپ کی وفات ہوگئی لیکن منع نہیں فرمایا۔

حاصل یہ کہ قبیح نام رکھنا بھی صحیح نہیں اور ایسا نام جس سے تزکیہ یا بدشگونی کا موقع ملتا ہو، وہ بھی مناسب نہیں، چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ "شرح مسلم" میں لکھتے ہیں:

"معنى هذه الأحاديث تغيير الاسم القبيح أو المكروه إلى حسن، وقد ثبت أحاديث بتغييره صلى الله عليه وسلم أسماء جماعة كثيرين من الصحابة، وقد بين صلى الله عليه وسلم العلة في النوعين وما في معناهما، وهي: التزكية أوخوف التطير"(٥٧)

یعنی ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ قبیح اور برے نام کو اچھے نام میں تبدیل کردیا جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی لوگوں کے نام تبدیل کیے جیسا کہ کئی احادیث میں ثابت ہے، حضورؐ نے اسم قبیح اور مکروہ دونوں کی علت بھی بیان فرمائی ہے یعنی ایسا نام جس میں تزکیہ اور اپنی پاک دامنی واضح ہوتی ہو یا ایسا نام جس میں بدشگونی نکل آتی ہو۔

١٠٩ – باب : مَنْ سَمَّى بِأَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ .

وَقالَ أَنَسٌ : قَبَّلَ النَّبِيُّ ﷺ إِبْرَاهِيمَ ، يَعْنِي ٱبْنَهُ [ر : ١٢٤١]

٥٨٤١ : حدّثنا ٱبْنُ نُمَيْرٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : قُلْتُ لِٱبْنِ أَبِي أَوْفَى : رَأَيْتَ إِبْرَاهِيمَ ٱبْنَ النَّبِيِّ ﷺ ؟ قالَ : ماتَ صَغِيرًا ، وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ عاشَ ٱبْنُهُ ، وَلٰكِنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ .

٥٨٤٢ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قالَ : سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قالَ : لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : (إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ) . [ر : ١٣١٦]

---

(٥٧) شرح مسلم للنووي، كتاب الآداب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن...... ٢٠٨/٢

(٥٨٤١) الحديث أخرجه ابن ماجه في كتاب الجنائز، باب ماجاء في الصلوة على ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكروفاته: ٤٨٤/١ (رقم الحديث: ١٥١٠)

٥٨٤٣ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الجَعْدِ ، عَنْ جابِرِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ الْأَنْصارِيِّ قالَ : قالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ، فَإِنَّمَا أَنَا قاسِمٌ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ). وَرَوَاهُ أَنَسٌ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .
[ر : ٢٠١٤ ، ٢٩٤٦]

٥٨٤٤ : حدّثنا مُوسٰى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوانَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (سَمُّوا بِٱسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي ، وَمَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ صُورَتِي . وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) . [ر : ١١٠]

٥٨٤٥ : حدّثنا محمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ ٱللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى قالَ : وُلِدَ لِي غُلَامٌ ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِيمَ ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ، وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ، وَكانَ أَكْبَرَ وَلَدِ أَبِي مُوسٰى . [ر : ٥١٥٠]

٥٨٤٦ : حدّثنا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا زَائِدَةُ : حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ : سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ ٱبْنَ شُعْبَةَ قالَ : ٱنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ ماتَ إِبْرَاهِيمُ .
رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ٩٩٣ ، ٩٩٦]

انبیاء کے نام رکھنا مستحب ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرات انبیاء کے ناموں میں سے کوئی نام اگر کسی کا رکھ دیا جائے تو شرعاً جائز ہے بلکہ بعض حضرات نے کہا کہ اللہ کے نزدیک حضرات انبیاء کے نام سب سے زیادہ محبوب ہیں (۵۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے کا نام "ابراہیم" رکھا تھا، باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ کا صاحبزادہ بچپن ہی میں وفات پا گیا، اگر حضورؐ کے بعد کسی نبی کے آنے کا فیصلہ ہوتا تو وہ ضرور زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

---

(۵۸) عمدة القاري: ٢٠٩/٢٢، فتح الباري: ٧٠٧/١٠

مسند احمد میں حضرت انسؓ کی روایت ہے "کان إبراهيم قدملأ المهد، ولو بقي لكان نبيا، لكنه لم يكن ليبقى، فإن نبيكم آخر الأنبياء"(۵۹)۔ (یعنی ابراہیم نے گود کو بھرا (یہ وفات سے کنایہ ہے) اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے، لیکن وہ باقی نہیں رہے، اس لیے کہ تمھارے نبی آخری نبی ہیں۔)

ابن عبدالبر نے "الاستیعاب" میں اس پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ نبی کے بیٹے کا نبی ہونا کوئی ضروری نہیں، ابن عبدالبر کی یہ بات درست ہے تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کے متعلق یہ حدیث تین صحابہ سے مروی ہے اور اس میں یہ بات علی سبیل الفرض بیان کی گئی ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی نبی آتا تو ابراہیم اس کے مستحق ہوتے!(٦٠)

باب کی باقی احادیث کی تشریح گذر چکی ہے۔

۱۱۰ – باب : تَسْمِيَةِ الْوَلِيدِ .

۵۸٤٧ : أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : لَمَّا رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ : (اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ ، وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ، وَالْمُسْتَضْعَفِينَ بِمَكَّةَ ، اللَّهُمَّ ٱشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ ، اللَّهُمَّ ٱجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ) . [ر : ۹٦۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے اُس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کرنا ہے جو امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نقل کی ہے "نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يسمي الرجل عبده أو ولده حربا أومرة أو وليدا"(٦١)

اس حدیث میں حرب، مرہ اور "ولید" نام رکھنے کی ممانعت ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔(٦٢)

(۵۹) مسند احمد میں حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: لوعاش كان صديقا نبيًا، مسند الإمام أحمد بن حنبلؒ، مرويات أنس بن مالك: ۲۸۱/۳

(٦٠) فتح الباري: ۷۰۸/۱۰

(٦١) فتح الباري: ۷۱۰/۱۰، إرشادالساري: ۲۰۱/۱۳

(٦٢) فتح الباري: ۷۱۰/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰۱/۱۳

وطْأة سے مراد عذاب ہے، روایت باب میں ولید نام آیا ہے اور حضور نے اس پر کوئی رد نہیں فرمایا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر مشرکین میں سے کسی کے نام میں کوئی قباحت نہیں ہے تو مسلمان کا وہ نام رکھا جا سکتا ہے۔(٦٣)

١١١ – باب : مَنْ دَعا صَاحِبَهُ فَنَقَصَ مِنْ ٱسْمِهِ حَرْفًا .

وَقالَ أَبُو حازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : قالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ . (يَا أَبَا هِرٍّ) . [ر : ٥٠٦٠]

٥٨٤٨ . حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ : أَنَّ عائِشَةَ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قالَتْ : قالَ رَسُولُ ٱللّٰهِ ﷺ : (يَا عائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ) . قُلْتُ : وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ ٱللّٰهِ . قالَتْ : وَهُوَ يَرَى مَا لَا نَرَى . [ر : ٣٠٤٥]

٥٨٤٩ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْماعِيلَ : حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : كانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فِي الثَّقَلِ ، وَأَنْجَشَةُ غُلَامُ النَّبِيِّ ﷺ يَسُوقُ بِهِنَّ . فَقالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَنْجَشُ ، رُوَيْدَكَ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) [ر : ٥٧٩٧]

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

"أي هذا باب في بيان من دعا صاحبه بأن خاطبه بالنداء ، فنقص من اسمه حرفا مثل قولك ياماك في "يامالك" وهذا عبارة عن الترخيم، وهو حذف آخر المنادى، لأجل التخفيف"(٦٤)

یعنی اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے "ترخیم" کا جواز بیان کیا ہے، نام کے آخر سے بسا اوقات ایک دو حرف حذف کر دیئے جاتے ہیں، اسے ترخیم کہتے ہیں۔

---

(٦٣) لامع الدراري: ٤٢/١٠

(٦٤) عمدة القاري: ٢١٢/٢٢

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے دو روایتیں اور ایک تعلیق ذکر کی ہے، ان میں آپ نے "یا أباهر" "یا عائش" اور "یاأنجش" آخری حرف کے حذف کے ساتھ ان ناموں کو استعمال فرمایا، ابوحازم کی تعلیق کو امام بخاریؒ نے کتاب الأطعمة میں موصولا نقل کیا ہے۔(٦٥) وأم سليم في الثقَل: ثَقَل ہودج کو کہتے ہیں۔(٦٦)

١١٢ - باب : الْكُنْيَةِ لِلصَّبِيِّ وَقَبْلَ أَنْ يُولَدَ لِلرَّجُلِ .

٥٨٥٠ : حدّثنا مُسَدَّدٌ . حدَّثَنا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ ، عَنْ أَنَسٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا ، وكانَ لِي أَخٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو عُمَيْرٍ - قالَ : أَحْسِبُهُ - فَطِيمٌ ، وَكانَ إِذَا جاءَ قالَ : (يَا أَبَا عُمَيْرٍ ، ما فَعَلَ النُّغَيْرُ) . نُغَرٌ كانَ يَلْعَبُ بِهِ ، فَرُبَّمَا حَضَرَ الصَّلَاةَ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا ، فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ وَيُنْضَحُ ، ثُمَّ يَقُومُ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا .
[ر : ٥٧٧٨]

بچہ کی کنیت رکھ سکتے ہیں

اس ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے دو جزء قائم فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ بچے کی کنیت رکھی جاسکتی ہے اور دوسرا یہ کہ آدمی بچے کی پیدائش اور اولاد کے بغیر بھی اپنے لیے کنیت رکھ سکتا ہے۔

بچہ کی کنیت کے متعلق تو حدیث باب بالکل صریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کے چھوٹے بھائی کو کہا "یا أبا عمیر"

ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء کو "بطریق الحاق" ثابت فرمارہے ہیں کہ جب بچے کی کنیت رکھی جاسکتی ہے تو آدمی کی کنیت بغیر اولاد کے بطریق اولیٰ رکھی جاسکتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

(٦٥) عمدة القاري: ٢٢/٢١٢، ٢١٣

(٦٦) عمدة القاري: ٢٢/٢١٣

”ذكر فيه قصة أبي عمير، وهو مطابق لأحد ركني الترجمة ، والركن الثاني ماخوذ من الإلحاق، بل بالطريق الأولى“(١)

عربوں میں کنیت رکھنے کا بڑا رواج تھا، کہا جاتا تھا ”الكنية للعرب كا للقب للعجم“(٢) یعنی عربوں میں کنیت کا اسی طرح رواج ہے جیسے عجم میں لقب کا رواج ہے۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں کنیت رکھنا درست ہے

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ اولاد نہ ہونے کی صورت میں کنیت رکھنا درست نہیں (٣) امام بخاری نے ان کی تردید کی ہے۔

چنانچہ امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور امام احمد نے ایک روایت نقل کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح بھی کی ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے حضرت صہیب رومی سے پوچھا کہ آپ کے بچے نہیں ہیں تو پھر آپ ”ابو یحیی“ کنیت کیوں رکھتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کنیت رکھی ہے۔ (٤)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی کنیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”ابو عبدالرحمٰن“ رکھی تھی، ابھی ان کے بچے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ (٥)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے شاگرد علقمہ کی کنیت ”ابو شبل“ رکھی، ان کے بھی بچے نہیں تھے (٦) ابن ابی شیبہ نے امام زھری سے نقل کیا ہے ”كان رجال من الصحابة يكتنون قبل أن يولد

---

(١) فتح الباري: ٧١٢/١٠، الأبواب والتراجم: ١١٩/٢

(٢) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢

(٣) الأبواب والتراجم: ١١٩/٢، فتح الباري: ٧١٢/١٠

(٤) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣، سنن ابن ماجه، كتاب الأدب ”باب الرجل يكنى قبل أن يولدله: ١٢٣١/٢ (رقم الحديث: ٣٧٣٨)

(٥) فتح الباري: ٧١٢/١٠، عمدة القاري: ٢١٣/٢٢، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣

(٦) فتح الباري: ٧١٢/١٠، إرشاد الساري: ٢٠٣/١٣

لهم"(۷)

علماء نے لکھا ہے تفاؤلاً یہ کنیت رکھا کرتے تھے تاکہ جن کے بچے نہیں، ان کے ہاں اولاد ہو جائے اور بچے کی کنیت اس لیے رکھتے تھے تاکہ وہ بڑا ہو کر خود بچے والا بن جائے۔(۸)

باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت نقل کی ہے، یہ ابھی چند باب پہلے "باب الانبساط إلی الناس" میں گذر چکی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" یا أباعمیر! مافعل النغیر؟" نغیر ایک پرندہ ہے، اس کا ترجمہ بعض حضرات نے "بلبل" سے کیا ہے، حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے "فیض الباری" میں اس کا ترجمہ "لال" سے کیا ہے، اس حدیث سے حضرات محدثین نے کئی فوائد مستنبط کیے ہیں، مشہور شافعی عالم ابوالعباس احمد بن ابی احمد طبری نے جو "ابن القاص" سے مشہور ہیں اس حدیث کے فوائد کو ایک الگ رسالے میں جمع کیا ہے۔(۹)

یہ اہتمام محدثین نے بطور خاص اس لیے کیا کہ بعض لوگوں نے محدثین پر اعتراض کیا کہ وہ ایسی احادیث بھی نقل کر دیتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں اور بطور مثال اس حدیث کو پیش کیا، چنانچہ محدثین نے ساٹھ کے قریب مختلف فوائد اس حدیث سے اخذ کیے، حافظ ابن حجر نے ان تمام کو اختصار کے ساتھ "فتح الباری" میں نقل کر کے اپنی طرف سے ان پر اضافہ بھی کیا ہے۔(۱۰)

یہ بچہ جس کا اس حدیث میں ذکر ہے بچپن ہی میں انتقال کر گیا تھا اور یہ وہی بچہ ہے جس کا قصہ مسلم وغیرہ کی روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابوطلحہ سفر پر گئے تھے، جس رات آئے تو اس بچہ کا انتقال ہو گیا تھا لیکن حضرت ام سلیمؓ نے انہیں بتلایا نہیں، انھوں نے پوچھا تو کہا کہ وہ آرام کر رہا ہے، رات دونوں نے ساتھ گذاری اور صبح انھوں نے ابوطلحہ کو اطلاع دی اور بچے کو دفن کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو ان کے لیے اس رات میں برکت کی دعا فرمائی۔(۱۱)

---

(۷)فتح الباري: ۱۰/۷۱۲، عمدة القاري: ۲۲/۲۱۳

(۸)فتح الباري: ۱۰/۷۱۲، عمدة القاري: ۲۲/۲۱۳، إرشادالساري: ۱۳/۲۰۳

(۹)فتح الباري: ۱۰/۷۱٤، إرشاد الساري: ۱۳/۲۰۳

(۱۰)فتح الباري: ۱۰/۷۱٤

(۱۱)فتح الباري: ۱۰/۷۱٦

اس بچے کے نام کے بارے میں بعضوں کا خیال ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام تھا، کوئی الگ دوسرا نام نہیں تھا...... لیکن بعض روایات میں ان کا نام "حفص" اور بعض میں "عبداللہ" آیا ہے۔(١٢)

١١٣ – باب : التَّكَنِّي بِأَبِي تُرَابٍ ، وَإِنْ كَانَتْ لَهُ كُنْيَةٌ أُخْرَى .

٥٨٥١ : حدّثنا خالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ قالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قالَ : إِنْ كانَتْ أَحَبَّ أَسْمَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَيْهِ لَأَبُو تُرابٍ ، وَإِنْ كانَ لَيَفْرَحُ أَنْ يُدْعَى بِها . وما سَمَّاهُ أَبُو تُرَابٍ إِلَّا النَّبِيُّ ﷺ ، غاضب يَوْمًا فاطِمَةَ فَخَرَجَ ، فَاضْطَجَعَ إِلى الْجِدارِ فِي الْمَسْجِدِ ، فَجاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ يَتْبَعُهُ ، فَقالَ : هُوَ ذا مُضْطَجِعٌ فِي الْجِدارِ ، فَجاءَهُ النَّبِيُّ ﷺ وَامْتَلَأَ ظَهْرُهُ تُرَابًا ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يَمْسَحُ التُّرابَ عَنْ ظَهْرِهِ وَيَقُولُ : (اجْلِسْ يا أَبا تُرابٍ) . [ر : ٤٣٠]

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو اپنے ناموں میں سے "ابوتراب" بہت پسند تھا اور اس نام کے پکارے جانے سے بہت خوش ہوتے تھے، یہ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا رکھا ہوا تھا، ایک دن حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہو کر باہر چلے گئے اور مسجد کی دیوار سے لگ کر لیٹے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت ان کی پیٹھ مٹی سے آلودہ ہوگئی تھی، حضورؐ ان کی پیٹھ سے مٹی صاف کرتے جاتے اور ان سے فرماتے رہے "ابوتراب! بیٹھ جاؤ"

ترجمۃ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی دو کنیتیں رکھ سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت "ابوالحسن" مشہور تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوسری کنیت "ابوتراب" سے بھی پکارا، حدیث باب میں اگرچہ ایک کنیت کا اور ترجمۃ الباب میں ذو کا ذکر ہے، تاہم "ابوالحسن" چونکہ حضرت علیؓ کی مشہور کنیت تھی، اس لیے حضورؐ نے جب ان کی دوسری کنیت "ابوتراب" رکھی تو اس طرح ان کی دو کنیتیں ہوگئیں. علامہ کرمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(١٢) إرشاد الساري: ١٣/٢٠٣، نیز دیکھیے فتح الباري: ١٠/٧١٧

”فإن قلت: ماوجه دلالته علی الکنیتین، وهو الجزء الآخر من الترجمة ؟ قلت: أبو الحسن هو الکنیة المشهورة لعلي رضي الله عنه، فلما کنی بأبي تراب صار ذاکنیتین“(۱۳)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ ”ابوتراب“ کنیت رکھنا جائز ہے، کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ اس کنیت میں ایک گونہ اپنی تحقیر اور ذلت ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں، امام نے اس وہم کو دور کیا۔(۱۴)

حضرت علیؓ کو ”ابوتراب“ کہنے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے ”ابوتراب“ ایک تو اس موقع پر کہا جس کا یہاں حدیث باب میں ذکر ہے، ابن اسحاق نے حضرت عمار کی ایک روایت ذکر کی ہے اس میں وہ فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت علیؓ غزوہ عشیرہ میں ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت علیؓ سو رہے تھے اور ان کے کپڑے غبار آلود تھے، آپ نے انہیں جگایا اور فرمایا، مالك یا أباتراب۔(۱۵)(ابوتراب! تجھے کیا ہوا؟)

غزوہ عشیرہ سن دو ہجری میں ہوا ہے، اس وقت تک حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح نہیں کیا تھا(۱۶) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مختلف اوقات میں ”ابوتراب“ کی کنیت سے پکارا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ جب حضرت فاطمہؓ سے ناراض ہوتے تو انہیں کچھ کہنے کے بجائے اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دیتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں اس حالت میں دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ دونوں کے درمیان تلخی پیدا ہوئی ہے اور فرماتے، مالك یا أباتراب۔(۱۷)

---

(١٣) شرح الكرماني. ٢٢/٥٤ (رقم الحديث. ٥٨٢٦)

(١٤) الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

(١٥) فتح الباري. ١٠/٧١٩

(١٦) فتح الباري ١٠/٧١٩

(١٧) فتح الباري ١٠/٧١٩

یہ روایت بھی تعدد پر دلالت کرتی ہے کہ آپ مختلف اوقات میں انہیں اس کنیت سے پکارا کرتے تھے۔

حدیث باب سے حافظ ابن حجر اور ابن بطال نے مختلف فوائد اخذ کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"ویستفاد من الحدیث جواز تکنیة الشخص بأکثر من کنیة، والتلقیب بلفظ الکنیة وبما یشتق من حال الشخص، وأن اللقب إذا صدر من الکبیر في حق الصغیر تلقاه بالقبول ولو لم یکن لفظه لفظ مدح، وأن من حمل ذلك علی التنقیص لایلتفت إلیه...... وفیه أن أهل الفضل قدیقع بین الکبیر منهم وبین زوجته ماطبع علیه البشر من الغضب، وقد یدعوه ذلك إلی الخروج من بیته ولایعاب علیه...... وفیه کرم خُلق النبي صلی اللّٰه علیه وسلم لأنه توجه نحو "علي" لیترضاه، ومسح التراب عن ظهره لیبسطه...... ولم یعاتبه علی مغاضبته لابنته مع رفیع منزلتها عنده، فیؤخذمنه استحباب الرفق بالأصهار وترك معا تبتهم إبقاءً لمود تهم، لأن العتاب إنما یخشی ممن یخشی منه الحقد، لا ممن هومنزه عن ذلك"(١٨)

یعنی اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

❶ ایک شخص کی دو کنیتیں رکھ سکتے ہیں۔

❷ انسان کی حالت سے کنیت کو اَخذ کر سکتے ہیں۔

❸ چھوٹے کے حق میں بڑا کوئی لقب استعمال کر دے تو وہ مقبول ہو جاتا ہے اگرچہ وہ مدحیہ نہ ہو، اگر کوئی اس کو تحقیر اور تنقیص پر محمول کرے گا تو اس کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی۔

❹ اہل علم و فضل کی بھی گھر والوں سے رنجش ہو سکتی ہے اور وہ ناراض ہو کر گھر سے نکل سکتے ہیں، یہ کوئی معیوب نہیں۔

---

(١٨) فتح الباري: ١٠/٧١٨، نیز دیکھیے شرح ابن بطال: ٩/٣٥٢-٣٥٣

❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشفقانہ اخلاق کی جھلک بھی حدیث میں ہے، آپ نے حضرت علیؓ کی پشت سے مٹی ہٹائی اور انہیں راضی کیا، ڈانٹا نہیں، معلوم ہوا کہ داماد کے ساتھ نرمی کرنا مستحب ہے۔

١١٤ - باب : أَبْغَضِ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ .

٥٨٥٢/٥٨٥٣ : حدثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : (أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ) .

(٥٨٥٣) : حدثنا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رِوَايَةً - قَالَ : (أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ) . وَقَالَ سُفْيَانُ غَيْرَ مَرَّةٍ : (أَخْنَعُ الْأَسْمَاءِ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ) . قَالَ سُفْيَانُ : يَقُولُ غَيْرُهُ : تَفْسِيرُهُ شَاهَانْ شَاهْ

بدترین نام

حدیث باب میں ہے کہ بدترین نام اللہ کے نزدیک اس شخص کا نام ہے جس نے اپنا نام ”ملك الأملاك“ رکھا ہو۔

ترکیب میں ”أخنى الأسماء“ مبتدأ اور ”رجل“ اس کے لیے خبر ہے، ”رجل“ کا حمل ”أخنى.....“ پر درست نہیں اس لیے خبر میں ”رجل“ سے پہلے مضاف محذوف ہے أی أخنى الأسماء اسم رجل (١٩)

اور یہ تاویل بھی کی گئی ہے کہ ”أخنى الأسماء“ میں ”أسماء“ سے ”رجال“ مراد ہے اسم بول کر مجازاً مسمی مراد لیا جاتا ہے، تقدیری عبارت ہوگی ”أخنى الرجال رجل“ (٢٠)

أَخْنَى خَنَا (خا کے فتحہ اور نون کی تخفیف کے ساتھ) سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے، خنا قول

---

(١٩) إرشاد الساری: ١٣/٠٠٠

(٢٠) إرشاد الساري: ١٣/٥٠٢

اور کلام میں بے ہودگی اور فحاشی کو کہتے ہیں(۲۱) أخنی الأسماء کی جگہ "أخنع" "أذل" "أبغض" "أکره"اور "أغیظ" کے الفاظ بھی مروی ہیں۔(۲۲) حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے "أخنی" کا ترجمہ "ذلیل ترین" سے کیا ہے۔(۲۳)

مَلِك الأملاك:مَلِك(میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ):بادشاہ۔أملاك: ملیك کی جمع بھی ہو سکتی ہے اور مِلْك (میم کے کسرہ کے ساتھ) کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔(۲۴)

سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر "شاہان شاہ" سے کی ہے، چونکہ عجمیوں میں اور خاص کر فارسی بولنے والے علاقوں میں اس نام کا رواج تھا، اس لیے سفیان بن عیینہ نے اس کی تفسیر کر کے بتلادیا کہ صرف عربی زبان کے لیے یہ ممانعت نہیں، بلکہ دوسری زبانوں میں بھی اس مفہوم کا نام اگر رکھا جائے گا تو وہ بھی اس ممانعت میں داخل ہے۔(۲۵) "شاہان شاہ" کو تخفیف کے ساتھ "شہنشاہ" بھی پڑھتے اور بولتے ہیں "شہنشاہ" کی طرح "احکم الحاکمین"، "سلطان السلاطین" اور "امیر الامراء" کا بھی یہی حکم ہے۔(۲۶)

"أقضی القضاة" کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ زمخشری نے "تفسیر کشاف" میں اس کی ممانعت لکھی ہے(۲۷) لیکن ابن منیر نے ان کی تردید کی اور کہا، حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے "أقضا کم علي" استعمال ہوا ہے۔(۲۸)

"قاضي القضاة" کو بھی بعض حضرات نے ممنوع کہا ہے لیکن اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ لفظ

---

(۲۱) فتح الباری: ۷۲۰/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲، إرشاد الساري: ۲۰۵/۱۳

(۲۲) فتح الباري: ۷۲۰/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲، إرشاد الساري: ۲۰۵/۱۳

(۲۳)فیض الباري: ٤٠١/٤

(٢٤) فتح الباري: ۷۲۰/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰۵/۱۳

(۲۵)فتح الباري: ۷۲۱/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰٦/۱۳، الأبواب والتراجم: ۱۲۰/۲

(۲٦)فتح الباري: ۷۲۱/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰٦/۱۳

(۲۷) تفسیر الکشاف للزمخشري: ۳۹۸/۲، ۳۹۹، نیز دیکھیے إرشاد الساري: ۲۰٦/۱۳

(۲۸)فتح الباري: ۷۲۱/۱۰، إرشاد الساري: ۲۰٦/۱۳

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے زمانے سے رائج ہے اور کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔(۲۹)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں بعض جاہل منشی نائب قاضی کو "أقضی القضاۃ" اور بڑے قاضی کو "قاضي القضاۃ" لکھتے ہیں، حالانکہ "أقضی القضاۃ" "قاضي القضاۃ" کے مقابلہ میں زیادہ بلیغ ہے۔(۳۰)

فائدہ

ابن التین نے داودی سے نقل کیا ہے کہ بعض روایات میں آیا ہے "أبغض الأسمآء إلی اللّٰہ خالد ومالك" ابن التین نے کہا کہ یہ روایت محفوظ نہیں کیونکہ حضرات صحابہؓ میں خالد اور مالک نام کے کئی صحابی ہیں(۳۱) قرآن کریم میں جہنم کے داروغہ کے لیے "مالک" کا نام استعمال کیا گیا ہے۔(۳۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داودی نے جس روایت کا ذکر کیا تھا، وہ مجھے تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، پھر حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ابراہیم بن الفضل کے تذکرہ میں مجھے ملی، اس کے الفاظ ہیں "أحب الأسماء إلی اللّٰہ ماسمی بہ، وأصدقھا الحارث وھمام، وأکذب الأسماء خالد ومالك، وأبغضھا إلی اللّٰہ ماسمی لغیرہ" یعنی اللہ کو سب سے محبوب نام وہ ہیں جو اللہ کے نام کے ساتھ ہوں (جیسے عبداللہ، عبدالرحمٰن) حارث اور ہمام سب سے زیادہ سچے نام ہیں، خالد اور مالک جھوٹے نام ہیں اور غیر اللہ کی طرف منسوب نام اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض ہیں (جیسے عبدالعزی وغیرہ)۔

داودی نے متن حدیث صحیح یاد نہیں رکھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور روایت کے الفاظ ہوں۔(۳۳)

---

(۲۹)فتح الباري: ۷۲۲/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲، إرشاد الساري: ۲۰۶/۱۳

(۳۰)عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲، إرشاد الساري: ۲۰۶/۱۳، فتح الباري: ۷۲۱/۱۰

(۳۱)فتح الباري: ۷۱۹/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲

(۳۲)فتح الباري: ۷۱۹/۱۰، عمدة القاري: ۲۱۵/۲۲

(۳۳) فتح الباري: ۷۱۹/۱۰

حدیثِ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر کی ہے اور صرف یہی ایک جگہ ہے۔

قال سفيان: يقول غيره : تفسيره. شاهانِ شاه

غیرہ کی ضمیر ابوالزناد کی طرف راجع ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"واعلم أن المشهور على الألسنة أن الأسماء تنسلخ عن معنى الخبرية قطعا، وليس بصحيح، فإنها وإن لم تكن كالأخبار الصريحة ولكن يبقى فيها إيماء إلى الخبرية ، ولذا كان ملك الأملاك من أخنى الاسماء ولو انسلخ عن معنى الحبريه أصلا، لما كان أحنى، نعم قد ينكشف ذلك في المواضع كما في ملك الأملاك، وقد لايكتشف كما في التكني بأبي عمير، فذلك، من باب المراتب في الشيئ"(۳۴)

یعنی یہ بات مشہور ہے کہ اسماء سے خبریت کے معنی سلب کر لیے جاتے ہیں، اسماء صرف مسمی پر دلالت کرنے کے لیے ہوتے ہیں، ان کے دوسرے لغوی معنی معتبر نہیں ہوتے لیکن یہ بات علی الاطلاق درست نہیں، کیونکہ اسماء اگرچہ اخبار صریحہ کی طرح نہیں ہوتے، تاہم خبری اور لغوی معنی کی طرف اس میں اشارہ بہر حال ہوتا ہے، اسی وجہ سے "ملک الاملاک" کو ذلیل ترین نام کہا ہے، اگر لغوی معنی کی طرف اس میں اشارہ نہ ہوتا تو اسے "ذلیل ترین نام" نہ کہا جاتا۔

البتہ بعض ناموں میں لغوی معنی کی طرف کسی قسم کا اشارہ نہیں پایا جاتا جیسے "ابو عمیر" ایک کنیت ہے لیکن اس میں کسی لغوی معنی پر دلالت نہیں ہوتی، بہر حال یہ "باب المراتب فی الشئ" کے قبیل سے ہے یعنی ایک شے کے اندر مختلف مراتب ہو سکتے ہیں، اسی طرح بعض ناموں کے اندر معنی لغوی پر دلالت ہو سکتی ہے اور بعض میں نہیں!

تنبیہ

سفیان بن عیینہ نے "ملك الأملاك" کی تفسیر "شاہانِ شاہ" سے نقل کی ہے، لیکن یہ ترکیب

---

(٣٤) فيض الباري: ٤٠١/٤

مقلوب ہے، اصل "شاہِ شاہان" ہے(٣٥) حافظ ابن حجر اور دوسرے شارحین نے کہا کہ عجمی زبان میں مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے(٣٦) لیکن یہ بات علی الاطلاق درست نہیں، کیونکہ اردو اور ہندی وغیرہ میں تو مضاف الیہ، مضاف پر مقدم ہوتا ہے لیکن فارسی میں عربی کی طرح مضاف ہی مقدم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس ترکیب کو "مقلوب" ہی قرار دیا ہے۔(٣٧)

١١٥ – باب : كُنْيَةِ الْمُشْرِكِ .

وَقَالَ مِسْوَرٌ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ٱبْنُ أَبِي طَالِبٍ) . [ر : ٤٩٣٢]

٥٨٥٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ : أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ ، وَأُسَامَةُ وَرَاءَهُ ، يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي حارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ، قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ ، فَسَارَا حَتَّى مَرَّا بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ ، وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ، فَإِذَا الْمَجْلِسُ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ ، وَفِي الْمُسْلِمِينَ عَبْدُ ٱللهِ ٱبْنُ رَوَاحَةَ ، فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ ٱلدَّابَّةِ ، خَمَّرَ ٱبْنُ أُبَيٍّ أَنْفَهُ بِرِدَائِهِ وَقَالَ : لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَقَفَ ، فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى ٱللهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ : أَيُّهَا الْمَرْءُ ، لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا ، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَمَنْ جَاءَكَ فَٱقْصُصْ عَلَيْهِ . قَالَ عَبْدُ ٱللهِ بْنُ رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ ٱللهِ ، فَٱغْشَنَا فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ ، فَٱسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَثَاوَرُونَ ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا ، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ دَابَّتَهُ ، فَسَارَ حَتَّى

(٣٥) فتح الباري: ١٠/٧٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦

(٣٦) فتح الباري: ١٠/٧٢١، عمدة القاري: ٢٢/٢١٦، إرشاد الساري: ١٣/٢٠٦، الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

(٣٧) لامع الدراري: ١٠/٤٢، الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ، فَقَالَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (أَيْ سَعْدُ ، أَلَمْ تَسْمَعْ ما قالَ أَبُو حُبَابٍ – يُرِيدُ عَبْدَ ٱللهِ بْنَ أُبَيٍّ – قالَ كَذَا وَكَذَا) . فَقَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ : أَيْ رَسُولَ ٱللهِ ، بِأَبِي أَنْتَ ، اعْفُ عَنْهُ وَٱصْفَحْ ، فَوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ ، لَقَدْ جاءَ ٱللهُ بِالحَقِّ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ ، وَلَقَدِ ٱصْطَلَحَ أَهْلُ هٰذِهِ الْبَحْرَةِ عَلَى أَنْ يُتَوِّجُوهُ وَيُعَصِّبُوهُ بِالْعِصَابَةِ ، فَلَمَّا رَدَّ ٱللهُ ذٰلِكَ بِالحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذٰلِكَ ، فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهِ ما رَأَيْتَ . فَعَفَا عَنْهُ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ ، وَكَانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَعْفُونَ عَنِ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ كما أَمَرَهُمُ ٱللهُ ، وَيَصْبِرُونَ عَلَى الْأَذَى ، قالَ ٱللهُ تَعَالَى : «وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ» . الآيَةَ . وَقالَ : «وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ» . فَكانَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ يَتَأَوَّلُ فِي الْعَفْوِ عَنْهُمْ ما أَمَرَهُ ٱللهُ بِهِ حَتَّى أُذِنَ لَهُ فِيهِمْ ، فَلَمَّا غَزَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ بَدْرًا ، فَقَتَلَ ٱللهُ بِهَا مَنْ قَتَلَ مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ وَسَادَةِ قُرَيْشٍ ، فَقَفَلَ رَسُولُ ٱللهِ ﷺ وَأَصْحَابُهُ مَنْصُورِينَ غانِمِينَ ، مَعَهُمْ أُسَارَى مِنْ صَنَادِيدِ الْكُفَّارِ ، وَسَادَةِ قُرَيْشٍ ، قالَ ٱبْنُ أُبَيٍّ ٱبْنُ سَلُولَ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ : هٰذَا أَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ ، فَبَايِعُوا رَسُولَ ٱللهِ ﷺ عَلَى الْإِسْلَامِ ، فَأَسْلَمُوا . [ر : ٢٨٢٥]

٥٨٥٥ : حدّثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ، عَنْ عَبْدِ ٱللهِ ٱبْنِ الحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قالَ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ ، فَإِنَّهُ كانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ ؟ قالَ : (نَعَمْ ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ ، لَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي ٱلدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ) . [ر : ٣٦٧٠]

مشرک کو کنیت سے پکار سکتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مشرک کی اگر کوئی کنیت ہے تو اس کو اس کنیت سے پکار سکتے ہیں۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے "لامع الدراری" میں فرمایا کہ کنیت کا استعمال بطور احترام واکرام ہوتا ہے، کافر چونکہ مستحقِ احترام نہیں، اس لیے کسی کے دل میں یہ شبہ آسکتا تھا کہ کافر اور مشرک کے لیے کنیت کا استعمال مکروہ ہے، امام بخاری ترجمۃ الباب سے اس وہم کو دور کر رہے ہیں۔ (۳۸)

(٣٨) لامع الدراري: ١٠/٤٤، تعليقات لامع الدراري: ١٠/٤٤

باب کے اندر امام بخاری رحمہ اللہ نے تین روایتیں نقل فرمائی ہیں، پہلی روایت تعلیقاً ذکر کی ہے، امام نے اسے کتاب النکاح، باب ذب الرجل عن ابنته في الغيرة والإنصاف میں موصولاً نقل کیا ہے۔ پوری حدیث اس طرح ہے "سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول، وهو على المنبر: إن بني هاشم بن المغيرة استأذ نوا في أن ينكحوا ابنتهم علي بن أبي طالب، فلا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي، وينكح ابنتهم" اس میں آپ نے "ابو طالب" کنیت استعمال کی جب کہ نام عبد مناف ہے۔ (۳۹)

دوسری روایت، کتاب التفسیر میں سورۃ آل عمران کے تحت گذر چکی ہے، وہیں اس کا ترجمہ اور مشکل الفاظ کے معانی گذر چکے ہیں۔ (۴۰) يتثاورون: يتثاوبون یعنی ایک دوسرے پر کودنا ...... شرِق بذلك یعنی یہ حق اس کے گلے میں اٹک گیا، اسے اچھو لگ گیا۔

اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابیّ بن سلول کی کنیت استعمال فرمائی، فرمایا: "أي سعد، ألم تسمع ماقال أبو حُباب" ابو حباب، عبد اللہ بن ابی کی کنیت ہے۔

باب کی تیسری روایت حضرت عباسؓ سے ہے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا، کیوں کہ وہ آپ کی حفاظت کرتا تھا اور آپ کے لیے ناراضگی کا اظہار کرتا تھا، حضورؐ نے فرمایا، جی ہاں، وہ ہلکی آگ میں ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے حصے میں ہوتا۔

اس روایت میں حضرت عباسؓ نے "ابو طالب" کنیت استعمال کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ کسی کافر اور مشرک کے لیے کنیت استعمال کر سکتے ہیں۔

کافر کے لیے کنیت کب استعمال کر سکتے ہیں؟

امام نووی رحمہ اللہ نے "کتاب الاذکار" میں لکھا ہے کہ کنیت اس وقت کافر کے لیے استعمال

(۳۹) إرشاد الساري: ۲۰۷/۱۳، شرح الكرماني: ۵۵/۲۲

(۴۰) كشف الباري، كتاب التفسير، باب ﴿ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم﴾ الخ: /۱۲۵، ۱۲٦

کر سکتے ہیں، جب وہ کنیت سے معروف ہو اور اس کے بغیر اس کی پہچان مشکل ہو یا نام لینے میں کسی فتنے کا اندیشہ ہو...... قرآن کریم میں "ابولہب" کی کنیت استعمال کی گئی ہے، اس کا نام عبدالعزی ہے، کیونکہ وہ کنیت سے مشہور تھا، نیز نام ذکر کرنا اس لیے بھی مناسب نہ تھا کہ اس نے عزی صنم کی طرف "عبد" کی نسبت کردی تھی(۴۱)......امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ شرط نہیں پائی جاتی تو پھر صرف نام ذکر کرنا چاہیے اور اس پر اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔(۴۲)

ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تالیف قلبی کے لیے، یا کسی کافر کے اسلام قبول کرنے کی یا کسی اور نفع کی امید ہو تو ایسی صورت میں اس کے لیے کنیت استعمال کر سکتے ہیں۔(۴۳)

یحوطك: حاط — حَوْطاً: حفاظت کرنا۔ ضَحْضاح: تھوڑا اور کم، گہرا پانی۔

۱۱۶ - باب : المَعَارِيضُ مَنْدُوحَةٌ عَنِ الْكَذِبِ .

وَقالَ إِسْحٰقُ : سَمِعْتُ أَنَسًا : مَاتَ ٱبْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ ، فَقَالَ : كَيْفَ الْغُلَامُ؟ قالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ : هَدَأَ نَفَسُهُ ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدِ ٱسْتَرَاحَ . وَظَنَّ أَنَّهَا صَادِقَةٌ . [ر : ۱۲۳۹]

۵۸۵۶/۵۸۵۷ : حدّثنا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قالَ : كانَ النَّبِيُّ ﷺ في مَسِيرٍ لَهُ ، فَحَدَا الحَادِي ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (ٱرْفُقْ يَا أَنْجَشَةُ ، وَيْحَكَ ، بِالْقَوَارِيرِ) .

(۵۸۵۷) : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسٍ وَأَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كانَ في سَفَرٍ ، وَكانَ غُلَامٌ يَحْدُو بِهِنَّ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ سَوْقَكَ بِالْقَوَارِيرِ) . قالَ أَبُو قِلَابَةَ :

(٤١)فتح الباري: ١٠/٧٢٤، عمدة القاري: ٢٢/٢١٨، إرشاد الساري: ١٣/٢١٠، الأذكار النوويّة مع الفتوحات الرّبانية، كتاب الأسماء، باب جواز تكنية الكافر: ٦/١٥٤

(٤٢) الأذكار النوويّة مع الفتوحات الرّبانية، كتاب الأسماء، باب جواز تكنية الكافر: ٦/١٥٥،١٥٦

(٤٣)شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٥٥

يَعْنِي النِّسَاءَ .

حدّثنا إسْحٰقُ : أَخبَرَنَا حَبَّانُ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مالِكٍ قالَ : كانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ حادٍ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ ، وَكانَ حَسَنَ الصَّوْتِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (رُوَيْدَكَ يَا أَنْجَشَةُ ، لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِيرَ) . قالَ قَتَادَةُ : يَعْنِي ضَعَفَةَ النِّسَاءِ . [ر : ٥٧٩٧]

٥٨٥٨ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ ، عَنْ شُعْبَةَ قالَ : حَدَّثَنِي قَتَادَةُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ قالَ : كانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ ، فَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ ، فَقَالَ : (ما رَأَيْنَا مِنْ شَيْءٍ ، وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا) . [ر : ٢٤٨٤]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ حدیث مرفوع کے الفاظ ہیں جو حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔(۴۴) مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ "فیض الباری" میں تحریر فرماتے ہیں:

"قوله: مندوحة أي متسع ومفر، أراد المصنف من المعاريض التورية، أي التكلم بكلام لايفهم المخاطب ما أراد منه المتكلم، وما يفهم منه يظنه صادقا باعتباره، ولم يرد تعريض علماء البيان"(۴۵)

یعنی معاریض سے یہاں توریہ مراد ہے، مقصد یہ ہے کہ ایسی بات کہنا کہ مخاطب اس سے متکلم کی مراد نہ سمجھ سکے اور جو مفہوم مخاطب اس سے سمجھے، وہ متکلم کو اس میں سچا اور صادق خیال کرے، اس سے علم بیان کی اصطلاحی تعریض مراد نہیں۔علامہ ابن اثیر "النہایۃ" میں فرماتے ہیں:

"المعاريض: جمع مِعْراض، من التعريض، وهو خلاف التصريح من القول"(۴٦)

یعنی معاریض، مِعراض کی جمع ہے اور یہ تعریض سے ہے، تعریض تصریح کی ضد ہے۔

المعاريض مندوحة عن الكذب کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے توریہ کیا ہے اور تصریح کے

---

(٤٤) النهاية لابن الأثير: ٢١٢/٣

(٤٥) فيض الباري: ٤٠١/٤

(٤٦) النهاية لابن الأثير، مادة عرض : ٢١٢/٣

ساتھ بات نہیں کی ہے تو وہ جھوٹ میں داخل نہیں، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ اس کا ترجمہ لکھتے ہیں: "أي في المعاریض من الاتساع مایغني عن الکذب"(۴۷)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے جواز پر پہلا استدلال حضرت ام سلیمؓ کے قصہ سے کیا ہے، حضرت ابو طلحہؓ نے ان سے پوچھا، لڑکا کیسا ہے؟ انھوں نے کہا "پر سکون ہو گیا ہے، مجھے امید ہے کہ اس نے راحت پالی ہے" ابو طلحہ نے سمجھا کہ وہ سچ کہہ رہی ہے اور بچہ بیماری سے افاقہ پا گیا ہے، حالانکہ بچہ انتقال کر چکا تھا، لیکن حضرت ام سلیم نے توریہ کر کے انہیں اصل حقیقت رات کو بتلانی مناسب نہیں سمجھی، اسے جھوٹ نہیں کہتے بلکہ توریہ وغیرہ کہتے ہیں، جنائز میں امام نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے، چنانچہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وظن أبوطلحة أنها صادقة باعتبار ما فهمه من کلامها، لأن مفهومه أن الصبي تعافی، لأن النفس إذا سکن، أشعر بالنوم، والعلیل إذا نام، أشعر بزوال مرضه أوخفته ، فالمرأة صادقة باعتبار مرادها، وأما خبرها بذلك فهو غیر مطابق للأمر الذي فهمه أبوطلحة، فمن ثم قال الراوي: وظن أنها صادقة، ومثل ذلك لایسمی کذبا علی الحقیقة، بل مندوحة عن الکذب"(۴۸)

باب کے اندر باقی جو دو حدیثیں ہیں، ان میں ایک انجشہ والی حدیث ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کے لیے "قواریر" کا لفظ بطور تشبیہ استعمال کیا ہے اور دوسری حدیث میں گھوڑے کے لیے "بحر" کا لفظ بطور تشبیہ استعمال کیا ہے، یہ دونوں حدیثیں معاریض کے قبیل سے نہیں، بلکہ یہ الفاظ مجازاً استعمال ہوئے ہیں۔

ابن منیر نے تکلف کر کے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جب کلام میں مجاز کا استعمال جائز ہے تو معاریض کا استعمال بطریق اولی جائز ہونا چاہیے کیونکہ معاریض میں کلام اپنے معنی حقیقی

(٤٧) إرشاد الساري: ٢١٠/١٣

(٤٨) إرشادالساري: ٢١٠/١٣

میں استعمال ہوتا ہے۔(۴۹) علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ان دو حدیثوں میں دوسری حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قوله: مارأينا من شيءٍ، مع أنه كان رأى شيئا من الأشياء لامحالة، فيكون المراد شيئ يعتدبه ، فسماها معاريض ، مع أنها ليست من المعاريض في شيءٍ...... وبالجملة: مراد المصنف أن المعاريض وأمثالها يست من الكذب في شيءٍ ولكنها أنواع من الكلام......"(۵۰)

(یعنی حضورؐ نے "مارأينا من شيء" فرمایا کہ میں نے کچھ نہیں دیکھا، حالانکہ آپ نے کوئی چیز تو ضرور دیکھی ہوگی، مطلب یہ تھا کہ میں نے کوئی قابل ذکر اور قابل توجہ چیز نہیں دیکھی، اسے معاریض کہا گیا، حالانکہ یہ معاریض کے قبیل سے نہیں، خلاصہ یہ کہ معاریض وغیرہ کلام کی ایک قسم ضرور ہے لیکن اسے جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔

١١٧ – باب: قَوْلِ الرَّجُلِ لِلشَّيْءِ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَهُوَ يَنْوِي أَنَّهُ لَيْسَ بِحَقٍّ.

وَقَالَ ٱبْنُ عَبَّاسٍ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْقَبْرَيْنِ: (يُعَذَّبَانِ بِلَا كَبِيرٍ، وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ).
[ر: ٥٧٠٨]

٥٨٥٩: حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ: أَخْبَرَنَا مَخْلَدُ بْنُ يَزِيدَ: أَخْبَرَنَا ٱبْنُ جُرَيْجٍ: قَالَ ٱبْنُ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي يَحْيَىٰ بْنُ عُرْوَةَ: أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ ٱللَّهِ ﷺ عَنِ الكُهَّانِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ: (لَيْسُوا بِشَيْءٍ). قَالُوا: يَا رَسُولَ ٱللَّهِ، فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا؟ فَقَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ ﷺ: (تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الحَقِّ، يَخْطَفُهَا الجِنِّيُّ، فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ ٱلدَّجَاجَةِ، فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ).
[ر: ٥٤٢٩]

بسااوقات کوئی چیز معیاری نہیں ہوتی، یا حق نہیں ہوتی، اس کے لیے عربی زبان اور اسی طرح

(٤٩)فتح الباري: ١٠/٧٢٦، إرشاد الساري: ١٣/٢١٢

(٥٠)فيض الباري: ٤/٤٠٢

دوسری زبانوں میں بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ "لیس بشيءٌ" کچھ بھی نہیں "لیس بشيءٌ" کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق نہیں، درست نہیں، اردو زبان میں بھی عموماً کسی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ "وہ تو کچھ بھی نہیں" اس طرح کے کلام سے اس کے وجود اور شے ہونے کی نفی مقصود نہیں ہوتی، بلکہ اس کے معیاری ہونے، حق ہونے اور درست ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کا کلام کذب کے زمرے میں داخل نہیں، "لیس بشيءٌ" کا مطلب یہ ہے کہ لیس بشيءٌ معتدبه یعنی کوئی قابل ذکر اور قابل اعتبار شے نہیں۔(۵۱)

باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق ذکر کی ہے کہ آپ نے دونوں قبروں کے متعلق فرمایا کہ دونوں کو عذاب ہو رہا ہے، کسی بڑی چیز میں نہیں، لیکن وہ بڑی ہے، پہلے نفی کی ہے اور پھر اثبات کیا فكأنه قال لشيءٌ: ليس بشيءٌ(۵۲) أي: ليس بشيءٌ له أهميته عندالناس وإن كان في نفسه أهم

كتاب الطهارة ، باب من الكبائر آن لايستترمن بوله میں امام بخاری نے یہ تعلیق موصولاً ذکر کی ہے۔

باب کی دوسری روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا "ليسوا بشيءٌ" کچھ بھی نہیں، یعنی ليسوا بشيءٌ يعتدبه(۵۳)

کَذْبة کاف کے فتحہ اور ذال کے سکون کے ساتھ۔ جھوٹ کو کہتے ہیں۔

١١٨ – باب : رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ . وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ» /الغاشية : ١٧ ، ١٨/ .

وَقَالَ أَيُّوبُ : عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ ، عَنْ عائِشَةَ : رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ .

---

(٥١)الأبواب والتراجم : ١٢٠/٢

(٥٢) إرشاد الساري: ٢١٢/١٣، عمدة القاري: ٢٢٠/٢٢

(٥٣) لامع الدراري: ٤٤/١٠، الأبواب والتراجم: ١٢٠/٢

[ر : ٤١٨٦]

٥٨٦٠ : حدَّثنا ٱبْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهابٍ قالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ : أَخْبَرَنِي جابِرُ بْنُ عَبْدِ ٱللهِ : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ يَقُولُ : (ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ ، فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ، سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّماءِ ، فَرَفَعْتُ بَصَرِي إِلَى السَّماءِ ، فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جاءَنِي بِحِرَاءٍ ، قاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّماءِ وَالْأَرْضِ) . [ر : ٤]

٥٨٦١ : حدَّثنا ٱبْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قالَ : أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ ، عَنْ كُرَيْبٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُمَا قالَ : بِتُّ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ عِنْدَهَا ، فَلَمَّا كانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ ، أَوْ بَعْضُهُ ، قَعَدَ فَنَظَرَ إِلَى السَّماءِ ، فَقَرَأَ : «إِنَّ فِي خَلْقِ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضِ وَٱخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ» . [ر : ١١٧]

ترجمۃ الباب کا مقصد

ابن التین نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمۃ الباب سے مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔(۵۴)

چنانچہ امام طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم تیمی اور عطا سلمی سے نقل کیا ہے کہ چالیس سال تک انھوں نے آسمان کی طرف اللہ کے خوف سے نگاہ نہیں اٹھائی۔(۵۵)

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسلک کی تردید کر رہے ہیں، ہاں نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا ممنوع ہے، کتاب الصلاۃ میں حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث گذر چکی ہے، جس میں ہے، مابال أقوام يرفعون أبصارهم إلى السماء في صلاتهم، فاشتد قوله في ذلك حتى قال: لينتهينّ عن ذلك أو لتخطفن أبصارهم(٥٦) ...(ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو نماز کے اندر آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں، حضورؐ نے اس بارے میں سختی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ

(٥٤) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢٠

(٥٥) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢٠

(٥٦) صحيح البخاري "باب رفع البصر إلى السماء في الصلاة": ١٦٦ (رقم الحديث ٧٥٠)

ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی)۔

بہرحال یہ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کا حکم ہے، جہاں تک عام حالات میں آسمان کی طرف دیکھنے کا حکم ہے، وہ بلا کراہت جائز ہے، بلکہ اس کے چند فوائد بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

باب میں ذکر کردہ ایوب سختیانی کی تعلیق کو امام احمد نے مسند اور امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ میں موصولاً نقل کیا ہے، البتہ وہاں روایت کے الفاظ ہیں "فرفع رأسه إلى السماء....."(٥٨)

روایات باب کے علاوہ امام مسلم رحمہ اللہ نے "صحیح مسلم" میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيرا مايرفع بصره إلى السماء....."(٥٩)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے "سنن ابی داود" میں ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس يتحدث، يكثر أن يرفع بصره إلى السماء"(٦٠) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھ کر گفتگو فرماتے تو آسمان کی طرف بکثرت نگاہ اٹھاتے۔

١١٩ - باب : مَنْ نَكَتَ الْعُودَ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ .

٥٨٦٢ : حدّثنا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيٰى ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ ، عَنْ أَبِي مُوسٰى : أَنَّهُ كانَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي حائِطٍ مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ ، وَفِي يَدِ النَّبِيِّ ﷺ عُودٌ يَضْرِبُ بِهِ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَسْتَفْتِحُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (اَفْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ) . فَذَهَبْتُ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ : (اَفْتَحْ لَهُ

---

(٥٨) فتح الباري: ١٠/٧٢٨، عمدة القاري: ٢٢/٢٢١، إرشاد الساري: ١٣/٢١٤

(٥٩) فتح الباري: ١٠/٧٢٨-٧٢٩

(٦٠) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام: ٢/٣٠٩

وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ) . فَإِذَا عُمَرُ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالجَنَّةِ ، ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ ، فَقَالَ : (افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالجَنَّةِ ، عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ ، أَوْ تَكُونُ) . فَذَهَبْتُ فَإِذَا عُثْمَانُ ، فَفَتَحْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالجَنَّةِ ، فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي قَالَ ، قَالَ : اللهُ الْمُسْتَعَانُ . [ر : ٣٤٧١]

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے کسی باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس سے آپ پانی اور مٹی کے درمیان کے درمیان مار رہے تھے، ایک شخص آیا اور باغ کا دروازہ کھولنے کو کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اس کو جنت کی خوش خبری دیدو، میں دروازہ پر گیا تو دیکھا، حضرت صدیق اکبرؓ تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا اور انہیں جنت کی خوش خبری دی، پھر دوسرے شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو حضورؐ نے فرمایا، دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوش خبری دو، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہیں، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور انہیں جنت کی خوش خبری دی، پھر ایک شخص نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا، اس وقت آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا، کھول دو، ان کو جنت کی خوش خبری دو، انہیں جنت کی خوش خبری دو، اس مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی، میں گیا تو حضرت عثمانؓ تھے، ان کے لیے دروازہ کھولا، جنت کی خوش خبری دی اور حضورؐ نے جو بات کہی تھی، وہ بتلادی تو انھوں نے کہا اللّٰہ المستعان (اللہ مددگار ہے)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

آدمی کے ہاتھ میں بسا اوقات کوئی لاٹھی، لکڑی یا تنکا ہوتا ہے اور اس سے زمین کرید تا رہتا ہے یا زمین پر آہستہ آہستہ اس کو مارتا رہتا ہے، یہ عموماً اس وقت ہوتا ہے جب انسان کسی گہری سوچ میں ہو تو بے خیالی میں ہاتھوں کی یہ حرکت خود بخود جاری رہتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح کرنا بلا کراہت جائز ہے اور یہ لہو وعبث میں داخل نہیں۔ (٦١)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمۃ الباب اس عمل کے عدم جواز کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے قائم کیا ہے جو ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عقبہ بن

(٦١) فتح الباري: ١٠/٧٢٩، الأبواب والتراجم: ٢/١٢٠

عامرؓ کی ایک مرفوع حدیث سے پیدا ہوتا ہے، اس کے الفاظ ہیں، کل شيءٍ یلهوبه الرجل باطل إلارمیه بقوسه، وتأدیبه فرسه، وملاعبته امرأته، فإنهن من الحق.... (۶۲) یعنی آدمی جس چیز کے ساتھ بھی کھیلے، باطل ہے، مگر تیراندازی، گھوڑے کو سدھانا، بیوی کے ساتھ کھیلنا، یہ جائز ہیں۔

مولانا انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ نے ”فیض الباری“ میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس طرح کیا ہے، لہٰذا یہ وقار اور متانت کے خلاف نہیں۔ (۶۳) اس سے امام بخاریؒ کے ایک اور مقصد کی طرف اشارہ ہوگیا کہ یہ عمل وقار وادب کے خلاف نہیں!

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت بالکل واضح ہے، اس میں ہے وفي یدالنبي صلی الله علیه وسلم عود یضرب به بین الماء والطین...... یہ حدیث کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب رضی الله عنه میں گذر چکی ہے۔

۱۲۰ - باب : الرَّجُلِ يَنْكُتُ الشَّيْءَ بِيَدِهِ فِي الْأَرْضِ .

٥٨٦٣ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سُلَيْمَانَ وَمَنْصُورٍ ، عَنْ سعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مع النَّبِيِّ ﷺ فِي جَنازةٍ ، فَجعَلَ يَنْكُتُ الْأَرْضَ بِعُودٍ ، فَقال : (لَيْسَ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ فُرِغَ مِنْ مَقْعَدِهِ مِنَ الجَنَّةِ وَالنَّارِ) . فقالُوا : أَفَلا نَتَّكِلُ ؟ قال : (ٱعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ، «فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَٱتَّقَى») . الآيَةَ . [ر : ١٢٩٦]

اس سے پہلے باب میں ”ینکت العود......“ کا ذکر ہے، اس سے مراد لاٹھی تھی اور اس باب میں ”الشيء“ کہہ کر تنکا وغیرہ کی طرف اشارہ کیا اور مطلب یہ ہے ہاتھ میں لاٹھی ہو، بات کرتے ہوئے یا سوچتے ہوئے اسے زمین پر مارا جائے یا تنکا ہو اور اس سے زمین کریدی جائے یہ سب جائز ہے۔ (۶۴) مولانا زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام کا مقصد اس سے غور وفکر کی طرف تاکید کے ساتھ توجہ دلانا مقصود

(٦٢) الأبواب والتراجم ٢/ ١٢

(٦٣) فیض الباري ٤/ ٤٠٢

(٦٤) إرشاد الساري: ١٣/ ٢١٧، والأبواب والتراجم: ٢/ ١٢٠

ہے کیونکہ اس طرح کا عمل، غور وفکر کے وقت ہی کیا جاتا ہے، قرآن کریم کی کئی آیات کریمہ میں بھی ﴿لعلکم تتفکرون﴾ کہہ کر غور وفکر پر ابھارا گیا ہے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"قلت: ولعل التبويب بهذه الترجمة مع أن معناه قد تقدم في باب السابق إشارة منه إلى مزيد الاهتمام في أمر التفكر والتدبر، وإلا فأصل النكت قدثبت جوازه في الباب السابق، وقد ورد الحث والتحريض في عدة آيات من القرآن في الأمر بالتفكر بقوله: ﴿لعلكم تتفكرون﴾ فتأمل، فإنه لطيف"(٦٥)

حدیث باب کتاب التفسیر میں سورۃ اللیل کی تفسیر میں گذر چکی ہے، اس میں ہے، فجعل ینکت الأرض بعود

فکلٌ میسَّرٌ

مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"أي لستم في مكنة من فعل شيء، وتركه من عندأنفسكم، وإنما هو أمر مقدر، فتفعلون وتتركون ماقدرلكم، وذلك يكون ميسرا لكم، فلايأتي منكم خلافه، فالاتكال وترك الجهد في الأعمال عبث"(٦٦)

اس کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کو ترک کر دینا یا کوئی کام انجام دینا انسان کے لیے پہلے سے مقرر ومقدر ہوتا ہے، وہ جو کچھ کرتا یا چھوڑتا ہے، وہ تقدیر کے مطابق اس کے لیے میسر ہوتا ہے، اس لیے اعمال کے اندر تقدیر پر توکل کر لینا اور محنت چھوڑ دینا عبث ہے کیونکہ جو تقدیر میں لکھا ہے وہ تو کرنا ہی پڑے گا۔

١٢١ – باب : التَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحِ عِنْدَ التَّعَجُّبِ .

٥٨٦٤ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : حَدَّثَتْنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ : أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ ٱللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : ٱسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (سُبْحَانَ ٱللَّهِ ، مَاذَا أُنْزِلَ مِنَ

(٦٥) الأبواب والتراجم: ١٢٠/٢

(٦٦)فيض الباري: ٤٠٢/٤

الخَزَائِنِ ، وَمَاذَا أُنْزِلَ مِنَ الْفِتَنِ ، مَنْ يُوقِظُ صَوَاحِبَ الحُجَرِ – يُرِيدُ بِهِ أَزْوَاجَهُ حَتَّى يُصَلِّينَ – رُبَّ كاسِيَةٍ فِي ٱلدُّنْيَا عارِيَةٌ فِي الآخِرَةِ) . [ر : ١١٥]

وَقالَ ٱبْنُ أَبِي ثَوْرٍ ، عَنِ ٱبْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ عُمَرَ قالَ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ ؟ قالَ : (لَا) . قُلْتُ : ٱللهُ أَكْبَرُ . [ر : ٨٩]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو فرمایا، سبحان اللہ! کیا کیا خزانے اور کیا کیا فتنے نازل کیے گئے، کوئی ہے جو ان حجرہ والیوں (ازواج مطہرات) کو جگادے، تاکہ نماز پڑھ لیں، دنیا میں بہت سی پہننے والیاں (ناقص لباس پہننے) کی وجہ سے آخر میں ننگی ہوں گی۔

٥٨٦٥ : حدّثنا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قالَ : حَدَّثَنِي أَخِي ، عَنْ سُلَيْمانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَتِيقٍ ، عَنِ ٱبْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ : أَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا جاءَتْ رَسُولَ ٱللهِ ﷺ تَزُورُهُ ، وَهْوَ مُعْتَكِفٌ فِي المَسْجِدِ ، فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ مِنْ رَمَضَانَ ، فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً مِنَ الْعِشَاءِ ، ثُمَّ قامَتْ تَنْقَلِبُ ، فَقَامَ مَعَهَا النَّبِيُّ ﷺ يَقْلِبُهَا ، حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ المَسْجِدِ ، الَّذِي عِنْدَ مَسْكَنِ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، مرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ ٱللهِ ﷺ ثُمَّ نَفَذَا ، فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ ٱللهِ ﷺ : (عَلَى رِسْلِكُمَا ، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ) . قالَا : سُبْحَانَ ٱللهِ يَا رَسُولَ ٱللهِ ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا مَا قالَ ، قالَ : (إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنِ ٱبْنِ آدَمَ مَبْلَغَ ٱلدَّمِ ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا) . [ر : ١٩٣٠]

ام المؤمنین حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے آئیں، اس وقت آپ مسجد میں رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف میں تھے، آپ کے ساتھ عشا کی کچھ دیر گفتگو ہوتی رہی، پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گھر تک پہنچانے کے لیے کھڑے ہوگئے، یہاں تک کہ جب مسجد کے اس دروازے کے پاس پہنچ گئیں جو حضرت ام سلمہؓ کے مکان کے پاس تھا، تو دو انصاری آپ کے پاس سے گذرے اور ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، پھر تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا، ذرا، ٹھہرنا، یہ صفیہ بن حیی ہیں (کوئی اجنبی عورت نہیں) ان دونوں

نے کہا، سبحان اللہ، یا رسول اللہ! یہ وضاحت ان دونوں پر بہت گراں گذری، حضورؐ نے فرمایا، شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی طرح گردش کرتا ہے، اس لیے مجھے خوف ہوا کہ کہیں شیطان تمھارے دل میں وسوسہ نہ ڈال دے۔

باب کے اندر ابن ابی ثور کی تعلیق کتاب العلم باب التناوب فی العلم میں موصولاً گذر چکی ہے، ابن ابی ثور کا نام عبید اللہ بن عبد اللہ ہے۔ العشر الغوابر: المراد بها هنا البواقي یعنی رمضان کا اخیر عشرہ!(٧٠) تنقلب: أي تنصرف إلى بيتها۔ يقلِبها: جملہ حالیہ ہے، أي يصرفها إلى بيتها۔ ثم نفذا: کہتے ہیں، رجل نافذ في أمره أي ماض والمعنى نفذا مسرعين یعنی دونوں تیزی کے ساتھ گذرنے لگے۔ على رِسلكما: یعنی ٹھہر جاؤ...... يقذِف في قلوبكما أي يقذف الشيطان شيئاً في قلوبكما۔ (٧١) یعنی شیطان تمھارے دل کے اندر وسوسہ ڈال دے گا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

تعجب کے وقت "اللہ اکبر" اور "سبحان اللہ" کہنا حدیث سے ثابت ہے، اللہ کے بابرکت نام پر مشتمل اس طرح کے جملوں سے زبان تر رہنی چاہیے، بعض لوگوں نے اسے ممنوع قرار دیا ہے اور کہا ہے اللہ کے ذکر کو اپنی عام گفتگو کا اس طرح حصہ نہیں بنانا چاہیے کیونکہ یہ آدابِ ذکر کے خلاف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب سے ان کی تردید فرمائی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن بطال کے حوالہ سے لکھا:

> "التسبيح والتكبير معناه تعظيم الله وتنزيهه من السوء، واستعمال ذلك عند التعجب، واستعمال الأمر حسن، وفيه تمرين اللسان على ذكر الله تعالىٰ، وهذا توجيه جيد، كأن البخاري رمز إلى الرد على من منع ذلك"(٦٧)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے ان لوگوں کے مسلک کی تردید پر

(٧٠) عمدة القاري: ٢٢/٢٢٤، فتح الباري: ١٠/٧٣١

(٧١) عمدة القاري: ٢٢/٢٢٤

(٦٧) فتح الباري: ١٠/٧٣١، شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٤

استدلال پایا جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا "کھانا کھائیں" اور وہ جواب میں کہے اذکروا باسم اللہ اللہ کانام لو تو وہ کافر ہو جائے گا۔(٦٨) حدیث باب سے اس کا غلط ہونا ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ کانام اور ذکر کلام الناس کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

"فيه دلالة على رد ماقال بعضهم إن من قال للآخر: كُلْ، فقال: اذكروا باسم الله كفر، وجه الرد ظاهر، فإن الحديث وضع اسم الله موضع كلام الناس، كما في مسألة "بسم الله" فافهم"(٦٩)

١٢٢ - باب: النَّهْيِ عَنِ الخَذْفِ.

٥٨٦٦: حدثنا آدَمُ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ صُهْبَانَ الْأَزْدِيَّ يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الخَذْفِ، وَقَالَ: (إِنَّهُ لَا يَقْتُلُ الصَّيْدَ، وَلَا يَنْكَأُ الْعَدُوَّ، وَإِنَّهُ يَفْقَأُ الْعَيْنَ، وَيَكْسِرُ السِّنَّ). [ر: ٤٥٦١]

خَذْف (خاء کے فتحہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) انگلیوں سے کنکری پھینکنے کو کہتے ہیں، ابن بطال نے فرمایا کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کنکری پھینکنے کو خذف کہتے ہیں(٧٢) رسول اللہ صلی اللہ

---

(٦٨) لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں قال صاحب الفيض: أباح المصنفؒ إخراج الأذكار عن معناها، واستعمالها في غيره، وهو ثابت في السلف ثبوتاً لامرد له، وحينئذ ينبغي أن يؤول مافي الدرالمختار أن الطلبة إن اصطلحوا على أن يكبروا، أويسبحوا عند ختمة الدرس، فهو مكروه، لأنه إخراج الذكر عن مدلوله، نعم إن كان إخراجه إلى محل ممتهن فله وجه، كما ذكره الحنفية أن السائل إن ذكر اسم الله، لايقول السامع: جل جلاله، أو كلمة تدل على عظمته تعالىٰ، وإن كان أدبا في عامة الأحوال، وذلك لأنه قال باسمه في موضع لم يكن له ذلك۔

قال ابن عابدينؒ تحت قول صاحب الدرالمختار: تكون أي الصلوة حرامًا عند فتح التاجر متاعه: الظاهر أن المراد به كراهة التحريم لما في كراهية الفتاوى الهندية: إذا فتح التاجر الثوب، فسبح الله تعالىٰ أوصلى على النبي صلى الله عليه وسلم يريد به إعلام المشتري جودة ثوبه، فذلك مكروه، وكذا الحارس، لأنه يأخذ لذلك ثمناً، وكذا الفقاعي إذا قال ذلك عند فتح فقاعه على قصد ترويجه وتحسينه يأثم، وعن هذا يمنع إذا قدم واحدٌ من العظام، فسبح أوصلى على النبي صلى الله عليه وسلم إعلاماً بقدومه حتى يفرج له الناس، أو يقوموا له يأثم (تعليقات لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦)

(٦٩) لامع الدراري: ١٠/٤٥، ٤٦

(٧٢) شرح ابن بطال: ٩/٣٦٤

علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار کو مار سکتے ہیں، نہ ہی دشمن کو زخمی یا قتل کر سکتے ہیں، البتہ یہ آنکھ پھوڑ دیتا اور دانت توڑ دیتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دشمن کا کوئی نقصان اس سے نہیں ہو سکتا، البتہ ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے کہ کسی کی آنکھ میں کنکری لگ گئی، یا دانت پر لگ گئی اور آنکھ زخمی ہو گئی یا دانت ٹوٹ گیا۔

لاینکأ العدو: یہ نکایۃ سے ہے، نکایۃ دشمن کے قتل اور زخمی کرنے کو کہتے ہیں۔(۷۳)

۱۲۳ - باب : الحَمْدِ لِلْعَاطِسِ .

۵۸٦۷ : حدّثنا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا سُلَيْمانُ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قالَ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الآخَرَ ، فَقِيلَ لَهُ ، فَقَالَ : (هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ ، وَهٰذَا لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ) . [۵۸۷۱]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے چھینکنے والے کے لیے "الحمد للہ" کہنے کی مشروعیت اور استحباب کو بیان کیا ہے، چھینکنے کی وجہ سے دماغ کھل جاتا ہے اور طبیعت میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔(۷۴)

بعضوں نے کہا کہ چھینکنے کی وجہ سے بعض دماغی بیماریاں دفع ہوتی ہیں، اس لیے اس پر بطور شکر "الحمدللّٰہ" کہنا مسنون و مستحب ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے استحباب پر اجماع نقل کیا ہے۔(۷۵)

---

(۷۳) عمدة القاري: ۲۲۴/۲۲

(۵۸٦۷) الحديث أخرجه البخاري أيضاً في كتاب الأدب، باب لايشمت العاطس إذا لم يحمدالله (رقم الحديث: ۵۸۷۱) وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب: ۲۲۹۲/٤ (رقم الحديث: ۲۹۹۱) وأخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب في من يعطس ولايحمدالله: ۳۰۹/٤ (رقم الحديث: ۵۰۳۹) وأخرجه الترمذي في كتاب الأدب، باب ماجاء في إيجاب التشميت بحمدالعاطس: ۸٤/۵(رقم الحديث: ۲۷٤۲) وأخرجه النسائي في كتاب عمل اليوم و الليلة، باب مايقول إذاعطس: ٦٤/٦ (رقم الحديث: ۱۰۰۵۰) وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأدب، باب تشميت العاطس: ۱۲۲۳/۲ (رقم الحديث: ۳۷۱۳)

(۷٤) إرشاد الساري: ۲۱۹/۱۳

(۷۵) شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس: ٤۱۳/۲، فتح الباري: ۷۳۲/۱۰

چھینکنے کے بعد کتنے الفاظ کہنے چاہئیں

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ کتنے الفاظ کہنے چاہئیں، اس میں روایات مختلف ہیں:

❶ شارح بخاری ابن بطال نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ صرف "الحمدللہ" کہنا چاہیے اور اس پر کوئی اضافہ نہیں کرنا چاہیے (٧٦) دو بابوں کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث آرہی ہے، اس میں صرف "الحمدللہ" کا ذکر ہے۔

❷ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے جس میں ہے "إذاعطس أحدكم، فليقل: الحمدلله على كل حال" (٧٧)

امام ابوداود رحمہ اللہ نے "سنن" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مفہوم کی روایت نقل کی ہے۔ (٧٨)

❸ امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "الحمدلله رب العالمين" کہنا زیادہ بہتر ہے، روایت کے الفاظ ہیں...... إذا عطس الرجل، فقال: الحمدلله، قال الملك: رب العالمين، فإن قال: رب العالمين، قال الملك: يرحمك الله (٧٩) یعنی جب آدمی چھینکنے کے بعد "الحمدللہ" کہتا ہے تو فرشتہ "رب العالمين" کا اضافہ کردیتا ہے اور جب آدمی "الحمدلله رب العالمين" کہتا ہے تو فرشتہ "يرحمك الله" کہہ کر چھینکنے والے کے لیے رحمت کی دعا کردیتا ہے۔

❹ امام بخاری رحمہ اللہ نے "الأدب المفرد" میں اور طبرانی نے معجم میں حضرت علیؓ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں دونوں کو جمع کردیا ہے، اس میں ہے "من قال عند عطسة سمعها:

---

(٧٦) شرح ابن بطال: ٣٦٧/٩

(٧٧) الحديث أخرجه الترمذي في أبواب الآداب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ٨٣/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤١)

(٧٨) الحديث أخرجه أبوداود في كتاب الأدب، باب كيف تشميت العاطس: ٣٣٠/٢

(٧٩) الأدب المفرد مع فضل الله الصمد: ٣٧٦/٢

الحمدللّٰه رب العالمین علی کل حال، ماکان لم یجد وجع الضرس ولا الأذن أبدا" (۸۰)
یعنی جس نے چھینکنے کے بعد "الحمدللّٰه رب العالمین علی کل حال" کہا تو اسے داڑھ اور کان کا درد نہیں ہوگا۔

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن اس کے رجال ثقہ ہیں (۸۱) اور غیر مدرک بالقیاس امور میں حدیث موقوف بھی حدیث مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے، علمائے اصول حدیث نے اس قاعدے کی تصریح کی ہے۔ (۸۲)

❺ امام طبری رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

"عطس رجل عند النبي صلی اللّٰه علیه وسلم، فقال: الحمدللّٰه، فقال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: یرحمك اللّٰه، وعطس آخر ، فقال: الحمدللّٰه رب العالمین حمدا طیبا کثیرا مبارکا فیه، فقال: ارتفع هذا علی هذا تسع عشرة درجة" (۸۳)

اس مفہوم کی ایک روایت امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"صلیت مع النبي صلی اللّٰه علیه وسلم فعطست، فقلت: الحمدللّٰه حمدا طیبا مبارکافیه، مبارکا علیه کما یحب ربنا ویرضی، فلما انصرف، قال: مَنِ المتکلم؟ ثلاثا، فقلت: أنا، فقال: والذي نفسي بیده لقد ابتدرها بضعة وثلاثون ملکا أیهم یصعدبها" (۸۴)

---

(۸۰) الأدب المفرد مع فضل اللّٰه الصمد: ۲/۳۸۳، فتح الباري: ۱۰/۷۳۲
(۸۱) فتح الباري: ۱۰/۷۳۲
(۸۲) ظفرالأماني: ۳۲۱، شرح شرح نخبة الفکر للإمام، ملاّ علی القاري: ٥٤٦، ٥٤٧
(۸۳) فتح الباري: ۱۰/۷۳۳
(۸٤) الحدیث أخرجه الترمذي في أبواب الصلوة، باب ماجاء في الرجل یعطس في الصلوة: ۱/۹۱

حضرت رفاعہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، مجھے دورانِ نماز چھینک آئی تو میں نے یہ الفاظ کہے: "الحمدلله حمدا طيبا مبار كافيه، مبار كا عليه كما يحب ربنا ويرضى" حضورؐ جب نماز سے فارغ ہوئے تو تین مرتبہ پوچھا کہ یہ الفاظ کس نے کہے؟ میں نے بتلایا تو حضور نے فرمایا "بخدا تیس سے زیادہ فرشتے آسمان کی طرف لے جانے کے لیے ان کلمات کی طرف ایک دوسرے سے سبقت کرنے لگے تھے۔"

اس مفہوم کی ایک روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی ذکر کی ہے، لیکن اس میں "عطاس" کا ذکر نہیں، بلکہ امام کے سمع الله لمن حمده کہنے کے بعد ربنالك الحمد...... کا ذکر ہے۔(٨٥)

❻ ابن السنی نے حضرت ابورافع سے ایک روایت نقل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أتاني جبريل، فقال: إذا أنت عطست، فقل: الحمدلله لكرمه، الحمدلله لعزجلاله، فإن الله عزوجل يقول: صدق عبدي ثلاثاً مغفوراً له"(٨٦)

یعنی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا، جب آپ کو چھینک آئے تو یہ الفاظ کہیں "الحمدلله لكرمه، الحمدلله لعزجلاله" اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں تین بار فرمائیں گے "میرے بندے نے سچ کہا"، اس حال میں اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

چھینکنے کے بعد حمد کے ساتھ درود وسلام کے اضافہ کا حکم

حمد کے علاوہ درود وسلام وغیرہ کا اس میں اضافہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں بیہقی نے "شعب الایمان" میں ضحاک بن قیس یشکری کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے

عطس رجل عند ابن عمر، فقال: الحمدلله رب العالمين، فقال ابن عمر: لوتممتها:

(٨٥) الحديث أخرجه البخاري في كتاب الأذان، باب بلاترجمه، بعد باب فضل اللهم ربنا ولك الحمد: ١٠٩/١

(٨٦) فتح الباري: ٧٣٣/١٠

والسلام علی رسول اللہ(۸۷) یعنی ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی، اس نے الحمدللہ رب العالمین کہا، حضرت ابن عمر نے کہا، کاش آپ اس کو یہ الفاظ پڑھ کر مکمل کرتے والسلام علی رسول اللہ۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمد کے ساتھ سلام کا بھی اضافہ کر سکتے ہیں، لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہی سے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کے معارض ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے:

"إنّ رجلاً عطس إلی جنب ابن عمر، فقال: الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ ، قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ، لیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، علّمنا أن نقول: الحمدللہ علی کل حال......(۸۸)

یعنی ایک آدمی کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ" حضرت ابن عمرؓ نے کہا، میں بھی کہتا ہوں "الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ" لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہمیں یہ کلمات نہیں سکھائے بلکہ آپ نے ہمیں سکھلایا کہ ہم یہ الفاظ کہیں، الحمدللہ علی کل حال۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا...... ھذا حدیث غریب لانعرفه إلا من حدیث زیاد بن الربیع "(۸۹) زیاد بن ربیع کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: صدوق(۹۰)، ابن عدی نے فرمایا، ماأری بروایته بأسا(۹۱) امام بیہقی رحمہ اللہ نے پہلی والی روایت کو ترجیح دی ہے۔(۹۲)

(۸۷) شعب الإيمان للبيهقي، باب في تشميت العاطس، فصل في تشميت العاطس إذا حمد: ۲٤/۷ (رقم الحديث: ۹۳۲٦)

(۸۸) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب مايقول العاطس إذاعطس: ۸۱/۵ (رقم الحديث: ۲۷۳۸)

(۸۹) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب مايقول العاطس إذاعطس: ۸۱/۵

(۹۰) فتح الباري: ۷۳۳/۱۰

(۹۱) تهذيب التهذيب: ۳٦۵/۳ (رقم الترجمة: ٦۷۰)

(۹۲) فتح الباري: ۷۳۳/۱۰

ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ چھینکنے کے بعد "الحمدللہ" بھی کہہ سکتے ہیں، "الحمدللہ رب العالمین" بھی کہہ سکتے ہیں اور الحمدللہ علی کل حال بھی کہہ سکتے ہیں۔

باب کی روایت یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

عطس رجلان عند النبي صلى الله عليه وسلم

عطس باب ضرب اور نصر دونوں سے ہے، دو آدمیوں کو رسول اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چھینک آئی، معجم طبرانی کی روایت میں ہے کہ ان میں ایک عامر بن الطفیل تھا اور دوسرا اس کا بھتیجا تھا(۹۳) عامر بن الطفیل کفر کی حالت پر مرا تھا۔(۹۴)

فَشمَّت أحدهما ولم يشمت الآخر

ان میں سے ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یرحمك الله" کہا اور دوسرے کو نہیں کہا۔

شَمّت — تشميتاً باب تفعیل سے ہے، اس کے معنی ہیں چھینکنے والے کو یرحمك الله کہنا۔(۹۵)

فقيل له

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی گئی کہ آپ نے ایک کو جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا، آگے باب میں یہ روایت آرہی ہے، اس میں ہے "فقال الرجل: يارسول الله، بشمت هذا ولم تشمتني" عامر بن الطفیل اگرچہ کافر تھا لیکن اس نے آپ کو "یارسول اللہ" کہہ کر مخاطب کیا، لیکن اعتقاداً نہیں کیا تھا، بلکہ مسلمان چونکہ اس عنوان سے آپ کو مخاطب کرتے تھے، اس لیے عامر نے بھی ان الفاظ سے مخاطب کیا۔(۹۶)

---

(۹۳) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن عطس فلم يحمدالله: ٥٨/٨

(٩٤) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

(٩٥) عمدة القاري: ٢٢٨/٢٢، قال ابن الأثير: وفي حديث العطاس "فشمت أحدهما ولم يشمت الآخر" التشميت بالشين والسين: الدعاء بالخير والبركة، النهاية لابن الأثير: ٤٩٩/٢

(٩٦) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

هذا حمدالله ، وهذا لم يحمدالله

آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس نے چھینکنے کے بعد چونکہ "الحمد للہ" کہا تھا، اس لیے اس کے لیے "یرحمك الله" کہا گیا تھا اور اس دوسرے نے چونکہ "الحمدللّٰہ" نہیں کہا، اس لیے جواب نہیں دیا گیا، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے "إن هذا ذكرالله، فذكرتُه، وأنت نسيتَ الله فنسيتك"(٩٧)

اس سے معلوم ہوا کہ "یرحمك الله" کے الفاظ سے جواب اسی وقت دینا چاہیے جب چھینکنے والا "الحمدللّٰہ" کہے، طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "من بادر العاطس بالحمد عوفي من وجع الخاصرة، ولم يشتك ضرسه أبدا"(٩٨) یعنی چھینکنے والا اگر جلدی سے "الحمدللّٰہ" کہے گا تو وہ پسلی کے درد سے محفوظ رہے گا اور اس کی داڑھ میں کبھی شکایت پیدا نہیں ہوگی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث باب کے تحت چند فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفيه جواز السؤال عن علة الحكم، وبيانها للسائل، ولاسيما إذا كان له في ذلك منفعة، وفيه أن العاطس إذا لم يحمدالله لايلقن الحمد ليحمد فيشمت...... ومن آداب العاطس أن يخفض بالعطس صوته ويرفعه بالحمد، وأن يغطي وجهه، لئلايبدومن فيه أو أنفه مايؤذي جليسه ، ولايلوي عنقه يميناً ولا شمالا ، لئلايتضرر بذلك"(٩٩)

یعنی اس سے ایک تو حکم کی علت کے متعلق سوال کرنے اور علت بیان کرنے کا جواز معلوم ہوا، خاص کر جب اس میں کوئی فائدہ بھی ہو، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر چھینکنے والے نے "الحمدللّٰہ" نہیں کہا تو اسے حمد کہنے کی تلقین نہیں کی جانی چاہیے کہ وہ حمد کہے تاکہ جواب میں اسے "یرحمك الله"

(٩٧) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن عطس فلم يحمدالله: ٥٧/٨

(٩٨) مجمع الزوائد للهيثمي، كتاب الأدب، باب فيمن بادر العاطس بالحمد: ٥٧/٨

(٩٩) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

کہا جائے...... چھینکنے والے کے لیے ایک ادب تو یہ ہے کہ وہ چھینک کی آواز کو آہستہ رکھنے کی کوشش کرے اور "الحمدللہ" بلند آواز سے پڑھے، چہرے کو ڈھانپ دے تاکہ اس کے منہ اور ناک کی چھینٹیں ساتھ بیٹھنے والے کے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں، گردن کو دائیں بائیں نہ موڑے۔

امام ابوداود اور امام ترمذی نے اپنی "سنن" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا عطس، وضع يده أو ثوبه على فيه، وخفض أوغضّ بها صوته"(١٠٠) یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آپ اپنا ہاتھ یا کپڑا منہ پر رکھتے اور اپنی آواز دباتے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن فوائد التشميت تحصيل المودة والتاليف بين المسلمين، وتأديب العاطس بكسر النفس عن الكبر، والحمل على التواضع، لما في ذكر الرحمة من الإشعار بالذنب الذي لايعرى عنه أكثر المكلفين"(١٠١)

یعنی تشمیت کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے آپس میں محبت و مودت کے حصول کا ذریعہ ہے، دوم اس میں چھینکنے والے کی کسر نفسی اور اسے تواضع پر آمادہ کرنے کی تربیت بھی ہے اس لیے کہ اس میں "یرحمک اللہ" کہا جاتا ہے، رحمت کی دعا کی جاتی ہے جس میں گناہوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جن سے اکثر مکلّف خالی نہیں۔

١٢٤ - باب : تَشْمِيتِ الْعَاطِسِ إِذَا حَمِدَ اللَّهَ .

فِيهِ أَبُو هُرَيْرَةَ . [ر : ٥٨٦٩ ، ٥٨٧٠]

٥٨٦٨ : حدّثنا سُلَيْمانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قالَ : سَمِعْتُ

(١٠٠) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في العطاس: ٣٠٧/٤ (رقم الحديث: ٥٠٢٩) اور ترمذی میں ہے: إذاعطس غطّى وجهه بيده أوبثوبه، وغضّ بها صوته...... (سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في خفض الصوت، وتخمير الوجه عندالعطاس: ٨٦/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤٥)

(١٠١) فتح الباري: ٧٣٥/١٠

مُعَاوِيَةَ بْنَ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ ، عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ ٱللّٰهُ عَنْهُ قالَ : أَمَرَنَا النَّبِيُّ ﷺ بِسَبْعٍ ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَإِجَابَةِ ٱلدَّاعِي ، وَرَدِّ السَّلَامِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ ، أَوْ قالَ : حَلْقَةِ الذَّهَبِ ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ ، وَالدِّيبَاجِ ، وَالسُّنْدُسِ ، وَالْمَيَاثِرِ . [ر : ١١٨٢]

تشمیت کے معنی

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ ''تشمیت'' اصل میں ''تسمیت'' سین کے ساتھ ہے جس کے معنی ہیں هداك الله إلى السَمْت، سمت طریقہ، سیرت اور طرف کو کہتے ہیں، پھر سین کو شین سے بدل دیا گیا، تشمیت العاطس کے معنی ہیں: چھینکنے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنا، یرحمک اللہ کہنا(۱)

علامہ ابن عبدالبر ''التمهید'' میں فرماتے ہیں: أما التشميت : فمعناه: أبعدالله عنك الشماتة، وجنبك مايشمت به عليك، وأما التسميت : فمعناه: جعلك الله على سمت حسن(۲)

یعنی تشمیت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو دشمنوں کی شماتت اور ہنسی سے محفوظ رکھے اور تسمیت کے معنی ہیں: اللہ آپ کو اچھی سیرت پر قائم کردے۔

تشمیت کا حکم

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ تشمیت کی مشروعیت کو بیان فرمارہے ہیں، چھینکنے والا اگر ''الحمدللہ'' کہے تو اس کے جواب میں ''یرحمک اللہ'' کہنے کا کیا حکم ہے، اس میں اختلاف ہے:

❶ یہ سنت علی الکفایہ ہے، مجلس میں کسی ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے یہ سنت ادا ہوجائے گی، حضرات شافعیہ میں سے امام نووی رحمہ اللہ نے اسی قول کو مختار قرار دیا، بعض مالکیوں نے بھی

(۱) شرح مسلم للنووي كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب والفضة: ۱۸۸/۲

(۲) التمهيد لابن عبدالبر في مرويات عبدالله بن أبي بكر حديث تاسع عشر: ۳۳٤/۱۷

اسی کو اختیار کیا ہے۔(۳)

❷ ظاہریہ، مالکیہ میں سے ابن مزین اور بعض شوافع کے نزدیک فرض عین ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے(۴) انھوں نے اس کے فرض عین ہونے پر چند دلائل پیش فرمائے ہیں:

ا)...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اگلے باب میں آرہی ہے، جس میں ہے "فحق علی كل مسلم سمعه أن يشمته" یعنی ہر اس مسلمان پر یہ حق ہے جس نے چھینک سنی کہ وہ اس کا "یرحمك الله" سے جواب دے۔

ب)...... امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "حق المسلم على المسلم ست......" اور ان میں سے ایک "تشمیت" کو ذکر کیا ہے۔(۵)

ج)...... بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث میں ہے "خمس تجب للمسلم على المسلم......" اور ان میں سے "تشمیت" کو بھی شمار کیا ہے۔(۶)

مسند احمد میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے "إذا عطس أحدكم، فليقل: الحمدلله على كل حال، ولْيَقل الذي يرد عليه: يرحمك الله"(۷)(جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمدلله على كل حال" کہے اور جواب دینے والا "یرحمك الله" کہے)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں "تجب" کا لفظ صراحتاً آیا ہے، لفظ "حق" آیا ہے "علی" آیا ہے اور امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو اصلاً وجوب کے لیے آتا ہے، لہٰذا ان کا

(۳) الأذكار النووية مع الفتوحات الربانية، كتاب السلام والاستيذان وتشميت العاطس، باب تشميت العاطس وحكم التثاؤب: ۱۵/٦

(٤)قال ابن القيم رحمه الله: ظاهر الحديث المبدوء به: أن التشميت فرض عين على كلّ من سمع العاطس يحمدالله (زاد المعاد، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في أذكار العطاس: ٤٣٧/٢)

(٥) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردّالسلام: ١٧٠٥/٤ (رقم الحديث: ٢١٦٢)

(٦) صحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردّالسلام: ١٧٠٤/٤ (رقم الحديث: ٢١٦٢) صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز (رقم الحديث: ١٢٤٠)

(٧)مسند أحمد بن حنبل، في مسانيد أبي أيوب رضي الله عنه : ٤١٩/٥

تقاضا یہی ہے کہ اسے فرض عین قرار دیا جائے کہ حضرات فقہاء نے ان سے کم دلیلوں کی بنیاد پر کئی امور میں فرض عین کو ثابت کیا ہے۔(۸)

❸ حضرات حنفیہ، اکثر حنابلہ، شوافع اور مالکیہ میں سے ابن رشد اور ابن العربی کے نزدیک فرض کفایہ ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو ترجیح دی ہے۔(۹)

ذکر کردہ تمام احادیث بلا شبہ وجوب و فرضیت پر دلالت کرتی ہیں لیکن یہ دلالت علی سبیل الکفایہ ہونے کی منافی نہیں ہے، مثلاً سلام کا جواب دینا بھی اس کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے لیکن وہ بالاتفاق واجب علی الکفایہ ہے، لہٰذا یہ واجب تو ہے، تاہم اگر کسی ایک نے جواب دے دیا تو مجلس میں سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔(۱۰) البتہ یہ وجوب اسی وقت ہے جب چھینکنے والے نے "الحمد للہ" کہا ہو، ورنہ نہیں۔

فيه أبوهريرة

اس سے اگلے باب میں ذکر کردہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مراد ہے جس کے الفاظ ہیں: "إن الله يحب العطاس، ويكره التثاؤب، فإذا عطس فحمدالله، فحق على كل مسلم سمعه أن يشمته......" (یعنی اللہ تعالیٰ کو چھینک پسند اور جمائی ناپسند ہے، تم میں سے جب کسی کو چھینک آئے تو وہ الحمدللہ کہے اور سننے والے مسلمان کا حق ہے کہ وہ "يرحمك الله" سے اس کا جواب دے۔)

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب کے اندر حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی جو روایت ذکر کی ہے، اس میں مطلقاً "تشميت العاطس" کا ذکر ہے، کسی قسم کی کوئی قید نہیں، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "إذا حمدالله" کی قید لگائی ہے، یہ قید حضرت ابوہریرہؓ کی اوپر ذکر کردہ روایت میں ہے، امام بخاریؒ نے "فيه أبوهريرة" کہہ کر اس طرف اشارہ کیا کہ حضرت براء بن عازب کی روایت میں مطلق

(۸) فتح الباري: ۷۳٦/۱۰

(۹) فتح الباري: ۷۳٦/۱۰، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۲۹۳/۵

(۱۰) فتح الباري: ۷۳٦/۱۰

تشمیت کا ذکر ”إذا حمداللّٰہ“ کی قید کے ساتھ مقید ہے۔

شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کو چاہیے تھا کہ اس باب میں اولاً حضرت ابوہریرہؓ کی پوری روایت ذکر کرتے، اس کے بعد حضرت براء بن عازبؓ کی روایت لاتے، تاکہ معلوم ہوتا کہ اس میں عام اپنے عموم پر نہیں لیکن امام کو موت واجل نے موقع نہیں دیا اور وہ اس طرح تہذیب و ترتیب قائم نہیں کرسکے۔(۱۱) لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والواقع أن هذا الصنيع لايختص بهذه الترجمة، بل قد أكمل منه البخاري الصحيح، فطالما ترجم بالتقييد والتخصيص كما في حديث الباب من إطلاق أوتعميم، ويكتفي من دليل التقييد والتخصيص بالإشارة، إما لما وقع في بعض طرق الحديث الذي يورده، أو في حديث آخر، كما صنع في هذا الباب، فإنه أشار بقوله: ”فيه أبوهريرة“ إلى ماورد في حديثه من تقييد الأمر بتشميت العاطس بما إذا حمد، وهذا أدق التصرفين، ودل إكثاره من ذلك على أنه عن عمد منه، لا أنه مات قبل تهذيبه، بل عد العلماء ذلك من دقيق فهمه، وحسن تصرفه في إيثار الأخفى على الأجلى، شحذا للذهن، وبعثا للطالب على تتبع طرق الحديث إلى غيرذلك من الفوائد“(۱۲)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس اسلوب وصنیع سے صحیح بخاری کے تراجم بھرے پڑے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ ایک خاص ترجمہ یا قید کے ساتھ مقید ترجمۃ الباب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت جو حدیث ذکر فرماتے ہیں، وہ حدیث عام ہوتی ہے یا مطلق ہوتی ہے، امام بخاری ترجمۃ الباب کو خاص اور مقید ذکر کرکے اشارہ کردیتے ہیں کہ حدیث میں عام سے خاص اور مطلق سے مقید مراد ہے کیونکہ یہ تخصیص وتقیید اس حدیث کے بعض طرق میں مذکور ہوتی ہے، امام

(۱۱) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٣٦/٩

(۱۲) فتح الباري: ٧٣٧/١٠

بخاریؒ ترجمۃ الباب سے ان طرق کی طرف اشارہ فرمادیتے ہیں، یا کسی دوسری حدیث میں اس کا ذکر ہوتا ہے، امام اس کی طرف رہنمائی فرمادیتے ہیں...... جیسے یہاں "فیه أبوهريرة" کہہ کر دوسری حدیث کی طرف اشارہ کردیا جس میں تشمیت کا حکم مطلق نہیں بلکہ مقید بالحمد ہے، صحیح بخاری کے تراجم میں یہ صنیع بکثرت پائی جاتی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ امام تشحیذ اذہان کے لیے اور طالب علم کو طرق حدیث کی تلاش پر ابھارنے کے لیے ایسا بالقصد کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو تشمیت کے حکم سے مستثنیٰ ہیں

❶ بہرحال تشمیت کے اس عام حکم سے ایک تو وہ چھینکنے والا مستثنیٰ ہے، جس نے "الحمد للہ" نہیں کہا ہو۔

❷ دوم کافر بھی اس حکم کے تحت داخل نہیں، سنن ابی داود میں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "كانت اليهود يتعاطسون عند النبي صلى الله عليه وسلم رجاء أن يقول: يرحمكم الله، فكان يقول: يهديكم الله ويصلح بالكم"(۱۳) (یہودی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چھینکتے تھے، اس امید پر کہ حضور ان کو "يرحمك الله" سے جواب دیں، لیکن حضورؐ يهديكم الله ويصلح بالكم (یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری حالت کی اصلاح کرے) فرمایا کرتے تھے۔)

❸ سوم: زکام کی وجہ سے چھینکنے والا شخص بھی اس حکم کے عموم میں داخل نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "شمت أخاك واحدة، وثنتين، وثلاثا، وماكان بعد ذلك فهو زكام"(۱۴) یعنی اپنے مسلم بھائی کو یرحمک اللہ سے جواب دو، ایک بار، دو بار، تین بار، اس کے بعد اگر چھینک آتی ہے تو وہ زکام ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں عبداللہ بن ابی بکر کے طریق سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ

---

(۱۳) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كيف يشمت الذمي: ٣٠٨/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٨)

(١٤) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كم مرّة يشمت العاطس: ٣٠٨/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إن عطس فشمِّته، ثم إن عطس فشمِّته، ثم إن عطس فشمِّته، ثم إن عطس،فقل: إنك مضنوك" قال عبداللّٰه بن أبي بكر: لا أدري، أبعد الثالثة أوالرابعة"(١٥) یعنی اگر اسے چھینک آتی ہے تو اس کو "یرحمك اللّٰه" سے جواب دو، پھر چھینک آتی ہے تو "یرحمك اللّٰه" کہو، پھر آتی ہے تو "یرحمك اللّٰه" کہو، پھر چھینکے تو کہو تم زکام زدہ ہو، راوی عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ جملہ تیسری بار چھینکنے کے بعد کہنا ہے یا چوتھی بار کے بعد۔)

عبدالرزاق نے بھی اپنی "مصنف" میں عبداللہ بن ابی بکر کے طریق ہی سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "فشمِّته ثلاثا، فماكان بعدذلك، فهوزكام"(١٦) یعنی تین بار "یرحمك اللّٰه" کہو، اس کے بعد زکام ہے۔

ابن ابی شیبہ نے عمرو بن العاص کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "شمّتوه ثلاثا، فإن زاد، فهوداء يخرج من رأسه"(١٧) (یعنی تین بار "یرحمك اللّٰه" کہو، اس سے زیادہ چھینک آئے تو وہ ایک بیماری ہے جو اس کے سر سے نکلتی ہے) لیکن یہ روایت موقوف ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن زبیر کی ایک موقوف روایت بھی انھوں نے نقل کی ہے "إن رجلا عطس عنده، فشمته، ثم عطس، فقال له في الرابعة: أنت مضنوك"(١٨) یعنی عبداللہ بن زبیر کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی، انھوں نے "یرحمك اللّٰه" کہا، اسے پھر چھینک آئی، تو چوتھی مرتبہ میں انھوں نے کہا "تم زکام زدہ ہو")

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایک مرفوع روایت عبداللہ بن مبارک کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے: عطس رجل عند رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، وأنا شاهد، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: يرحمك اللّٰه، ثم عطس الثانية والثالثة، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: هذا رجل مزكوم۔

---

(١٥) الموطأ للإمام مالك رحمه اللّٰه، كتاب الاستئذان، باب التشميت في العاطس: ٩٦٥/٢

(١٦) مصنف عبدالرزاق، باب وجوب التشميت: ٤٥٣/١٠ (رقم الحديث: ١٩٦٨٢)

(١٧) فتح الباري: ٧٣٧/١٠

(١٨) فتح الباري: ٧٣٧/١٠

یعنی حضورؐ کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی، میں حاضر تھا، حضورؐ نے ”یرحمک اللہ“ فرمایا، اسے دوسری اور تیسری بار چھینک آئی تو حضورؐ نے فرمایا ”اس کو زکام ہے۔“

اس کے بعد امام ترمذی نے یہی روایت یحیی بن سعید کے طریق سے نقل کی، اس میں ”إلاّ أنّه قال له في الثالثة: أنت مزکوم“ ہے یعنی تیسری بار حضورؐ نے فرمایا: أنت مزکوم۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس روایت کو عبداللہ بن مبارک کی روایت پر ترجیح دی ہے۔(۱۹)

ان تمام روایتوں سے یہ بات تو بہر حال قطعی طور پر معلوم ہوئی کہ ”تشمیت“ کے حکم عام سے زکام کی وجہ سے چھینکنے والا شخص مستثنیٰ ہے۔

البتہ آگے روایات میں اختلاف ہے کہ دوسری بار اس پر یہ حکم لگایا جائے گا یا تیسری مرتبہ چھینکنے سے اسے ”مزکوم“ قرار دیا جائے گا، صحیح اور راجح قول تیسری مرتبہ چھینکنے پر اس حکم کے لاگو کرنے کا ہے(۲۰) اور مطلب یہ ہوگا کہ اب آپ اس دعا کے مستحق نہیں کیونکہ یہ دعا شریعت میں اس چھینکنے والے شخص کے ساتھ خاص ہے جو چھینک کسی بیماری اور زکام کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ وہ چھینک مراد ہے جو نشاط و تازگی کا سبب بنتی ہے اور جو کسی بیماری اور زکام کا نتیجہ نہیں ہوتی، چنانچہ علامہ ابن عربی شرح ترمذی میں لکھتے ہیں:

”إذا تكرر العطاس في المجلس الواحد، تكرر القول في الحمد والرد...... فاختلف الرواة فيه اختلافا كثيرا، فقيل: يقال له في الثانية: إنك مزكوم، وقيل: يقال له في الثالثة، وقيل في الرابعة...... والأصح أن ذلك في الثالثة، المعنى في قوله: إنك مضنوك، أي مضيق على مجارى نفسك، فهو مرض حادث لاخفة محمودة، فإن قيل: كان حقه إذا دل على أنه ألم أن يضاعف له الدعا؟ قيل: يدعى له، ولكن ليس بدعاء العطاس المشروع، ولكن دعاء المسلم لمسلم من العافية والسلامة،

(۱۹) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كم يشمت العاطس: ٨٤/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤٣)

(۲۰) فتح الباري: ٧٣٨/١٠

وليس من باب التشميت"(٢١)

اس عبارت میں یہ اشکال بھی حل کر دیا گیا کہ زکام کی وجہ سے چھینکنے والا "یرحمك الله" کہنے کا تو زیادہ مستحق ہے، پھر اس کے حق میں "تشمیت" کیوں ضروری نہیں؟

جواب واضح ہے کہ "یرحمك الله" کہنا اس موقع پر ایک مخصوص عمل کے طور پر شرعاً وضع کیا گیا ہے، لہذا بیمار کے لیے دوسری دعائیں تو کی جائیں، لیکن "تشمیت" کا حکم اس کے حق میں جاری نہیں ہوگا۔(۲۲)

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کسی زکام زدہ کو پے در پے چھینکیں نہیں آتیں، بلکہ وقفہ وقفہ سے ایک ایک چھینک آتی ہے، یا زکام کی وجہ سے مجلس میں صرف ایک ہی چھینک آئی، دو تین چھینکیں نہیں آئیں تو تشمیت اس کے حق میں ضروری نہیں، کیونکہ وہ بیمار ہے۔(۲۳)

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ کسی شخص کو زکام ہی کی وجہ سے چھینکیں آرہی ہیں، لیکن وہ "الحمدللہ" کہہ رہا ہے تو اس کے جواب میں "یرحمك الله" کہنا جائز ہے یا نہیں؟......اس میں دو قول ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے جسے ابویعلی اور ابن السنی نے ذکر کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "إذاعطس أحدكم فليشمته جليسه، فإن زاد على ثلاث، فهو مزكوم، ولا يشمته بعد ثلاث"(۲۴)

اس حدیث میں تین مرتبہ کے بعد تشمیت سے منع کیا گیا ہے، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی سند میں ایک راوی کا حال مجھے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ روایت کی باقی سند صحیح ہے۔(۲۵)

(٢١) شرح الترمذي لابن عربي المالكي، كتاب الأدب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ١٠/٢٠١-٢٠٢

(٢٢)فتح الباري: ١٠/٧٢٩

(٢٣)فتح الباري: ١٠/٧٤٠

(٢٤)فتح الباري: ١٠/٧٣٩

(٢٥)فتح الباري: ١٠/٧٣٩

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا وہ راوی سلیمان بن ابی داود ہیں جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف اور غیر مامون قرار دیا ہے۔(۲۶)

اس کے برعکس عبید بن رفاعہ کی ایک روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے جسے امام ترمذی اور ابوداود نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں "قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم : يشمت العاطس ثلاثاً، فإن زاد، فإنْ شئت فشمته، وإن شئت فلا"(۲۷)

اس روایت سے اختیار اور جواز معلوم ہوتا ہے، اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو مجہول اور حدیث کو غریب قرار دیا ہے، انھوں نے فرمایا "هذا حديث غريب، وإسناده مجهول"(۲۸)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تمام سند مجہول نہیں، بلکہ اکثر راوی ثقہ ہیں، البتہ بعض ناموں میں تغییر وابہام پایا جاتا ہے۔(۲۹) ابن عربی رحمہ اللہ نے شرح ترمذی میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"وهو وإن كان مجهولا، فإنه يستحب العمل به، لأنه دعاء بخير وصلة للجليس وتودده"(۳۰)

یعنی اگرچہ اس میں راوی مجہول ہے، تاہم اس پر عمل کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ دعائے خیر ہے، اور اس میں ساتھی سے تعلق ومحبت کا اظہار بھی ہے۔

ابن عبدالبر نے شرح مؤطا میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس پر عمل کرنا زیادہ

---

(٢٦) فتح الباري: ٧٣٩/١٠

(٢٧) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كم يشمت العاطس: ٨٥/٥ (رقم الحديث: ٢٧٤٤) اور سنن ابی داود میں ہے "تشميت العاطس ثلاثاً، فإن شئت أن تشمّته فشمته، وإن شئت فكف" سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب كم مرة يشمت العاطس: ٣٠٨/٤ (رقم الحديث: ٥٠٣٦)

(٢٨) سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كم يشمت العاطس: ٨٥/٥

(٢٩) فتح الباري: ٧٣٩/١٠

(٣٠) شرح الترمذي لابن عربي المالكي، كتاب الأدب، باب ماجاء كم يشمت العاطس: ٢٠٥/١٠

بہتر واولی ہے۔(۳۱)

حاصل کلام یہ کہ تشمیت کے حکم عام سے تین آدمیوں کی تخصیص کی گئی ہے، ایک وہ شخص جس نے الحمدللہ نہیں کہا، دوم کافر اور سوم زکام زدہ۔

علماء نے ان تین کے ساتھ چوتھے نمبر پر اس شخص کو بھی شامل کیا ہے جو تشمیت کو پسند نہیں کرتا، یعنی کسی آدمی کے بارے میں قرائن سے معلوم ہو جائے کہ وہ تشمیت کو اچھا نہیں سمجھتا تو اس کو "یرحمك الله" سے جواب نہیں دینا چاہیے، تشمیت اگرچہ سنت ہے، لیکن یہ صرف اس شخص کے حق میں مسنون ہے، جو اسے پسند کرتا ہو، کوئی اسے کسی بھی وجہ سے پسند نہیں کرتا ہے تو اس کے حق میں یہ سنت نہیں۔(۳۲)

ابن دقیق العید نے فرمایا کہ "تشمیت" اس وقت تک ترک نہ کی جائے جب تک ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اندیشہ ضرر کی صورت میں اس کے ترک کرنے کی گنجائش ہے، اس سے پہلے نہیں۔(۳۳)

١٢٥ – باب : ما يُسْتَحَبُّ مِنَ الْعُطَاسِ وَما يُكْرَهُ مِنَ التَّثَاؤُبِ .

٥٨٦٩ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : (إِنَّ ٱللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ ، فَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ ٱللهَ ، فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يُشَمِّتَهُ ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ : فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَلْيَرُدَّهُ ما اسْتَطَاعَ ، فَإِذَا قالَ : هَا ، ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ) . [ر : ٣١١٥]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چھینک کے پسندیدہ ہونے اور جمائی کے ناپسند ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

---

(۳۱) التمهيد لابن عبدالبر في مرويات عبدالله بن أبي بكر، حديث تاسع عشر: ٣٢٨/١٧

(٣٢)فتح الباري: ٧٤٠/١٠

(٣٣)فتح الباري: ٧٤٠/١٠

روایت باب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، جب کوئی شخص چھینکے اور "الحمد لله" کہے تو ہر اُس مسلمان پر جو اس کو سنے واجب ہے کہ اس کا "یرحمك الله" سے جواب دے، جہاں تک تعلق جمائی کا ہے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، حتی الوسع جمائی کو روکنے کی کوشش کرے، کیونکہ جمائی لیتے ہوئے جب کوئی شخص "ھاء" کی آواز نکالتا ہے تو شیطان ہنستا (اور خوش ہوتا) ہے۔

عُطاس یعنی چھینک چستی، نشاط اور بدن کے خفیف ہونے کی وجہ سے آتی ہے اور چھینکنے کے بعد آدمی کی طبیعت میں مزید تروتازگی اور نشاط پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے یہ پسندیدہ ہے۔

اس کے برعکس جمائی سستی، کاہلی کی علامت ہوتی ہے اور بدن کے بوجھل ہونے کے سبب سے پیدا ہوتی ہے، اس لیے وہ ناپسندیدہ ہے، حاصل یہ کہ چھینک کا پسندیدہ ہونا اور جمائی کا ناپسند ہونا، ان دونوں کے سبب کے اعتبار سے ہے، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فالمحبة والكراهة المذكوران منصرفان إلى مائنشأ عن سببهما" (۳۴)

جمائی شیطان کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح زیادہ کھانا کہ طبیعت بوجھل اور کاہل ہو جائے، شیطان کے واسطے اور وسوسے سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی نسبت شیطان کی طرف کر دی گئی ہے۔ (۳۵)

جمائی لیتے ہوئے انسان کی صورت بگڑ جاتی ہے، اس بگڑی ہوئی صورت کو دیکھ کر شیطان خوش ہو جاتا ہے۔

١٢٦ – باب : إِذَا عَطَسَ كَيْفَ يُشَمَّتُ .

٥٨٧٠ : حدّثنا مالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ دِينَارٍ ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا عَطَسَ

(٣٤) إرشادالساري: ١٣/٢٢٣

(٣٥) إرشادالساري: ١٣/٢٢٦

أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ : الحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَإِذَا قالَ لَهُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ ، فَلْيَقُلْ : يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ).

چھینکنے والے کو کس طرح جواب دیا جائے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا طریقہ اس باب میں بیان فرمایا ہے۔

روایت باب میں اس کا طریقہ بیان کر دیا گیا ہے کہ چھینکنے والا "الحمدللہ" کہے اور اس کا ساتھی اسے "یرحمك اللّٰہ" سے جواب دے، جب وہ اس کو "یرحمك اللّٰہ" کہے تو یہ جواب میں "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہے۔

حاصل یہ کہ جب چھینک کا جواب کوئی "یرحمك اللّٰہ" سے دے تو چھینکنے والا اس کے بدلے میں دو دعائیہ جملے کہے، ایک یھدیکم اللہ اور دوسرا یصلح بالکم۔

طبری نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت نقل کی ہے، اس میں "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کی بجائے "یغفر اللہ لناولکم" ہے یعنی چھینکنے والا "یرحمك اللّٰہ" کا جواب "یغفر اللہ لناولکم" سے دے۔(۳٦)

شارح بخاری ابن بطالؒ نے امام مالک اور امام شافعی کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے حدیث میں وارد دونوں طرح کے جملوں میں اختیار دیا ہے۔(۳۷)

ابن رشد نے فرمایا کہ "یغفر اللہ لناولکم" کہنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ مکلّف طلب اور دعائے مغفرت کا زیادہ محتاج ہوتا ہے،(۳۸) بہرحال مشہور تو "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" ہے جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے، اگر دونوں کو جمع کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔(۳۹)

---

(٣٦) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٨، إرشاد الساري: ١٣/٢٢٥

(٣٧) شرح صحيح البخاري لابن بطال: ٩/٣٦٩، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

(٣٨) فتح الباري: ١٠/٧٤٣، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

(٣٩)فتح الباري: ١٠/٧٤٣، إرشادالساري: ١٣/٢٢٥

١٢٧ – باب : لَا يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ إِذَا لَمْ يَحْمَدِ ٱللهَ .

٥٨٧١ : حدّثنا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ قالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ ٱللهُ عَنْهُ يَقُولُ : عَطَسَ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ ، فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ ٱللهِ ، شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِي ، قالَ : (إِنَّ هٰذَا حَمِدَ ٱللهَ ، وَلَمْ تَحْمَدِ ٱللهَ) . [ر : ٥٨٦٧]

جیسا کہ اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ یہ بحث گذر چکی ہے کہ چھینکنے والا اگر "الحمدللہ" کہے گا تب اسے جواب دینا ضروری ہے، لیکن اگر اس نے "الحمدللہ" نہیں کہا تو چھینک سننے والے پر کوئی جواب واجب نہیں۔ حدیث باب میں اس کی تصریح آگئی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی شخص کو چھینک آئی اور اس نے "الحمدللہ" نہیں کہا تو اس کو "الحمدللہ" یاد دلانا مستحب ہے تاکہ وہ "الحمدللہ" کہے اور پھر اسے "یرحمك اللہ" سے جواب دیا جائے۔(۴۰)

١٢٨ – باب : إِذَا تَثَاوَبَ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيهِ .

٥٨٧٢ : حدّثنا عاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا ٱبْنُ أَبِي ذِئْبٍ ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قالَ : (إِنَّ ٱللهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ وَحَمِدَ ٱللهَ ، كانَ حَقًّا عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ سَمِعَهُ أَنْ يَقُولَ لَهُ : يَرْحَمُكَ ٱللهُ ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ : فَإِنَّمَا هُوَ مِنَ الشَّيْطَانِ ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ ما اسْتَطَاعَ ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا تَثَاءَبَ ضَحِكَ مِنْهُ الشَّيْطَانُ) . [ر : ٣١١٥]

کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ منہ پر ہاتھ رکھ دیا کرے، جمائی کے وقت منہ کھل جاتا ہے اور اگر ہاتھ وغیرہ رکھ کر منہ ڈھانپا نہ جائے تو ایک تو منہ کے اندر مکھی وغیرہ کے داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے،

(٤٠) إرشادالساري: ١٣/٢٢٦، فتح الباري: ١٠/٧٤٥

دوسرا چہرہ بدنما لگتا ہے، اس لیے اسے ڈھانپ دینا چاہیے۔ "تثاوب" واو کے ساتھ بھی ہے اور ہمزہ کے ساتھ "تثاء ب" بھی ہے۔

حدیث باب میں ہاتھ رکھنے کا ذکر نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ الفاظ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے، وہاں روایت کے الفاظ ہیں: "إذاتثاوب أحدكم فليضع يده على فيه، ولايعوى، فإن الشيطان يضحك منه" (۴۱) یعنی تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ منہ پر رکھے اور زور سے آواز نہ نکالے، اس لیے کہ شیطان اس کی وجہ سے ہنستا ہے۔

یہ روایت چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے امام نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کیا، مسلم شریف کی روایت میں ہے "إذاتثاء ب أحدكم فليمسك بيده على فمه" (۴۲)

فإذا تثاوب أحدكم فليرده مااستطاع

یعنی کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو حتی الوسع روکے، یعنی روکنے کے اسباب اختیار کرے۔

بعضوں نے کہا کہ "إذا تثاوب"، "إذا أراد أن يتثاوب" کے معنی میں ہے، یعنی کوئی جمائی لینا چاہے تو جمائی نہ لے بلکہ اس کو رد کردے۔ (۴۳)

جمائی جب خود بخود آتی ہے تو اسے رد کرنا بسا اوقات مشکل ہوتا ہے، نماز میں اس کی کراہت اور بڑھ جاتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کیا جائے تو جمائی آنا موقوف ہو جاتا ہے۔

شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ایک خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی، امام بخاریؒ نے "تاریخ" میں اور ابن ابی شیبہ نے "مصنف" میں یزید بن الاصم سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے، اس میں ہے "ماتثاء ب النبي صلى الله عليه

---

(٤١) سنن ابن ماجه، كتاب الصلاة باب مايكره في الصلاة، رقم الحديث: ٩٦٨، إرشادالساري: ١٣/ ٢٢٧، فتح الباري: ١٠/ ٧٤٦

(٤٢) صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاوب: ٢/ ٤١٣

(٤٣) فتح الباري: ١٠/ ٧٤٦

وسلم قط"(۴۴)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں یہ وضاحت نہیں کی کہ جمائی آنے کے وقت کون سا ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے؟ کسی روایت میں اس کی تصریح بھی نہیں، البتہ صحیح ابی عوانہ میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد ایک راوی سہیل کا عمل نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے حدیث بیان کرنے کے بعد اپنا بایاں ہاتھ منہ پر رکھا،(۴۵) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بایاں ہاتھ منہ پر رکھنا چاہیے لیکن ان کے اس عمل میں یہ بھی امکان ہے کہ شاید دائیں ہاتھ کی تخصیص کو ختم کرنے کے لیے انھوں نے ایسا کیا ہو، یہ بتلانے کے لیے کہ منہ کے اوپر ایسے مواقع میں بایاں ہاتھ بھی رکھا جاسکتا ہے۔(۴۶) واللہ أعلم

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمدوعلى آله وصحبه أجمعين

☆☆☆

وهذا آخر ما أردنا إيراده من شرح أحاديث كتاب الطب و كتاب اللباس و كتاب الأدب من صحيح البخاري رحمه الله تعالىٰ للشيخ المحدث الحليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه ومتعنا الله بطول حياته وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الإثنين ١٢ ربيع الأول ١٤٢٥هـ الموافق ٣ مايو ٢٠٠٤ م والحمدلله الذي بنعمته تتم الصالحات وصلى الله عليه النبي الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الأرض والسموات، رتبه وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق و التصنيف والأستاذ بالحامعة الفاروقية، وفقه الله تعالى لإتمام باقي الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شيء قدير، ولاحول ولاقوة إلابالله العلي العظيم، ويليه إن شاء الله شرح كتاب الاستيذان۔

---

(٤٤) فتح الباري: ١٠/٧٤٧

(٤٥)إرشادالساري: ١٣/٢٢٧

(٤٦)إرشادالساري: ١٣/٢٢٧

مصادر ومراجع كشف الباری

كتاب الطب، كتاب اللباس، كتاب الأدب

☆.القرآن الكريم.

☆.الأبواب والتراجم للبخاري.حضرت شيخ الحديث مولانا محمد زكريا كاندهلوي صاحب، رحمه الله، المتوفى١٤٠٢هـ ١٩٨٢م. ايج ايم سعيد كمپني.

☆. إتحاف السادة المتقين بشرح أسرار إحياء علوم الدين. علامه سيد محمد بن محمدالحسيني الزَّبيدي المشهور بمرتضىٰ رحمه الله، المتوفىٰ ١٢٠٥هـ دارإحياء التُراث العربي.

☆.الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان. الإمام أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٣٥٤هـ ،مؤسّسة الرسالة بيروت.

☆.أحسن الفتاوى حضرت مفتي رشيد أحمد لدهيانوى رحمه الله، ايچ، ايم سعيد كمپنی.

☆.أحكام القرآن، علامه محمد بن عبدالله ابن العربی مالكیؒ، دارالمعرفة بيروت.

☆.أحكام القرآن. علامه أبوبكر أحمد بن علی جصاص، دارالكتب العربية، بيروت.

☆.أحكام القرآن. حضرت مولانا ظفر أحمد عثمانيؒ، إدارة القرآن كراچی.

☆. إحياء علوم الدين مع إتحاف السادة المتقين. إمام محمد بن محمد الغزالي،رحمه الله، المتوفى ٥٠٥هـ ،دارإحياء التراث العربي.

☆.الأدب المفرد مع شرحه فضل الله الصمد. أميرالمؤمنين في الحديث محمد بن

إسمعيل البخاري، المتوفى ٢٥٦هـ مكتبة الإيمان، المدينة المنورة.

☆.الأذكار النووية مع الفتوحات الربانية الإمام أبوزكريا يحيىٰ بن شرف النووي رحمه الله المتوفىٰ ٦٧٦، المكتبة الإسلامية لصاحبها الحاج رياض الشيخ.

☆.إرشاد الساري شرح صحيح البخاري. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد القسطلاني، رحمه الله، المتوفى ٩٢٣هـ المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ١٣٠٤ه.

☆.الاستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة. أبو عمر يوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر ،رحمہ الله، المتوفى ٤٦٣هـ دارالفكر بيروت.

☆.أسد الغابة عزالدين. أبوالحسن على بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير، المتوفى ٦٣٠هـ،دارالكتب العلمية بيروت.

☆.أشعة اللمعات. الشيخ عبدالحق المحدث دهلوي، المتوفى ١٠٥٢هـ المكتبة النورية الرضوية سكهر باكستان.

☆.الإصابة في تمييز الصحابة. شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني المعروف بابن حجر، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ،دارالفكر بيروت.

☆.إعلاء السنن علامه ظفراحمد عثماني رحمه الله، المتوفى ١٣٩٤هـ، إدارة القران كراچى.

☆. الأعلام خيرالدين بن محمود الزرِكْلى، المتوفىٰ ١٣٩٦ دارالعلم للملايين.

☆.الإكمال. الأمير الحافظ ابن ماكولاّ المتوفى ٤٧٥هـ محمد أمين دبح، بيروت لبنان.

☆.شرح الأبّي على مسلم (إكمال إكمال المعلم) أبوعبدالله محمد بن خلفة الأبي، المالكي، رحمه الله، المتوفى ٨٢٧ هـ ، دارالكتب العلمية، بيروت.

☆.ألفية الحديث للحافظ العراقي: أبوالفضل زين الدين عبدالرحيم بن الحسين المتوفىٰ ٨٠٦، دارالجيل بيروت.

☆.إمداد الفتاوى. حضرت مولانا أشرف علي تهانويؒ،متوفى١٣٦٢هـ ، مكتبه

دارالعلوم کراچی.

☆.إمداد الباري. حضرت مولانا عبدالجبار أعظمی، مکتبه حرم، مراد آباد.

☆.الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف. علاؤالدين على بن سليمان مرداوي، دارإحياء التراث العربي.

☆.أنوارالباري. مولانا سيد أحمد رضا بجنوري، رحمه الله تعالیٰ. مدينه پريس بجنور.

☆.أوجز المسالك إلى مؤطا الإمام مالكؒ. شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زکريا صاحب کاندهلوي، رحمه الله تعالی، المتوفی ١٤٠٢هـ ،ادارهٔ تاليفات أشرفيه ملتان.

☆.البحر الرائق. علامه زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم، رحمه الله، المتوفی ٩٦٩هـ يا ٩٧٠هـ مکتبه رشيديه کوئته.

☆.بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع. ملك العلماء علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني، رحمه الله، المتوفی ٥٨٧هـ ايچ ايم سعيد کمپنی کراچی.

☆.البدرالساري إلى فيض الباري. مولانا بدرعالم ميرٹهي، متوفی ١٣٨٥هـ خضرراه بکڈپو، دهلي مطبوعة: ١٩٨٠ء

☆.بذل المجهود في حل أبي داود. علامه خليل أحمد سهارن پوري، رحمة الله عليه، المتوفی ١٣٤٦هـ مطبعة ندوة العلماء لکهنؤ ١٣٩٣هـ. ١٩٧٣م.

☆.بهشتی زيور. حضرت مولانا أشرف علی تهانویؒ ١٣٦١هـ، مکتبه رحمانيه لاهور.

☆.تاج العروس من جواهرالقاموس. أبوالفيض سيد محمد بن محمد المعروف بالمرتضى الزَّبيدي ،رحمه الله تعالی، المتوفی ١٢٠٥هـ دارمكتبة الحياة، بيروت.

☆.التاج والإكليل على حاشية المواهب الجليل للإمام المواق المالكی، دارالفكرت، بيروت.

☆.تاريخ الخميس في أحوال أنفس نفيس، الشيخ حسين بن محمد بن الحسن الدياربكري المالكي، رحمه الله تعالیٰ، المتوفی٩٦٦ه، مؤسسة شعبان، بيروت.

☆.التاريخ الصغير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخاري، رحمه الله،

المتوفی٢٥٦هـ المکتبة الأثرية، شيخوپوره.

☆.تاريخ عثمان بن سعيد الدارمي.المتوفی٢٨٠هـ عن أبی زكريا يحيى بن معين، المتوفی٢٣٣هـ،دارالمأمون للتراث،١٤٠٠.

☆.التاريخ الكبير. أميرالمومنين في الحديث محمد بن إسمعيل البخاري،رحمه الله، المتوفی٢٥٦هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.تاريخ الطبري. أبوجعفر محمد بن جرير الطبري، متوفی٣١٠هـ موسسة الرسالة بيروت.

☆.تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف. أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزي، رحمه الله تعالى، المتوفی٧٤٢هـ المكتب الإسلامي، بيروت، طبع دوم ١٤٠٣هـ مطابق ١٩٨٣م.

☆.تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي.حافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي رحمه الله، المتوفی ٩١١هـ المكتبة العلمية مدينه منوره.

☆.تذكرة الحفاظ. حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفی ٧٤٨هـ دائرة المعارف العثمانية، الهند.

☆.تربيت السالك. حضرت مولانا أشرف على تهانوئ ١٣٦١هـ دارالإشاعت كراچی.

☆.التعليق الصبيح حضرت مولانا محمد إدريس كاندهلوي رحمه الله، المتوفیٰ ١٣٩٤هـ مكتبة عثمانيه لاهور.

☆. تعليقات على تهذيب الكمال، الدكتور بشار العوّاد، حفظه الله تعالى. مؤسّسة الرسالة طبع أول ١٤١٣ھ.

☆. تعليقات على لامع الدراري. شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحبؒ،رحمه الله، المتوفی ١٤٠٢هـ مطابق ١٩٨٢م ،مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

☆.تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقي، دارالكتاب اللبناني، بيروت.

☆. تغليق التعليق. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر،رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٥٢هـ . المكتب الإسلامي ودار عمار.

☆.تفسير القرآن العظيم. حافظ أبو الفداء عماد الدين إسمعيل بن عمر بن كثير دمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤هـ دارالفكربيروت.

☆.تفسيرالطبري(جامع البيان) الإمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣١٠هـ دارالمعرفة، بيروت.

☆.التفسير الكبير. الإمام أبوعبدالله فخرالدين محمد بن عمر بن الحسين الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦هـ مكتب الإعلام الإسلامي إيران.

☆.تفسير الكشاف. الإمام حارالله محمود بن عمر الزمخشري المتوفى ٥٢٨هـ دارالكتاب العربي، بيروت، لبنان.

☆.تفسير الماوردي. على بن حبيب الماوردي، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، بيروت.

☆.تقريب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارالرشيد حلب ١٤٠٦ھ.

☆.تكملة فتح الملهم.حضرت مولانا محمد تقي عثماني صاحب، مكتبه دارالعلوم كراچى.

☆.التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

☆. تلخيص المستدرك(المطبوع بذيل المستدرك)حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨هـ دارالفكر بيروت.

☆. التمهيد لابن عبدالبر: الحافظ أبوعمر يوسف بن عبدالله مالكي رحمه الله، المتوفىٰ ٤٦٣هـ المكتبة التجارية مكة المكرمة.

☆. تنقيح الفتاوىٰ الحامدية. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز المعروف بابن

عابدين.

☆.تنوير الأبصار للشيخ شمس الدين محمد بن عبدالله بن أحمد الغزي الحنفي، المتوفى ١٠٠٤هـ مكتبه رشيديه كوئته.

☆.تهذيب الأسماء واللغات. إمام محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ إدارة الطباعة المنيرية.

☆.تهذيب التهذيب. حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ دائرة المعارف النظامية،حيدرآباد الدكن ١٣٢٥ه.

☆. تهذيب الكمال. حافظ جمال الدين أبوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن المِزّي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٢هـ مؤسسة الرسالة، طبع أول ١٤١٣ه.

☆.تيسير مصطلح الحديث. الدكتورمحمود الطحان حفظه الله، قديمي كتب خانه كراچى.

☆.الثقات لابن حبان: حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله، المتوفى ٣٥٤هـ. دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد١٣٩٣ه.

☆.جامع الترمذي(سنن الترمذي) إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سوره الترمذي، رحمه الله، المتوفى٢٧٩هـ ايج ايم سعيد كمپنى/ دارإحياء التراث العربي.

☆.الجامع لأحكام القرآن(تفسير القرطبي).الإمام أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري، رحمه الله، المتوفى ٦٧١هـ دارالفكر بيروت.

☆.جامع المسانيد. الإمام أبو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي، رحمه الله، المتوفى ٦٦٥هـ،المكتبة الإسلامية، سمندرى، لائل پور.

☆.الجرح والتعديل. عبدالرحمٰن بن أبي حاتم الرازي، دائرة المعارف عثمانيه حيدرآباد دكن.

☆. جمع الوسائل شرح الشمائل علي بن سلطان القاري رحمه الله، المتوفىٰ ١٠١٤هـ إداره تاليفات أشرفيه ملتان.

☆. الحاوي للفتاوى الحافظ جلال الدين السيوطي رحمه الله، مكتبه نوريه فيصل آباد.

☆.حلية الأولياء. الحافظ أبو نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد الأصبهاني، رحمه الله، المتوفى ٤٣٠هـ دارالفكر بيروت.

☆. خلاصة الخزرجي (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال) علامه صفي الدين الخزرجي، رحمه الله، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.

☆.الدرالمختار. علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله، المتوفى ١٠٨٨هـ مكتبه رشيديه كوئته.

☆.الدرالمنثور في التفسير بالمأثور.الحافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١هـ مؤسّسة الرسالة.

☆. دلائل النبوة. الحافظ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهيقي، المتوفىٰ ٤٥٨هـ مكتبة اثريه لاهور.

☆.ردالمحتار. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين الشامي، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٢هـ مكتبه رشيديه كوئته.

☆.روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني. أبوالفضل شهاب الدين سيد محمود الآلوسي، البغدادي، رحمه الله، المتوفى ١٢٧٠هـ مكتبه إمداديه ملتان.

☆.زادالمعاد فى هدي خيرالعباد. أبوعبدالله محمد بن أبى بكر: ابن قيم الجوزية. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عبدالقادر الأرنؤوط. مؤسسة الرسالة، بيروت.

☆.السعاية. مولانا عبدالحى لكهنوى، سهيل اكيڈمى، لاهور.

☆.سنن ابن ماجه. إمام أبوعبدالله محمد بن يزيد بن ماجه، رحمه الله، المتوفى ٢٧٣هـ قديمى كتب خانه كراچى/ دارالكتاب المصري قاهرة.

☆.سنن أبي داود. إمام أبو داود سليمان الأشعث السجستاني، رحمه الله، المتوفى ٢٧٥هـ ايج ايم سعيد كمپنى كراچى/دار إحياء السنة النبوية.

☆.سنن الدارقطني. حافظ أبوالحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله، المتوفى

٣٨٥هـ دارنشر الكتب الإسلامية لاهور.

☆.سنن الدارمي، الإمام أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، رحمه الله، المتوفى ٢٥٥هـ قديمى كتب خانه كراچى.

☆.السنن الكبرى للبيهقي. الإمام الحافظ أبوبكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨هـ نشر السنة ملتان.

☆.السنن الصغرى للنسائي. الإمام أبوعبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ قديمى كتب خانه كراچى.

☆.السنن الكبرى للنسائي.الإمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣هـ نشر السنة ملتان.

☆.سيرأعلام النبلاء . الحافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ مؤسسة الرسالة.

☆.شذرات الذهب في أخبار من ذهب. علامه عبدالحى بن أحمد بن محمد بن العماد العكري الحنبليّ متوفى ١٠٨٩هـ ، دارالآفاق الجديدة، بيروت.

☆.شرح نخبة الفكر. ابن حجر عسقلاني رحمه الله، قديمى كتب خانه كراچى.

☆.شرح ابن بطال.الإمام أبوالحسن علي بن خلف بن عبدالملك، المعروف بابن بطال،رحمه الله تعالىٰ، المتوفى٤٤٩هـ، مكتبة الرشد،الرياض، الطبعةالأولى ١٤٢٠هـ ٢٠٠٠م.

☆.شرح الكرماني(الكواكب الدراري) علامه شمس الدين محمد بن يوسف الكرماني، رحمه الله، المتوفى٧٨٦هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.شرح معاني الآثار. الإمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى٣٢١هـ مير محمد آرام باغ كراچى.

☆.شرح النووي على صحيح مسلم. الإمام أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى٦٧٦هـ قديمى كتب خانه كراچى.

☆. شرح الترمذي لابن عربي: أبوبكر محمد بن عبدالله الاشبيلى المعروف بابن

العربی المالکی المطبعة المصرية بالأزهر.

☆. شرح الجامي. علامه عبدالرحمن جامیؒ، ایچ ایم سعید کراچی.

☆. شرح الزرقاني علی الموطأ: شيخ محمد بن عبدالباقي بن يوسف الزرقانی، المصری متوفی ۱۱۲۲ھ دارالفکر بیروت.

☆. شرح شرح نخبة الفكر للإمام الحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی، المتوفیٰ ۸۵۲ھ شرکة دارالأرقم بیروت.

☆.شعب الإيمان. الإمام الحافظ أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالیٰ، المتوفی۴۵۸ھ دارالکتب العلمية بيروت ۱۴۱۰ھ

☆. الشعر والشعرآء لابن قتيبة.

☆.الشمائل المحمدية. الإمام أبوعيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی۲۷۹ھ فاروقی کتب خانه، ملتان.

☆.الصحيح للبخاري. إمام أبو عبدالله محمد بن إسمعيل البخاري، رحمه الله تعالی، المتوفی ۲۵۶ھ قدیمی کتب خانه کراچی/ دارابن کثیر دمشق بیروت.

☆.الصحيح لمسلم. إمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، رحمه الله تعالی، المتوفی ۲۶۱ھ قدیمی کتب خانه کراچی/دارالفکر.

☆.طبقات الشافعية الكبرى.علامه تاج الدين أبونصر عبدالوهاب بن تقي الدين سبكي، رحمه الله، المتوفی ۷۷۱ھ دارالمعرفة بيروت.

☆.الطبقات الكبرى.الإمام أبوعبدالله محمد بن سعد، رحمه الله تعالی، المتوفی ۲۳۰ھ. دارصادر بيروت.

☆.ظفَر الأماني. علامه عبدالحي لكهنوي رحمه الله تعالیٰ، المتوفی۱۳۰۴ھ مکتب المطبوعات الإسلامية بحلب الطبعة الثالثة ۱۴۱۶ھ

☆. العرف الشذي علی جامع الترمذی. مولانا محمد انورشاه کشمیریؒ، ایچ ایم سعید کراچی.

☆.علوم الحديث.(مقدمة ابن الصلاح)حافظ تقي الدين عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن صلاح الشهرزوري، رحمه الله، المتوفى٦٤٣هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.عمدة القاري.الإمام بدرالدين أبومحمد محمود بن أحمد العيني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٥هـ إدارة الطباعة المنيرية.

☆.عون المعبود شرح سنن أبي داود. شمس الحق عظيم آبادی، دارالفكر،بيروت.

☆.الفائق. علامه جارالله أبوالقاسم محمود بن عمرالزمخشري، المتوفى ٥٣٨هـ دارالمعرفة بيروت.

☆. فتاویٰ ابن تیمیه. تقی الدین أحمد بن تیمیة الحرانی. طبعة الملك فهد.

☆. الفتاویٰ البزازیه. الإمام حافظ الدین محمد بن محمد بن شهاب، رشیدیة کوئٹه.

☆. الفتاویٰ الحدیثیة. شیخ الإسلام أحمد بن محمد بن علی بن حجر الهیثمي، قدیمی کتب خانه کراچی.

☆.فتاویٰ حقانیه افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق و دیگر مفتیان کرام، جامعه دارالعلوم حقانیه.

☆. الفتاویٰ الخانیه. (فتاویٰ قاضی خان) محمود الأوزجندی المعروف بقاضی خان، مکتبه رشیدیه، کوئٹه.

☆.فتاوی محمودیه. حضرت مولانا مفتی محمودالحسن صاحب رحمه الله، مظهری کتب خانه کراچی.

☆.فتاوی عالمگیریه. جماعة من العلماء، رشیدیه کوئٹه.

☆.فتح الباري. الحافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجرالعسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢هـ ، دارالفكر بيروت.

☆.فتح القدير. الإمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله، المتوفى ٨٦١هـ ،مكتبه رشيديه، كوئٹه.

☆.فتح المغيث بشرح ألفية الحديث. الإمام أبوعبدالله محمد بن عبدالرحمن

السخاوي المتوفیٰ: ٩٠٢هـ، دارالإمام الطبری.

☆.الفردوس. أبوشجاع شيرويه ابن شهردار الديلمی متوفی ٥٠٩هـ دارالكتب العلمية، بيروت.

☆.فضل الله الصمد في توضيح الأدب المفرد، فضل الله جيلاني، صدف پبلشرز كراچی.

☆.الفقه الإسلامي وأدلته. علامه وهبه زحيلي، مكتبه حقانيه پشاور.

☆.فقه السنة. علامه سيد سابق، دارالكتاب العربي.

☆.فيض الباري. إمام العصر علامه أنور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفی ١٣٥٢هـ ربانی بکڈپو دهلی.

☆.القاموس الوحيد. مولانا وحيد الزمان قاسمي رحمه الله، ادارهٔ اسلاميات لاهور.

☆.القاموس الجديد. مولانا وحيد الزمان قاسمی رحمه الله، ادارهٔ اسلاميات لاهور.

☆. القاموس المحيط. مجدالدين محمد بن يعقوب الفيروز آبادی، المتوفیٰ ٨١٧هـ دارالفكر، بيروت.

☆.الكاشف. شمس الدين أبوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفی ٧٤٨هـ شركة دارالقبلة/مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٩٩٢م/١٤١٣هـ.

☆.الكاشف عن حقائق السنن.(شرح الطيبي). الإمام شرف الدين حسين بن محمد بن عبدالله الطيبي، رحمه الله، المتوفی٧٤٣هـ إدارة القرآن كراچی.

☆.الكامل في ضعفاء الرجال. الإمام الحافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجاني، رحمه الله، المتوفی ٣٦٥هـ دارالفكر بيروت.

☆.الكامل فی التاريخ، علامه أبوالحسن عزالدين علي بن محمد ابن الأثير الجزري، المتوفی ٦٣٠ هـ دارالكتاب العربي، بيروت.

☆.كتاب الموضوعات. رضي الدين حسن بن محمد بن حيدر اللاهوري المتوفی (٦٥٠هـ) المطبعة الإعلامية، مصر.

☆.كشف البارى (كتاب الإيمان وكتاب المغازى) الشيخ الحديث حضرت مولانا سليم الله خان صاحب مدظله، مكتبه فاروقيه، كراچی.

☆.كشف الخفاء ومزيل الإلباس، الشيخ إسمعيل بن محمد العجلونى المتوفىٰ: ١١٦٢هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت.

☆.كفايت المفتي. حضرت مولانا مفتى كفايت الله صاحب دارالاشاعت، كراچى.

☆.الكوكب الدري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، قدس الله سره المتوفى ١٣٢٣هـ،إدارة القرآن كراتشي.

☆.لامع الدراري. حضرت مولانا رشيد أحمد گنگوهي، رحمه الله، المتوفى ١٣٢٣هـ مكتبه إمداديه مكة المكرمة.

☆.لسان العرب . علامه أبوالفضل جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الإفريقي المصري، رحمه الله، المتوفى ٧١١هـ نشر أدب الجوزه، قم إيران ١٤٠٥هـ

☆.المؤطا. للإمام مالك بن أنس، رحمه الله، المتوفى ١٧٩هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.المؤطا. للإمام محمد بن الحسن الشيباني، رحمه الله، المتوفى ١٨٣هـ نور محمد أصح المطابع، آرام باغ كراچى.

☆.المبسوط.شمس الأئمة أبوبكر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمه الله تعالىٰ، المتوفى ٤٨٣هـ دارالمعرفة بيروت ١٣٩٨هـ١٩٧٨م.

☆.المتواري على تراجم أبواب البخاري. علامه ناصر الدين أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الإسكندراني، رحمه الله، المتوفى ٦٨٣هـ مظهرى كتب خانه كراچى.

☆.مجمع بحارالأنوار. علامه محمد طاهر پٹني، رحمه الله، المتوفى ٩٨٢هـ دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٩٥هـ

☆.مجمع الزوائد. الإمام نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمه الله، المتوفى٨٠٧هـ دارالفكر بيروت.

☆.المجموع (شرح المهذب). الإمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف المتوفى٦٥٦هـ المكتب التجاري بيروت/ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.مختارالصحاح.الإمام محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، رحمه الله، المتوفى٦٦٦هـ دارالمعارف مصر.

☆.مرقاة المفاتيح. علامه نورالدين علي بن سلطان القاري، رحمه الله، المتوفى١٠١٤هـ مكتبه إمداديه ملتان.

☆.المستدرك على الصحيحين. الحافظ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥هـ. دارالفكر بيروت.

☆.مسند أحمد. الإمام أحمد بن حنبل، رحمه الله، المتوفى٢٤١هـ المكتب الإسلامي، بيروت.

☆.المصنف لابن أبى شيبة:الحافظ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه الله، المتوفى٢٣٥هـ. الدار السلفية بمبئى، الهند طبع دوم ١٣٩٩هـ ١٩٧٩م.

☆.المصنف لعبد الرزاق: الإمام عبدالرزاق بن همام صنعاني، رحمه الله، المتوفى ٢١١هـ مجلس علمى كراچى.

☆.مظاهر حق(جديد). نواب محمد قطب الدين خان دهلوى، دارالاشاعت كراچى.

☆.معارف القرآن.حضرت مولانا مفتي محمد شفيع صاحبؒ، متوفى ١٩٧٦هـ ادارة المعارف كراچى.

☆.معارف القرآن. حضرت مولانا إدريس كاندهلوى رحمه الله، مكتبه عثمانيه جامعه أشرفيه لاهور.

☆.معالم السنن. الإمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله، المتوفى٣٨٨هـ مطبعة أنصار السنة المحمدية ١٣٦٧هـ١٩٤٨م.

النووي،رحمه الله، المتوفى ٦٧٦هـ شركة من علماء الأزهر.

☆.المحلّى. علامه أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه الله،

☆.معجم الطبراني الكبير: الإمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، رحمه الله، المتوفى ٣٦٠هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.المعجم الوسيط. الدكتورإبراهيم أنيس، الدكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد. مجمع اللغة العربية دمشق.

☆.معجم مقاييس اللغة. أبوالحسين أحمد بن فارس بن زكريا، دارالفكر، بيروت.

☆.معرفة علوم الحديث. الإمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسا بوري، رحمه الله، المتوفى٤٠٥هـ دارالفكر بيروت.

☆.المغنى. الإمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامه، رحمه الله، المتوفى٦٢٠هـ دارالفكر بيروت.

☆. المردات في غريب القران. الإمام حسين بن محمد بن المفضل المعروف بالراغب الأصفهاني، ميرمحمد كتب خانه كراچى.

☆.المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، الإمام الحافظ أبوالعباس أحمد بن عمر بن إبراهيم، القرطبي، المتوفى: ٦٥٦هـ دار ابن كثير دمشق، بيروت.

☆.مكمل إكمال الإكمال. الإمام أبو عبدالله محمد بن محمد بن يوسف التنوسي المتوفى: ٨٩٥هـ ، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان.

☆.مقدمة ابن الصلاح.(علوم الحديث) الحافظ تقي الدين أبوعمرو عثمان بن عبدالرحمن المعروف بابن الصلاح، رحمه الله، المتوفى٦٤٣هـ دارالكتب العلمية بيروت.

☆.الموضوعات للإمام أبي الفرج عبدالرحمن ابن الجوزى المتوفى ٥٩٧هـ قرآن محل اردوبازار كراچي.

☆.ميزان الاعتدال في نقد الرجال. الحافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي، رحمه الله، المتوفى٧٤٨هـ دارإحياء الكتب العربية مصر ١٣٨٢هـ

☆.نصب الراية. الحافظ أبو محمد جمال الدين عبدالله بن يوسف الزيلعي، رحمه الله، المتوفى٧٦٢هـ مجلس علمىّ ڈابهيل١٣٧٧هـ

☆. النكت الظراف على الأطراف. الإمام الحافظ أحمد بن على بن حجر العسقلاني: ٨٥٣هـ المكتب الإسلامي، بيروت .

☆.النهاية في غريب الحديث والأثر. علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد ابن الأثير، رحمه الله، المتوفى٦٠٦هـ دارإحياء التراث العربي.

☆.الهداية. الإمام على بن أبي بكر المرغيناني. ايج ايم سعيد، كمپنى.

کشف الباری شرح صحیح البخاری

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی صاحب
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی

﴿لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسولا من انفسهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة﴾۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی ذمہ داری قرآن کریم کی آیات صرف پڑھ کر سنانا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ کتاب اللہ کے احکام کی تعلیم، قولی اور عملی طریقے سے دینا بھی آپ کے فرائض میں داخل تھا اور یہ ان مقاصد میں سے تھا جس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا کیونکہ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حکمت سے مراد قرآن کریم کے علاوہ شریعت کے وہ احکام ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی تھی، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الرسالة" میں لکھا ہے۔ "سمعت من أرضى من أهل العلم بالقرآن يقول: الحكمة سنة رسول الله ﷺ "(ص: ۲۴)"میں نے قرآن کے ان اہل علم کو جن کو میں پسند کرتا ہوں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حکمت سے مراد نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے"۔

امام شاطبی نے اپنی کتاب " الموافقات"(ج ۴ ص: ۱۰) پر لکھا ہے "فكانت السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب"" یعنی سنت کتاب اللہ کے احکام کے لئے شرح کا درجہ رکھتی ہے"۔

اور امام محمد بن جریر طبری سورۂ بقرہ کی آیت "ربنا وابعث فيهم رسولا ......"کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: "الصواب من القول عندنا في الحكمة أن العلم بأحكام الله التي لا يدرك علمها إلا ببيان الرسول صلى الله عليه وسلم، والمعرفة بها ومادل عليه في نظائره، وهو عندي مأخوذ من الحكم الذي بمعنى الفصل بين الباطل والحق۔"ہمارے نزدیک صحیح تر بات یہ ہے کہ حکمت اللہ تعالیٰ کے احکام کے علم کا نام ہے جو صرف نبی کریم ﷺ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے......"

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه"یعنی مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے مثل مزید، جس سے مراد قرآن کریم کی شرح یعنی نبی اکرم ﷺ کی قولی وفعلی احادیث مبارکہ ہی ہیں اور اسی لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو قرآن حکیم میں خطاب کر کے دین کے اس حصے کی حفاظت کا حکم فرمایا تھا......: ﴿واذكرن مايتلى في بيوتكن من آيات الله والحكمة......﴾ کہ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو۔

علمائے امت کے ہاں اس پر اجماع ہے کہ قرآن کریم کے مجملات ومشکلات کی تفسیر وتشریح اور اعمالِ دینیہ کی عملی صورت نبی کریم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ کے احوال جانے بغیر نہیں ہوسکتی، کیونکہ آپ مرادِ الٰہی کے بیان وتفسیر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر تھے، چنانچہ ارشاد ہے: ”وانزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیھم“ (سورۃ النحل) ”آپ پر ہم نے یہ ذکر یعنی یادداشت نازل کی تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے، آپ اس کو کھول کر لوگوں سے بیان کردیں“۔ چنانچہ قرآن کریم میں جتنے احکام نازل فرمائے گئے تھے، مثلاً وضو، نماز، روزہ، حج، درود، دعاء، جہاد، ذکر الٰہی، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، اخلاق ومعاشرت...... یہ سب احکام قرآن کریم میں مجملاً تھے، ان احکام کی تفسیر وتشریح نبی اکرم ﷺ نے فرمائی، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔ ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ......“ اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی احادیث قرآن کریم سے الگ عجمی دین نہیں پیش کرتی ہیں اور نہ ہی یہ عجمی سازش ہے، بلکہ یہ قرآن کریم کے اجمال کی تفصیل ہے اور دینِ اسلام کا حصہ ہے۔

حفاظتِ حدیث، امت مسلمہ کی خصوصیت

اسی اہمیت وخصوصیت کی بناء پر اس کی حفاظت وتدوین اور تشریح کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی کوششیں صرف ہوئی ہیں، حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اپنی کتاب ”الفِصَل“ میں لکھا ہے کہ پچھلی امتوں میں کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ملی کہ اپنے رسول کے کلمات کو صحیح اور ثبوت کے ساتھ محفوظ کرسکے، یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے کہ اس کو اپنے رسول کے ایک ایک کلمے کی صحت اور اتصال کے ساتھ جمع کرنے کی توفیق ملی، مسلمانوں کے اس عظیم کارنامے کا اعتراف غیر مسلموں کو بھی ہے۔ ”خطباتِ مدراس“ میں مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈاکٹر اسپنگر کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے علم حدیث کی حفاظت کے لئے اسمائے رجال کا فن ایجاد کیا، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ سے زیادہ انسانوں کے حالات محفوظ ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے جمع ونقل کا تعلق ہے، اس کے علاوہ علمِ حدیث کے سوفنون ہیں جن کی تفصیل مصطلح الحدیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

تدوینِ حدیث کی ابتداء

حدیث کی جمع وترتیب اور تدوین کی تفصیل ان کتب میں دیکھی جائے جو منکرینِ حدیث اور مستشرقین یورپ کے جواب میں علمائے امت نے لکھی ہیں، یہاں اس کا موقع نہیں البتہ مختصراً اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ احادیث مبارکہ کے لکھنے کا سلسلہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تھا اور بعض صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اجازت سے آپ ﷺ کی احادیث کو محفوظ وقلمبند کیا، اس کے بعد پھر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں احادیث کی ترتیب وتدوین کے کام میں مزید ترقی ہوئی اور پہلی صدی ہجری کے اختتام اور دوسری صدی ہجری کے ابتدائی حصے میں خلیفہ راشد وعادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں سرکاری طور پر اس کے لئے اہتمام شروع ہوا اور پھر ان کے انتقال کے بعد اگرچہ اس

کام کا سرکاری اہتمام تو باقی نہیں رہا لیکن علمائے امت نے اس کا بیڑا سنبھالا اور الحمدللہ آج احادیث مرتب اور منقح صورت میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں، یہ محدثین، فقہاء اور علمائے امت کا وہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ واقعۃً تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحیح بخاری شریف کا مقام

اس سلسلۂ ترتیب وتدوین کی ایک زریں کڑی امام محمد بن اسماعیل البخاری کی کتاب ”الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول ﷺ وسننه وایامه“ ہے، اس کتاب میں امام بخاریؒ نے وہ آٹھ اقسام جمع کردیے ہیں جو کسی کتاب کے جامع ہونے کے لئے ضروری ہیں امام بخاری نے نہ معلوم کس قدر عظیم اخلاص کے ساتھ یہ کتاب لکھی تھی جس کی بناء پر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے وہ عظیم مقبولیت عطا فرمائی کہ مخلوق کی کتابوں میں جس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی، چنانچہ حافظ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ ”اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سب سے صحیح ترین کتابیں ہیں اور...... ”إن کتاب البخاری أصح الکتابین صحیحا، وأکثرهما فوائد“ اور امام نسائی فرماتے ہیں ”أجود هذه الکتب کتاب البخاری“ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ (ص:۷ ۲۹) میں ارشاد فرماتے ہیں:” جو شخص اس کتاب کی عظمت کا قائل نہ ہو، وہ مبتدع ہے اور مسلمانوں کی راہ سے ہٹا ہوا ہے“ پھر قسم اٹھا کر فرماتے ہیں: ”اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کتاب کو جو شہرت عطا فرمائی، اس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا“۔ اس کتاب میں جو خصوصیات اور امتیازات ہیں ان کی تفصیل کو زیر نظر کتاب کے مقدمہ میں دیکھا جائے۔

شروح بخاری

ان ہی خصوصیات وامتیازات اور اہمیت ومقبولیت کی بناء پر صحیح بخاری کی تدوین وتصنیف کے بعد ہر دور کے علماء نے اس پر شروح وحواشی لکھے ہیں، شیخ الحدیث حضرت اقدس حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ نے ”لامع الدراری“ کے مقدمہ میں ایک سو سے زیادہ شروح وحواشی کا ذکر کیا ہے۔ ابھی ابھی ”ابن بطال“ کی شرح بخاری چھپی ہے اس کے مقدمہ میں کتاب کے محقق ابو تمیم یاسر بن ابراہیم فرماتے ہیں: ”فأضحی هذا الکتاب أصح کتاب بعد القرآن، واحتل من بین الکتب الصدارة والاهتمام، فقضی العلماء أمامه اللیالی والأیام، فمنهم الشارح لما في ألفاظ متونه من المعاني والأحکام، ومنهم الشارح لمناسبات تراجم أبوابه، ومنهم المترجم لرجال اسانیده، ومنهم الباحث فی شرط البخاری فیه، ومنهم المستدرك علیه أشیاء لم یخرجها، ومنهم المتتبع أشیاء انتقدها علیه، إلی غیر ذلك من أنواع العلوم المتعلقة بالجامع الصحیح (ص:۷ ج۱)“ یعنی ان کتب حدیث میں جب صحیح بخاری نے صدارت کا مقام حاصل کیا تو علماء امت نے اپنی زندگیاں اور دن رات اس کتاب کی خدمت میں صرف کردیے۔ بعض لوگوں نے اس کتاب کے متون حدیث میں جو معانی واحکام ہیں ان پر کتابیں لکھیں، بعض علماء نے ابواب بخاری کی مناسبت یا اس کی اسانید کے رجال کے حالات پر اور بعض نے بخاری کی شرائط پر اور بعض نے کتاب پر استدراک وانتقاد کے سلسلے میں کتابیں لکھیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی سب سے پہلی شرح حافظ ابو سلیمان الخطابی المتوفی ۳۸۶ھ کی "أعلام الحدیث" ہے، اس شرح میں صرف غریب الفاظ کی تشریح ہے۔

اس کے بعد پھر حافظ داؤدی المتوفی ۴۰۲ھ کی شرح ہے، ابن التین نے اپنی شرح بخاری میں اس کی عبارتیں نقل کی ہیں، ان کے بعد پھر علامہ "مہلب بن احمد بن ابی صفرہ" المتوفی ۴۳۵ھ کی شرح ہے، اسی شرح کی تلخیص شارح کے شاگرد "ابو عبداللہ محمد بن خلف بن المرابط الاندلسی المصری المتوفی ۴۸۵ھ نے کی ہے، ان کے بعد پھر ابوالحسن علی بن خلف بن بطال القرطبی المتوفی ۴۴۹ھ کی شرح ہے، یہ مہلب کے شاگرد تھے اور انھوں نے ان کی شرح سے استفادہ کیا ہے، ابن بطال کی شرح سے پہلے صرف "خطابی" کی شرح مطبوع ہے، اور اب "ابن بطال" کی شرح چھوٹے سائز کی دس جلدوں میں چھپ چکی ہے، امام نووی المتوفی ۶۷۹ھ نے بھی صرف کتاب الایمان کی شرح لکھی، اسی طرح امام شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی المتوفی ۷۸۶ھ کی شرح "الکواکب الدراری" شیخ جمال الدین الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی 'شواھد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح" حافظ ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ کی " فتح الباری" امام بدرالدین عینی المتوفی ۸۵۵ھ کی "عمدۃ القاری" علامہ جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی " التوشیح" امام قسطلانیؒ کی " ارشاد الساری" علامہ نورالحق بن مولانا الشیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۷۳ھ کی "تیسیر القاری" شیخ الاسلام بن محب اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے، حافظ دراز پشاوری کا حاشیہ بھی "تیسیر القاری" کے حاشیہ پر چھپا ہے، علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالھادی سندھی کا حاشیہ ...... یہ تمام صحیح بخاری کے مشہور اور مطبوع شروح وحواشی ہیں۔

ہندوستان میں علم حدیث کی خدمات کا مختصر جائزہ

ہندوستان میں جب علمِ حدیث کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے بعد حدیث کی خدمت کے سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے گھرانے کی گراں قدر خدمات ہیں، حضرت شیخ نے خود مشکوۃ المصابیح پر عربی اور فارسی میں شروح لکھیں اور ان کے صاحبزادے نے صحیح بخاری پر شرح لکھی پھر ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے خاندان کی خدمات بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

صحیح بخاری کے ابواب وتراجم پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا رسالہ صحیح بخاری کی ابتدا میں مطبوع اور متداول ہے پھر ان کے بعد حدیث کی تدریس وتشریح کے سلسلے میں علماء دیوبند کا دور آتا ہے جن میں نمایاں خدمت حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ بخاری ہے، جس کی تکمیل حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کی، نیز حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری نے صحاح کی اکثر کتب پر حواشی لکھے اور احادیث کی کتب اہتمام صحت کے ساتھ چھپوائیں۔

پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی خدماتِ تدریسِ حدیث اور ان کے لائق تلامذہ کی وہ تقاریر بھی خدمتِ حدیث کی سنہری کڑیاں ہیں جن میں صحیح بخاری پر " لامع الدراری" اور سنن ترمذی پر " الکوکب

الدری" جو حضرت شیخ الحدیثؒ کے قیمتی حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہیں، سنن ابن ماجہ پر حضرت شیخ الہند کے استاذ ملا محمودؒ کا حاشیہ اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی کے حواشی، سنن ترمذی اور سنن النسائی پر حضرت مولانا اشفاق الرحمان کاندھلویؒ کے حواشی اور ابوداؤد پر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بے مثال شرح "بذل المجهود" سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد پر حضرت شیخ الہند کی تقاریر، صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد پر حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کاشمیری کی تقاریر، سنن ترمذی پر علامہ انور شاہ کشمیری اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تقاریر، صحیح مسلم پر حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی لاجواب شرح، اسی طرح سنن ترمذی پر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر نکات، صحیح بخاری پر حضرت عثمانی کی تقریر اور حضرت شیخ الحدیث کی تقریر اور" الابواب والتراجم" موطا امام مالکؒ پر ان کی شرح "أوجز المسالك" موجودہ زمانے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کی " تکملة فتح الملهم" اور درس ترمذی، حضرت مولانا فخر الدینؒ کی " إيضاح البخاري" اور" الابواب والتراجم" پر ان کی کتاب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی "التعليق الصبيح" اور صحیح بخاری پر "الابواب والتراجم" مولانا عبدالجبار اعظمی کی "امداد الباری" شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی کا" حاشیہ مشکوۃ" حضرت مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) کی تقریر ترمذی، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب کی ترمذی پر شرح، مولانا نذیر احمد صاحب فیصل آبادی کی مشکوۃ پر تقریر، حضرت مولانا عبدالرحمان کاملپوری کی "معارف ترمذی" اور اس طرح کی دیگر لا تعداد کتب، علم حدیث کی وہ گرانقدر خدمات ہیں جن سے زمانہ صرف نظر نہیں کر سکتا اور نہ علوم کی تاریخ لکھنے والا ان خدمات کو نظر انداز کر سکتا ہے۔

کشف الباری، صحیح بخاری کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ

موجودہ دور میں علم حدیث اور خصوصا صحیح بخاری کی خدمت وتشریح کے سلسلے میں ایک گراں قدر، قیمتی اور بے مثال اضافہ سیدی وسندی، مسند العصر، استاذ العلماء، شیخ الحدیث وصدر وفاق المدارس پاکستان حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہ وفیوضہ وادام اللہ علینا ظلہ کی صحیح بخاری پر تقریر" كشف الباري عما في صحيح البخاري" ہے یہ کتاب حضرت کی ان تقاریر پر مشتمل ہے جو صحیح بخاری پڑھاتے وقت حضرت نے فرمائیں۔

جامعہ فاروقیہ میں احقر کے دورۂ حدیث پڑھنے کا پس منظر

بندہ نے خود بھی حضرت دام ظلہ سے صحیح بخاری پڑھی تھی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بندہ صوبہ سرحد، ضلع سوات، تحصیل مٹہ، گاؤں فاضل بیگ گھڑی، کے دیہات سے رمضان المبارک کے آخر میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلے کے ارادے سے روانہ ہوا، راولپنڈی آکر اگلی منزل پر روانگی کے لئے دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار، راولپنڈی میں ٹھہر گیا، یہ ۱۹۷۳ء کی بات ہے اس زمانے میں جامعہ اشرفیہ میں علم کے آفتاب وماہتاب حضرت مولانا رسول خان صاحب اور حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ دورۂ حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، بندہ بھی شیخین سے استفادہ کی خاطر گھر سے نکلا تھا، راولپنڈی میں قیام کے دوران طالب علمی کے دور کے شفیق وبزرگ ساتھی حضرت مولانا محمد اکبر

صاحب چکیسری سے ملاقات ہوئی، وہ اس سال جامعہ فاروقیہ میں حضرت دام مجدہ سے دورۂ حدیث پڑھ چکے تھے، انھوں نے بندہ کے ارادے پر مطلع ہونے کے بعد کچھ اس والہانہ اور محبت کے انداز میں حضرت کی طرز تدریس اور قدرت علی التدریس کا تذکرہ کیا کہ بندہ کے لاہور جانے کے ارادے میں کچھ تزلزل پیدا ہوا اور پھر انھوں نے مجھ پر اصرار کیا کہ میں بھی دورۂ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت سے پڑھ لوں، چنانچہ بندہ نے ان کی معیت میں کراچی کا سفر کیا، انھوں نے حضرت سے سفارش کر کے بندہ کا داخلہ دورہ حدیث میں کرایا "مشکوۃ المصابیح" میں حضرت نے خود بندہ کا امتحان لیا، مجھے اب تک مقام امتحان کی وہ حدیث یاد ہے۔

اس وقت جامعہ فاروقیہ ایک نوزائیدہ مدرسہ تھا اور اکثر عمارات کچی تھیں، اسباق شروع ہونے سے پہلے بندہ کو کچھ بے چینی اور شکوک وشبہات نے گھیرا، چنانچہ بندہ نے چپکے سے کراچی کے ایک اور بڑے مدرسہ میں داخلہ لیا، وہاں اسباق شروع تھے، صحیح بخاری اور سنن ترمذی کے سبق میں ایک دن شریک ہوا لیکن پھر واپس جامعہ فاروقیہ آیا، دوسرے دن وہاں اسباق شروع ہوئے، حضرت دام مجدہ کے پاس صحیح بخاری کا سبق تھا، پہلے دن کا سبق سن کر اور ابتدائی ابحاث پر حضرت کا خوبصورت اور دل موہ لینے والا مرتب اور واضح انداز تدریس کا مشاہدہ کر کے دل کو اطمینان ہوا اور اپنے رفیق حضرت مولانا محمد اکبر مدظلہ کے لئے دل سے دعا نکلی، بندہ نے خود بھی حضرت کی بخاری شریف کی تقریر لکھی تھی جو بعد میں میری غفلت کی وجہ سے ضائع ہو گئی۔

میں نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب جیسا استاذ ومدرس نہیں دیکھا

یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ بندہ نے ایک طویل عرصے تک حضرت کے زیر سایہ جامعہ فاروقیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تقریباً دس بارہ سال سے جامعہ العلوم الاسلامیہ میں درس دے رہا ہے، اِس وقت حضرت دام ظلہ سے میرا کوئی دنیوی مفاد وابستہ نہیں ہے، یہ تمہید میں نے اس لئے لکھی، کہ آئندہ جو بات میں لکھنا چاہتا ہوں، شاید کچھ حضرات اس کو مبالغہ اور تملق پر محمول کریں گے وہ بات یہ کہ بندہ نے اپنی مختصر سی طالب علمی کی زندگی میں اور اس کے بعد تقریباً ستائیس اٹھائیس سالہ تدریسی زندگی میں حضرت جیسا مدرس اور استاذ نہیں دیکھا جس کی تقریر ایسی مرتب جامع اور واضح ہو کہ اعلیٰ، متوسط اور ادنی درجے کا ہر طالب علم اس سے استفادہ کر سکتا ہو، اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو جو تحقیقی ذوق عطا فرمایا، اس کے ساتھ مرتب اور جامع طرزِ تدریس عموماً بہت کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں یہ تمام صفات جمع فرمائی ہیں۔

کشف الباری مستغنی کر دینے والی شرح

بندہ تقریباً تین سال سے جامعہ علوم اسلامیہ میں صحیح بخاری پڑھاتا ہے اور الحمد للہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کہتا ہوں کہ مجھے مطالعہ کرنے کا ذوق اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے عطا فرمایا ہے، صحیح بخاری کی مطبوعہ ومتداول شروح، حواشی اور تقاریر اکابر میں سے شاید کوئی شرح، حاشیہ، یا تقریر ایسی ہوگی، جو بندہ کی نظر سے نہیں گذری لیکن میں نے "کشف الباری" جیسی ہر لحاظ سے جامع، مرتب اور تحقیقی شرح نہیں دیکھی، اگرچہ علماء کا مشہور

مقولہ ہے...... ”لایغنی کتاب عن کتاب“ لیکن...... ”مامن عام إلا وقد خص عنه البعض“ کے قاعدے کے مطابق ”کشف الباری“ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہے، بلا مبالغہ حقیقۃً و واقعۃً یہ ایسی شرح ہے کہ انسان کو دوسری شروح سے مستغنی کر دیتی ہے۔

میں ان لوگوں کی بات تو نہیں کرتا جو کسی خاص تقریر کا مطالعہ کر کے سبق پڑھاتے ہیں البتہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیقی ذوق دیا ہے، اور متقدمین شارحین جیسے خطابی، ابن بطال، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی وغیرھم کی شروح کا مطالعہ کرتے ہیں اور متاخرین میں تیسیر القاری، لامع الدراری، کوثر المعانی، اور فیض الباری کو دیکھتے ہیں، وہ اس بات کی گواہی دیں گے۔

کشف الباری کی خصوصیات

”کشف الباری عما فی صحیح البخاری“ کی خصوصیات اور امتیازات تو بہت ہیں اور ان شاءاللہ بندہ کا ارادہ ہے کہ اس موضوع پر دوسری شروح کے ساتھ ایک تقابلی جائزہ آئندہ پیش کرے گا یہاں ارتجالاً چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ مشکل الفاظ کے لغوی معانی کا اور یہ کہ یہ لفظ کس باب سے آتا ہے بیان ہوتا ہے۔ ۲۔ اگر نحوی ترکیب کی ضرورت ہو تو جملے کی نحوی ترکیب کو ذکر کیا گیا ہے۔ ۳۔ حدیث کے الفاظ کا مختلف جملوں کی صورت میں سلیس ترجمہ کیا گیا ہے۔ ۴۔ ترجمۃ الباب کے مقصد کا تحقیقی طریقے سے مفصل بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ۵۔ باب کا ماقبل سے ربط و تعلق کے سلسلے میں بھی پوری تحقیق و تنقید کے ساتھ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ ۶۔ مختلف فیہا مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کے مسلک اور دوسرے مسالک کی تنقیح و تحقیق کے بعد ہر ایک کے مستدلات کا استقصاء اور پھر دلائل پر تحقیقی طریقے سے رد و قدح اور احناف کے دلائل کی وضاحت اور ترجیح بیان کی گئی ہے۔ ۷۔ اگر حدیث میں کوئی تاریخی واقعہ مذکور ہو تو اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔ ۸۔ جن احادیث کو تقریر کے ضمن میں بطور استدلال پیش کیا گیا ہے ان کی تخریج کی گئی ہے۔ ۹۔ تعلیقات بخاری کی تخریج کی گئی ہے۔ ۱۰۔ اور سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مختلف اقوال کے نقل کرنے میں حضرت صرف ناقل نہیں ہیں بلکہ ہر قول پر محققانہ اور تنقیدی کلام بھی بوقت ضرورت کیا گیا ہے۔ تلك عشرة كاملة۔

حضرت کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تدریس کا طویل موقعہ عنایت فرمایا، اس کتاب میں آپ کی پوری زندگی کی تدریس کا نچوڑ موجود ہے، بندہ کی رائے یہ ہے کہ اس دور میں صحیح بخاری پڑھانے والا کوئی بھی استاذ اس کتاب کے مطالعہ سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت کا سایہ تادیر ہم پر قائم رہے، اس تقریر کے مرتب کرنے والے حضرات کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، دینی طبقہ پر عموماً اور حضرت کے طبقۂ تلامذہ پر خصوصاً جن میں بندہ بھی شامل ہے، یہ ان حضرات کا عظیم احسان ہے۔